



آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اترار شہر کے نواحی کوہستانی سلسلوں میں برف باری اسی طرح جاری تھی جیسے بوند بوند ساعتوں میں ذرہ ذرہ لحوں، گزرے وقت کی چشم بیدار میں پیار کی محبت بھری کہانیوں، آشیانہ دل کے در و بام میں وصال گیتوں کا نزول شروع ہو گیا ہو۔ برف باری کے باعث کائنات کا آئینہ خانہ کچھ اس طرح ہو گیا تھا جیسے چاروں طرف کسی غیر مرئی ہاتھ نے قرطاس ایض پھیلا دیا ہو، یا یہ کہ شفاف برتن کی تہہ میں کسی نے چمکتے ہوئے حروف وصل ڈال کر رکھ دیئے ہوں۔

برف باری کے باعث کوہستانی سلسلہ میں خوف کے جلتے دشت میں بوڑھی اداس گلیوں جیسی ویرانی چاروں طرف گرتے سوکھے پتوں، قبروں پر گرتے پتوں جیسی افسردگیاں، میلی محرابوں کے پرانے بند دروازوں سے لپٹ کر روتی، ٹھٹھرتی، کانپتی یادوں جیسی سنسنائیاں پھیل، بکھر گئی تھیں۔

ایسے میں کوہستانی سلسلے کے اندر بل کھا کر اترار شہر کی طرف جاتی ہوئی ندی کے کنارے ایک ہولناک نسوانی چیخ کچھ ایسے کرب، کچھ ایسی اذیت کے ساتھ بلند ہوئی گویا وقت کے ساگر فرہنگ میں نفرتوں کے رنگ، شام کی اداسیوں میں غم کی دیو داسیاں اور نفس کی ملاستوں میں ہوس کی خواہشیں ایک دم اپنے پورے شباب کے ساتھ ناچ اٹھی ہوں۔

جس وقت اترار شہر کی طرف جانے والی اس کوہستانی ندی کے کنارے ہولناک نسوانی چیخ بلند ہوئی تھی اسی لمحہ ندی کے اس پار کوہستانی سلسلے کے اوپر ایک جوان نمودار ہوا جو پوری طرح اپنے جسم پر جنگی لباس پہنے ہوئے تھا۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر نمودار ہونے والے اس نوجوان نے دیکھا، اس کے سامنے ندی کے اس پار دو گھوڑوں کی ایک بکھی کھڑی تھی۔ ایک لڑکی بے بسی کے عالم میں اترار شہر کی مخالف سمت بھاگی تھی۔ اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے تین مسلح جوان بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ جلد ہی ان تینوں مسلح جوانوں نے اس لڑکی کو پکڑ لیا۔ لڑکی جواب میں بری طرح شور و جواں دیا کرتے ہوئے مدد کے لئے پکارنے لگی تھی۔ ان تینوں

سُلج جانوں نے لڑکی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور اس کے منہ پر کپڑا ڈالنے ہوئے ایک طرح سے بکھی میں پھینک دیا اور بکھی کے گھوڑوں کو دوبارہ ہانک دیا تھا۔

بکھی کے گھوڑوں کو ہانکنے والوں کے علاوہ بکھی کے آگے آگے چار مسلح سوار بکھی کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ جارہے تھے۔ بکھی کے اندر کتنے مسلح جوان تھے یہ اندازہ نہ لگایا جاسکتا تھا۔ ندی کے اس پار کوہستانی سلسلے کے اوپر نمودار ہونے والا وہ نو جوان یہ سماں دیکھتے ہوئے ایک دم پیچھے ہٹ کر نیچے اتر گیا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سرخ رنگ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا اتر ارشہر کی سمت بڑھنے لگا تھا۔ کوہستانی سلسلے میں اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے کو دوڑانے والے اس نو جوان کے پیچھے ایک بندر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ گھوڑا جب بکھی کوہستانی سلسلے میں اچانک کوئی موڑ مڑتا تو بندر ڈگمگاتے ہوئے گھوڑے کی زین پکڑ کر سنبھل جاتا تھا۔

وہ نو جوان تھوڑی دیر تک کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا رہا۔ برف باری کے باعث اس نو جوان کا گھوڑا کہیں برف اور کہیں کچھڑ میں دھنس کر رہ جاتا تھا۔ تاہم وہ ہر چیز کی پرواہ کئے بغیر اپنے گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ تھوڑا سا آگے جا کر وہ ندی کے کنارے نمودار ہوا۔ ایک اٹھلی جگہ اس نے ندی کو عبور کیا۔ پھر وہ ندی کے دوسرے کنارے اس شاہراہ پر جا کھڑا ہوا تھا جو اتر ارشہر کی سمت جاتی تھی۔

وہ سوار جو اپنے جسم پر فولادی زرہ، سر پر خود اور خود کا نقاب چہرے پر گرائے ہوئے تھا شاہراہ کے وسط میں کھڑا ہو کر بکھی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے اطراف میں صدیوں کی خشک وریخت کے زندان میں وحشتوں کی چادر اوڑھے کوہستانی سلسلے بوڑھے خزاں اور برف کے مارے املی کے درخت خزاں سے بنگلہ گہری ہوئی بھوری گھاس برف کی دھند میں لپٹ گئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے کوہستانی درختوں کی شاخوں سے اچھے پتوں کے اندر برفانی پرندے ٹوٹے کہانیوں، بکھرے قصوں کی طرح برف سے اپنی جان بچانے کے لئے چھپے بیٹھے تھے۔ برف باری نے مٹی کے گیلے پن کو ایسا بنا دیا تھا جیسے وہ خلاؤں کی وادیوں میں لپٹے دروہام کے اسرا نہاں کھولنے والی ہوں۔

کبھی کبھی کوئی برفانی پرندہ عجیب طرح کی آوازیں دیتا ہوا ایک درخت سے اُڑ کر دوسرے درخت کی طرف جاتا۔ ایسے موقع پر اس کی آوازوں سے فضاؤں میں یوں لگتا جیسے ان گنت ہنسی اپہرائیں، رقص کرتی خوشیں اور تلاش کرتی خواہشیں، وقت کی سرمئی آہٹوں میں سوا اور

کی بخ بستہ خاموشی کے اندر دوریوں کے ان گنت خواب بکھیر گئی ہوں۔ صحرا کے ساتھ بننے والی چنچل حسین ندی رگوں میں دوڑتے پھرتے لہو کے اندر شاداب منظر بکھیرتی چلی جا رہی تھی۔ رع وہ سوار ابھی تک برف باری میں وہیں کھڑا تھا کہ سامنے کی طرف سے بکھی آتی دکھائی دی۔ بکھی کو دیکھتے ہی اس نے گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی اپنی آہنی ڈھال اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور دائیں ہاتھ سے ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔

جب بکھی نزدیک آئی تو اس سوار نے دیکھا کہ بکھی کے آگے آگے چار مسلح سوار تھے۔ بکھی کے اندر کتنے مسلح جوان تھے اس کا اندازہ نہ لگایا جاسکتا تھا۔ اس سوار کے پاس آ کر بکھی کے آگے آگے مسلح جوانوں میں سے ایک نے ہاتھ کے اشارے سے بکھی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ جس کے جواب میں وہ نو جوان جو بکھی کو ہانک رہا تھا اور پوری طرح مسلح تھا اس نے بکھی کے دونوں گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے بکھی کو روک دیا تھا۔

بکھی کے گھوڑوں کے رکنے کے بعد ان چاروں میں سے ایک بولا اور شاہراہ کے وسط میں کھڑے ہو کر راستہ روکنے والے سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا۔

”تم کون ہو اور کیوں ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو..... اگر تم کوئی قاطع الطریق، بٹ مار، لٹیرے، رہزن یا اچکے ہو تو سنو، ہماری راہ روک کر تمہیں انتہا درجہ کی مایوسی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو تقدیر اور قسمت کے باغی بن کر اپنی اور اوروں کی مقدرات کی لکیروں تک کو بدل دینے کی ہمت، جرأت اور صناعی رکھتے ہیں۔ اس پر راستہ روکنے والا جوان بولا۔

”سنو بکھی کے محافظو! میں نہ قاطع الطریق ہوں، نہ لٹیرا، نہ بٹ مار ہوں۔ اگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ بکھی کے اندر جس لڑکی کو تم نے بٹھا رکھا ہے وہ کون ہے اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے یا تم نے اسے کہیں سے اٹھایا ہے۔ اگر اس لڑکی کے متعلق تم اپنی صفائی پیش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمہاری راہ نہیں روکوں گا، جانے دوں گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا اس برف باری اور سنسان کوہستانی سلسلے میں، میں تم سب کے لئے ایک مختب، ایک قاضی بن کر کھڑا ہوں گا۔ ان الفاظ پر ان چاروں میں سے پھر وہی بولا، جس نے پہلے مخاطب کیا تھا۔ وہ کہنے لگا۔

”دیکھو! ہماری راہ روکنے والے، اکیلے اور تنہا جوان۔ ہم ایک تاب توں، ایک جذبہ جوان ہیں۔ ہم تو رشتوں کی ریشمی ڈوریاں کاٹ کر شیشہ جان ساغر روح کو ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتے ہیں۔ دیکھ بے بس جوان قبل اس کے کہ ہم تم سے اپنا تعارف کہیں اور

تیری حالت ہمارا تعارف سننے کے بعد دکھ کے نگر میں قفس مینا، ویار بے سرو سامان میں ٹٹماتی حیات کی مشعل اور درو کے بستر میں موت کی اندھی چاپ جیسی ہو جائے تو جدھر سے آیا ہے ادھر ہی چلا جا۔ ورنہ تو پچھتائے گا۔ ان کو ہستانوں، اس برف باری میں ہم تیرے جسم کے اعضاء کاٹ کر شاہراہ کے پہلو میں بہنے والی ندی میں پھینک کر آگے نکل جائیں گے۔

راستہ روکنے والا جوان اپنی تلوار فضا میں لہراتے ہوئے بولا۔ میں یوں تمہاری راہ سے ہٹنے والا نہیں۔ اگر تم اتنے ہی جوانمرد اور شجاع بنے ہو تو پہلے اپنا تعارف کراؤ پھر میں دیکھتا ہوں تم کون ہو؟ اس پر ان چاروں میں سے وہی بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بد بخت انسان! ہم قرا مٹلی ہیں۔ جس لڑکی کا تو ذکر کر رہا ہے، اسے ہم نے اغواء کیا ہے اور اسے ہم اپنے قلعہ الموت میں اپنی جنت کے اندر لے جائیں گے اور اسے حور بنائیں گے۔ یا اپنے امام جلال الدین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس لئے کہ جو لڑکی ہم نے اغوا کی ہے، اپنے سُن، اپنی خوبصورتی میں ایسی ہے جو اس سے پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ لہذا تو ہمارے کام میں دخل اندازی مت کر۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا قرا مٹلی ہونا ہی تیری خوفزدگی اور تیرے دل میں ایک تزلزل پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیا اب بھی تم ہماری راہ روک کر کھڑے رہو گے یا جدھر سے آئے ہو ادھر ہی چلے جاؤ گے؟ تمہارا یہاں سے چلا جانا ہی تمہارے لئے بہتر اور سودمند ہے۔ کبھی کے ان محافلوں نے جب قرا مٹلی کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا تو راہ روکنے والے سوار کی حالت زندگی کے صحرا میں اندھی جدائی کی کالی آندھیوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے منجدھار میں جبر کی دھول، اس کے چہرے پر بھنور کی گرہوں میں جوش مارتے سرکش اور بے زنجیر جذبوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی ہیئت اور کیفیت میں رہا پھر وہ اپنی بلند اور کڑکتی ہوئی آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو! ساریوں کی جستجو کرنے والے قرا مٹلیو، سنو! زمین کے گناہگار مسافر، یہ مت خیال کرنا کہ تم سب کے سامنے میں اکیلا ہوں۔ اکیلا ہوتے ہوئے بھی میں تم پر اپنے رب کا نام لے کر بھاری ثابت ہوں گا۔ اپنے ذہن کے قرا طاس پر لکھ رکھو کہ موسم کی اس شدت، فطرت کے بے رنگے پن میں تمہاری ہست، تمہارے وجود کو میں برف کے ڈھیر پر خون فشاں اور خون آلود بنا کر رکھ دوں گا۔ سنو بے ضمیر روشنی کے متلاشی قرا مٹلیو! اس کو ہستانی شاہراہ، ان دیرانوں کے اندر تم سب قرا مٹلی مل کر بھی مجھ سے ٹکراؤ تب بھی میں تمہیں یقین دلانا ہوں کہ تمہاری حالت میں کئی شاخوں کے قصے، فضاؤں کے ماتم اور ہواؤں کے نوحے جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔ تمہیں

زخم خوردہ زبان اور قتل گاہوں کا مقروض بنا کر اپنے سامنے ہانک دوں گا۔ لکھ رکھو کہ میں تمہارے مشکول نظر میں دیکھ اور کیرٹوں کی سرسراہٹ بن کر بکھروں گا۔ تمہارے شیشہ جاں کو ریزہ ریزہ اور تمہارے قریہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ اب تم میں سے جس کی جرأت ہے وہ آگے بڑھے اور مجھ پر حملہ آور ہو۔ اس لئے کہ اب میں تمہاری راہ روک کر کھڑا ہوا ہوں اور تمہیں آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔ تم چونکہ قرا مٹلی ہو۔ قرا مٹلیوں کا میں پیداؤں اور بدترین دشمن ہوں لہذا تم سے جنگ کرنا، تمہارا اقبال کرنا مجھ پر دنیاوی اور دینی دونوں لحاظ سے واجب ہو گیا ہے۔ آؤ مجھ سے ٹکراؤ اور اپنے انجام کا انتظار کرو۔

یہاں تک کہنے کے بعد راہ روکنے والا وہ سوار خاموش ہو گیا۔ پھر وہ اپنا ڈھال والا ہاتھ پیچھے لے گیا اور مخصوص سے انداز میں اپنی پشت پر بیٹھے ہوئے بندر کے سر پر اس نے انگلی ماری۔ اس کا بندر کے سر پر انگلی مارنا تھا کہ بندر حرکت میں آیا اور وہ گھوڑے کی پچھلی ٹانگ پر سے ہوتا ہوا نیچے اترا اور دائیں طرف کو ہستانی سلسلوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ گھوڑا بندر کے یوں اترنے سے سنج پانہیں ہوا تھا۔ شاید وہ بندر کے اس طرح اترنے سے شناسا اور عادی تھا۔ بندر بھی شاید اس سوار کا تربیت یافتہ تھا جو اس کے انگلی مارتے ہی نیچے اتر کر کو ہستانی سلسلے میں گم ہو گیا تھا۔ کبھی کے سواروں نے تھوڑی دیر تک گھوڑے سے اتر کر کو ہستانی سلسلے کے اندر جانے والے بندر کو غور اور فکر مندی سے دیکھا جب بندر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب انہیں کچھ سکون ہوا۔ پھر ان میں سے ایک بولا اور راہ روکنے والے سوار سے مخاطب ہوا۔

دیکھ راہ روکنے والے اجنبی۔ ان برقانی کو ہستانی سلسلوں کے اندر اگر تو اپنی موت ہی ہمارے ہاتھوں طلب کرتا ہے تو ہم تمہیں موت کا ساغر پلا کر رہیں گے۔ دیکھ ہم چاروں تم پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔ اگر تو اپنا دفاع کر سکتا ہے تو کر کے دیکھ۔ اس کے ساتھ ہی ان چاروں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور اپنی تلواریں لہراتے ہوئے وہ آگے بڑھے تھے۔

عین اس موقع پر کبھی کے قریب ہی کو ہستانی سلسلے کے اندر سے راہ روکنے والے سوار کا بندر نمودار ہوا۔ وہ بے قدموں سے عجیب سی پراسرار چال چلتا ہوا وہ کبھی کے قریب آیا۔ پھر وہ ان چاروں مسلح گھوڑ سواروں کی پشت پر آیا اور ان میں سے ایک گھوڑے کی ٹانگ پر بری طرح کاٹا۔ اس گھوڑے کو کاٹنے کے بعد بندر بڑی تیزی سے دوسرے گھوڑے کی طرف گیا اور ویسا ہی عمل اس نے دوسرے گھوڑے کی ٹانگ پر بھی کر دیا۔ اس کے بعد وہ چپکے سے

بھاگ کر بھیجے کے نیچے چھپ گیا تھا۔

بندر کے یوں کاٹنے سے وہ دونوں گھوڑے بری طرح سبج پا ہوئے اور اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں پر الف ہو کر رہ گئے۔ جس کی بنا پر ان پر سوار دونوں قرامطی گھوڑوں کے یوں مشتعل ہوئے پر اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے اور اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ دوسرے دونوں سوار اپنے ساتھیوں کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بڑی فکر مندی سے ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بس اسی موقع سے راہ روکنے والے سوار نے فائدہ اٹھایا۔

وہ ہنس فطرت کی طرح حرکت میں آیا۔ ایک ترانہ ملکوتی، غنائے لاہوتی سے انداز میں اس نے اپنے رب لاشریک، خدائے لم یزل کی تکبیر بلند کی۔ وہ مستی میں جھاگ اڑاتے صداؤں کا طوفان کھڑا کرتے سمندر، تند جولان دریاے اضطراب کی طرح آگے بڑھ کر ان دو قرامطیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا جو اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں سے گرنے کی وجہ سے پریشان تھے۔

اس راہ روکنے والے سوار کے حملہ آور ہونے میں ایک عجیب سا اسلوب ہنر، ایک انوکھی سحر انگیزی اور ایک نرمالی اور حیرت انگیز شعلے کی سی بے تابی تھی۔ وہ ستم زدہ انسانوں کے کسی محسن کی طرح تلوار لہراتا ہوا حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے دونوں گرنے والے ساتھیوں کو پریشانی سے دیکھنے والے جلد ہی سنبھل گئے لیکن اس وقت تک راہ روکنے والا ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ اور قبل اس کے کہ وہ اپنا دفاع کرتے یا جوابی حملہ کرتے، راہ روکنے والے نے عجیب اور انوکھے انداز میں باری باری ان دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

اتنی دیر تک وہ دونوں جو گھوڑوں سے گرے تھے فوراً اٹھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنی تلواریں سنبھال کر آگے بڑھیں اور حملہ آور ہوں لیکن اس وقت تک وہ سوار ان کے دوساتھیوں کا خاتمہ کر کے مڑ چکا تھا۔ وہ انتہائی خونخواری کے انداز میں ان پر بھی حملہ آور ہوا اور لمحوں کے اندر اس نے اپنی تلوار اور ڈھال کے بہترین استعمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان دونوں کی گردنیں بھی کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

ان چاروں سواروں کے مرنے کی جب باری باری چینیں بلند ہوئیں تو وہ مسلح جوان جو گھوڑوں کو ہانک رہا تھا وہ بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتا ہوا گھوڑے سے نیچے کود گیا۔ اس کے ساتھ کبھی کے اندر سے بھی ایک مسلح جوان نکل آیا اور دونوں راہ روکنے والے سوار کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے سامنے جم گئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اس سوار کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سنو ہوس کے سوداگر قرامطیو! جو لڑکی تم اٹھا کے الموت میں اپنی جنت کی طرف لے جا رہے ہو میں اس لڑکی کو تمہیں لے جانے نہ دوں گا۔ جس طرف برج سے اٹی ہوئی اس شاہراہ پر میں نے تمہارے چار ساتھیوں کا خاتمہ کیا ہے اسی طرح میں تم دونوں پر بھی موت طاری کر کے اس لڑکی کو اس کے ٹھکانے پر پہنچا کر رکھوں گا۔ اس پر ان دونوں میں سے ایک بولا۔ ہماری راہ روکنے والے ذرا اپنے چہرے سے نقاب تو ہٹاتا کہ ہم دیکھیں کہ تو کون ہے۔ اس پر سوار کڑکتی ہوئی اور غراتی ہوئی آواز میں کہنے لگا کہ میرا چہرہ دیکھ کر تم کیا کرو گے؟ بس یہی سمجھ لو کہ میں تمہاری موت ہوں اور تمہارے ساتھ میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی تلوار اور ڈھال لہراتا ہوا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔ وہ دونوں سوار بھی مستعد ہو گئے اور دائیں بائیں ہٹ کر وہ چاہتے تھے کہ اس پر دو طرفہ حملہ کر کے اس کو اپنے سامنے بے بس کر دیں۔ عین اسی موقع پر کبھی کے نیچے چھپا ہوا بندر بڑے رازدارانہ انداز سے پھر نکلا اور ان میں سے ایک کی پٹنڈی پر اس نے کاٹ کھایا۔ جس کی ٹانگ پر اس نے کاٹا تباہہ بری طرح بدکا اور شور و داد مچا کر گرنے لگا۔ عین اسی موقع پر وہ سوار اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ باقی بچنے والا واحد اور اکیلا سوار خوف اور وحشت سے کانپ اٹھا تھا۔ بندر ایک بار پھر پیچھے ہٹا ہوا کبھی کے نیچے جا چھپا تھا۔

راہ روکنے والا جب آخری قرامطی کی طرف بڑھا تو وہ کانپتے اور لرزتے ہوئے کہنے لگا کہ دیکھو! میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کس بنا پر تم نے ہمارا راستہ روک کر میرے ساتھیوں کا قتل عام کیا ہے۔ لیکن میں ایک بات تم پر واضح کر دوں کہ جس لڑکی کو ہم نے اغوا کیا ہے اور جسے ہم الموت میں اپنی جنت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ لڑکی منگولوں کے سالار اعظم سوبدائی کی بیٹی ہے۔ اس کے حسن، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے ہم نے اپنے امام جلال الدین کے کہنے پر اغوا کیا ہے۔ یہ لڑکی اسے پسند ہے۔ کیونکہ ہمارے بہت سے فدائین نے اس لڑکی کے حسن و جمال کی ہمارے امام جلال الدین کے سامنے تعریف کی تھی۔ لہذا ہمارے امام جلال الدین نے حکم دیا تھا کہ اس لڑکی کو اغوا کر کے ہم اپنی الموت کی جنت میں لائیں۔ شاید ہمارا امام اسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ اس پر راہ روکنے والا بولا اور کہنے لگا۔

”میں تم قرامطیوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارے ہاں نہ دین نہ اہل دین کی قدر ہے۔ تمہاری قتل و غارت گری اور خونخواری کے سامنے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز

نہیں۔ مسلم تو م کو جس قدر نقصان تم نے پہنچایا ہے اور کسی نے نہ پہنچایا ہوگا۔ لہذا میں تجھے کچھ بھی صورت میں معاف نہیں کروں گا۔ اس کے ساتھ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنے تلوار کے پہلے ہی وار سے اس نے اس آخری قرامطی کی بھی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ فضاؤں میں ایک کریناک چیخ بلند ہوئی اس کے بعد اس کو ہستانی سلسلے میں چاروں طرف خاموشی پھیل گئی تھی۔

اس آخری قرامطی کے مارے جانے کے بعد بندر بھی بکھی کے نیچے سے نکل آیا۔ بندر کو دیکھتے ہی اس سوار نے اپنی ذہال زین کے ساتھ لٹکا دی پھر اپنا بایاں ہاتھ اس نے نیچے لٹکایا۔ بندر نے اپنے حلقوم سے ایک مخصوص آواز نکالی پھر اس نے چھلانگ لگائی اور اس سوار کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ سوار نے بندر کو اپنی گود میں رکھا۔ مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ جواب میں بندر بھی اس کی گردن پر تھوڑی دیر اپنا منہ رگڑتا رہا پھر اس سوار کے پیچھے بیٹھ گیا۔ سوار نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اب وہ بکھی کی پشت کی طرف آیا۔

بکھی کی پشت پر آکر وہ اپنے گھوڑے سے اترا۔ بکھی کی پچھلی سمت لٹکتا ہوا پردہ اٹھا کر اس نے اندر دیکھا۔ بکھی کے اندر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ سوار بکھی میں داخل ہوا اور خنجر نکال کر پہلے اس نے وہ زنی کاٹی جس میں اس لڑکی کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے پھر اس نے اس کے منہ سے کپڑا بھی ہٹا دیا۔ لڑکی ایسی بدحواس ہو رہی تھی کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ بکھی سے باہر نکل آئی۔ اس سوار نے پہلی بار ایک بھر پور نگاہ اس لڑکی پر ڈالی۔

اس نے دیکھا، اس لڑکی کا بدن چمکتی ڈال، اس کا روپ حایک آتش سیال، اس کی خوش اندامی، طراوت شبنم، شاب شعلہ سوزاں، اس کا جو بن شفق و برق، اس کی جوانی میں صبح کی انگڑائی، اس کی زیبائی شب کا غرور، اس کی وجاہت سنہرے دھندلکوں جیسی، اس کا جمال برق و شعلہ کی لپک جیسا، اس کی آب و تاب گاتے چاند اور اس کی شکل و صورت ہنستے ستاروں کی مانند تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ سوار اس لڑکی کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے چونک جانے کے سے انداز میں اس لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”تم کون ہو..... تمہارا تعلق کن سرزمینوں سے ہے اور ان لوگوں نے کیسے اور کہاں سے تمہیں بٹھالیا؟ اس سوار کے اس استفسار پر وہ حسین و جمیل، وہ خوب و اور پُر شاب لڑکی کسی مغز کی نوا، فنی حدی خوان کی حلاوت اور لحن داؤدی اور آہنگ زیور کے سے آہنگ و لہجہ میں

شرماتے شرماتے کہنے لگی۔ میں چنگیز خان کے سپہ سارا علی سوبدائی کی بیٹی ہوں۔ مجھے اس سے پہلے یہ خبر نہ تھی کہ مجھے اٹھانے اور اغوا کرنے والے کون ہیں اور کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے ان سے مقابلہ کیا تب مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے قرامطی کی حیثیت سے اپنے آپ کو آپ سے متعارف کرایا تھا اور وہ مجھے اپنے قلعہ الموت کی جنت میں لے جانا چاہتے تھے۔ میں نہیں جانتا یہ قرامطی کون ہوتے ہیں اور یہ قلعہ الموت کی جنت کیا ہے۔ تاہم میں بکھی کے پردے کے پیچھے سے آپ کو ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ میں آپ کی شکر گزار اور ممنون ہوں کہ آپ نے بکھی کے ان چھ سواروں سے اکیلے مقابلہ کر کے انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب کیا اور میری ان سے گلو خلاصی کرائی۔ آپ کا یہ احسان میں تادم مرگ بھول اور اتار نہ سکوں گی۔

وہ لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ اس کے بعد وہ اس سوار کو پھر مخاطب کر کے کہنے لگی۔ تم نے اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈال رکھا ہے۔ کیا تم اپنے اس نقاب کو ہٹاؤ گے نہیں تاکہ میں اپنے محسن کو دیکھ سکوں۔ اس لڑکی کا کہنا مانتے ہوئے اس سوار نے اپنے چہرے سے اپنے خود کا آہنی نقاب ہٹا دیا تھا۔ لڑکی نے دیکھا وہ ایک نو عمر سا جوان تھا جس کی مسیں ابھی بھگ رہی تھیں۔ تاہم وہ اپنے لمبے قد کاٹھ اور جسمانی ساخت میں ایک بھرپور جوان لگتا تھا۔ لڑکی نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی بڑی بڑی ساگری سی گہری آنکھیں اس سے ایسی ہو رہی تھیں جیسے چشم فطرت میں معرمان آدم اور راز مشیت میں کمال ابن آدم جوش مار رہے ہوں۔ اس کے چہرے پر ابھی تک سطوت کے چراغوں کے پس منظر میں بحر انقلاب اور بے رنگ و نام قصوں کے پیش منظر میں کرب و الم کی یورش جوش مار رہی تھی۔ مجموعی طور پر اس لڑکی کو وہ جوان ایسا لگا جیسے صداتوں کے سمندر میں آتش نم وحشی عداوتیں وقت کے فاصلوں میں خون میں نہائے عزم اور درد کے رابطوں میں امیر پار جذبے اپنا رنگ دکھا رہے ہوں۔

لڑکی نے تھوڑی دیر تک اس نو جوان کو بڑے غور سے دیکھا پھر وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتی ہوں اور یہ جان سکتی ہوں کہ تم کہاں سے آجائے نکل کر ان کی راہ روک کھڑے ہوئے اور میری مدد کا باعث بنے؟ تمہیں کیسے خبر ہوئی کہ یہ بکھی میں کسی لڑکی کو اٹھا کر اپنے ساتھ لا رہے ہیں؟ اس پر وہ نو جوان بڑے دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔ دیکھ لڑکی! میرا نام اور خان ہے۔ میں اتر اشہر کے قلعہ دار برہان الدین کا بھانجا ہوں۔ اتر اشہر یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ہوگا۔ یہ جس کو ہستانی سلسلے میں تم اس وقت کھڑی ہو

اس کو ہستانی سلسلے میں بڑے وحشی اور سب پا جنگلی گھوڑے پائے جاتے ہیں اور میں انہیں پکڑنے کا بڑا شوقین ہوں۔ میں نے گزشتہ کئی روز سے اس کو ہستانی سلسلے میں قیام کر رکھا ہے۔ اس لئے کہ برف باری میں جب جنگلی گھوڑے بھوکے ہوتے ہیں تو وہ ادھر ادھر بھاگے اور مارے پھرتے ہیں۔ اسی برف باری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ایک سب سے عمدہ اور بہترین جنگلی گھوڑے کو اور اس کے ساتھ ایک چھوٹے پچھیرے کو ایک گھاٹی میں بند کر رکھا ہے۔ اب میں اسے پکڑ کر واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہونے والا تھا کہ اس ندی کے کنارے مجھے تمہاری کر بناک چیخ سنائی دی۔ اس وقت میں اس ندی کے اس پار کو ہستانی سلسلے میں تھا۔ میں نے اس کو ہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ کر دیکھا تم کبھی سے نکل کر پیچھے کی طرف بھاگی تھیں۔ تمہارے پیچھے کچھ مسلح جوان بھاگے تھے۔ انہوں نے تمہیں پکڑ کر پھر کبھی میں پھینک دیا تھا۔ یہ منظر دیکھتے ہوئے میں ندی کے اس پار سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ کو ہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر میں آگے بڑھا۔ ندی عبور کی پھر میں ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا۔ اگر تم کبھی سے اتر کر نہ بھاگتیں، نہ چیخیں چلاتیں تو یقیناً یہ تمہیں اٹھالے جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

اس پر لڑکی بولی اور کہنے لگی۔ یہ مجھے اٹھا کر لانے والے مجھے رسیوں سے جکڑ کر اور باندھ کر لائے تھے۔ اس جگہ آ کر انہوں نے میری رسیاں کھولیں اور مجھے کھانا پیش کیا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور کبھی سے نکل کر بھاگ کھڑی ہوئی اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کو ہستانی سلسلے میں نہ آس پاس کوئی بستی نہ قصبہ ہے اور برف باری اپنے عروج پر ہے۔ کون میری مدد کو آئے گا۔ جب انہوں نے مجھے اٹھا کر کبھی میں بچ دیا تو میں پوری طرح ناامید تھی اور میں مایوسی میں یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اب اس کے ہاتھوں میری جان چھوٹنا مشکل ہے۔ لیکن اس وقت مجھے امید کی کرن دکھائی دی جب نے ان کی راہ روک دی اور ان سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔ دیکھ اجنبی تو اپنا بھی مجھ سے کہہ چکا۔ اپنی رہائش اور اس کو ہستانی سلسلے کی طرف آنے کی وجہ بھی بتا چکا ہے لیکن ابھی تک تم۔ میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

کیا تم مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کرتی ہو؟ لڑکی فوراً بولی اور کہنے لگی کیوں نہیں۔ میں اپنے مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کیوں نہ کروں گی جس نے میری عزت، میری آبرو بچائی۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ اگر ایسا ہے تو دیکھ اس برف باری میں کھڑا رہنا اچھا نہیں اور پھر ہو سکتا ہے

کہ میرے ہاتھوں مرنے والے ان قرامطیوں کے کچھ اور ساتھی بھی ان کے پیچھے ہوں اور وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر ہم دونوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہذا تم میرے ساتھ ندی کے اس پار چلو۔ اس کے بعد میں تمہیں بحفاظت تمہارے گھر پہنچانے کی کوئی سبیل کروں گا۔ اسی کو ہستانی سلسلے میں جا کر تم سے تمہارے حالات بھی تفصیل سے سنوں گا۔ لڑکی ایسا کرنے پر تیار ہو گئی تھی۔ قبل اس کے کہ اور خان اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا لڑکی نے پھر اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ یہ تم نے اپنے گھوڑے پر بندر بٹھا رکھا ہے اور میں اس کا کام بھی دیکھتی رہی ہوں۔ اس نے بھی ان قرامطیوں کو زیر کرنے میں تمہارا بہترین ساتھ دیا ہے۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ بندر میرا خوب سدھایا ہوا اور مجھ سے بڑا مانوس ہے۔ یہ بچہ تھا تب میں نے اسے پالا اور اسے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق سکھاتا رہا۔ یہ میرے اشاروں پر خوب کام کرتا ہے۔ یوں جانو یہ میرا بہترین ساتھی، میرا بہترین دوست ہے۔ اور ضرورت کے ہر موقع پر یہ بہترین خدمت انجام دینے کا فرض بھی ادا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اور خان پیچھے ہٹ کر اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا تھا۔ بندر کو اٹھا کر اس نے اپنے سامنے بٹھالیا تھا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا ابھی تک تم نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا۔ تم میرے پیچھے آ کر بیٹھ جاؤ تا کہ اس ندی کو عبور کر کے ہم دوسری طرف جا سکیں۔ لڑکی آگے بڑھی اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ میرا نام طیان ہے۔ تم تھوڑی دیر کو میں مرنے والوں میں سے کسی کے ہتھیار اپنے قبضے میں کروں پھر میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ طیان نام کی وہ لڑکی فوراً حرکت میں آئی۔ مرنے والے قرامطیوں میں سے ایک ڈھال، تلوار، زرہ اور خود اس نے لیا۔ ایک مرنے والے کے پکڑے میں اس نے یہ ساری چیزیں باندھیں۔ پھر وہ اور خان کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو گئی تھی۔ اور خان نے کبھی اور مرنے والوں کا جائزہ لیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

اور خان نے تھوڑا سا آگے جا کر ندی کو اسی جگہ سے پار کیا جہاں سے وہ ندی عبور کر کے قرامطیوں کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ ندی کو عبور کرنے کے بعد وہ کو ہستانی سلسلے کے اندر اپنے گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ پھر چھوٹے سے ایک غار کے سامنے اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ پھر وہ خوئے نیچے اتر۔ سہارا دنے کر طیان کو نیچے اتارتا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی ایک جست کے ساتھ نیچے اتر گئی۔ اس کے نیچے اترنے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ بہترین گھڑ سوار بھی ہوگی۔ اور خان نے

قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے یہاں اکثر ایک مسلم مبلغ آیا کرتے تھے۔ انہی کے ہاتھوں پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ مسلم مبلغ اب بھی ہماری بستیوں میں آتے ہیں تو میرے مٹا ہی کے پاس قیام کرتے ہیں۔

میں نہیں جانتی کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا انہوں نے مجھے کہاں، کب اور کیسے دیکھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مجھے میری خوبصورتی، میری جسمانی کشش کی وجہ سے مجھے اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے ساتھ جنگ کے دوران مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھے کسی جنت میں لے جا کے اپنے کسی امام کے حرم میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال تمہاری مہربانی کہ تم نے ان سے میری گلو خلاصی کرائی۔

یہاں تک کہنے کے بعد طیان، تھوڑی دیر کے لئے پھر رکی۔ کچھ سوچا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتی ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

اور خان! جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ میں چنگیز خان کے سپہ سالار سوہدائی کی بیٹی ہوں۔ میرے باپ نے اپنے ایک سالار اور دوست جس کا نام جی نویان ہے اس کے چھوٹے بھائی اودان سے میری نسبت طے کر رکھی ہے۔ اور امید ہے کہ بہت جلد ہی میری اور اودان کی شادی کر دی جائے گی۔ اور ہاں تمہارے علم میں اضافے کے لئے یہ بھی بتاتی جاؤں کہ میرا منصب جس کا نام میں نے تمہیں اودان بتایا ہے وہ چنگیز خان کے سارے لشکر میں جراتمندی، دلیری، بہادری، شجاعت اور تیغ زنی میں مہارت رکھنے میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اس پر اور خان نے بڑے شوق سے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اگر تمہارا منگیز، تمہارا منصب چنگیز خان کے سارے لشکر میں تیسرے نمبر پر ہے تو پھر پہلے اور دوسرے نمبر پر کون کون ہیں۔ اس پر طیان بڑی خوش کن مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ پہلے نمبر پر میرا باپ سوہدائی اور دوسرے نمبر پر میرے منصب اودان کا بڑا بھائی جی نویان ہے۔ جی نویان کے متعلق مشہور ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص میرے باپ سوہدائی کے علاوہ تیغ زنی میں اس کا سامنا نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں میرے متعلق اس قدر ہی تفصیل کافی ہے۔ اب تم اپنے متعلق بھی کچھ کہو۔

جواب میں اور خان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ طیان! جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا

گھوڑے کو چھچھے کی صورت میں آگے بڑھی ہوئی ایک چٹان کے نیچے باندھ دیا جہاں پر وہ گھوڑا برف باری سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ پھر وہ طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ جو سامنے غار تمہیں دکھائی دے رہا ہے، اس کو ہستانی سلسلے میں گزشتہ چند دنوں سے یہی میرا مسکن اور میرا گھر ہے۔ طیان بلا جھجک اور خان کے ساتھ غار میں داخل ہوئی۔ غار میں ایک چٹائی کے اوپر چادر بچھا دی گئی تھی اور چند کپل رکھے تھے۔ وسط میں گڑھا کھود کر اس میں آگ روشن کی ہوئی تھی اور آگ ابھی تک سلگ رہی تھی۔ غار میں داخل ہونے کے بعد اور خان نے دو کپل اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال دیئے تھے۔ غار کے وسط میں کھدے ہوئے گڑھے میں جس کے اندر آگ جل رہی تھی، چند لکڑیاں ڈال کر آگ کو خوب بھڑکایا پھر وہ طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان! تم سردی محسوس کر رہی ہو گی۔ اس چھوٹے سے الاؤ کے پاس بیٹھ جاؤ تاکہ سردی محسوس نہ ہو اور مجھے اپنے حالات سناؤ کہ تم کہاں کی رہنے والی ہو۔ کہاں سے ان لوگوں نے تمہیں اٹھایا اور اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہیں تمہارے نام سے مخاطب کروں گا۔

اس پر طیان نے مسکراتے ہوئے کہا تم مجھے میرے نام سے مخاطب کر سکتے ہو اس لئے کہ میں بھی تمہیں تمہارے نام سے ہی مخاطب کروں گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کے لئے رک گئی کچھ سوچا اور دوبارہ کہنے لگی۔

میرے محسن اور خان! جیسا کہ میں پہلے بتا چکی ہوں کہ میرا نام طیان ہے۔ میں چنگیز خان کے سالار اعظم سوہدائی کی بیٹی ہوں۔ میری ماں کو ہستان عثمان شیان اور کو ہستان الطائی کے درمیان پڑنے والی ایک بستی اودان کی رہنے والی تھی۔ میرے باپ سوہدائی نے ایک اور شادی کر لی تھی جس کی بنا پر میری ماں اکثر اپنے ماں باپ کے یہاں رہتی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد میری ماں فوت ہو گئی اور میں اکثر اپنی نانی اور نانا کے پاس رہنے لگی۔ گو میری سوتیلی ماں بہت اچھی اور بڑی رحم دل تھی لیکن چونکہ میں بچپن ہی سے زیادہ تر اپنے نانا اور نانی کے پاس رہا کرتی تھی اس لئے اب بھی اکثر اپنے نانا ہی کے پاس رہتی ہوں تاکہ کبھی کبھی میں اپنے باپ کے پاس بھی جاتی ہوں۔ وہاں کافی عرصہ قیام کرتی ہوں۔ اب میری نانی بھی فوت ہو چکی ہے۔ صرف بستی میں میرے نانا ہیں۔ میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ ہم دو بہن بھائی ہیں۔ میرے بھائی کا نام بلداق ہے اور وہ مجھ سے بڑا اور میرے لئے بڑا اصرہاں ہے۔ شاید تمہارے لئے یہ انکشاف بھی حیرت انگیز ہو کہ میرے نانا جن کا نام بلقوت ہے وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔ گو میری ماں اور نانی نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے اسلام

بھروسہ نہ کرنا خود اپنے ضمیر اپنی جان کے ساتھ زیادتی کرنا ہے۔ میں تمہارے ساتھ تمہارے شہر اترار جاؤں گی اور جب برہناری تھم جائے تو پھر اگر تم میرے گھر مجھے چھوڑ آؤ تو میں مزید تمہاری احسان مند اور شکر گزار ہوں گی۔ اس پر اورخان فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

تم یہیں بیٹھو۔ میں گھوڑے اور اس پچھیرے کو جنہیں میں نے پکڑ رکھا ہے، لاتا ہوں اور پھر ہم یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ طیان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہنے لگی کیا میں بھی تمہارے ساتھ جا کر اس جنگلی گھوڑے اور پچھیرے کو نہیں دیکھ سکتی جسے تم نے گھاٹی میں بند کر رکھا ہے اور تم اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ یقیناً وہ بڑا عمدہ اور نایاب گھوڑا ہو گا۔ اور تم خوش قسمت ہو گے جو اس پر سواری کرو گے۔ اس پر اورخان بولا اگر یہ بات ہے تو وہ کونے میں جو چڑے کی چادر پڑی ہے وہ اپنے اوپر ڈال لو۔ اس طرح تم برہناری سے بچی رہو گی۔ اور بھیگو گی نہیں۔ خود اورخان نے ایک کھل اٹھا کر اپنے اوپر ڈال لیا تھا۔ طیان کونے کی طرف گئی چڑے کی چادر اس نے اپنے اوپر ڈال لی پھر وہ دونوں آگے پیچھے جب باہر نکلے گئے تو غار کے دھانے کے پاس ہی پڑی ہوئی ایک زین، لوہے کی بھاری لگام اور خوراک سے بھرا ہوا توبرہ اورخان نے اٹھایا۔ پھر وہ طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ زین اور لوہے کی بھاری لگام میں اسی جنگلی گھوڑے کے لئے لے کر آیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ میں کوئی نہ کوئی گھوڑا پکڑنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں وہ گھوڑا دکھاتا ہوں۔ طیان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی۔ دونوں اس غار سے نکل کر شمال کی طرف تدریجی ڈھلان میں اترنے لگے۔

تھوڑا سا آگے جا کر اورخان رک گیا تھا۔ اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی زین لگام اور خوراک سے بھرا ہوا توبرہ اس نے زمین پر رکھ دیا۔ طیان نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک گہری لمبی کھائی تھی جو شرقاً "غیا" پھیلی ہوئی تھی۔ اورخان کا اس کھائی کے کنارے کھڑا ہونا تھا کہ مغرب کی طرف سے ایک خوب لمبا دراز قد اور پلا ہوا سیاہ رنگ کا چکیلا گھوڑا بھاگتا ہوا آیا تھا اور وہاں کھڑے ہو کر بوے غور سے اورخان کی

ہوں۔ میرا نام اورخان ہے۔ میرے ماموں جن کا نام برہان الدین ہے وہ اترار شہر کے قلعہ دار ہیں۔ جب کہ اترار شہر کا حاکم ان دنوں اینا لجت ہے۔ یہ اینا لجت ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ماموں بھی ہے۔ میرے ماں باپ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ لہذا میرے ماموں نے ہماری پرورش کی۔ میری ممانی بھی عرصہ ہوا فوت ہو چکی تھیں لیکن ہماری پرورش کی خاطر میرے ماموں نے دوسری شادی نہیں کی۔ ہم وہ سکے بھائی ہیں۔ میرا نام تو تم جانتی ہو اورخان ہے۔ دوسرا مجھ سے چھوٹا ہے۔ اس کا نام قبیل خان ہے۔ میرے ماموں کا ایک بیٹا ہے جس کا نام طفول خان ہے اور ایک بیٹی ہے جس کا نام حرمہ ہے۔ چونکہ ماموں نے ہی ہماری پرورش کی ہے لہذا ہم سے جب کوئی پوچھتا ہے کہ ہم کتنے بہن بھائی ہیں تو ہم تین بھائی اور ایک بہن بتاتے ہیں۔ ہم لوگ ذات کے سلجوقی ترک ہیں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد بہت عرصہ پہلے اترار شہر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اس کوستانی سلسلے میں جنگلی گھوڑے پکڑنے کے لئے آیا تھا اور ایک جنگلی گھوڑا اور ایک پچھیرہ میں گھاٹی میں پھانس بھی رکھا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اسے پکڑ کر اترار شہر کی طرف روانہ ہونا ہی چاہتا تھا کہ اس دوران تمہارا حادثہ پیش آگیا۔ میرے خیال میں تم یہاں بیٹھو میں گھوڑے کو پکڑتا ہوں۔ پھر اترار شہر کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ اس برہناری میں تمہارا واپس اپنی بستی کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ جن قزاقوں کو میں نے ہلاک کیا ہے ان کے ساتھی ہمارا تعاقب بھی کر سکتے ہیں۔ میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ وہاں میرے بھائی، میری بہن اور میرا ماموں نہ صرف یہ کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے بلکہ تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور جب برہناری تھم جائے اور موسم خوشگوار ہو جائے تو میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔ کیا تم اس سلسلے میں مجھ پر اعتبار کرتی ہو؟

اورخان کے اس استفسار پر طیان نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر سوچا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں کہنے لگی۔ میں تم پر اعتبار اور بھروسہ نہیں کروں گی تو پھر کس پر کروں گی۔ جبکہ تم نے میری جان بچائی۔ میری آہو کے محافظ اور پاسبان بنے۔ تم پر

پھر اس پر زین کستا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اور خان تینوں چیزیں اٹھا کر کھائی میں اترنے لگا۔

کھائی میں اترنے کے بعد اور خان تھوڑی دیر تک گھوڑے اور بچھرے کو توہرے میں سے دانہ نکال نکال کر اپنے ہاتھوں میں رکھ کر کھلاتا رہا۔ گھوڑا کھاتا رہا اور چراتا رہا۔ اور گاہے گاہے عجیب سے انداز میں کنوتیاں بدلتے ہوئے اور دم ہلاتے ہوئے اور خان کے ساتھ اپنائیت کا اظہار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر تک اس کے اپنے ہاتھوں میں دانہ کھلانے کے بعد اور خان نے خوراک سے بھرا ہوا توہرہ گھوڑے کے آگے رکھ دیا۔ پھر اس نے لگام کو ایک سرا ایک مضبوط چٹان کے ساتھ باندھا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے لگام گھوڑے کو چڑھا دی تھی۔ گھوڑا پل بھر کے لئے سبک پاسا ہونے لگا، بے چینی کا اظہار کیا پھر جونہی اور خان نے اس کی گردن تھپتھپائی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا گھوڑا ایک بار پھر مانوسیت کا اظہار کرنے لگا۔

اس کے بعد اور خان نے اپنا دوسرا قدم اٹھایا۔ اس نے زین اٹھائی اور گھوڑے کی پیٹھ پر رکھی۔ زین کا گھوڑے کی پیٹھ پر رکھنا تھا کہ گھوڑا اچھلنے کودنے لگا اور دو لتیاں جھاڑنے لگا۔ اس موقع پر پھر اور خان نے بڑے پیار سے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تھپتھانا شروع کیا تھا۔ گھوڑا وہاں سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے منہ میں لگام چڑھی ہوئی تھی اور لگام کا دوسرا سرا چٹان کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک تھپتھانے کے بعد گھوڑا پھر پرسکون ہو گیا اور اور خان نے اس پر زین کس دی۔

گھوڑے پر زین کسنے کے بعد خوراک کا توہرہ اٹھا کر اور خان نے اوپر رکھ دیا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ گھوڑے کو چٹان کے قریب لایا۔ بڑی رازداری، بڑے دھیمے سے انداز میں اس نے چٹان کے ساتھ بندھی ہوئی لگام کا سرا کھولا اور پھر ایک عجیب سی جست اور تیزی کے ساتھ وہ گھوڑے کی زین پر بیٹھ گیا تھا۔ اور خان کا گھوڑے کی زین پر بیٹھنا تھا کہ گھوڑا سرپٹ دوڑ پڑا۔ کھائی میں وہ مغرب کی طرف بھاگا تھا۔ اب چونکہ اس کے منہ میں لگام تھی لہذا اور خان اس پر اپنی گرفت رکھ سکتا تھا۔ کھائی میں مغرب کی طرف اور خان گھوڑے کو بھاگاتا رہا اور جب اس نے دیکھا کہ کھائی آگے

طرف دیکھتے ہوئے ہنسنے لگا تھا۔ اس گھوڑے کے پیچھے پیچھے اسی رنگ کا ایک بچھو بھی وہاں آن کھڑا ہوا تھا۔ اس گھوڑے کو دیکھ کر طیان تھوڑی دیر خوش ہوتی رہی پھر کہنے لگی گھوڑا تو واقعی بڑا خوبصورت اور اعلیٰ نسل کا ہے۔ اب یہ تم سے مانوس بھی خوب لگتا ہے۔ اس لئے کہ جوں ہی تم اس کھائی کے کنارے آن کھڑے ہوئے ہو یہ بھاگتا ہوا تمہاری طرف آگیا ہے ورنہ میں نے سنا ہے کہ جنگلی گھوڑے تو انسانوں کو کانٹے کے لئے دوڑتے ہیں۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم نے اس گھوڑے کو اس کھائی میں بند کیسے کیا۔ اس پر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

بات دراصل یوں ہے کہ میں اس سلسلہ کو ہستانی میں داخل ہوا اور جو غار تم نے دیکھی اس میں ڈیرہ لگایا۔ برنباری میں، میں لگاتار اس کو ہستانی سلسلے میں اپنے گھوڑے کے اوپر بیٹھ کر سرگرداں رہا اور جنگلی گھوڑوں کو تلاش کرتا رہا۔ پھر مجھے یہ گھوڑا اور اس کے ساتھ یہ بچھو دکھائی دیئے۔ یہ کھائی جس میں اس وقت یہ گھوڑا بند ہے اسے میں پہلے دیکھ چکا تھا۔ اور میرا ارادہ تھا کہ مجھے جو بھی گھوڑا ملا اس کھائی میں لے کر آؤں گا۔ بس اس گھوڑے اور بچھرے کے پیچھے میں نے اس گھوڑے کو لگایا اور انہیں اس کھائی کی طرف لے کر آیا۔ یہ کھائی آگے کی طرف سے بند ہے۔ یہ گھوڑا اور بچھو جب اس کھائی میں داخل ہوئے تو میں تھوڑا سا پیچھے ہی رک گیا۔ میں نے جلدی جلدی پتھر جمع کیے اور کھائی کے اندر فی الفور ایسی اونچی دیوار کھڑی کر دی کہ گھوڑا اور بچھو اس کو پھلانگ کر اس کھائی سے نہ نکل سکیں۔ تب سے یہ اس کھائی کے اندر محصور ہیں۔ اور میں دن میں کئی مرتبہ انہیں دانا کھلاتا ہوں۔ یہاں سے گھاس کاٹ کر ان کے آگے ڈالتا ہوں۔ پہلے پہلے یہ گھوڑا مجھے کانٹے کو دوڑتا تھا۔ میرے طرف منہ کر کے اور گردن نیچے کر کے کانٹے کا انداز بنانے کے علاوہ کبھی کبھی یہ میری طرف تیزی سے دو لتیاں بھی جھاڑتا تھا۔ لیکن اب، یہ مجھے دیکھتے ہوئے ہنسنے لگتا ہے۔ اس لئے میں گزشتہ کئی دنوں سے اسے خوراک دیتا ہوں۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوں۔ آج میں نے مہم ارادہ کر رکھا تھا کہ میں اس کو لے کر گھر جاؤں گا۔ اس لئے کہ اب یہ میرے ساتھ کافی مانوس ہو چکا ہے۔ اور مجھے کانٹے کا نہیں۔ طیان! تم ہمیں کھڑی رہو۔ میں نیچے اتر کر اس گھوڑے کو پہلے لگام ڈالتا ہوں۔

بست متاثر ہوا۔ خود وہ بھی رکاب میں پاؤں بجا کر گھوڑے پر بیٹھا اور دونوں نے گھوڑوں کو کوستانی سلسلے میں مغرب کی طرف ہانک دیا تھا۔ پچھیرہ بھی ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔



تھوڑا سا آگے جا کر انھوں نے ندی عبور کی۔ پھر ندی کے کنارے کے ساتھ ساتھ ازار شرکی طرف جانے والی شاہراہ پر وہ اپنے گھوڑوں کو ہانک رہے تھے۔ برنباری اسی طرح جاری تھی۔ طیان نے اپنے اوپر چڑے کی وہ چادر لے رکھی تھی جو اورخان نے اسے دی تھی۔ جب کہ اورخان نے اپنے اوپر ایک کبل ڈال رکھا تھا۔

طیان اپنے گھوڑے کو اورخان کے قریب لائی۔ پھر مدھم سی آواز میں وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ میرے مہمان اورخان کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم مجھے ان قرامیوں کے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ۔ جو مجھے اغوا کر کے لے جا رہے تھے اور جن سے تم نے مجھے نجات دلائی۔ میں ان کے متعلق جاننا پسند کروں گی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ قلعہ الموت میں جو انھوں نے جنت بنا رکھی ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ یہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور کیوں خوبصورت لڑکیوں کو اغوا کر کے زمین پر خود اپنی بتائی ہوئی جنت میں لے جاتے ہیں۔ اس پر اورخان نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے طیان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔ اچھا میرے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کو رکھو میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ طیان اپنے گھوڑے کو مزید اورخان کے قریب لے آئی۔ اورخان نے کہنا شروع کیا۔

طیان! جن لوگوں نے تمہیں اٹھایا اور جنہیں قتل کر کے میں نے تمہیں بچایا ہے وہ اصل میں اسامی اور باطنی ہیں۔ لیکن مجھے ڈرانے اور مجھ پر دھونس جانے کے لئے انہوں نے اپنا نام قرامدہ بتایا۔ اس پر طیان نے چونک کر اورخان کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا وہ قراملی نہیں تھے۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔ بس یوں جانو کہ قراملی اسامی اور باطنی سب ایک ہی ہیں۔ بہر حال میں تمہیں ان کی تفصیل بتاتا ہوں۔ سنو!

بند ہو رہی ہے تو اس نے گھوڑے کو موڑا اور مخالف سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس نے اس کھائی کے اندر گھوڑے کو کئی چکر لگائے اور ان چکروں کے بعد گھوڑا پوری طرح مانوسیت کا اظہار کر رہا تھا۔ اور سیخ پانہیں ہو رہا تھا۔ گھوڑے کے ساتھ ساتھ پچھیرہ بھی کھائی کے اندر بھاگتا رہا۔

پھر اورخان نے گھوڑے کو چٹان کے ساتھ باندھنے کے بعد کھائی کے اندر کھڑی ہوئی وہ دیوار گرا دی جس کی وجہ سے گھوڑا وہاں سے بھاگ نہیں پا رہا تھا۔ پھر گھوڑے کی لگام پکڑ کر وہ گھوڑے کو کھائی سے باہر کوستانی سلسلے کے اوپر لے آیا تھا۔ پچھیرہ بھی گھوڑے کے پیچھے پیچھے اوپر آگیا تھا۔ اورخان طیان کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آؤ طیان اب چلیں۔ میں جس مقصد کے لئے اس کوستانی سلسلے میں آیا تھا اسے پورا کر چکا ہوں۔ میں اب اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت تصور کر رہا ہوں کہ اس کوستانی سلسلے میں اس جنگلی گھوڑے کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس کے ساتھ پچھیرہ بھی ہے۔ اس طرح میرے ہاتھ دو گھوڑے لگ گئے ہیں۔ یہ گھوڑا بھاگنے میں اس قدر تیز طرار ہوتا ہے کہ عام گھوڑا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آؤ پہلے غار کی طرف چلتے ہیں۔ میں وہاں اپنا سامان سمیٹا ہوں۔ تم میرے گھوڑے پر بیٹھ جانا۔ میں اس گھوڑے پر بیٹھتا ہوں۔ پھر واپس چلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اورخان گھوڑے کی باگ تھامے غار کی طرف بڑھا۔ طیان بھی اس کے پیچھے پیچھے ہوئی تھی۔

غار میں آکر اورخان نے اپنا سارا سامان سمیٹا۔ کچھ سامان اور خوراک کا توبہ اس نے اپنے پہلے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھا اور کچھ سامان اس نے کوستانی سلسلے سے پکڑے جانے والے نئے گھوڑے کی زین سے باندھا۔ پھر وہ طیان سے مخاطب ہوا۔ طیان تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ طیان بڑی تیز طرار لڑکی دکھائی دیتی تھی وہ اپنے جسم پر خوب کمائے ہوئے سرخ رنگ کے چڑے کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ اور بڑی چست و چالاک لگ رہی تھی۔ گھوڑے پر اس کے بیٹھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ایک بہترین گھڑسوار ہے۔ وہ رکاب میں پاؤں رکھے بغیر ایک اونچی اور لمبی جست میں گھوڑے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے اس طرح گھوڑے پر بیٹھنے کے انداز سے اورخان

سمجھایا کہ وہ ادھار لے کر کھجوریں کھاتا رہا ہے اور اب جب تم نے اسے معاوضہ دیا ہے تو ان کھجوروں کی قیمت ادا کر رہا ہے۔ تب ان تاجروں نے اس کی بڑی عزت بڑی تکریم کی۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان قہوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا: طیان! پھر ایسا ہوا کہ وہ شخص بیمار پڑ گیا اور ایک شاہراہ پر لیٹ گیا۔ اس شاہراہ کے قریب ایک بستی تھی۔ اس بستی کا ایک شخص جو بیلوں پر باریداری کا کام کیا کرتا تھا۔ اس کی آنکھیں بہت سرخ تھیں۔ بستی کے لوگ اسے اس کی آنکھوں کی وجہ سے کرتیہ کہتے تھے۔ کرتیہ اصل میں اس شخص کو کہتے تھے جس کی آنکھیں سرخ ہوں۔ وہ سرخ آنکھوں والا شخص اس خورزستانی کو اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اس کی تجارت داری کی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ بس اسی سرخ آنکھوں والے کی نسبت سے اس خورزستانی کو کرتیہ کہا جانے لگا اور یہی کرتیہ آگے چل کر بگڑ کر قرامد میں ڈھل گیا۔

اب وہ خورزستانی جو اب تک ایک گناہ کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا تھا قرامد کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ ہمارے رسولؐ کے ایک امام کی طرف دعوت دے گا۔ لوگ بڑے بے چین تھے کہ دیکھیں وہ کس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد اپنی تبلیغ کا کام زور و شور سے شروع کر دیا۔ جو کوئی بھی اس کے مذہب میں داخل ہوتا اس سے ایک دینار لیتا اور دینار دینے والے یہ لوگ سمجھتے کہ شاید یہ دینار وہ اپنے اس امام کے لئے حاصل کر رہا ہے جس کی طرف وہ دعوت دے گا۔ اسی حالت میں وہ آس پاس کے گاؤں میں دعوت دیتا رہا اور لوگ بڑی تیزی سے اس کی دعوت کو قبول کرتے رہے۔

پھر اس قرامدی نے جب دیکھا کہ بے شمار لوگ اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ہیں تو اس نے اپنے بارے میں تائب بنائے جن کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے دین کے علاوہ اس نے ایک نئے دین کی ابتداء کر دی تھی۔ اس نے مسلمانوں کے طریقہ عبادت میں بھی تبدیلیاں کر کے

گزرے ہوئے دور میں ایک شخص خورستان سے عراق کے شہر کوفہ میں آیا۔ اور ایک مقام پر جس کا نام النہران تھا، قیام کیا۔ یہ شخص زہد و تنگ دستی کرتا تھا۔ کھجور کے پتے بناتا تھا۔ اپنی کمائی کھاتا تھا۔ اور نماز بڑی کثرت سے پڑھتا تھا۔ اسی حالت پر ایک مدت تک قائم رہا جب کوئی پاس بیٹھتا تو اس سے دینی امور کا تذکرہ کرتا۔ دنیا سے نفرت دلاتا اور بتاتا کہ لوگوں پر یہ یہ چیزیں فرض ہیں۔

وہ لوگ جو اس کے پاس بیٹھتے تھے وہ ان لوگوں کو ایسی چیزیں دیتا جس سے اس کے ساتھ ان کے دل لگے رہتے۔ وہ شخص ایک سبزی فروش کے پاس اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ اس سبزی فروش کے قریب ہی کھجوروں کا ایک باغ تھا۔ جسے سوداگروں کے ایک گروہ نے خرید لیا تھا۔ اور اس باغ کے اندر وہ کھجوریں کٹ کٹ کے گودام کی صورت میں ڈھیر لگاتے تھے۔

ایک روز وہ سوداگر اس سبزی فروش کے پاس آئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کے لئے کوئی ایسا شخص تلاش کر دے جو ان کی کٹی ہوئی کھجوروں کی حفاظت کر سکے۔ اس سبزی فروش نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر اس شخص تمہاری کھجوروں کی حفاظت قبول کر لی تو یہ ایسا شخص ہے جس طرح کا تم چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے اس خورزستانی سے گفتگو کی اور وہ چند درہم کے عوض ان کھجوروں کی حفاظت کرنے پر رضامند ہو گیا۔ یہ شخص دن کے اکثر حصے میں نماز پڑھ رہتا۔ روزہ رکھتا اور جب روزہ افطار کرتا ہوتا تو بقال سے کچھ کھجوریں ادھار لے اپنا کام چلا لیتا۔

جب ان سوداگروں اور تاجروں کا کام ختم ہوا تو ان لوگوں نے اس شخص اجرت کا حساب کیا اور جو کچھ رقم اس کی بنتی تھی اسے دے دی۔ اس نے اس بقال سے جس قدر کھجوریں کھائی تھیں اس کا حساب کیا اور اس میں سے ان گھنٹوں قیمت اس نے کم کر لی کیونکہ جو وہ بقال سے کھجوریں لے کر کھاتا تھا اس کی مٹھلیا بقال کو واپس کر دیا کرتا تھا۔ یہ گفتگو ان سوداگروں نے بھی سن لی۔

لہذا انہوں نے گمان کیا کہ یہ شخص ہمارے گودام سے کھجوریں نکال نکال کھاتا رہا ہے۔ انہوں نے اسے خوب مارا پیٹا۔ لیکن سبزی فروش نے جب اسے

ہوئے۔ اس نے کہا کہ کوئی شخص میرے ساتھ براء نہیں کر سکتا اور نہ اس پر قادر ہو سکتا ہے۔ اس بیان سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور بڑھ گئی۔ بہر حال وہ شخص چونکہ جھوٹا، فریبی اور مکار تھا اور جانتا تھا کہ اگر اسی علاقے میں اس نے قیام کئے رکھا تو حکام اسے گرفتار کر کے قتل کر دیں گے۔ لہذا اپنی جان کے خوف سے وہ ارض شام کی طرف بھاگ گیا۔

اور خان بولا۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ ان کے حالات بہت لمبے ہیں۔ میں مختصر تم سے یہ کہوں گا کہ اس قراملی کے ماننے والوں نے بڑی تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا اور انہوں نے بحرین کے علاوہ اور بہت سے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ مصر کی حکومت بھی ان کی ہمنوا ہو گئی۔ اور اس گروہ نے عالم اسلام کو ناقابلِ طالبی نقصان پہنچایا۔ پھر مختلف حکمران ان پر حملہ آور ہوئے اور انہیں زوال ہوا۔ ایسے میں ایک شخص حسن بن صباح اٹھا۔ حسن بن صباح خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوا۔ اس نے مشہور سلجوقی سلطان ملک شاہ کے وزیر نظام الملک طوسی کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ اور ایک طرح سے وہ اس کا ہم استاد تھا۔ نظام الملک طوسی نے ہی اس حسن بن صباح کو سلجوقی سلطان ملک شاہ کے سامنے پیش کیا اور اسے سلطان ملک شاہ کا معتد خاص مقرر کرا دیا۔

لیکن چونکہ یہ حسن بن صباح بہت ہی بد سرشت تھا وہ اس فکر میں لگا رہا کہ کسی طرح نظام الملک طوسی کو بادشاہ کی نظروں سے گرا کر خود اس عہدے پر فائز ہو جائے لیکن اس کی ان شرارتوں اور ان حرکتوں کی اطلاع حکمران طبقے کو ہو گئی لہذا اپنی حرکتوں کی وجہ سے حسن بن صباح کو سلجوقیوں کے دربار سے نکل بھاگنا پڑا۔ یہاں سے نکل کر وہ اصفہان پہنچا لیکن اس کی بد قسمتی کہ کچھ عرصے بعد اسے اصفہان کو بھی خیرباد کہنا پڑا۔ پھر وہ رشیر کی طرف گیا۔

ریشہ شریعہ پر حسن بن صباح کو معلوم ہوا کہ اسماعیلی مذہب کا داعی الکبیر یہیں رہتا ہے جو اسماعیلی مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے مبلغ ملازم رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نے داعی الکبیر سے مل کر درخواست کی کہ اسے بھی کوئی خدمت اسماعیلی مذہب کے مقرر کی جائے۔

اور بہت سے عوامل میں تبدیلیاں کر دی تھیں۔ وہ اپنے ان نقیبوں سے کتا کہ تم لوگ ایسے ہی ہو جیسا عیسیٰ ابن مریم کے حواری۔ اس نے چونکہ لوگوں کے لئے عبادت کے طریقے خوب لمبے چوڑے کر دیئے تھے لہذا علاقے کے کاشتکار اس کے حلقہ ارادت میں جب شامل ہوئے تو انہیں عبادت سے فرصت ہی نہ ملتی لہذا وہ کاشتکاری سے غافل ہو گئے۔ وہ علاقہ ایک شخص حسین کی جائیداد تھی۔ جب لوگوں نے کاشتکاری بند کر دی اور آمدنی میں کچھ نہ رہا تو وہ حسین ان بستیوں کی طرف آیا اور زمین کی پیداوار میں کمی ہونے کی وجہ لوگوں سے دریافت کی۔

اس شخص کو بتایا گیا کہ ایک اجنبی ان لوگوں کے پاس آیا۔ ایک طریقہ دین کا ظاہر کیا جس پر عمل کر کے انہیں کاشتکاری کے لئے فرصت ہی نہیں ملتی۔ اس پر حسین بڑا برہم ہوا اور اپنے لوگوں کو اس نے قراملی کی تلاش میں بھجوا دیا۔ وہ قراملی انہیں مل گیا اور اسے گرفتار کر کے حسین کے سامنے پیش کیا۔ حسین نے قسم کھائی کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں گا، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے اندر فتنہ و فساد برپا کر رہا ہے۔ پھر حسین نے اس قراملی کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ دروازے پر ایک قفل لگا دیا اور اس کی کنجی اپنے بستر کے تکتے کے نیچے رکھ دی اور خود شراب میں مشغول ہو گیا۔

حسین کی لونڈی نے یہ ساری گفتگو سن لی۔ اسے اس قراملی پر ترس آیا۔ حسین جب سو گیا تو اس نے تکتے کے نیچے سے کنجی نکالی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر قراملی کو بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا اور دروازہ پہلے کی طرح مقفل کر دیا۔ اور کنجی پھر اپنی جگہ پر رکھ دی۔

حسین صبح کو جب اٹھا تو کنجی لے کر جب اس نے دروازہ کھولا تو قراملی کو اندر نہ پایا۔ یہ خبر دور و نزدیک پھیل گئی تو اس علاقے کے باشندے ایک نئے فتنے میں مبتلا ہو گئے اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ قراملی کو آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے۔ اور کوئی بھی طاقت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

لیکن کچھ ہی دنوں بعد قراملی ایک دوسرے مقام پر ظاہر ہوا۔ اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت اس سے ملی اور پوچھا کہ تم حسین کی قید سے کیسے فرار

داعی الکبیر نے اسے ملازم رکھ لیا اور کچھ عرصہ بعد اسے مصر بھیجا جہاں پر اس وقت مسلمانوں کے ایک گروہ عبیدیوں کی سلطنت تھی۔ جو بظاہر اسماعیلی تھے مگر درپردہ وہ قرامطی اور باطنی تھے۔

حسن کی مصر میں بہت قدر و منزلت کی گئی لیکن کچھ عرصہ بعد وہ مصر میں ایک سازش میں ملوث پایا گیا جس کی بناء پر اسے قلعہ دمیات میں بند کر دیا گیا۔

اتفاق سے اسی روز قلعہ کا ایک نہایت مضبوط برج گر پڑا۔ لوگوں نے اس واقعہ کو حسن کے باطنی تصرف پر معمول کیا۔ اس پر حاکم قلعہ نے برہم ہو کر حسن بن صباح کو قلعے سے نکال کر چند عیسائیوں کے ہمراہ جہاز پر بٹھادیا اور افریقہ کی طرف بھیج دیا۔ جہاز سے اتر کر وہ حلب، بغداد، خوزستان سے ہوتا ہوا اصفہان پہنچا اور ان تمام علاقوں میں اسماعیلی مذہب کی دعوت دیتا رہا۔

اصفہان آنے کے بعد حسن بن صباح نے اپنے چند لوگ اس غرض سے ایک قلعہ (الموت) بھجوائے کہ اس کے گرد و نواح میں اسماعیلی مذہب کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ اسماعیلی مناد قلعہ الموت کے چاروں طرف نہایت زبردست طریقے سے اپنے مذہب کا پرچار کرنے لگے۔

خود حسن بن صباح قلعہ الموت کے قریب قیام کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنی ریاکارانہ زہد و تقویٰ کا سکہ جمانا رہا۔ چنانچہ ہزار ہا آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جب اس کے مریدین کی تعداد زیادہ ہو گئی تو اس نے حیلے حجت، مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے قلعہ الموت اور اس کے آس پاس کے قزوین نام کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

قزوین میں بڑے استقلال کے ساتھ حسن بن صباح نے اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی۔ اس صوبے کے بہت سے لوگ کچھ اپنی رضا مندی اور کچھ جبراً اور قہراً اس کے مذہب میں داخل ہو گئے اور مذہب کی آڑ ہی آڑ میں تمام صوبہ اور اس سے ملحقہ کوستان، سلسلے میں حسن بن صباح کی حکومت بن گئی۔

اب حسن بن صباح پر ہر وقت یہ دھن سوار تھی کہ کسی طرح وہ سلجوقی سلطان ملک شاہ کے وزیر اور اپنے دوست نظام الملک طوسی کا قلع قمع کر دے جس کی وجہ

سے اسے سلجوقیوں کے دربار سے نکلنا پڑا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سوچتا تھا کہ اتنے بڑے اور زبردست حرفوں کا مقابلہ کوئی آسان نہیں۔ چنانچہ اس نے بہت سوچ بچار کے بعد ایک ترکیب سوچی۔

اس نے جانبازوں کی ایک جماعت تیار کی اور ان کے لوح دل پر یہ بات مرقم کرا دی کہ شیخ الجبل یعنی حسن بن صباح تمام دنیا کا مالک اور دار و دنیا میں سب سے بڑا آقا ہے۔

اس تعلیم اور تلقین کے علاوہ اس نے ایک ایسی تدبیر کی جس کی وجہ سے اس جماعت کو جاں نثاری کا فرض ادا کرنا آسان تھا۔ اس نے قلعہ الموت کے ارد گرد خوبصورت مرغزاروں اور جاں بخش نہت گاہوں میں نہایت خوبصورت محل، برج اور کوئیں تعمیر کرائیں۔ عالی شان عملاقی پاکیزگی اور خوشنمائی، باغوں اور مرغزاروں کی نہت و ترو تازگی دیکھنے والے کے دل پر جادو کا اثر کرتی تھی۔

ان محلوں کے بیچ و بیچ جنت کے نام سے ایک خوش نما باغ بنوایا جس میں وہ تمام سامان مہیا کئے جو انسان کے لئے موجب تفریح اور کشش ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اس میں اس نے ہر قسم کے میوہ دار درخت، پھول، چینی کے خوبصورت ظروف، بلوری اور نفرتی سامان اور بیش قیمت فرش و فرش۔ یونان کے اسباب محشیات۔ یہاں تک پر تکلف سامان خورد و نوش اور رقص و سرور کے علاوہ نغمہ و چنگ کے اسباب محیشیات بھی مہیا کئے۔

اس جنت کی دیواروں پر نقش و نگار کا نہایت نازک کام بنوایا۔ لوگوں کے ذریعے محلات میں پانی، دودھ، شراب شہد جاتا تھا۔ تمام تکلفات کے علاوہ دل بہلانے کے اس نے اپنی اس جنت میں انتہائی خوبصورت کم سن لڑکیاں بھی جمع کیں۔ ان منوش اچھوتی لڑکیوں کی سادگی وضع اور ان کے حسن و جمال کی دلربائی معا دیکھنے والے کو یہ یقین دلاتی تھی کہ یہ عالم اسفل کے سوا کسی اور ہی عالم کے نورانی پیکر ہیں۔

اس بارے میں کوشش یہ کی گئی کہ داخلے کے بعد زائرین کے دل پر فرحت و انبساط کا ایک ایسا شیریں اثر پیدا کیا جائے کہ وہ اس فرحت اور مسرت کو دنیاوی نہیں بلکہ اخروی یقین کرے۔

جنت میں بھیجنے کی امید دلاتا اور کہتا کہ جنت کے دائمی قیام کی لازمی شرط جاں سپاری اور فداکاری ہے۔ چنانچہ وہ حسن کے احکام کی تعمیل میں کسی طرح کوتاہی نہ کر سکتا تھا۔ جب حسن کو کسی دشمن کا قتل کرانا مقصود ہوتا تو فدائی نوجوان کو حکم دیتا کہ جاں فدا شخص کو قتل کر کے قتل ہو جا۔ مرنے کے بعد فرشتے تجھے اسی جنت میں پہنچا دیں گے جہاں اس سے پہلے تو چند روز رہا ہے۔

یہی وہ خطرناک لوگ ہیں جن سے خون آشامی کا کام لیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جس کے قتل کا اشارہ ہوتا ہے وہاں روپ بھر کے جاتے ہیں۔ رسائی اور آشنائی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے معتمد علیہ بننے اور موقع پاتے ہی اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ لیکن یہی وہ فدائی جن کی وجہ سے دنیا بھر کے امراء اور سلاطین حسن بن صباح کا نام سننے ہی کانپتے تھے۔

ان فدائین کو بلی کا گوشت کھلایا جاتا ہے کہ بلی غضب کے وقت آپے میں نہیں رہتی اور اپنے مخالف پر سخت بے جگری کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے۔ جب حسن بن صباح نے صوبہ قزوین میں خوب طاقت اور قوت حاصل کر لی۔ تب سلجوقی بادشاہ ملک شاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے وزیر نظام الملک طوسی کو روانہ کیا۔

حسن بن صباح نے اندازہ لگا لیا کہ وہ طاقت اور قوت میں نظام الملک طوسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہذا اس نے اپنے ایک فدائی کو نظام الملک طوسی پر حملہ آور ہونے اور اسے قتل کرنے پر مامور کیا۔ یہ فدائی اپنی ایک عرضداشت پیش کرنے کے بہانے نظام الملک طوسی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ نظام الملک طوسی کے قتل ہونے کے بعد اس کا لشکر لڑے بغیر واپس چلا گیا۔ اس طرح حسن بن صباح نے صرف ایک فدائی کو کام میں لاتے ہوئے پورے لشکر کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

حسن بن صباح نے نوے سال کی عمر میں انتیس سال تک قلعہ الموت پر نہایت کامیاب حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ حسن بن صباح کا فرقہ ایک طرح سے آخری مسلم آزار فرقہ ہے۔ جس سے عالم اسلام کو سابقہ پڑا۔ اس فرقے کے بت سے نام ہیں۔ اسے قرامطی بھی کہتے ہیں۔ اسے اسماعیلی بھی کہتے ہیں اور اسے فدائیہ

اصل میں حسن بن صباح نے اپنے مریدوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا۔ ایک تو داعی اور مناد تھے۔ جو دور دراز ممالک میں خفیہ لوگوں کو مذہب کی دعوت دیتے تھے۔ دوسرے رفیق جن کو حسن کا معتمد علیہ ہونے کی عزت حاصل تھی۔ تیسرا گروہ فدائیوں کا تھا جن کے لئے یہ جنت بنائی گئی تھی۔ ابن صباح علاقہ طاقسان اور رودبار وغیرہ کے خوبصورت تندرست اور قوی ہیکل نوجوان جو سادہ لوح ہوتے ان میں ہر بیان کے باور کرنے اور جلد ایمان لانے کی صلاحیت نظر آئی۔ فدائیوں کی جماعت میں بھرتی کیا۔

وہ حسن کے ہر حکم کو بلا عذر آنکھیں بند کر کے تعمیل کرتے تھے۔ بھنگ جسے حشیش کہتے ہیں شاید ان ایام میں غیر معمولی چیز تھی۔ اور غالباً حسن بن صباح ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی دانشمندی سے بھنگ سے وہ کام لیا جو اس سے پہلے شاید کسی نے نہ لیا ہو گا۔

جب فدائی سپاہی امیدواری کا دور ختم کر لیتا تو حسن اسے بھنگ کے اثر سے بے ہوش کر کے جنت میں بھجوا دیتا جہاں وہ خوبصورت لڑکیوں، جنہیں حوریں کہہ کر پکارا جاتا تھا ان کی گود میں آنکھ کھولتا اور اپنے آپ کو ایسے عالم میں پاتا جہاں کی خوشیاں اور مسرتیں شاید بڑے بڑے شاہان عالم کو بھی نصیب نہ ہوتی تھیں۔

یہاں وہ انواع و اقسام کی نزہت گاہوں کی سیر کرتا۔ اچھوتی خوبصورت دلکش لڑکیوں اور حوروں کے حسن سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔ ان موشوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر ارغوانی شراب کے جام اڑاتا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ غذائیں اور بہترین قسم کے میوے کھاتا اور ہر طرح کے معیشت میں محو رہتا۔

ہفتہ عشرہ کے بعد جب ان محبت شعار لڑکیوں کی الفت کا اثر اس کے دل پر از گرا پڑ لیتا کہ پھر مدت العمر کبھی مٹ نہ سکتا تب وہی خوبصورت لڑکیاں بھنگ کا جام پکڑ کر اسے شیخ الجبل یعنی حسن بن صباح کے پاس بھجوا دیتیں۔ جہاں وہ اپنے آپ کو حسن بن صباح کے قدموں میں پڑا دیکھتا۔ اور جنت کے چند روزہ قیام کی یاد اس سخت بے چین کر دیتی۔

اس صورت حال سے حسن بن صباح خوب فائدہ اٹھاتا۔ وہ ان جوانوں کو دوبار

آجاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان جب خاموش ہو گیا تو طیان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے غور سے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میں تم سے نصیل جان کر ایک طرح سے مطمئن اور خوش ہوئی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کو کیا ملے گی کہہ کر کیوں پکارا جاتا ہے۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میرے نانا چونکہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ میں اکثر ان کے ہاں رہتی ہوں لہذا ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے میں اسلام کے متعلق گفتگو کرتی رہتی ہوں لہذا میں مسلمانوں کی تاریخ اور ان کے عقائد کے متعلق کافی کچھ جانتی ہوں۔ طیان کے اس انکشاف پر اور خان نے ذرا سکرا کے اس کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

ان کے اسماعیلی کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے رسولؐ کی نسل سے ایک امام بنفر صادق تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ انھوں نے خلاف معمول اپنے بیٹے اسماعیل کو نبوڑ کر چھوٹے بیٹے امام موسیٰ کاظم کو ولایت کا حق دار قرار دیا۔ اس پر امام جعفر صادق کے ماننے والے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ کچھ لوگ ان کے بیٹے اسماعیل کو اننے لگے اور وہ اسماعیلی کہلائے۔ بس امام جعفر کے بیٹے اسماعیل ہی کی نسبت سے یہ لگ اپنے آپ کو اسماعیلی کہتے ہیں۔

جواب میں طیان شاید مزید کچھ اور خان سے پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اور خان کے بچے بیٹھا ہوا بندر بری طرح چیخنے چلانے اور شور کرنے لگا۔ اس پر اور خان بدک سا لیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام نکالی اور اپنی ڈھال بھی اس نے سنبھال لی تھی۔ اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے طیان نے بھی فوراً اپنی ڈھال اور تلوار سنبھال لی تھی۔ پھر طیان نے بڑی فکر مندی سے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے بچھا کیا ہوا؟ کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟ تو اور خان بولا

ہاں ضرور کوئی خطرے کی بات ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ بندر برا خوب سدھایا ہوا ہے۔ اس کا یوں چیخنا چلانا اور آواز زاری کرنا ضروری کسی خطرے کی علامت ہے۔ اس نے اپنے اطراف میں کچھ دیکھا ہے اسی بناء پر یہ چیخنا لیا ہے۔ ہو سکتا ہے اطراف میں کچھ لوگ چھپ کر بیٹھے ہوں۔ اور ہم پر حملہ آور

بھی کہتے ہیں۔ اسے حشاشین بھی کہتے ہیں۔ اسے صائبہ بھی کہتے ہیں۔ اسے ملاحتہ کہتے ہیں کیونکہ یہ چھپ کر حملہ کرنے میں بڑے ماہر تھے لہذا اسے باطنیہ بھی کہہ پکارا جاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان دم لینے کو رکا۔ تھوڑی دیر غور سے اس نے طیان کی طرف دیکھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ طیان غور اور بڑے اٹھاؤ سے اس کی گفتگو سن رہی تھی۔ لہذا اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

طیان! اس حسن بن صباح کے مرنے کے بعد اس کے شاگردوں میں سے ایک شخص جس کا نام کیا بزرگ تھا قلعہ الموت کا حاکم اور حسن بن صباح کا جانشین مقرر ہوا۔ کیا بزرگ کے بعد اس کا بیٹا محمد بن کیا بزرگ قلعہ الموت کا حاکم بنا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حسن بن محمد اس کے بعد اس کا بیٹا محمد ثانی بن حسن قلعہ الموت کا حاکم بنا اور اب ان دونوں ایک شخص جلال الدین قلعہ الموت کا حاکم ہے۔ اسے شیخ الجبار بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک اور انتہائی عیار لوگ ہیں۔

سنو طیان! تمہیں اٹھانے والے بھی قلعہ الموت کے فدائی ہی تھے۔ وہ تمہیں لے جا کر یا تو اپنے شیخ الجبار اور امام جلال الدین کے حرم میں داخل کرتے یا یہ تمہیں اپنے قلعہ الموت کی جنت میں رکھتے جہاں تم سے وہ اپنے فداکین کے دبا بھلانے کا کام لیتے۔ اس پر طیان نے بڑی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

یہ تو بڑا غلیظ اور بڑا ہی گھٹاؤنا گروہ ہے۔ کیا مسلمان اسی طرح کے ہوتے ہیں اور کیا مسلمان ایسے ہی پست اور ذلالت کے کام کرتے ہیں۔ اس پر اور خان بولا کہ طیان! ایسے نہ کہو۔ ان لوگوں کو ہم مسلمان خیال نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے کام کی وجہ سے مسلمانوں پر کوئی حرف آتا ہے۔ اس لئے کہ تم نے جو چڑے کا صاف ستھرا لباس پہن رکھا ہے اس پر کوئی وجہ لگ جائے تو اسے داغ وجبے کی وجہ سے کپڑے کی قدر و قیمت نہیں گرے گی۔ بلکہ وہ وجہ صاف کر دیا جائے گا اور کپڑا ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح یہ اسماعیلی، یہ باطنی، یہ قرامطی بھی عالم اسلام کے دامن ایک داغ ہیں جسے اگر صاف کر دیا جائے تو عالم اسلام کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے

یکٹنے لگا تھا۔

اور خان کا سکھایا اور سدھایا ہوا بندر بڑی راز داری سے چھپتا چھپاتا دبے پاؤں کوستانی سلسلہ میں داخل ہوا۔ بندر جب اوپر گیا تو اس نے دیکھا کہ کوستانی سلسلہ کے اوپر ایک جوان ایک پتھر کی اوٹ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کمان اور پشت پر تیزوں۔ بھرا ترکش تھا۔ بندر بڑی راز داری سے پتھروں کی اوٹ میں ہوتا ہوا گھات میں بیٹھے ہوئے اس نوجوان کی طرف گیا اور اس کی پیٹھ پر بری طرح کاٹ کھایا۔ وہ جوان بدک کر اور بدحواس ہو کر جس چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا تھا ذرا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا اٹھنا ہی تھا کہ اور خان حرکت میں آیا تلوار اپنی زین پر رکھے ہوئے اس نے اپنی کمان پر بڑی تیزی سے تیر جلاتے ہوئے جو تاک کر مارا تو اس اٹھنے والے کا سینہ اور خان کا تیر چیرتا چلا گیا تھا۔ تیر لگتے ہی وہ نوجوان بری طرح پختا چلاتا ہوا چٹان کی اوٹ میں گر کر دم توڑ گیا تھا۔

اس جوان کے چچ مارنے اور پھر زخمی ہو کر گرنے پر طیان نے تو صیفی انداز میں اور خان کی طرف دیکھا۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی اور خان تم ایک ایسے جوان ہو جو اپنی زندگی میں پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تمہارے لڑنے کا انداز عجیب اور تمہارا دشمنوں کے خلاف حرکت میں آنے کا طریقہ کار جدا، انوکھا اور نرالا ہے۔

کوستانی سلسلہ کے اوپر چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھنے والے جوان کا خاتمہ کرانے کے بعد بندر مزید آگے بڑھا وہ ایک جگہ ایک چٹان کی اوٹ میں رک گیا تھا۔ اس نے دیکھا اس چٹان کے سامنے ایک گہری کھائی تھی جو بائیں طرف سے بند تھی اور دائیں طرف وہ اس شاہراہ کی طرف کھلتی تھی۔ جو اترار شر کی طرف جاتی تھی۔ جس پر اور خان اور طیان سفر کر رہے تھے۔ بندر اس چٹان کی اوٹ میں تھوڑی دیر رک کر جائزہ لیتا رہا پھر وہ پتھروں کی اوٹ میں ہوتا ہوا اس کھائی میں اترتا چلا گیا تھا۔ اس کھائی کے اندر اس وقت چار سوار اپنے گھوڑوں پر مستعد کھڑے تھے۔ شاید وہ باطنی اور اسماعیلی تھے جو اور خان کے ہاتھوں مرنے والے اپنے ساتھیوں کا انتقام اور خان سے لینا چاہتے تھے شاید وہ اس نیت سے وہاں رکے ہوئے تھے کہ جو نبی اور خان اور طیان اپنے گھوڑوں پہ سوار اس کھائی سے گزر کر آگے بڑھیں وہ اچانک

ہونے کی کوشش میں ہوں۔ میرے خیال میں جن اسماعیلیوں کو ہم نے قتل کیا ہے ان کے کچھ ساتھی اس علاقہ میں ہیں جو ہم پر حملہ آور ہونے کے درپے ہیں۔

اور خان کے اس انکشاف پر حسین اور پر جمال طیان کے چہرے پر ہوائیا اڑنے لگی تھیں۔ وہ پیلاہٹ پریشانیوں اور انجانے دکھوں کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے ٹوٹی بکھرتی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں اور خان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ اور خان میرے محسن اب کیا ہو گا۔ اور خان اسے تسلی دینے کے انداز میں کہنے لگا۔

طیان! اب جب کہ میں تمہارے محافظ، تمہارے پاسان کی حیثیت سے تمہارے اپنے گھر لے جا رہا ہوں تو چاہے کوئی بھی ہمارا راستہ روکے۔ میں اس سے تم حفاظت کروں گا۔ تیری آبرو کو ان سے بچاؤں گا اور کسی کو بھی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ تجھے پکڑ کر قلعہ الموت کے شیخ الجلال الدین کے پاس لے جائے۔ دے! طیان! میں ان کے خلاف کیسے حرکت میں آتا ہوں۔ یہ آپ سے آپ جہاں کہیں چھپے ہیں باہر نکل کر میرا سامنا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی اور خان نے بڑے پیار انداز میں پہلے نے اس نے اپنی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے بندر کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا اس کی پیشانی چومی پھر عجیب سے انداز میں انگلیاں اس کے سر پر ماریں جواب میں بندر نے منہ سے غرغراہٹ سی نکالی پھر وہ گھوڑے اگلی ٹانگوں پر سے ہوتے ہوئے نیچے اترتا۔ اس کوستانی سلسلہ کے اندر چلا گیا گھوڑا بندر کے یوں اترنے سے کچھ بدکا پھر سنبھل گیا۔

جونہی بندر کوستانی سلسلہ میں داخل ہوا اور خان نے طیان کی طرف ہونے کہا طیان! تم اپنی ڈھال اپنے سامنے رکھو کہ اگر کوئی ہم پر تیر چلائے تو تم سے محفوظ رہ سکو۔ اور خان کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے طیان نے فوراً ڈھال اپنے سامنے کر لی۔ دوسری طرف اور خان نے اپنی ڈھال سنبھالی۔ اس کی پر جو پکڑنے کے لئے دستہ تھا اس میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی وہ رسی گٹا ڈالتے ہوئے اور خان نے اپنی ڈھال گلے میں لٹکا کر اپنے سامنے کر لی تھی۔ ایک میں پہلے سے اس نے تلوار تھام رکھی تھی۔ جب کہ دوسرے ہاتھ سے اس نے گرفت کمان پر کر لی تھی۔ پھر وہ مستعد اور چونکا سا ہو کر کوستانی سلسلہ کی

بھری پت جھڑکی رت نوحہ گاتی ہواؤں کی شائیں شائیں کی طرح حملہ آور ہوں گے تو تم پر یوں چھا کر اپنے سامنے زیر کر لیں گے جس طرح دل میں ککک اٹھاتے سیاہ بادلوں کی چھتری، جس طرح دل کے نماں خانوں میں اتر کر بصارت سے محروم کرتی آندھیاں، اب تیرا ہم چاروں سے بچ کر جانا ناممکن ہے۔ تیرا خاتمہ کرنے کے بعد اس لڑکی کو ایک بار پھر قلعہ الموت کی طرف روانہ ہوں گے۔

جواب میں اورخان کھولتی ہوئی آواز اور غراتے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا دیکھو قلعہ الموت کے شیطانوں۔ تمہارے وہ ساتھی جو اسی شاہراہ پر میرے ہاتھوں مر چکے ہیں وہ بھی اسی طرح کی گفتگو کرتے تھے۔ میں جانتا ہوں تم لوگوں کی شریر رو میں تمہارا ضمیر تمہیں پتی آرزوؤں کے پیچھے بھگاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم وہ لوگ ہو جو چپکلی کلیوں جیسی لڑکیوں کو کالی راتوں کی زینت کا سامان بناتے ہوئے۔ جو طلسمی پھولوں جیسی دوشیزاؤں کے شباب کی سنہری دھول کو عشقوں کی آبنائے میں ڈال کر ان کی روح کے برتن خالی کر کے ان میں قطرہ قطرہ غم ٹپکاتے ہو اور ان کے سنہری جسم کو بے آبدی کے داغ لگا کر ان پر نمک پاشی کرتے ہو۔

اورخان اس سے آگے کچھ نہ کہہ پایا تھا۔ اس لئے کہ وہ پاؤں کو ہستانی سلسلے سے اس کا بندر نکلتا تھا۔ اور ان سواروں میں سے ایک کے گھوڑے پر جب اس نے بری طرح کاٹا تو گھوڑا بری طرح ہنساتا ہوا اور اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتا ہوا سبچا ہوا تھا۔ عین اسی لمحہ اورخان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا پھر وہ ان پر سفاک لمحوں کی اندھی یورش، خارزار ازل اور واہموں کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اورخان کے پیچھے پیچھے طیان نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ بھی وحشت کے موسم، غموں کے بھنور اور رسوائیوں کے اندھیروں کی طرح راہ روکنے والے ان قلعہ الموت کے فداہیوں پر حملہ آور ہو گئی تھی۔

قلعہ الموت کے وہ سوار اپنے ایک ساتھی کے گھوڑے کے سبچا ہونے پر ابھی اس کی طرف متوجہ تھے کہ اورخان اور طیان ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اپنے پہلے ہی حملہ میں وہ اورخان نے دو کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔ اتنی دیر تک طیان بھی

ان کی پشت کی طرف سے نمودار ہو کر ان پر حملہ آور ہوں اور اورخان کا خاتمہ کر کے طیان پر دوبارہ قبضہ کر لیں۔

بندر اس کھائی میں نیچے جانے کے بعد حرکت میں آیا اور بڑی تیزی سے اس نے دو سواروں کے گھوڑوں کی پچھلی ٹانگوں کو بری طرح کاٹ کھایا تھا۔ اس کے بعد بھاگ کر ایک بڑی چٹان کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ جو نہی اس بندر نے ان گھوڑوں کی ٹانگوں کو کاٹا وہ کچھ اس طرح سبچا ہوا کہ بھگتے ہوئے وہ کھائی سے نکل کر شاہراہ پر آگئے تھے۔ اپنے دو ساتھیوں کے اس طرح کھائی سے نکل کر شاہراہ آجانے کی وجہ سے ان کے دوسرے ساتھی بھی وہاں سے نکل کر شاہراہ پر آگئے تھے اس موقع پر اورخان کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان! دیکھا، یہ ہیں وہ دشمن جن کی وجہ سے میرے بنا نے شور کیا تھا۔ اور دیکھو میرے بندر نے کیسے ان چاروں کو کھائی سے باہر نکال دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے جو اپنے اوپر کبل ڈال رکھا تھا وہ فوراً ہٹا کر اپنے آگے ڈال لیا۔ گلے میں لٹکتی ہوئی ڈھال اس نے سنبھالی اور تم پر اپنی گرفت اس نے مضبوط کر لی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے طیان بھی حرکت میں آئی۔ اپنے جسم کے اوپر برف باری سے بچنے کے لئے جو چڑی چادر ڈال رکھی وہ اس نے اتار کر اورخان کی طرح اپنے سامنے زین پر ڈال لی۔ پھر اس نے بھی تلوار اور ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ اس موقع پر اورخان ان چاروں مخاطب کر کے کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے ایک بولا اور اورخان مخاطب کرنے میں پھل کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تو کیا سمجھتا تھا کہ اس شاہراہ پر ہمارے ساتھیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد تو لڑکی کو بچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہم تو گرداب اجل کے رقص سمندر میں اٹھتے آندھیوں کے قاتلوں کی طرح تم پر وارد ہوں گے۔ اور شہر بھیدوں بھری خاموشی جیسی ان فضاؤں کے اندر تیرے چہرے کی تحریروں میں جدا کی ساعتیں، اداسیوں کی قوسیں، تیرے جذلوں کی تفسیروں میں قصص کی نشانیاں مسافروں کی تھکن ڈال کر رکھ دیں گے۔ دیکھ اجنبی جب ہم تم پر پتے اثراتی ادا

ان میں سے ایک کا خاتمہ کرنے کے بعد اس کی طرف بڑھی تھی جس کا گھوڑا سب سے
تھا اور وہ سامنے کی طرف سے اس پر اپنی تلوار برسانے لگی تھی کہ اتنی دیر میں پڑ
کی طرف سے اور خان بھی حملہ آور ہوا۔ اور اس چوتھے اور آخری فدائی کی گر
بھی اس نے کاٹ کر رکھ دی تھی۔

پھر اور خان اپنے گھوڑے سے نیچے اترتا۔ ان چاروں کی لاشوں کو باری بار
اور جلدی جلدی گھسیٹ کر اس نے دائیں ہاتھ بننے والی ندی میں پھینک دیا جب
چاروں کے گھوڑوں کو مار مار کر اس نے شاہراہ کی مخالف سمت بھگا دیا۔
اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اور خان جب طیان کے پاس آیا تو طیا
تھوڑی دیر تک اسے بڑے تو صیغی انداز میں دیکھتی رہی پھر وہ اپنی نہایت شیریں
اور مٹھاس بھری آواز میں اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
اور خان جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے تم بے خطر اڑان رکھتے وا۔
خواہشوں کے پرندوں جیسے منچلے، قدیم عکس کو نئی آیتوں میں بدل دینے والے سور
سنگ حصار کو توڑ کر قلب و جگر میں خنجر کی مانند چھا جانے والے نذر، موت کے منہ
اجل کی بارگاہ جیسے بے خوف ہو۔ بہاروں کے مخصوص لمحوں میں چاہتوں کے سفر
طرح اپنے اخلاص کے تراشوں اور چاہتوں کے سرور سے تشنہ کالی کی سوچوں
رفاقت میں، رفاقت کو حقیقت میں، حقیقت کو محبت، محبت کو عمیق چاہت اور چاہ
کو عقیدت اور عقیدت کو حقیقت، حقیقت کو محبت اور چاہت کی انوکھی ترنگ
بدل دینے کا فن خوب جانتے ہو۔

اپنے دشمن پر لمحوں کے اندر حملہ آور ہو کر تم اسے عرصہ خواب میں نقش
آب، گھلتے رازوں میں واہموں کی سیاہی اور دشت بے گیاه میں لکھی درد کی جگر کمانہ
کی طرح بنا دینے کی منائی بھی جانتے ہو۔ تم ایسے نوجوان ہو جو ظلمت کدوں کو آگ
کلیوں، جسموں کے آسب کو پھولوں کے خواب نگر اور زمانے بھر کی وحشوں کو
تھل برکھارت میں بدل سکتے ہو۔

ان میں سے ایک کا خاتمہ کرنے کے بعد اس کی طرف بڑھی تھی جس کا گھوڑا سب سے
تھا اور وہ سامنے کی طرف سے اس پر اپنی تلوار برسانے لگی تھی کہ اتنی دیر میں پڑ
کی طرف سے اور خان بھی حملہ آور ہوا۔ اور اس چوتھے اور آخری فدائی کی گر
بھی اس نے کاٹ کر رکھ دی تھی۔

پھر اور خان اپنے گھوڑے سے نیچے اترتا۔ ان چاروں کی لاشوں کو باری بار
اور جلدی جلدی گھسیٹ کر اس نے دائیں ہاتھ بننے والی ندی میں پھینک دیا جب
چاروں کے گھوڑوں کو مار مار کر اس نے شاہراہ کی مخالف سمت بھگا دیا۔
اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اور خان جب طیان کے پاس آیا تو طیا
تھوڑی دیر تک اسے بڑے تو صیغی انداز میں دیکھتی رہی پھر وہ اپنی نہایت شیریں
اور مٹھاس بھری آواز میں اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اور خان جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے تم بے خطر اڑان رکھتے وا۔
خواہشوں کے پرندوں جیسے منچلے، قدیم عکس کو نئی آیتوں میں بدل دینے والے سور
سنگ حصار کو توڑ کر قلب و جگر میں خنجر کی مانند چھا جانے والے نذر، موت کے منہ
اجل کی بارگاہ جیسے بے خوف ہو۔ بہاروں کے مخصوص لمحوں میں چاہتوں کے سفر
طرح اپنے اخلاص کے تراشوں اور چاہتوں کے سرور سے تشنہ کالی کی سوچوں
رفاقت میں، رفاقت کو حقیقت میں، حقیقت کو محبت، محبت کو عمیق چاہت اور چاہ
کو عقیدت اور عقیدت کو حقیقت، حقیقت کو محبت اور چاہت کی انوکھی ترنگ
بدل دینے کا فن خوب جانتے ہو۔

اپنے دشمن پر لمحوں کے اندر حملہ آور ہو کر تم اسے عرصہ خواب میں نقش
آب، گھلتے رازوں میں واہموں کی سیاہی اور دشت بے گیاه میں لکھی درد کی جگر کمانہ
کی طرح بنا دینے کی منائی بھی جانتے ہو۔ تم ایسے نوجوان ہو جو ظلمت کدوں کو آگ
کلیوں، جسموں کے آسب کو پھولوں کے خواب نگر اور زمانے بھر کی وحشوں کو
تھل برکھارت میں بدل سکتے ہو۔

دیکھ اور خان! تم میرے ان الفاظ سے یہ اندازہ لگا رہے ہو گے کہ میں تم
خوش کرنے کے لئے تمہاری تعریف کر رہی ہوں لیکن قسم نیلے جاودانی آسمان کی

حقیقت بیانی سے کام لے رہی ہوں۔ میں نے جو کچھ تمہاری ذات میں دیکھا ہے
ی کا اظہار کر رہی ہوں۔ اور ہاں میں تم سے یہ بھی کہوں کہ اگر میری معافی نہ ہو
فی ہوتی تو میں دنیا میں اپنے لئے اگر کسی مرد کو شوہر کی حیثیت سے پسند کرتی تو وہ
نہیں، تم ہی ہوتے۔

طیان کے یہ الفاظ سن کر اور خان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔
یان! تمہاری اس تعریف کا شکریہ۔ لیکن اب ہمیں یہاں کھڑے ہو کر وقت ضائع
میں کرنا چاہئے۔ فوراً یہاں سے کوچ کرنا چاہئے۔ ورنہ زیادہ دیر قیام کی صورت میں
ماں ہمارے لئے ان گنت مسائل اور خطرات بھی کھڑے ہو سکتے ہیں جواب میں
یان کچھ کہنے ہی والی تھی کہ جس گھاٹی سے وہ راہ روکنے والے باہر نکلے تھے اس میں
سی گھوڑے کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ اس پر اور خان چونک سا پڑا تھا اور اپنی
تلوار اور ڈھال اس نے سنبھال لی تھی۔ طیان نے بھی چونکتے ہوئے اپنی ڈھال اور
تلوار پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔

پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور جب آگے بڑھایا تو اس گھاٹی کی
بیدھ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک پتھر کے ساتھ ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اور خان
پنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر گھاٹی میں داخل ہوا۔ اندر جا کر وہ نیچے اترتا۔ پتھر سے بندھا
وا گھوڑا اس نے کھولا اس گھوڑے کو باگوں سے پکڑ کر شاہراہ پر آیا۔ پھر وہ طیان کو
مخاطب کر کے بولا میرے خیال میں یہ اس جوان کا گھوڑا ہے جو کو مستانی سلسلے کے اوپر
میرے تیر کی زد میں آ کر ہلاک ہو گیا تھا۔ اس گھوڑے کو بھی مار کر اور خان نے
شاہراہ کے مخالف سمت بھگا دیا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کا بندر بھی
بڑی تیزی سے جست لگاتا ہوا اور خان کے پیچھے بیٹھ گیا پھر اور خان اور طیان دونوں
پنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر اترار شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر مغرب کی سمت جا
رہے تھے۔

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور خان میرے بھائی کیا یہ جنگلی گھوڑا ہے جو تم پکڑنے میں کامیاب ہوئے ہو۔ حرمہ کی اس گفتگو پر قبیل خان اور طفول خان بھی بڑے شوق سے اس گھوڑے کو دیکھنے لگے تھے۔ اور خان بولا۔ ہاں اسی گھوڑے کو پکڑنے کے لئے میں اپنے گھر سے باہر رہا ہوں۔ لیکن اب یہ میرے ساتھ مانوس ہو چکا ہے۔ دونوں گھوڑوں کے پیچھے سیاہ رنگ کا جو تم بچھیرہ دیکھتے ہو یہ بھی جنگلی ہی ہے۔ اسے بھی پکڑنے میں، میں کامیاب رہا ہوں۔ اتنی دیر تک ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص بھی وہاں آیا اور آتے ہی اس نے اور خان کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ ایک بار پھر طیان کی طرف دیکھتے ہوئے اور خان بولا۔ طیان یہ میرے ماموں برہان الدین ہیں۔

قبیل خان اور طفول خان دونوں گھوڑوں اور بچھیرے کو حویلی کے اصطبل کی طرف لے گئے تھے۔ انہوں نے دونوں گھوڑوں کی زینیں اتار کر اور ان کے آگے پانی رکھنے کے بعد دانہ چارہ ڈال دیا تھا۔ بچھیرے کو بھی انہوں نے گھوڑوں کے قریب ہی باندھ دیا تھا۔ اتنی دیر تک اور خان، برہان الدین، حرمہ اور طیان حویلی کے دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ قبیل خان اور طفول خان بھی وہاں آگئے تھے۔ ان کے آنے کے بعد اور خان نے سب سے پہلے گھوڑے اور بچھیرے کو پکڑنے کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ سنائے پھر وہ طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان اب تم خود اپنی زبان سے اپنے پورے حالات سناؤ کہ کس طرح تم یہاں میرے ساتھ آنے پر مجبور ہوئیں۔ جواب میں طیان نے آہستہ آہستہ اور دھیمی آواز میں اسماعیلوں کے ہاتھوں اٹھائے جانے اور پھر اور خان کے مدد کرنے اور اپنے گھر لانے کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ طیان جب خاموش ہوئی تو برہان الدین کہنے لگا۔

اور خان، میرے بیٹے، میرے بچے تم نے اس لڑکی کی مدد کر کے ایک انتہائی نیک اور اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ اس کے بعد برہان الدین نے طیان کی طرف دیکھا اور بڑی شفقت سے اسے کہنے لگا۔ طیان اس گھر میں تم ہمارے لئے میری بیٹی حرمہ جیسی ہی ہے۔ تو جب تک چاہے اس گھر میں رہ اس کو اپنا ہی جان اس پر طیان بولی اور کہنے لگی آپ لوگوں کی اس میزبانی پر انتہا درجے کی ممنون ہوں۔ لیکن مجھے بہت

سورج دن بھر اپنی ریامتوں اپنے ہنر کے ثمر پھیلانے کے بعد تاریکیوں کے کاروانوں کے تعاقبوں میں اپنے ہی نقش پا کی جستجو میں مغرب کے برفانی دھند لکوں پر غروب ہو گیا تھا۔ سنار کی رنگ بھومی میں وقت کی یلغار کے اندر غبار راہ اور سیاہ شامیانوں جیسی تاریکی یکساں، چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ برنباری اب بھی جاری تھی۔ سایہ سایہ گھروں پر تیرگی کا راج رقص کرنے لگا تھا۔ بستی بستی قریہ قریہ شب کی قدیلیں روشن ہو گئی تھیں۔

ایسے میں اور خان، طیان کو لے کر اترار شہر کی ایک حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ ایک نوجوان نے کھولا تھا۔ اور اور خان کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر بے پایاں مسکراہٹیں نمودار ہوئیں پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھا اور اور خان سے لپٹ گیا۔ اس موقع پر اور خان نے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے۔ طیان یہ میرا چھوٹا بھائی قبیل خان ہے۔ پھر اور خان نے اپنے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا قبیل میرے بھائی، یہ جو لڑکی تمہارے سامنے کھڑی ہے اس کا نام طیان ہے۔ یہ کیسے اور کس طرح میرے ساتھ آئی یہ آرام گھر میں بیٹھ کر تمہیں اور سب کو اپنی داستان سنائے گی۔ اتنی دیر تک ایک اور جوان اور لڑکی بھی بھاگتے ہوئے وہاں آگئے تھے۔ وہ باری باری اور خان کو گلے لگا کر لے گئے۔ اور خان ایک بار پھر بولا اور طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان، نوجوان طفول خان میرا ماموں زاد ہے اور ساتھ یہ جو لڑکی ہے اس کا نام حرمہ ہے۔ میری ماموں زاد بہن ہے۔ میں ان سب کا ذکر تم سے پہلے ہی کر چکا ہوں۔

اتنی دیر تک قبیل خان اور طفول خان دونوں آگے بڑھے۔ اور خان اور طیان کے گھوڑوں کی باگیں انہوں نے پکڑ لی تھیں۔ اچانک حرمہ نے سیاہ رنگ کے گھوڑے

رازداری سے کہنے لگا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ جواب میں کمال الدین اور خان کے قریب آیا اور دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

اور خان، میرے بھائی۔ تم لوگوں کی سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم میں ان دیوں سازشوں کا جال بچھ گیا ہے۔ اس پر اور خان نے چونک کر کمال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کھل کر کہو۔ تمہارا اشارہ کن سازشوں کی طرف ہے۔ کمال الدین پھر بولا۔

علاء الدین خوارزم شاہ کا ماموں غار خان اور ہر دلعزیز سردار قتلخ خان سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون کے ساتھ مل کر تمہارے دوست اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے بڑے بیٹے جلال الدین کے بجائے اس کے چھوٹے اور سوتیلے بھائی ازلاق سلطان کو سلطنت کا ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اور خان یہ سن کر چونک اٹھا اور پوچھا۔

تمہیں اس بھیانک خبر کا کیسے علم ہوا۔ اس پر کمال الدین بولا ہم اس وقت سیدھے خوارزم سے تمہاری طرف آرہے ہیں۔ اور یہ خبر تمہیں پہنچانے آئے ہیں کہ اس موقع پر اگر تم جلال الدین سے گفتگو کر کے کچھ کر سکتے ہو تو کراؤ۔ ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔ اور خان! ہمارے بھائی۔ تم جانتے ہو کہ قتلخ خان جلال الدین کا بدترین دشمن اور مخالف ہے۔ قتلخ خان اور اس جیسے دوسرے سرداروں کے علاوہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون بھی جانتی ہے کہ جلال الدین یعنی علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سب سے بڑا بیٹا سب سے زیادہ قاتل اور لائق ہے۔ اور سلطان بھی سچے دل سے اس کا معترف ہے۔ اور یہ بھی کہ ہر لحاظ سے جلال الدین ہی سلطان کی جانشینی کا حقدار ہے لیکن قتلخ خان اور بعض دوسرے اراکین سلطنت نہیں چاہتے کہ جلال الدین ایسا مستبد اور سخت گیر آدمی ولی عہد بن کر انہیں من مانی کرنے سے روک دے۔ اس لئے وہ سلطان علاؤ الدین کی والدہ ترکان خاتون کے ساتھ مل کر جلال الدین کے بجائے اس کے بھائی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ ترکان خاتون نے بھی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی حامی بھر لی ہے۔ اس لئے کہ ازلاق سلطان کی ماں بھی ترکان خاتون کے قبیلے قہماق سے تعلق

جلد واپس جانا چاہئے۔ اس لئے کہ میرا بھائی اور میرا نانا میرے متعلق انتہا درجے کے پریشان ہوں گے۔ برہناری تھمتے ہی میں یہاں سے کوچ کرنا پسند کروں گی۔ اس پر برہان الدین بولا۔

ایسا ہی ہو گا میری بیٹی۔ جوں ہی برہناری تھمتی ہے اور خان خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئے گا۔ جواب میں طیان کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حویلی کے بیرون دروازے پر دستک ہوئی۔ اور خان نے اپنے بھائی قبیل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ قبیل دیکھو کون ہے۔ قبیل خان دیوان خانے سے نکل کر بھاگتا ہوا حویلی کے صدر دروازے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد قبیل خان لوٹا اور اپنے بھائی اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ حویلی پر دستک دینے والے آپ کے وہ دونوں اسماعیلی دوست ہیں۔ شاید کسی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر اور خان نے اپنے بھائی قبیل خان کو مخاطب کر کے کہا بھائی تم انہیں اندر لائے ہوتے اور برابر والے کمرے میں بٹھاد ہوتا۔ قبیل خان کہنے لگا میں ان سے کہا لیکن وہ بیٹھتے نہیں ہیں۔ وہ اپنے گھوڑوں کو بائیں تھامے صدر دروازے پر ہی کھڑے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم جلدی میں ہیں اور ایک اہم پیغام اور خان کو پہنچانے کے بعد ہم فوراً یہاں سے کوچ کر جانا چاہتے ہیں اور خان اٹھ کر دیوان خانے سے نکل گیا۔

اور خان جب حویلی کے صدر دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا دو نوجوان اپنے گھوڑوں کی بائیں پکڑے کھڑے تھے۔ اور خان آگے بڑھ کر ان دونوں سے گلے ملا کر شکوہ کرنے کے انداز میں وہ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کمال الدین اور قاتل خان میرے بھائیو۔ تم اس طرح اجنبیوں کی طرح حویلی سے باہر کیوں کھڑے ہو گے ہو۔ جب میرے بھائی قبیل خان نے تمہیں اندر آنے کو کہا تو تم نے کہا کہ ہم جلدی میں ہیں اور لوٹ جانا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر ایک نوجوان جس کا نام کمال الدین تھا بولا اور خان! ہمارے بھائی، ہمارے محسن، ہم اس وقت انتہا درجے کی عجلت اور جلدی میں ہیں۔ ہم تمہیں ایک انتہائی اہم پیغام پہنچا کر یہاں سے فوراً کوچ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہاں زیادہ دیر قیام کرنا خود ہمارے لئے خطرناک ہے۔ اور خان،

جلال الدین کے بجائے ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی کوشش کریں گے۔
یہاں تک کہنے کے بعد اور خان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنے ماموں برہان الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ماموں میرا خیال ہے کہ میں طیان کو اس کے گھر چھوڑنے کے بعد وہاں سے سیدھا خوارزم کی طرف نکل جاؤں گا۔ اور اس سلسلے میں جلال الدین سے بات کروں گا۔ ہو سکتا ہے اسے ان سارے حالات اور سازش کی خبر نہ ہو۔ اسے پورے حالات سے آگاہ کروں گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ قبل از وقت اطلاع ملنے پر اس اٹھنے والی سازش پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ برہان الدین بولا۔

اور خان! میرے بیٹے، تمہاری تجویز درست ہے۔ میرے خیال میں تم طیان کو اس کے گھر چھوڑنے کے بعد سیدھے خوارزم کی طرف نکل جانا۔ اس سلسلے میں جلال الدین سے بات کرنا۔ مجھے امید ہے کہ اگر اسے بروقت اطلاع کر دی گئی تو وہ اس سازش پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس موقع پر برہان الدین شاید کچھ کتا کہ طیان بولی اور اور خان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

اور خان میرے محسن اس موقع پر تم اگر محسوس نہ کرو تو میں بھی تم سے کچھ پوچھوں۔ جواب میں اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا ہاں پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ طیان کہنے لگی۔ راستے میں اسماعیلیوں کے حالات سناتے ہوئے تم نے مجھے بتایا تھا کہ یہ انتہائی خطرناک قسم کے لوگ ہیں اور مسلم اور غیر مسلم کا قتل کرنے میں کوئی تمیز نہیں رکھتے۔ پھر تم نے ان اسماعیلیوں کو کیسے دوست بنا رکھا ہے۔ اور خان نے جواب میں ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر وہ بولا۔

تمہارا سوال بڑا درست ہے طیان۔ یہ جو دو اسماعیلی جن کے نام میرے ماموں نے کمال الدین اور قاسم خان بتائے ہیں۔ یہ بے شک اسماعیلی ہیں اور اسماعیلیوں کے امام شیخ جلال الدین کے بہترین جاسوس اور فدائی خیال کئے جاتے ہیں۔ فدائین میں یہ سب سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ اور ان دونوں ان کے ذمے صرف جلال الدین کے حق میں اطراف و اکناف کے حکمرانوں کے خلاف جاسوسی کرنا ہے۔ یہ میرے دوست کچھ اس طرح بنے کہ ایک موقع پر ان دونوں کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ کچھ

رکھتی ہے۔ چند دن تک اگر ایسی خاموشی رہی تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جلال الدین کی جگہ ازلاق سلطان کا ولی عہد ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔

یہ خبر سننے کے بعد اور خان تھوڑی دیر تک گم سم سا رہا۔ پھر وہ چونکا اور کہے لگا کمال الدین میں تمہارا اور قاسم خان دونوں بھائیوں کا شکر گزار ہوں کہ تم لوگوں نے مجھے یہ خبر دی۔ میں انشاء اللہ عنقریب خوارزم کی طرف روانہ ہوں گا۔ اور اس سلسلے میں اپنے دوست جلال الدین سے بات کروں گا۔ کیا تم بیٹھو گے نہیں۔ کھانا کھا پھر یہاں سے کوچ کرنا۔ کمال الدین پھر بولا نہیں اور خان ہمارے بھائی، آپ ہمیر اجازت دیں۔ ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ اگر ہم جلدی اور غلبت میں نہ ہوتے ضرور آپ کے پاس قیام کرتے۔ اس کے ساتھ ہی کمال الدین اور قاسم خان نے باری باری اور خان سے مصافحہ کیا پھر وہ بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگا کر انہیں ہانکتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

اور خان جب واپس دیوان خانے میں آیا تو اس کا ماموں برہان الدین اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ میرے خیال میں تمہارے دوست کمال الدین اور قاسم خان ہوں گے۔ اور خان اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور بولا۔ آپ کا اندازہ درست ہے ماموں۔ وہ کمال الدین اور قاسم خان ہی تھے۔ برہان الدین پوچھنے لگا کیا کوئی اہم خبر لے کر آئے تھے۔ جواب میں اور خان بولا۔

ہاں وہ اہم خبر ہی لے کر آئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اپنے اس اترار شہر کا حاکم غار خان اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ماموں سلطنت خوارزم شاہ کے سردار اور لشکر میں سالار کی سی حیثیت رکھنے والے قتلخ خان کے ساتھ مل کر جلال الدین کے بجائے ازلاق سلطان کو سلطنت کا ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ غار خان اور قتلخ خان نے مل کر اس سلسلے میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ولدہ ترکان خاتون کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ترکان خاتون بھی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے پر رضامند ہو گئی ہے۔ اس لئے ازلاق خاتون کی ماں کا تعلق بھی ترکان قبیلے سے ہے جب کہ ترکان خاتون بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اس سلسلے میں بات چیت کریں گے۔ اور

میری بہن۔ حرمہ چمکتے ہوئے بولی۔ وہ یہ کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ایک بیٹی ہے جس کا نام خان سلطان ہے۔ سلطان کی بیٹیوں میں جلال الدین کی طرح وہ سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ دانش مند، سب سے زیادہ عقلمند اور ذہین ہے۔ اس کی منگنی میرے بھائی اور خان سے ہو چکی ہے اسی بناء پر میرا بھائی اور خان خوارزم میں اٹھنے والی اس سازش سے متعلق زیادہ فکر مند ہے۔ اس لئے کہ شہزادی خان سلطان اور جلال الدین دونوں ہی بہن بھائی ایک طبیعت اور ایک ہی مزاج کے مالک ہیں۔ اس پر طیان نے شکوؤں بھری آواز میں اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور خان جس وقت تم نے مجھے اپنے گھریلو حالات سے متعلق تفصیل بتائی تھی اس وقت تم نے شہزادی خان سلطان کا تو کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ حالانکہ میں نے تمہیں اپنے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے بتا دیا تھا کہ میری منگنی چنگیز خان کے بہترین سالار جی نویان کے بھائی اوتان سے ہو چکی ہے۔ تمہیں بھی مجھے تفصیل کے ساتھ شہزادی خان سلطان کے متعلق بتانا چاہئے تھا۔ اس میں چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور خان بولا۔ یہ کوئی اتنی اہمیت کی بات نہیں تھی۔ اسی بناء پر میں نے تم سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ بہر حال شہزادی خان سلطان سے میری نسبت طے ہے اور یہ نسبت خود سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے طے کی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود اور ان کا بڑا بیٹا جلال الدین مجھے پسند کرتے ہیں اور خان جب خاموش ہوا تو برہان الدین حرمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

حرمہ بیٹی! تم اٹھ کر کھانا تیار کرو دیکھو اندھیرا ہو چکا ہے۔ بھائیوں کو بھوک لگی ہو گی۔ اس پر حرمہ اپنی جگہ سے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ طیان بھی کھڑی ہو گئی اور حرمہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ حرمہ اس پر رضا مند ہو گئی۔ لہذا حرمہ اور طیان دونوں دیوان خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئیں۔ جب کہ اور خان، برہان الدین، قبیل خان اور طفول خان وہیں بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ دو روز بعد جب برہناری تھم گئی تو اور خان طیان کو لے کر اس کی بہتی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

لوگ ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور ان دونوں کے قتل کے در پے تھے۔ لیکن میں آڑے آگیا اور ان دونوں کی جان بچائی بس تب سے یہ میرے ممنون ہیں۔ مجھے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔ اور ہر وہ خبر جس میں میری بہتری ہو مجھے پہنچاتے ہیں اور ہر وہ اقدام جس میں میرے نقصان کا خطرہ ہو اس سے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیتے ہیں۔ اور خان کا یہ جواب سن کر طیان مطمئن اور پرسکون ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر دوبارہ پوچھنے لگی اور یہ جو آپ لوگ جلال الدین اور اس کے بھائی ازلاق سلطان سے متعلق ولی عہد کی سازش کئے جانے کی گفتگو کر رہے ہیں کیا اس سے متعلق بھی میرے لئے آپ لوگ کچھ روشنی ڈالیں گے۔ اس پر اور خان پھر بولا۔

طیان۔ تمہارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پانچ بیٹے ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام جلال الدین ہے۔ یہ انتہائی قابل، بڑا لائق، جراتمند، دلیر اور شجاع ہے۔ اس کے علاوہ دیگر چار بیٹوں کے نام، ازلاق سلطان، آق سلطان، غیاث الدین، اور رکن الدین ہیں۔ انصاف سے دیکھا جائے تو ولی عہد جلال الدین کو ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ قابلیت اور دانشمندی کی بناء پر بھی ولی عہد ہونے کا حق دار ہے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے بھی اسی کو ولی عہد بنانا چاہئے۔ لیکن کچھ سردار جن میں اس اترار شہر کا حاکم غاز خان بھی شامل ہے جو سلطان علاؤ الدین کا ماموں اور ترکان خاتون کا بھائی ہے وہ سلطان علاؤ الدین کی ماں ترکان خاتون کے ساتھ مل کر جلال الدین کے بجائے ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ازلاق سلطان کی ماں کا تعلق بھی اسی قبیلے سے ہے جس قبیلے سے سلطان علاؤ الدین کی ماں ترکان خاتون کا تعلق ہے۔ بس میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑنے کے بعد سیدھا خوارزم جاؤں گا۔ اور جلال الدین کو اس سازش سے آگاہ کروں گا۔

اور خان جب خاموش ہوا تو حرمہ تیز نگاہوں سے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اور خان میرے بھائی تم میری بہن طیان کو ایک بات جان بوجھ کر شاید نہیں بتا رہے۔ اس پر طیان چونک کر حرمہ کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر بولی وہ کون سی بات ہے

جواب میں طیان کہنے لگی تانا آئیں پہلے دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں۔ پھر میں آپ کو تفصیل کے ساتھ بتاتی ہوں۔ کہ مجھ پر کیا گزری۔ بلداق پہلے حرکت میں آیا۔ اس نے دونوں گھوڑوں کو لے کر اصطبل میں باندھ دیا۔ سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔ اس کے بعد طیان نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی بستی کے باہر سے اسماعیلیوں کے ہاتھوں اغوا ہونے، اسے ان کے قلعہ الموت کی طرف لے جانے، راستے میں اورخان کے مدد کرنے، پھر اپنے گھر لے جانے، تک سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

اس موقع پر طیان کے بھائی بلداق نے سراپنے کے سے انداز میں اورخان کی طرف دیکھا اور وہ کچھ کہنا بھی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا تانا بلکوت بول پڑا اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اورخان، ہمارے محسن، ہمارے مہمان، ہم جس قدر تمہارا شکریہ ادا کریں وہ کم ہے کہ تم نے ہماری بیٹی کی عزت و آبرو بچائی۔ میں تیرے جیسے مسلم نوجوان کو سلام پیش کرتا ہوں کہ تو میری بیٹی کی جان اور عزت بچا کر اپنے گھر لے گیا اور اسے بحفاظت ہم تک پہنچایا۔ یہاں تک کہنے کے بعد بلکوت جب خاموش ہوا تو اس بار طیان کا بھائی بلداق بولا۔

دیکھ ہمارے مہمان، ہمارے محسن، میں اور میرا تانا طیان کے لئے بڑے پریشان اور فکر مند تھے۔ تم نے میری بہن کی مدد کر کے ہم پر ایسا احسان کیا ہے جسے ہم اتار نہیں سکتے۔ میں ایک بار پھر تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو میری بہن کے کام آیا۔ اس موقع پر اورخان اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ بلکوت اور بلداق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان کی عزت آبرو اور اس کی جان میں نے اپنا فرض سمجھ کر بچائی تھی۔ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں میرا مزید شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ لوگ مجھے اجازت دیجئے میں رخصت ہوں گا۔ یہ سن کر طیان کا تانا بلکوت اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ نہیں بیٹے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم اتنی جلدی اجنبیوں کی طرح اس گھر سے کیسے اور کیوں کر رخصت ہو سکتے ہو۔ اورخان بولا

راستے میں میرے اور طیان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں یہاں زیادہ دیر

اورخان اور طیان ایک روز کوستان آلائی اور کوستان تھان شیان کے درمیان ٹکان نام کی ایک بستی میں داخل ہوئے۔ طیان کے پیچھے پیچھے اورخان ایک حویلی میں داخل ہوا۔ دونوں آگے پیچھے اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے جس حویلی میں داخل ہوئے تھے اس کا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ جوں ہی دونوں اس حویلی کے صحن میں آئے ایک کمرے سے ایک بوڑھا نکلا۔ اس بوڑھے نے جب طیان کو دیکھا تو وہ شور کرنے لگا۔ بلداق بلداق میرے بیٹے بھاگ کر آؤ دیکھو تو کون آیا ہے۔ اس بوڑھے کے اس طرح پکارنے پر ایک نوجوان اس کے پیچھے پیچھے ایک باریش شخص بھی بھاگتے ہوئے صحن میں آگئے تھے۔ طیان نے ایک دم اپنے گھوڑے کی پیٹھ چھوڑی پھر وہ بھاگ کر پکارنے والے بوڑھے سے بغلیں ہو گئی۔

اورخان صحن میں ایک جگہ رک گیا تھا۔ حویلی کے اندرونی حصے سے نکلنے والے تینوں اشخاص کو لے کر طیان اورخان کے قریب آئی پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اورخان یہ بہن سے میں گلے لگ کر ملی ہوں یہ میرے تانا بلکوت ہیں۔ یہ نوجوان جو تم میرے ساتھ دیکھ رہے ہو میرا بڑا بھائی بلداق ہے۔ اور یہ جو باریش شخص ہیں یہ میرے تانا کے استاد نظام الدین ہیں۔ وہ مسلم راہنما جن کے ہاتھوں میرے تانا نے اسلام قبول کیا۔ پھر طیان، بلکوت، بلداق اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی یہ آپ کے سامنے کھڑا ایک مسلم جوان ہے۔ اس کا نام اورخان ہے۔ اس نے میری جان اور عزت بچائی ہے۔ جواب میں بلکوت، نظام الدین اور بلداق نے آگے بڑھ کر بڑی خوش مزاجی سے اورخان کے ساتھ مصافحہ کیا۔ پھر طیان کا تانا بلکوت طیان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

بیٹی ہم لوگ گزشتہ کئی دن سے فکر مند ہو رہے تھے۔ تو کہاں چلی گئی تھی۔

نہ میرے ماموں جن کا نام برہان الدین ہے اسے اپنے اصطبل میں لے گئے تھے اور اسے کہا تھا کہ بیٹی یہاں سے جو گھوڑا تم پسند کرتی ہو لے لو۔ اس نے میرے ذاتی بڑوں میں سے سفید رنگ کا گھوڑا پسند کیا۔ یہ میرا سدھایا ہوا گھوڑا ہے۔ پہلے بے پاس ایک یہ سفید اور ایک سرخ اب میرے پاس تین ہیں۔ تیسرا یہ جو اس نے تمہارے سامنے سیاہ رنگ کا کھڑا ہے۔ یہی گھوڑا تھا جو میں نے اترار شہر کے نی کوستانی سلسلے سے پکڑا تھا۔ اب یہ سفید رنگ کا گھوڑا طیان ہی کے پاس رہے گا۔ کیونکہ اس گھوڑے کو میرے ماموں نے طیان کو تحفہ میں دے دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اور خان نے آگے بڑھ کر سیاہ رنگ کے اس جنگلی گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ کے بعد اس نے باری باری بلکوت، بلدق، اور نظام الدین سے مصافحہ کیا اور الوداعی سی نگاہ اس نے طیان پر ڈالی۔ گھوڑے کو لے کر وہ حویلی سے نکلا۔ اس سوار ہو کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔



ایک روز صبح ہی صبح اور خان خوارزم شہر کی قصر شاہی کے سامنے نمودار ہوا۔ تک قصر شاہی کا ایک غلام قصر کے صدر دروازے کی طرف سے بھاگتا ہوا اور خان پاس آیا۔ اور خان کو اس نے بڑی ارادتمندی سے سلام کیا۔ پھر اس کے گھوڑے باگ پکڑتے ہوئے کہنے لگا۔ محترم و عزیز اور خان آپ کب اور کس وقت خوارزم میں داخل ہوئے۔ اور خان اپنے گھوڑے سے اتر کھڑا ہوا اور غلام سے مصافحہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ میں ابھی ابھی آیا ہوں اور ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں وہ جلال الدین سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ غلام بولا۔ میں آپ کے گھوڑے کو لیل میں باندھتا ہوں۔ پھر آپ کو شاہی مہمان خانے میں بٹھا کر جلال الدین کو آپ آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ اور خان چپ چاپ اس غلام کے پیچھے ہو لیا۔

اس غلام نے اور خان کے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ دیا۔ اور خان کو اس شاہی مہمان خانے میں بٹھایا اور خود وہاں سے نکل گیا۔ جس کمرے میں اور خان بیٹھا تھا توڑی ہی دیر بعد اس کمرے میں اور خان کی

نہیں رکوں گا۔ اور طیان نے بھی میرے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ زیادہ رکنے پر ا نہیں کرے گی۔ وہ جانتی ہے کہ میرا ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرنا اور د جانا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ اس پر بوڑھے بلکوت نے احتجاجی نگاہوں سے نواسی طیان کی طرف دیکھا۔ جواب میں طیان بولی

نانا اور خان ٹھیک کہتا ہے۔ معاملہ ہی اس کے ساتھ کچھ ایسا پیش آ رہا ہے اسے یہاں سے غلٹ میں روانہ ہونا پڑ رہا ہے۔ اس لئے کہ اسے ایک انتہائی اہم کی ادائیگی کے لئے خوارزم شہر کی طرف جانا ہے۔ نانا آپ اسے زور دے کر روکیں۔ جس کام کے لئے اس نے جانا ہے اس میں اس کی ہی نہیں اور بہت لوگوں کی بہتری ہے۔ یہ سن کر بلکوت ہار ماننے کے سے انداز میں بولا۔

طیان میری بیٹی اگر تو کہتی ہے تو میں اسے روکنے پر اصرار نہیں کروں گا۔ تو یہ سمجھتی ہے کہ اس کا یہاں سے جانا انتہائی ضروری ہے تو پھر میں اس کی راہ روکوں گا۔ بلکوت کا جواب سن کر اور خان اور طیان دونوں خوش ہو گئے۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اور خان یہاں سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے ایک وعدہ کرو۔ ہو سکتا عنقریب میری شادی ہو۔ شاید ہم دونوں بہن بھائیوں کی شادی اکٹھی ہی ہو۔ لہذا ہم دونوں بہن بھائیوں کی شادی ہوگی تو میں ایک قاصد کو تمہاری طرف روانہ کی۔ وعدہ کرو کہ تم اپنے سارے اہل خانہ کو ساتھ لے کر میری اور میرے بھائی شادی میں شرکت کرو گے۔ اور خان بولا۔ طیان جب وہ وقت آئے گا تو میں مایوس نہیں کروں گا۔ لیکن اس وقت آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔ یہ کہہ کر وہ کھڑا ہوا۔

بلدق بھی فوراً حرکت میں آیا اور دونوں گھوڑوں کو وہ اصطبل سے لایا۔ اس موقع پر اور خان بلدق کو مخاطب کر کے بولا۔ بلدق یہ تم دوسرا گھوڑا لے آئے ہو۔ بلدق بولا یقیناً یہ گھوڑا آپ لوگوں نے ہی طیان کو مہیا کیا ہو گا۔ یہ آپ کی ملکیت ہے۔ اسے آپ کو واپس لے جانا چاہئے۔ اور خان یہ سن کر تبسم میں کہنے لگا۔ بلدق جس وقت طیان میری حویلی سے رخصت ہو رہی تھی

وہ جلال الدین کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی اورخان اپنی جگہ سے اٹھا۔ تیزی سے آگے بڑھا۔ اتنی دیر تک جلال الدین نے بھی اپنے بازو پھیلا دیئے اورخان بھاگ کر جلال الدین سے لپٹ گیا۔

دونوں علیحدہ ہوئے۔ پھر دونوں ہی شہزادی خان سلطان کے سامنے بیٹھ گئے۔ کے بعد شہزادہ جلال الدین اورخان کو مخاطب کر کے بولا۔ اورخان جو غلام مجھے نے کیا تھا اس نے مجھے اطلاع کی تھی کہ تم کسی انتہائی اہم کام کے موضوع پر مجھے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہو۔ اورخان تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر جلال الدین کو ب کہ کر کے بولا۔

جلال الدین میرے بھائی میں واقعی ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ سردار قتلخ خان اترار کے حاکم غائر کے ساتھ مل کر آپ کے بجائے آپ کے بھائی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی ن کر رہا ہے۔ اور اس سازش میں آپ کے والد محترم کی والدہ محترمہ ترکان بھی شامل ہیں۔ میں آپ سے بس یہی کہنے آیا ہوں کہ اس سازش سے آگاہ اور سازشیوں کو ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اورخان کے اس اف پر جلال الدین تھوڑی دیر تک اپنی گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر وہ اپنے پر زبان پھیرتے کہنے لگا۔ اورخان میرے عزیز تمہارے اس طرح فکر مندی سے اور یہ اطلاع دینے پر میں تمہارا بے حد شکر گزار اور ممنون ہوں۔ لیکن اس ن کی مجھے پہلے سے اطلاع ہے۔ اور یوں جانو کہ یہ سازش اب مکمل ہو چکی ہے۔ اورخان بڑی فکر مندی سے جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ مکمل آنے سے جلال الدین تمہارا کیا مطلب ہے۔ جلال الدین کہنے لگا۔ مطلب یہ کہ والد محترم سلطان علاء الدین نے میرے بجائے میرے سوتیلے بھائی ازلاق سلطان کو عہد مقرر کر دیا ہے۔ اورخان نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ اور آپ نے ایسا آسانی ہو جانے دیا۔ جلال الدین دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

اورخان! میں ان بیٹوں میں سے نہیں ہوں جو ماں باپ کے خلاف بغاوت کر رہے ہیں۔ میں ان بیٹوں میں سے نہیں ہوں جو تخت و تاج کی خاطر اپنے والد یا

منسوبہ اور خوارزم کی شہزادی خان سلطان داخل ہوئی۔ جس کمرے میں اورخان ہوا تھا اس کمرے کے دروازے پر رک گئی اور اورخان کو دیکھنے لگی۔ اس کی پلٹے دروازے کی طرف تھی۔

شہزادی خان سلطان تھوڑی دیر تک دروازے کے پاس کھڑی رہی اور محویت، بڑے رجحان سے وہ اورخان کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے لب میگوں، انوکھی مسکراہٹ، اس کے رخ گلمکوں پر اک ناہیدہ خوشی بکھری ہوئی تھی قامت میں وہ خرمہ کے شیریں شجر جیسی دراز قد۔ محبت کے سپنوں، لعل بدخشاں خوبصورت ہرے بید کی شاخ جیسی نازک خوشبوئے عروساں، طلسمات کی دنیا جیسی خنداں اور اپنی ذات میں وہ چشم ساحر کی سی سحر انگیزی رکھتی تھی۔

شہزادی خان سلطان تھوڑی دیر تک اس کمرے کے دروازے پر کھڑی اورخان کو دیکھتی رہی پھر اپنی مترنم اور شیریں آواز میں بولتے ہوئے کہا۔ کیا تم آسکتی ہوں۔ خان سلطان کی آواز سننے ہی اورخان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ اس نے خان سلطان کی طرف دیکھا اور اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ پھر اس نے محبت بھری آواز میں کہا۔ خان سلطان تمہیں کمرے میں مجھ سے اجازت لے کر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خان سلطان ہوتی آگے بڑھی اور اورخان کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد خان سلطان اورخان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔ اورخان آپ کب خوارزم شہر میں داخل ہوئے۔ بولا۔ میں ابھی ابھی آیا ہوں۔ لیکن تمہیں میرے آنے کی خبر کیسے ہوئی۔ یہ خان سلطان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ خوارزم شہر یا شاہی قصر میں داخل اور مجھے خبر نہ ہو کہ آپ آئے ہیں۔ جس غلام نے آپ کا گھوڑا اصطبل میں اور آپ کو اس کمرے میں بٹھایا اس نے مجھے اطلاع کی تھی کہ آپ قصر شاہ داخل ہوئے ہیں۔ اور انی جلال الدین سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے تھا میں سب کچھ چھوڑ کر آپ سے ملنے کے لئے اس طرف آگئی۔

شہزادی خان سلطان کی اس گفتگو کے جواب میں اورخان کچھ کہنے ہی دا

رخان نے قیام کیا اور تیسرے روز وہاں سے اترار شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔



بھائیوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ یہ میرے خلاف ایک سازش اور اس سازش میں میری دادی ترکان خاتون کے علاوہ سردار قتلخ خان اور والد سلطان علاؤالدین کا ماموں اترار شہر کا حاکم غار خان شامل ہیں لیکن پھر بھی والد کے احترام میں اور خان میں اپنی زبان بند رکھوں گا۔ میں نے عہد کر رکھا جس طرح میں اپنے والد اور اپنی دادی کا احترام اس حادثے سے پہلے کیا کرتا ہی احترام اور ویسی ہی عزت میں ازلاق سلطان کے ولی عہد مقرر کئے جانے بھی کروں گا۔ اور خان میں ولی عہدی حاصل کرنے کی خاطر اپنے باپ کے بغاوت نہیں کر سکتا۔ اپنے بھائیوں کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈال سکتا۔

جلال الدین کے اس جواب پر اور خان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر رغبت بڑے لگاؤ سے جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ جلال الدین بھائی تم واقعی بڑے عظیم ہو۔ تم واقعی سلطان علاؤالدین کے سب سے اعلیٰ اور سب سے دانشور بیٹے کہلائے جانے کے حقدار ہو۔ میرے خیال میں جب سازش مکمل ہو چکی ہے تو میں ابھی یہاں سے رخصت ہونا پسند کروں گا۔

اور خان کے اس فیصلے پر جلال الدین کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ ہوئی۔ وہ کہنے لگا۔ نہیں اور خان۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم اس محل میں کوئی نہیں ہو۔ تم میری بہن سلطان خان کے منسوب ہو۔ جو اس وقت تمہارے بیٹھی ہوئی ہے۔ اس سے پوچھو کیا یہ تمہیں ابھی اور اسی وقت رخصت ہو گی۔ اور خان نے غور سے خان سلطان کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر خان سلطان باریک سرخ لبوں پر دھیمی دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے نفی میں دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اور خان کو رخصت ہونے کی اجازت نہیں دے دیکھ کر جلال الدین مسکراتے ہوئے بولا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اب تو مجھے رکنا ہی پڑے گا۔ جلال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تم دونوں یہاں بیٹھ کر باتیں کرو، میں تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جلال الدین وہاں سے چلا گیا۔ اور خان سلطان دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔ دو روز تک خواہ

تاصدوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت کی شمالی سرحدیں ہماری جنوبی سرحدوں کے ساتھ آن ملی ہیں۔ اس کے علاوہ اب تک اس ملاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنی سلطنت کو بڑی تیزی سے پھیلایا ہے۔

اپنے مرکزی شہر سے نکل کر اس علاؤالدین خوارزم شاہ نے تہریز اور تالکان کو زیر کیا۔ ازفر اور بھستان کو مغلوب کیا پھر اس کی طاقت اور قوت ایسی پھیلی کہ اس نے سمران، کرمان تک کی سرزمینوں کو روند ڈالا اس کے بعد ماورالنہر کو اس نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد بھی یہ سلطان چین سے نہیں بیٹھا۔ بلکہ یہ غزنی فیروز کوہ، شاش، فرغانہ، اسمان اور کاشان شہروں پر حملہ آور ہوا۔ ہر شہر کی اس نے اینٹ سے اینٹ بجائی اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

سنو، میرے ذی عزت سالارو! خلیفہ بغداد کے قاصدوں نے مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی شمالی سرحدیں چینی ترکستان تک اور جنوب میں سلطنت قلات تک پھیل چکی ہیں۔ بڑے بڑے اور تجارت کے مرکز شہر اس کی سلطنت میں شامل ہو چکے ہیں۔ جو بھی قاصد میری طرف آتے ہیں وہ سلطان علاؤالدین کی بہادری، اس کی جرات مندی، اس کی دلیری اور اس کے نڈر ہونے کی تعریف کرتے ہیں۔ لہذا میں نہیں چاہتا کہ ایسے دلیر اور جراتمند سلطان کے ساتھ ٹکرایا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے تجارتی لین دین کر کے اس کا قرب حاصل کیا جائے تاکہ آنے والے دنوں میں کبھی ہمارے اور اس کے درمیان ٹکراؤ نہ ہو۔

تجارت کی ابتدا کرنے سے پہلے میں ایک وفد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں اور اس کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ اگلا قدم اٹھانے سے پہلے اس کا رد عمل دیکھ لیا جائے۔ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ چنگیزخان کے سالاروں اور اس کے بیٹوں نے چنگیزخان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہذا یہ طے پایا کہ ایک خیر سگالی وفد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیا جائے تاکہ اس سے میل جول ہو اور دونوں سلطنتوں کے تعلقات بہتر بنا کر امن و آئشی کو فروغ دیا جائے۔

اسی فیصلے کے تحت چنگیزخان نے چند اچھی ملاؤالدین خوارزم شاہ کی خدمت

صحرائے گوبی میں چنگیزخان اپنے محل نما خیمے میں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے چاروں بیٹے، جوچی، چغتائی، اوندائی اور تولوئی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک اسی خیمے میں چنگیزخان کے بہترین جرنیل سوہدائی خان، جی نویان اور چارمغان داہ ہوئے۔ چنگیزخان کے سامنے اس کے بیٹوں کے رویہ بیٹھ گئے تھے۔ ان تین سالاروں کے آنے کے بعد اور بہت سے سالار بھی خیمے میں داخل ہوئے اور داہ بائیں لگی کھٹوں پر بیٹھ گئے تھے۔ جب سب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو چنگیزخان بولا اور اپنے ان سارے سالاروں اور بیٹوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو، میرے سالارو اور میرے بیٹو! نیلا جاودانی آسمان گواہ ہے کہ میں نے لوگوں کو آج ایک انتہائی اہم مسئلہ حل کرنے کے لئے طلب کیا ہے۔ تم لوگ جاہلو ہو گے کہ ماضی قریب میں بغداد کے خلیفہ کے علاوہ اور بہت سے حکمرانوں کے قہ میرے پاس آتے رہے ہیں اور مجھے اس بات کی اطلاع دیتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بڑی قوت، بڑی طاقت اور اعلیٰ پائے کی حکمرانیت حاصل کر لی ہے۔ انھوں نے مجھے یہ بھی تنبیہ دی تھی کہ آس پاس سارے علاقوں اور ریاستوں کو اپنا زیر اور مغلوب کرنے کے بعد یہ خوارزم شاہ کسی روز مغلوں پر حملہ آور ہو گا لہذا مغلوں کو چاہئے کہ پہلے ہی علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو کر اس کی طاقت اور قوت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔ لیکن میں اس پر عمل نہیں کیا۔ کسی بھی قاصد کی ترغیب کو زیر غور نہیں لایا۔ اب مزید بغداد کے خلیفہ کی طرف سے گزشتہ دن میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھے ترغیب دی ہے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ ایسی قوت حاصل کر چکا ہے کہ وہ کسی وقت صحرائے گوبی کا رخ کر کے ہماری جاہی کا باعث بن سکتا ہے۔ خلیفہ بغداد کے

مشرق اور مغرب کی طرف پھیلانے تو دونوں ہاتھ کی تلواروں کے سرے افق مشرق اور افق مغرب تک پہنچ گئے۔ یہ خواب اس نے اپنی ماں سے بیان کیا تو اس کی ماں کو یقین ہو گیا کہ اس کا بیٹا مشرق اور مغرب کے تمام لوگوں کو تنبیہ اور آگاہ کرے گا اور اس کے ہاتھوں سے بڑی خون ریزی ہوگی۔ چنگیزخان کی ماں نے اس کے خواب کی یہ تفسیر اس لئے کی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ جب اس کا بیٹا تموچین پیدا ہوا تو اس کے ہاتھوں کی دونوں مٹھیاں بند تھیں اور جب ان کو کھولا گیا تو ان دونوں ہاتھوں میں منجمد خون تھا۔ اس منجمد خون کو دیکھ کر اس وقت سب کی یہی رائے تھی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر خونریزی کا باعث بنے گا۔

سلطان محترم! چنگیزخان کے دوبار میں ایک بہت بڑا عابد و زاہد شخص شامل ہوا۔ اس کا نام تب تنگزی تھا۔ یہ شخص بڑا قابل تعظیم اور ذی عزت تھا۔ ایک روز یہ تموچین یعنی چنگیزخان کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک سرخ آدی کو جو سرخ لباس میں سرخ گھوڑے پر سوار تھا دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تموچین سے جا کر کہدے کہ وہ آج کے بعد اپنا نام تموچین سے تبدیل کر کے چنگیزخان رکھ لے۔ اس لئے کہ اس کائنات کے خالق و مالک کا منشاء یہی ہے۔

اس نے تب تنگزی کی بات کو تسلیم کر لیا اور اپنا نام تموچین سے بدل کر چنگیزخان رکھ لیا۔ سلطان محترم! چنگیزخان خوب طویل القامت اور مضبوط جسم کا شخص ہے۔ وہ ہمیشہ لڑائی کے وقت صف اول میں نظر آتا ہے۔ اور جس طرف حملہ آور ہوتا ہے۔ دشمن کی صفوں کی صفوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کی غیر معمولی فتوحات کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس کے بیٹے بھی اس کی طرح سپاہیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ نیز اس نے مغلوں کو آپس میں رکاوٹیں دور کر کے ایک قبیلے میں پرو کر رکھ دیا ہے۔

سلطان محترم! چنگیزخان نے پانچ شادیاں کی ہیں اور اس کی پانچویں بیویاں مختلف قبائل اور مختلف قوموں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس طرح اس کے سرالی قبائل بھی اس کو اپنا رشتہ دار سمجھ کر دل سے اس کی خیر خواہی میں مصروف رہتے ہیں۔ چنگیزخان مغلوں کی قوم میں بڑا عقلمند اور دور اندیش خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی

میں ایک خط دے کر روانہ کئے۔ یہ اپنی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے چنگیزخان کا خط انہوں نے سلطان کو پیش کیا۔ چنگیزخان نے سلطان کے نام خط میں لکھا تھا۔ میں نے اس قدر وسیع ممالک فتح کر لئے۔ میرے زیر فرمان اس قدر جنگیں قبائل ہیں کہ اب مجھے دوسرے ملکوں کو فتح کرنے کی آرزو اور تمنا نہیں ہے۔

اسی طرح تم بھی بہت سے ملکوں پر قابض اور متصرف ہو اور بڑے بادشاہ ہو مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں آپس میں محبت اور دوستی کا عہد کریں تاکہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے مطمئن رہے اور صلح اور فلاح خلافت میں اطمینان کے ساتھ مصروف ہو جائیں۔

اس خط میں چنگیزخان نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں تم کو اپنے بیٹے کی طرح عزت سمجھوں گا۔ اس خط کو پڑھ کر سلطان خوارزم شاہ نے بظاہر چنگیزخان کے سفیروں کو بڑی خاطر مدارات کی اور دوستی کا عہد نامہ بھی لکھ دیا۔ مگر خط کے اس آخری لفظ پر بیٹے والے فقرے کو اس نے ناپسند کیا اور اپنی تحقیر سمجھا۔ تاہم دونوں مملکتوں میں عہد نامہ ہو گیا اور دونوں ملکوں کے درمیان تجارت کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا۔

جب یہ معاہدہ ہو چکا تو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے چنگیزخان کے وفد۔ اراکین کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ جب یہ لوگ سلطان علاؤالدین کے سامنے گئے سلطان نے چنگیزخان کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ مثلاً "یہ کہ چنگیزخان کے لشکر کا تعداد کس قدر ہے۔ اس کی سلطنت کی حدود کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ چنگیزخان اب تک کون کون سی فتوحات حاصل کی ہیں اور یہ کہ اس کے ملک کی اقتصادی حالت کیسی ہے۔ جب وفد کے ارکان نے سب سوالوں کے جواب سلطان کو تسلی بخش دیے تب سلطان ایک بار پھر وفد کے ان ارکان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اب تم لوگ مجھے چنگیزخان کی ذات اور اس کی زندگی سے متعلق بھی تفصیل سے بتاؤ۔ اس پر ایک بولا۔

سلطان محترم! چنگیزخان کا اصل نام تموچین ہے۔ یہ چنگیزخان کیسے بنا اس تفصیل میں آپ سے بعد میں کہتا ہوں۔ چنگیزخان جب بچہ تھا اس نے ایک خواہ دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہیں۔ جب اس نے اپنے دونوں ہا

وجہ منگولوں کی غیر معروف قوم ساری دنیا میں مشہور ہو گئی ہے۔ اس نے ۔۔۔ کے نہایت اچھے اور پختہ اصول ایجاد اور قائم کیے ہیں۔ وہ اس بات سے واقف ہے کہ منگولوں کی وحشی اور جاہل قوم کو کسی وقت بیکار نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ورنہ پھر یہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ بھڑ کر اپنی اور چنگیزخان کی تباہی کا باعث بن جائیں گے۔

چنانچہ انہی خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے چنگیزخان نے ایک طرف مغلوں کو اتحاد اور اتفاق کی خوبیاں سمجھانے میں خاص توجہ سے کام لیا۔ دوسری طرف اس نے ایسے آئین و قوانین قائم کئے کہ مغلوں کی فوج کسی وقت بھی بیکار نہ رہے۔ چنانچہ اس نے ایک مجموعہ قوانین مرتب کیا۔ جسے تعزیرات چنگیزی کہا جاتا ہے۔ اپنے اس تعزیرات چنگیزی پر چنگیزخان بڑی سختی سے عمل کرواتا ہے۔

اس ملاقات کے بعد سلطان علاؤالدین نے چنگیزخان کے وفد کے ان اراکین کو واپس جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس کے بعد بھی چند روز تک چنگیزخان کے وفد کے ان اراکان نے خوارزم میں قیام کئے رکھا اور مختلف معلومات اکٹھی کرتے رہے۔ ان کے اس قیام کے دوران خوارزم شہر میں یہ افواہیں اڑنے لگیں کہ بظاہر یہ خیر سگالی وفد ہے لیکن حقیقی طور پر چنگیزخان نے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے لئے اس وفد کو روانہ کیا ہے۔ بہر حال یہ وفد خوارزم سے رخصت ہوا اور رخصت کے وقت سلطان علاؤالدین نے انہیں تحفے تحائف بھی عطا کئے۔

اس وفد کے اراکان جب صحرائے گوبی میں چنگیزخان کے سامنے گئے تو اس نے سلطان علاؤالدین سے متعلق ویسی ہی معلومات حاصل کیں۔ جیسی سلطان علاؤالدین نے چنگیزخان سے متعلق وفد کے ان اراکان سے حاصل کی تھیں۔ اس موقع پر وفد کے اراکان میں سے ایک نے چنگیزخان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

نان اعظم! خوارزموں کا شہنشاہ علاؤالدین بھی تمہاری طرح ایک خانہ بدوش قوم ہے۔ تعلق رکھتا ہے۔ اس کے آباؤ اجداد سلجوق اعظم ملک شاہ کے غلام اور کاسہ بردار رہ چکے تھے۔ اس کے علاوہ شہنشاہ علاؤالدین ایک سچا ترک سپاہی ہے۔ عسکریت اس کی جبلت میں ہے۔ سیاسی نکتوں کی تمہ تک وہ آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ بہر حال

جہاں تک ہم نے اس کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اس کے بجل کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔

اس کے علاوہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑا سفاک اور بڑا ستم گر بھی ہے۔ اور وقتی جذبے کی تسلی کے لئے اپنے ساتھیوں کو اکثر قتل بھی کروا دیتا ہے۔ کہتے ہیں خوارزم شاہ کو ملک گیری کی بھی بڑی ہوس ہے۔ اور وہ خوشامد پسند بھی بہت ہے۔ نمازی کے خطاب سے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس کے ورثہ باری شاعر قصیدوں میں اسے سکندر ثانی کہتے ہیں۔

شہنشاہ خوارزم شاہ کے پاس اس وقت چار لاکھ نبرد آزما فوج ہے۔ اس میں زیادہ تر خوارزمی شامل ہیں۔ دوسرے قبائل مثلاً "سلجوقی اور دیگر قبائل بھی اس کے لشکر میں شامل ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے جنگی ہاتھیوں کی قطار در قطار مسلح جوانوں، اونٹوں اور غلاموں کی صفیں در صفیں اس کے ہمراہ رہتی ہیں۔

سلطان علاؤالدین کی سلطنت کی پشت پناہ اس کے وہ بڑے بڑے شہر ہیں جو دریاؤں کے کنارے آباد ہیں۔ مثلاً "بخارہ جو اپنی مساجد اور مدرسوں کی وجہ سے دنیائے اسلام کا مرکز ہے۔ سمرقند جو اپنی بلند وبالا دیواروں اور باغوں اور تفریح گاہوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ "بلخ ہرات اور خراسان بھی سلطان علاؤالدین کی سلطنت کے قلب خیال کیے جاتے ہیں۔

خان اعظم، سلطان علاؤالدین نے اپنی سلطنت کو اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی نہ شروع ہو جائے چار حصوں میں بانٹ رکھا ہے۔ اگرچہ جلال الدین سب سے بڑا، سب سے دلیر، فہیم اور شجاع بیٹا ہے، ولی عہد کا حق دار بھی وہی ہے لیکن اپنی والدہ اور چند سرداروں کے مشورے پر علاؤالدین نے اپنے دوسرے بیٹے ازلاق کو اپنا ولی عہد مقرر کر رکھا ہے۔ خوارزم، خراسان اور مازندران کے صوبے ولی عہد ازلاق کی سرکردگی میں دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ غزنی اور وسط سندھ جلال الدین کو دیئے گئے ہیں۔ چونکہ جلال الدین بڑا شجاع، بہادر، دلیر، عاقل اور فہیم ہے اور سلطان علاؤالدین اسے اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا لہذا جن علاقوں کا جلال الدین کو حاکم مقرر کیا گیا ہے اس پر جلال

الدین کی طرف سے ایک اور سردار ان علاقوں کی نگرانی کرتا ہے۔ جب کہ جلال الدین کو علاؤ الدین نے اپنے پاس خوارزم میں رکھا ہوا ہے۔

اپنے تیسرے بیٹے غیاث الدین کو سلطان علاؤ الدین نے کہا، کچھ اور مکران کے علاقے دے رکھے ہیں۔ چوتھے بیٹے رکن الدین کو سارے کوہستانی اضلاع کا حاکم مقرر کیا گیا ہے جب کہ اپنے پانچویں بیٹے آق سلطان کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے پاس خوارزم ہی میں رکھا ہوا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خوارزم سے ہو کر آنے والے وفد کا وہ کارکن تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچا اس کے بعد پھر بولا۔

خان اعظم! خوارزم شہر میں قیام کے دوران ہم نے چند عجیب و غریب باتیں بھی سنیں۔ وہ یہ کہ لوگوں کا کہنا ہے، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو چند بزرگوں کی بددعائیں بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے مستقبل میں اس کا اگر کسی کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تو اسے یقیناً شکست ہوگی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے خلیفہ بغداد کے خلاف لشکر کشی کرنا چاہی تو خلیفہ بغداد نے ایک مشور و محترم بزرگ شیخ شہاب الدین سروردی کو خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیا تاکہ اسے بغداد پر حملہ آور ہونے سے روکا جائے۔ شیخ شہاب الدین سروردی کہتے ہیں کہ بہت بڑے بزرگ اور بچنے ہوئے دلی تھے۔ انہوں نے خوارزم شاہ کو بہت سمجھایا لیکن خوارزم شاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تب شیخ شہاب الدین سروردی نے وہاں سے ناکام جاتے ہوئے خوارزم شاہ کے حق میں بددعا کی اور کہا الٹی اس خوارزم شاہ پر ظالموں کو مسلط کر دے۔

اس کے علاوہ لوگ کہتے ہیں کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ایک روز اتفاقاً حالت بدستی میں ایک بزرگ شیخ مجدد الدین کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کے حکم پر انہیں شہید کر دیا گیا۔ اگلے روز جب علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ہوش آیا تو اپنی اس حرکت پر بڑا پشیمان ہوا اور خون ہما کے لئے ایک دوسرے بزرگ شیخ نجم الدین کی خدمت میں ایک رقم روانہ کی۔ اس بزرگ نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ اور خوارزم شاہ کے حق میں بددعا کی۔ کہتے ہیں ان دونوں بزرگوں کی

بددعائیں خوارزم شاہ کے خلاف ضرور رنگ لا کر رہیں گے۔ چنگیز خان اپنے وفد کے راہین کی اس اطلاع سے بے حد خوش ہوا۔ پھر انہیں انعام و اکرامات سے نواز کر اپنے پاس سے رخصت کر دیا۔



بغداد کی خلافت کو چونکہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہ وہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو کر بغداد کی خلافت کا غارت کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور چنگیز خان کے درمیان تجارت کا معاہدہ ہوا تو یہ بات نلیفہ بغداد ناصر الدین کو بڑی ناگوار گزری۔ چنانچہ اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور چنگیز خان کے بڑھتے ہوئے تعلقات کو روکنے اور بگاڑنے کا عزم کر لیا تھا۔ یہ کام کرنے کے لئے خلیفہ بغداد نے ایک نرالا اور انوکھا طریقہ اختیار کیا۔

اس نے یہ کام کرنے کے لئے چنگیز خان کی طرف اپنا ایک قاصد بھجوانے کا ارادہ کیا۔ اس قاصد کو چنگیز خان کی طرف جانے کے لئے چونکہ خوارزم شاہ کی حدود میں سے گزرنی تھا لہذا خلیفہ بغداد کے حکم سے قاصد کا سر منڈوا کر اس کے سر پر دک نشتر سے چنگیز خان کے نام پیغام لکھا گیا۔ اور سر پر لکھی اس تحریر میں سرمہ بھر یا گیا تھا کہ وہ مٹنے نہ پائے۔ یہ قاصد اپنے سر پر لکھا ہوا عجیب و غریب پیغام دے کر خدا سے چنگیز خان کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

خلیفہ بغداد کا یہ اچھی چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سر منڈوا کر چنگیز خان کے سامنے پیش کیا تاکہ اس کے سر پر لکھے ہوئے پیغام کو چنگیز خان پڑھ سکے۔ اس پیغام میں چنگیز خان کو کہا گیا تھا کہ تم سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ کرو۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو اس سلسلے میں تم مجھے اپنا ہمدرد پاؤ گے۔ یہ پیغام پڑھنے کے بعد چنگیز خان نے اس قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میں تمہارے پیغام کے مطابق عمل نہیں کر سکتا۔ میں سلطان خوارزم شاہ کے ساتھ اپنے تعلقات کو نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لئے کہ میں اس کے ساتھ صلح کا اور غارتگری لین دین کا معاہدہ کر چکا ہوں۔ اس لئے میں اپنے عہد کے خلاف خوارزم شاہ پر

چڑھائی کرتے ہوئے اس سے جنگ کی ابتدا نہیں کر سکتا۔ اس طرح خلیفہ بغداد
ہوا قاصد چنگیز خان کے ہاں سے ناکام اور نامراد لوٹ گیا تھا۔



اس کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بدبختی اور بد نصیبی کچھ اس
لرح شروع ہوئی۔ کچھ ہی عرصہ بعد چنگیز خان نے تقریباً "چار سو سوداگروں پر مشتمل
یک قافلہ خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیا تاکہ سوداگر دونوں سلطنتوں میں مال و دولت
کالین دین کریں۔ اور اس طرح دونوں اطراف کو اس سلسلے میں فائدہ اور نفع ہو۔
جب یہ تجارتی کارواں خوارزم شاہ کے سرحدی شہر اترار پہنچا تو اترار کے حاکم غار
خان جو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں بھی تھا۔ اس نے اس کاروان کو روک
لیا۔

اس قافلے کے چار سو اراکین کو روکنے کے بعد غار خان نے انہیں زندان میں
ڈال دیا۔ قافلے والے سوداگروں نے ہرچند غار خان سے کہا کہ وہ سوداگر ہیں اور
صرف تجارت کی غرض سے خوارزم کا رخ کر رہے ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس بے
شمار قیمتی اشیاء اور دوسرا قیمتی سامان تھا جسے دیکھ کر غار خان کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔
لہذا اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس تجارتی کاروان کے سارے سامان پر قبضہ کر کے
رہے گا۔ ان سارے اراکین کو زندان میں ڈالنے کے بعد حاکم اترار غار خان نے
ایک سفیر اپنے بھانجے سلطان علاؤالدین کی خدمت میں روانہ کیا تھا اور اس سفیر کے
ذریعے غار خان نے سلطان علاؤالدین کو کہلا بھیجا تھا۔

چنگیز خان کی طرف سے کچھ جاسوس سوداگروں اور سفیروں کے بھیجے گئے
ہیں۔ میں نے انہیں گرفتار کر لیا ہے۔ ان کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے۔

غار خان کا یہ پیغام ملنے ہی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بغیر سوچے سمجھے
ان سب کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب غار خان کا سفیر واپس اترار پہنچا تو
سلطان علاؤالدین کے فیصلے سے غار خان کو آگاہ کیا تو غار خان نے ان سارے کے

کہنے لگا۔

چنگیز خان ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ میرے بھانجے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے اس وقت چار لاکھ تربیت یافتہ فوج ہے۔ چنگیز خان نے اگر ہم پر حملہ آور ہونے حماقت کی تو یاد رکھنا ہم صحرائے گوبی میں اس کے مرکزی شہر قراقرم تک اس کا ایسا ترین تعاقب کریں گے کہ چنگیز خان اپنی ابتدا اپنی انتہا تک بھول جائے گا۔ اس پر نالدین طنزیہ سی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

غاز خان یہ سب زبانی کلائی باتیں ہیں جب عمل کا موقع آئے گا تو میں دیکھوں کہ تم کیا کرتے ہو۔ بہر حال میں تمہیں حسیہ کرتا ہوں جب کہ تم نے چنگیز خان کے دواگروں کو قتل کر دیا ہے تو اس شہر کی فسیل اور اس کے دفاعی انتظامات کو مستحکم بنا شروع کر دو اس لئے کہ عنقریب چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ اس شہر کے دروازہ دستک دے رہا ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد برہان الدین جب خاموش ہوا تو غاز خان نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ برہان الدین تم اس قسم کی شکستگی طاری کرنے والی گفتگو کرنے کر رہے ہو کہ ان چار سو سوداگروں کو قتل کرنے کے بعد جو مال و دولت اور نانی اشیاء حاصل ہوئی ہیں اس میں ابھی تجھے کچھ نہیں ملا۔ لیکن تو فکر مند اور پریشان ہو اس میں سے میں نے تمہارا حصہ باقاعدہ طور پر علیحدہ کر کے رکھا ہے تم ابھی بے ساتھ آؤ اور اپنا حصہ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ برہان الدین یہ سن کر نفرت سے پیر نہ ہوئے کہنے لگا۔ غاز خان میں اس حصے پر لعنت بھیجتا ہوں جو ان چار سو سوداگروں کو قتل کر کے حاصل کیا گیا ہے۔

یہ کہنے کے بعد برہان الدین تھوڑی دیر کا اور پھر وہ دوبارہ غاز خان کو مخاطب تے ہوئے کہنے لگا۔ غاز خان میں اپنے تجربے کی بنا پر تمہاری نسبت منگولوں کو بہتر پر جانتا ہوں۔ میں تم سے پہلے بھی اترار شہر کا قلعہ دار تھا۔ اور اب بھی ہوں۔ ان منگولوں کے سلسلے میں تجھ سے زیادہ تجربہ اور تجربہ ہے۔ غاز خان یہ منگول مابد روح، آسیب اور چھلاوے ہیں۔ یہ منگول وہم و وحشت اور خناس کے دوسوں طرح ہیں۔ وہ حب لہو و عصیان، سموم اور سرسر اور تلاش اور ریاضت کی طرح

سارے چار سو سوداگروں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کے قیمتی مال و متاع پر فہ لیا۔



ان قافلے والوں کے قتل کے دوسرے روز جب کہ اترار کا حاکم غاز خان کے صدر دروازے کے پاس روز مرہ کے احکامات جاری کر رہا تھا اور خان کا مامور اترار شہر کے قلعے کا کماندار برہان الدین آیا اور غاز خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا خان مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ علیحدگی میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ غاز خان نے تھوڑی دیر کے لئے تشویشناک سے انداز میں برہان الدین کی طرف پھر وہ اس کے ساتھ ہو لیا۔

برہان الدین اسے ایک طرف لے گیا پھر تنبیہ کرنے کے انداز میں کہنے برہان الدین جس روز تو نے چنگیز خان کے قافلے کے چار سو سوداگروں کو یہاں کر اپنے سفیر سلطان علاؤ الدین کی خدمت میں ان کے متعلق احکامات حاصل کے لئے بھیجے تھے اس وقت ہی میں نے تم سے کہا تھا کہ قافلے کے ان چار سوار کو خوارزم جانے دو اس لئے کہ وہ جاسوس نہیں بلکہ سوداگر ہیں۔

غاز خان تو نے میری ایک بھی بات نہ مانی۔ تجھے چاہئے تو یہ تھا کہ تو ا خوب عزت افزائی کرتا تا کہ ہماری سلطنت اور چنگیز خان کی سلطنت کے در تجارتی تعلقات بڑھتے اور دونوں مملکتوں کے درمیان شانتی اور امن و امان کو مزہ ملتی لیکن تو نے جو کام کیا ہے اس کی بنا پر میں یہ پیش گوئی کر سکتا ہوں کہ تو۔ چار سو سوداگروں کو قتل کر کے اپنے ان علاقوں کی خونریزی اور خون میں ڈبو کر ہے۔

غاز خان میں تمہارے سامنے پیش گوئی کرتا ہوں کہ جب چنگیز خان کو اپنے سو سوداگروں کے قتل کی خبر ملے گی تو یاد رکھنا وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان کا رخ کرے گا اور ایسی خونریزی، ایسی تاراجی اور ایسی تباہی اور بربادی کا کھیلے جو اس سے پہلے شاید ہی ان علاقوں میں کھیلا گیا ہو۔ اس پر غاز خان بڑی بے

نہ کیا ہوتا تو شاید سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اسے چنگیز خان کے حوالے کر دیتا۔ اس کے لئے خود ہی کوئی سزا تجویز کرتا لیکن غار خان چونکہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سگا ناموں تھا لہذا جب چنگیز خان کا قاصد غار خان کا مطالبہ لے کر سلطان علاؤ الدین کے سامنے پیش ہوا تو سلطان بڑا برہم اور برا فروخت ہوا۔ اپنے ناموں غار خان کو چنگیز خان کے حوالے کرنا یا اس کے لئے کوئی عبرتناک سزا تجویز کرنا تو بہت دور کی بات غصے اور قہرانی میں آکر سلطان علاؤ الدین نے چنگیز خان کے اس ایلچی کو قتل کر دیا۔

اپنے اس ایلچی کے قتل ہونے کے بعد چنگیز خان نے ایک اور ایلچی سلطان علاؤ الدین کی طرف بھیجا۔ اس ایلچی کے ہاتھ بھی چنگیز خان نے ایک خط علاؤ الدین کے ام لکھا۔ خط میں علاؤ الدین کے لئے مرقوم تھا کہ ایلچی کا قتل کرنا بادشاہوں کا کام نہیں ہے۔ سوداگران کی حفاظت کرنا بادشاہوں کا فرض ہے۔ میرے مطالبات پر آپ دوبارہ غور فرمائیں۔ جو ایلچی یہ پیغام لے کر گیا۔ کہتے ہیں سلطان علاؤ الدین نے اسے بھی قتل کر دیا۔ سلطان علاؤ الدین کے اس رویہ کی بنا پر چنگیز خان آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب سوداگروں کے قتل اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے دواہلیوں کے قتل کا انتقام وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی سلطنت سے ضرور لے گا۔

حرکت میں آتے ہوئے کسی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو چاروں طرف عذاب، عقبی کی عقوبت و جابر و قاہر جذبے دل آشوب منظر اور کو بہ کو پھیلتی برہمی کے کے دکھ کے جال بچھا دیتے ہیں۔

وہ اپنی خونخواری اپنی بربریت، آتش زنی کی بنا پر شہروں، قصبوں، دیہاتوں کو دکھ کے جال، درد سے دکھتی روہیں، اناج کو ترستے شکم، شبنم، طراوت کی طرح بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غار خان یہ منگول اپنے پاس کوئی ضابطہ کوئی اخلاقی حدود نہیں رکھتے۔ وہ سیل فنا، حرص و ستم کی طرح حملہ آور ہوتے ہر شہر کے حصار محکم کو توڑ کر اسے ہوس کا نگار خانہ بنا دیتے ہیں۔

غار خان! اپنے ان مرنے والے چار سو سوداگروں کا جب منگول انتقام تو تم دیکھو گے کہ وہ اپنے خان چنگیز خان کی سرگردگی میں حملہ آور ہو کر شبنم کی کو شعلوں کی بیتابی، شب کی درزوں سے جھانکتے ہوئے سویروں کو شام غریباں، بانسروں کی صداؤں کی تپش متمل میں بدل دیتے ہیں۔ ان چار سو سوداگر مرنے کا انتقام لینے کی خاطر اگر منگول مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوئے تو ساری ذمہ داری تم پر عائد ہوگی اس کے ساتھ ہی برہان الدین وہاں سے چلا گئے



کہتے ہیں چنگیز خان کو جب اپنے ان سوداگروں کے قلعہ اترار کے حاکم کے ہاتھوں قتل ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نہایت احتیاط اور اہتمام کے ساتھ اپنے ایک قاصد کے ہاتھ خط بھیجا۔ اس چنگیز خان نے لکھا کہ حاکم اترار غار نے بڑی نالائقی، بڑی حماقت کا مظاہرہ کیا۔ اس نے بے گناہ سوداگروں کو قتل کر کے ایک جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ اسے اس بھیانک جرم کی بنا پر مناسب یہ ہے کہ اسے سلطان یا تو میرے سپرد تاکہ اسے اس کے جرم کی قرار واقعی سزا دی جائے اور اگر سلطان ایسا نہیں پھر سلطان خود اسے اس کے اس جرم کی عبرتناک سزا دیں۔

اترار کے حاکم غار خان کی جگہ اگر کسی اور نے چنگیز خان کے ان سودا

رے بیٹے اوندائی کو میر مشاورت اور سب سے چھوٹے بیٹے تولائی کو اس نے اپنی
 اج کا پہ سالار مقرر کر رکھا تھا۔ تولائی کو چنگیز خان ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا۔ بڑا بیٹا
 جی وہی تھا جس کے بیٹے باتو نے روس کی سرزمینوں کو تاراج کیا اور وہاں اپنی
 سلطنت کی ابتدا کی۔ اسی باتو کے بھائی برتائی خان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسرا بیٹا
 تائی وہ تھا جسے وسط ایشیاء ورش میں ملا اور جس کی اولاد میں ہندوستان کے عظیم مغلیہ
 نذان کا بانی بابر تھا۔ تولائی چنگیز خان کا وہ بیٹا تھا جس کے بیٹے قبلائی خان کی سلطنت
 بن سے لے کر وسط یورپ تک پھیل گئی تھی۔

بور تائی کے علاوہ چنگیز خان کی اور بہت سی بیویاں بھی تھیں جن میں ختن اور
 او کی شزا دیاں بھی تھیں۔ ترک شاہی خاندانوں کی بیٹیاں بھی تھیں اور صحرا کے
 بیلوں کی سب سے زیادہ حسین و جمیل عورتیں بھی تھیں۔ چنگیز خان کی یہ ساری
 دیاں اپنے اپنے خیموں میں رہتی تھیں اور ان کی قوم کے لوگ ان کی خدمت
 نزاری کرتے تھے۔ لیکن چنگیز خان کی نگاہوں میں جو قدر و منزلت اس کی پہلی بیوی
 رتائی کی تھی وہ کسی کی نہ تھی۔ اسی بنا پر وہ بور تائی کے چاروں بیٹوں پر ہی اعتماد اور
 مروسہ کرتا تھا۔ تھوڑی دیر تک اپنے چاروں بیٹوں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد
 چنگیز خان نے اپنے سارے سالاروں اور سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے
 بائثارو! اپنے بیٹوں سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں کے
 سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا سلسلہ شروع
 کر دیا جائے۔ میں سارے سرداروں کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے اپنے لشکروں کو لے کر
 اس ندی کے کنارے جمع ہونا شروع ہو جائیں۔ جو ہمارے مرکزی شہر قراقرم اور
 صحرائے گوبی کے درمیان پڑتی ہے۔ جب سارے لشکر جمع ہو جائیں گے تب یہاں سے
 خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لئے جمع کیا جائے گا۔ میں سب سرداروں کو اپنے
 اپنے لشکر ندی کے کنارے جمع کرنے کے لئے صرف ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں اور
 اس دوران جس کسی بھی سردار کو پیش قدمی کرنے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہو
 وہ اس سلسلے میں میرے بیٹے جوچی سے رابطہ قائم کرے۔ ایک ہفتے کے بعد ہم یہاں
 سے خوارزم شاہ کی سلطنت کی طرف کوچ کریں گے۔

خوارزم شاہ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنے سے قبل چنگیز خان نے اپنے
 شہر قراقرم سے باہر اپنے شامیانہ نما خیمے میں اپنے بیٹوں، اپنے لشکر کے بڑے
 سرداروں، سالاروں اور دوسرے عام لوگوں کا اجلاس طلب کیا۔ یہ خیمہ رہشما
 سفید سمور کے ایک اونچے بلند اور کھلے شامیانے کی صورت میں تھا۔ اس خیمے
 دروازے پر چاندی کی میز پر گھوڑی کا دودھ پھل اور گوشت افراط سے رکھے
 تھے۔ تاکہ جو بھی اس کی خدمت میں پیش ہو وہ شکم میر ہو کر کھانا کھائے۔
 چنگیز خان کے حکم پر آہستہ آہستہ لوگ اس کے خیمے میں جمع ہونے لگے۔
 خان کے پہلو میں اس کے چاروں بیٹے یوچی، چغتائی، اوندائی اور تولائی آکر بیٹھا
 تھے۔ اس لئے کہ چنگیز خان صرف اپنی بیوی بور تائی کے بطن سے ہی ان چاروں
 کو اپنا وارث خیال کرتا تھا۔ اور سب سے زیادہ وہ انہی کا خیال رکھتا تھا۔ چنگیز
 سامنے دائیں طرف اس کے عظیم سپہ سالار سوبدائی، جی نویان، چارمغان اس۔
 چنگیز خان کا سب سے بڑا اور مانا ہوا ستارہ شناس لیوچتائی اور اس کے ساتھ چنگیز
 کا میرنشی ۱ ہغوری بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ چنگیز خان کے بائیں طرف ایک لمبی قتا
 اس کے سارے چھوٹے بڑے سالار آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھے۔
 اس کے بعد چنگیز خان تھوڑی دیر تک اپنے دونوں پہلوؤں میں بیٹھے
 چاروں بیٹوں سے تھوڑی دیر تک صلاح و مشورہ کرتا رہا اس لئے کہ اور بڑا
 نسبت وہ اپنی بیوی بور تائی کے بطن سے پیدا ہونے والے ان چاروں بیٹوں
 اہمیت دیتا تھا۔ بڑا بیٹا جوچی جو سب سے بڑا تھا، اسے اس نے میر شکار مقرر
 تھا۔ اس لئے کہ منگول اب بھی زیادہ تر شکار پر ہی گزر بسر کرتے تھے۔
 دوسرے بیٹے چغتائی کو چنگیز خان نے اپنا میر قانون اور سزا مقرر کر رکھا

پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ ہر سپاہی کے پاس دو کمانیں اور ایک ایک فالتو ترکش تھا۔ سپاہیوں کے پاس سر پر رکھنے کے لئے ہلکے اور بڑے کار آمد فولادی خود تھے۔ ہر خود کے نیچے چڑھ لگا ہوا تھا جس پر لوہے کی گھنٹیاں لگی تھیں تاکہ پیچھے گردن کی حفاظت بھی رکھی جاسکے۔

اس کے علاوہ ہر سپاہی کے پاس دو تلواریں تھیں۔ سپاہیوں کی بیٹیوں اور ان کے گھوڑوں کی زینوں سے جنگی کلباڑے اور کندیں بھی لٹک رہی تھیں اس کے علاوہ سپاہی منجھتیں کھینچنے یا کچڑ میں دھسنے والی گاڑیوں کو نکالنے کے لئے بھی سپاہی کے گھوڑے کی زین کے ساتھ مضبوط رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ خوراک سے بھرے ہوئے توبرے لٹک رہے تھے۔ اور چڑے کے بڑے بڑے تھیلے بھی بندھے تھے۔ جن کے اندر پانی پینے کے لئے پیالے، موم، تمبروں کے پھل تیز کرنے کے لئے پتھر اور کمانوں میں کام آنے والی فالتو تانت بھی رکھی ہوئی تھی۔ لشکر کا معائنہ کرنے کے بعد چنگیز خان نے اب لشکر کے لئے جمع کئے جانے والے خوراک کے ذخیرے کا بھی معائنہ کیا۔ اس خوراک کے ذخیرے میں زیادہ تر دھوئیں پر بھنا ہوا گوشت اور جے ہوئے دودھ کے ٹکڑے نمایاں تھے۔ اس جے ہوئے دودھ کو پانی میں ڈال کر جوش دے کر دودھ کی شکل دے دی جاتی تھی۔

اپنے لشکر کے سارے انتظامات سے مطمئن ہونے کے بعد چنگیز خان نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے جنگ کرنے سے پہلے چنگیز خان اپنے دو دشمنوں کا صفایا کرنا چاہتا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ اگر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ اس کی جنگیں ڈل پڑ گئیں تو یہ دشمن پیٹھ کی طرف سے حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں یا یہ کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے مرکزی شہر قراقرم پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں۔

ان دو دشمنوں میں سے پہلا کشک۔ خان تھا یہ کاشغر اور ختن کا حکمران تھا۔ ان علاقوں میں سے مسلمان بھی کافی تعداد میں آباد تھے اور کشک خان سے اس کی مسلمان رعایا بوجہ اس کے ظلم اور بے انصافی کے بہت تنگ اور تالاں تھی۔ دوسرے کشک خان کا ہمسایہ حکمران قوق طغان تھا۔ یہ دونوں حکمران چنگیز خان کے قریبی

یہاں تک کہنے کے بعد چنگیز خان تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کے بعد اپنے میرنشی ابغوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ابغوری ایک قاصد مسلمانوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کرو اور اس قاصد کے ہاتھ ایک اسے روانہ کرو اور اس خط میں لکھ کر چنگیز خان کا یہ اعلان ہے کہ نہ آسمان سورج چمک سکتے ہیں اور نہ زمیں پر دو خاقان ایک ساتھ رہ سکتے ہیں اسے یہ بھی کہ خوارزم شاہ تو نے جنگ کا انتخاب کیا ہے اب جو ہوتا ہے وہ ہو گا ہمیں نہیں یہ تو صرف خدا ہی کو معلوم ہے۔ اب تم سب لوگ اٹھو اور جنگ کے لئے کرنے کی تیاریاں شروع کر دو۔ اس کے ساتھ ہی وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا۔

مقررہ وقت میں جب سارے سردار اپنے اپنے لشکر کو لے کر صحرائے گولیاں قراقرم کے درمیان پڑنے والی ندی کے کنارے جمع ہو گئے تو چنگیز خان کو اس کی آمد کر دی گئی۔ چنگیز خان بھی کوچ کرنے کی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اپنے بیٹوں ساتھ ندی کے کنارے پہنچا۔ تھوڑی دیر تک وہ ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر کنارے جمع ہونے والے اپنے سارے لشکر کو بڑے غور اور سکون کے ساتھ دیکھ رہا۔

چنگیز خان کی عمر اب چھپن سال ہو چکی تھی۔ اس کے چوڑے چہرے پر جھریاں پڑ چکی تھیں اس کی جلد اب سخت ہو چکی تھی۔ اس وقت جب کہ وہ اپنے کو دیکھ رہا تھا وہ اپنے تیز رفتار گھوڑے کی چوٹی دار زین پر چھوٹی چھوٹی رکابوں پاؤں جمائے گھٹنے اٹھائے بیٹھا تھا۔ اس وقت اس کے سر پر اوپر کی طرف اٹھی سفید سموری ٹوپی تھی جس کے اوپر باز کے پر لگے ہوئے تھے۔ اس کے دونوں کانوں سرخ کپڑے کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں جیسے کسی جانور کے سینک ہوتے ہیں۔ لیکن جھنڈیوں کا اصل مصروف تیز ہوا کے باعث کانوں کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ کو بھی مضبوطی کے ساتھ سر پر جما کر رکھنا تھا۔ اس کا چرمی لمبی آستینوں والا سونے کی بیٹیوں اور سنہری اٹلس کے کمر بند سے بندھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کو بغور دیکھنے کے بعد چنگیز خان اپنے بیٹوں کے آگے بڑھا۔ پھر وہ لشکر کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کی تعداد

کی ابتداء ہوئی۔ حملہ کی ابتداء چنگیزخان نے کی تھی اور وہ کشک خان پر دہلی
زمینوں میں یادوں کے سلگتے تیروں، دل کے گوشوں کو ریزہ ریزہ کرنے والے وقت
بے کھردرے ہاتھوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ کشک خان نے چنگیزخان کے اس
اے کر ڈٹ کا مقابلہ کیا۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک چنگیزخان کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ اس
لئے کہ چنگیزخان نے اس کے تین اطراف میں اپنے لشکر کو پھیلا دیا تھا۔ اور اس کا ہر
لمری کشک خان کے لشکر پر تخلیق کے گونگے لمحوں میں ہجرت کے اندھے سفر اور
قت کے حجرہ تاریک میں موت کے الجھے ریشم کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔
اس جنگ میں چنگیزخان نے کشک خان کو بدترین شکست دی۔

چنگیزخان حے شکست کھانے کے بعد کشک خان نے اپنے مرکزی شہر کا رخ
نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس کی سلطنت میں جو مسلم رعایا تھی وہ اس سے ٹالوں اور بے
زار تھی۔ لہذا کشک خان کو یہ خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر چنگیزخان نے اس کے ملک کے
اندر گھس کر اور دور دور تک یلغار کی تو اس کی مسلم رعایا بھی اس کے خلاف بغاوت کر
دے گی۔ اور اس کا انجام انتہائی بدترین اور ہولناک ہو گا لہذا وہ اپنے بچے کچھ لشکر
کو لے کر اس شاہراہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا جو بد خشاں کی طرف جاتی تھی۔
چنگیزخان شکار کرنے والے ان بھیرپوں کی طرح اس کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

یہ تعاقب زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ اس لئے کہ چنگیزخان نے جلد ہی
کشک خان اور اس کے ساتھ بچنے والے اس کے لشکریوں کو گرفتار کر لیا اور اس
کے بعد چنگیزخان نے سب کو تمہ تیغ کر دیا تھا۔

دوسری طرف چنگیزخان کا بیٹا جوچی اور اس کا سالار جی نویان اپنے متحدہ لشکر
کے ساتھ کشک خان کے ہمسایہ حکمران توق طغان کی طرف بڑھے تھے۔ جس طرح
کشک خان نے اپنی سرحدوں پر چنگیزخان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا اسی طرح توق طغان
بھی اپنے لشکر کو لے کر جوچی اور جی نویان کے سامنے جم گیا تھا۔ توق طغان کو ابھی
تک چنگیزخان کے ہاتھوں کشک خان کے انجام کی خبر نہ ہوئی تھی۔ لہذا اس نے اپنی
پوری عسکری قوت کو جمع کر کے جوچی کی راہ روکنے کا عزم کیا۔ دوسری طرف جوچی
اور جی نویان بڑی تیزی کے ساتھ نیرنگی روز و شب، چشموں اور ندیوں کے پانی کے

ہمسائے تھے اور شروع سے ہی ان دونوں کے تعلقات چنگیزخان سے ٹالوں اور کڑے
تھے۔ لہذا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے
چنگیزخان اپنے ان دونوں دشمنوں کا صفایا کر کے ان کے علاقوں کو اپنی حدود میں شامل
کر لینا چاہتا تھا۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چنگیزخان نے اپنے لشکر کو دو حصہ
میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو اس نے اپنے بڑے بیٹے جوچی خان کی سرکردگی میں
جب کہ اپنے بہترین سالار اور جرنیل جی نویان کو جوچی کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔ دوسرے
حصہ چنگیزخان نے اپنے پاس رکھا۔ اپنے بیٹوں بیٹوں چغتائی، اوندائی، تولائی کے علاوہ
اپنے بہترین جرنیل سوبدائی اور چارمغان کو بھی چنگیزخان نے اپنے حصے کے لشکر میں
رکھا تھا۔

اپنے حصے کے لشکر کو لے کر چنگیزخان کاشغر اور ختن کے حکمرانوں کشک
طرف بڑی تیزی سے بڑھا۔ جب کہ دوسرے حکمران توق طغان کی طرف اس نے
اپنے بیٹے جوچی اور جی نویان کو پیش قدمی کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

چنگیزخان اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ بلند و بالا درختوں کو برہم کر دینے والے
آندھیوں، دل میں ہول پیدا کر دینے والے طوفانوں، خزاں کے پیڑوں سے ٹکرائے
صدائوں، تخیل کی تشکیل میں گھس جانے والے درد کے لمحوں اور غم کا مداوا بننے والے
مسکراہٹ میں سرایت کر جانے والے دکھ کے نگر کی طرف کاشغر اور ختن کے حکمران
کشک خان کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف کشک خان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ چنگیزخان اس پر حملہ آ
ہونے کے لئے آندھی اور طوفان کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لہذا وہ بھی اپنے
لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اور جہاں اس کی سلطنت کی حدیں چنگیزخان
سرحدوں سے ملتی تھیں وہاں وہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔

چنگیزخان نے کشک خان کے سامنے آنے میں دیر اور تاخیر نہیں کی اس نے
وہ کشک خان سے نہایت جلد خوارزم شاہ کا رخ کرنا چاہتا تھا۔ بلند و بالا
سلسلوں سے گھری ہوئی وادیوں میں چنگیزخان اور کشک خان کے درمیان ہولنا

اسے ایک اتفاق کہہ سکتے ہیں کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ چنگیز خان اس پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے مرکزی شہر قراقرم سے کوچ کر چکا ہے۔ لہذا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی اپنے ایک لشکر کے ساتھ سرحدوں پر موجود تھا تاکہ چنگیز خان کے ممکنہ حملہ کو روک سکے۔ جس وقت چنگیز خان کا بیٹا جوچی اور سالار جی نویان توق طغان کا تعاقب کرتے ہوئے سرحدی شہر جند کے پاس سے گزرتے ہوئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی مملکت میں داخل ہوئے اس وقت سلطان علاؤ الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ جند شہر سے چند میل دور پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو جب خبر ہوئی کہ چنگیز خان کا بیٹا جوچی اور اس کا سالار جی نویان تقریباً ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ توق طغان کا تعاقب کرتے ہوئے اس کی مملکت میں داخل ہو گئے ہیں تو سلطان علاؤ الدین فوراً اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور بڑی تیزی سے اس نے جوچی اور جی نویان کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان چاہتا تھا کہ جوچی اور جی نویان کے پلٹ کر اپنی حدود میں داخل ہونے سے پہلے ہی انہیں جالے اور ان پر حملہ آور ہو کر سلطان علاؤ الدین اپنے لئے دو فائدے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اول یہ کہ وہ منگولوں پر حملہ آور ہو کر انہیں مار بھگا کر ان پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس کی سلطنت میں داخل ہونا اس قدر آسان نہیں، دوم یہ کہ جوچی اور جی نویان کے ساتھ ٹکراتے ہوئے سلطان علاؤ الدین منگولوں کی موت اور طاقت کا اندازہ بھی لگانا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ انہیں مرعوب بھی کر دینا چاہتا تھا تاکہ وہ اس کی سلطنت کا رخ نہ کریں۔

بہر حال سلطان علاؤ الدین نے بڑی برق رفتاری سے منگولوں کا تعاقب کیا اور چھوٹا سا ایک چکر کاٹتے ہوئے وہ جی نویان اور جوچی کے لشکر کے سامنے آیا اور دونوں متحدہ لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا بڑا بیٹا جلال الدین بھی اس وقت جند شہر سے چند میل دور ایک اور لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اسے جب خبر

رقص اور اجنبی جنگوں میں لمحہ جادواں کی طرح توق طغان کی طرف بڑھے تھے۔ دونوں لشکروں کا جب سامنا ہوا تو توق طغان نے حملہ آور ہونے میں پل کر دی تاکہ وہ اپنے لئے فوائد حاصل کرے اور اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند کرنے کی کوشش کرے یہ سوچتے ہوئے توق طغان چچی اور جی نویان کے متحدہ لشکر پر روایات کی دہلیز پر جوش زن موت کے منظر لحوں کی ارم کو جنم بناتے صدیوں کے پر ہول عذاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

چنگیز خان کے بیٹے جوچی اور سپہ سالار جی نویان نے بڑی آسانی کے ساتھ توق طغان کا یہ حملہ روک دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے حملہ کی ابتدا کی۔ بائیں طرف سے جی نویان اور دائیں طرف سے جوچی خان زیت کی علامتوں میں ان دیکھے طاغوتی ہاتھوں اور لہو میں بھاگتی ہوئی خواہشوں کے تاریک آبشاروں کی طرح توق طغان اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ توق طغان نے کچھ دیر تک بڑی بہادری اور جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوچی اور جی نویان کے حملوں کو روکا پھر توق طغان کی بد قسمتی کہ جنگ کے دوران اسے خبر ملی کہ چنگیز خان نے اس کے ہمسایہ حکمران کشک خان کو بدترین شکست دی اور کشک خان اور اس کے لشکر کا چنگیز خان نے صفایا کر دیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی توق طغان جی چھوڑ بیٹھا۔ اپنے لشکر کو لے کر وہ پیچھے ہٹنے لگا تھا۔ چاہتا تھا کہ میدان جنگ چھوڑ بھاگے لیکن اسی لمحہ جوچی اور جی نویان نے تیز جا کرتے ہوئے توق طغان کے لشکر کی پہلے سے پریشان اور بکھری ہوئی تنظیم کو قاتل آتسکین کے باب کے سامنے مقتول کی ابدی تمنا، شکست ذات کی مجبوریوں اور تصور کے بکھرے رنگوں کی طرح بنانا شروع کر دیا تھا۔

توق طغان نے جب دیکھا کہ جوچی خان اور جی نویان اب اسے چھوڑ والے نہیں ہیں۔ تو وہ اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ۔ سرحد شہر جند کی طرف بھاگے۔ جی اور جی نویان نے توق طغان کا تعاقب کیا۔ ا جند شہر سے بھی آگے وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ مملکت میں داخل ہو گئے تھے۔

رہا۔ اس بناء پر وہ صورت جنگ سے پہلو تھی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان علاؤالدین انہیں جانے نہیں دے رہا اور ہر صورت میں وہ ان پر تک مسلط کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی اپنی صفیں درست کرتے ہوئے ڈٹ گئے۔

جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ان پر اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا تو راب میں جوچی اور جی نویان بھی طلب کی تڑپ، بے نام وحشت، اجنبیت کی کالی ناؤں جسموں کو پارہ پارہ، چھلٹی چھلٹی اور زخم زخم کر دینے والے جیل کوؤں کی یلغار کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ یوں مسلمانوں اور منگولوں کی اس لڑائی سے جند شہر سے باہر میدان جنگ گھمبیر پاتال کی گہری دلدل، تغیر کے جنوں، صلیب شب، لہو اور حروف سے لہے زندگی کے خونی سانحہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

جند شہر سے باہر ان کھلے میدانوں میں جوچی اور جی نویان کی کمانداری میں ٹول کچھ اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے اوسان خطا و کر رہ گئے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر منگولوں نے اس شدت کا حملہ کیا کہ سلطان علاؤالدین کے لشکر کی درمیانی صفوں کو دور تک پیچھے دھکیل کر لے گئے اس طرح ٹولوں کے زور وار حملہ سے سلطان علاؤالدین کے لشکر کی اکثر صفیں درہم برہم ہو کر گئی تھیں اس موقع پر ایسا لگتا تھا کہ اگر تھوڑی دیر تک مزید جنگ جاری رہی تو سلطان علاؤالدین کو منگولوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لیکن سلطان علاؤالدین کی خوش قسمتی کہ عین اس موقع پر جب کہ منگولوں نے اس کے لشکر کی صفوں کو بری طرح ادھیڑنا شروع کیا تھا۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا بڑا بیٹا جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور اس نے منگولوں کے لڑنے کے ایک پہلو پر سوچوں کو زنگ آلود کر دینے والے جذبوں، بادبانوں میں گرہیں ماریں والی تیز طوفانی ہواؤں، سماعتوں پر اترتی آیات، جبر و استبداد کی سختیوں اور کم کی آندھیوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ سلطان کے بیٹے جلال الدین کا یہ حملہ ایسا زوردار اور ایسا خوفناک تھا کہ منگولوں کے لشکر کی اکثر صفیں درہم برہم ہو کر رہ گئی۔

اگر جلال الدین اس وقت اپنی فوج لے کر امداد کو نہ پہنچتا تو یقیناً "سلطان

ملی کہ اس کے باپ علاؤالدین نے منگولوں کے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے اس راستہ روک دیا ہے تو وہ بھی اس سمت بڑی تیزی سے بڑھا تھا۔

جوچی اور جی نویان دونوں نہیں چاہتے تھے کہ وہ سلطان علاؤالدین کے ساتھ جنگ کریں۔ اصل میں وہ خوفزدہ تھے کہ اگر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں جند شہر سے باہر انہیں شکست ہوئی تو ان کے لشکر پر اس کے بڑے دور رس نتائج ہوں گے۔ وہ اس طرح شکست کی صورت میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مقابلہ میں منگول بے چینی اور بددلی کا شکار ہو جاتے اور دشمن کے خلاف آزادہ جارحیت کا جو ان کا معمول تھا۔ اس میں فرق پڑ سکتا تھا۔ لیکن سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے اطوار سے پتا چلتا تھا کہ وہ ہر صورت میں منگولوں کے ساتھ ٹکرا۔ کا عزم کئے ہوئے تھا۔ اس لئے کہ جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے جوچی اور جی نویان کے متحدہ لشکر کی راہ روکی تو جوچی اور جی نویان نے اپنے لشکر کو دائم طرف سے ہوتے ہوئے بچا کر نکل جانا چاہا لیکن سلطان علاؤالدین نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہ دی اور مکمل طور پر ان کی راہ روک کر اس نے انہیں جنگ کرنے مجبور کر دیا۔

سلطان علاؤالدین چونکہ منگولوں کے طریقہ جنگ اور ان کی طاقت اور قوت اندازہ رکھتا تھا لہذا اس نے ان پر حملہ آور ہونے میں بڑی بے چینی سے پہل کی اور وہ روز و شب میں رواں جانی انجانی لاچارگی، ہجر مسافرتوں کی اندھی کالی موجوں اور یادوں کے بادبانوں پر بد نصیبی کی بارش کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا۔

جوچی اور جی نویان ہر صورت میں جنگ سے بچنا چاہتے تھے۔ گو ان دونوں پاس ایک لاکھ کے لگ بھگ لشکر تھا لیکن چونکہ انہوں نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی فتوحات کے بے شمار قصے سن رکھے تھے اور جانتے تھے کہ اس نے اپنی بہادر اور جراتمندی کی بنا پر بے شمار شہر فتح کر کے اپنی سلطنت میں خوب اضافہ کر رکھا تھا لہذا جوچی اور جی نویان دونوں ڈرتے تھے کہ کہیں جند شہر سے باہر کھلے میدانوں ان دونوں کو شکست نہ ہو جائے اور اگر ان دونوں کو شکست ہوتی ہے تو ایک تو ان لشکر اس شکست سے برا اثر لے گا۔ دوسرے انہیں چنگیز خان کی خفگی اور غصہ کا

تب اب بے سود تھا۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہیں پڑاؤ رکھا
ئے۔ خوارزم شاہ کئی دنوں تک جند شہر سے باہر ان کھلے میدانوں میں اپنے بیٹے
لال الدین کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے رہا چونکہ گزشتہ دن کی جنگ میں منگولوں کے
تھ اسے تلخ تجربہ ہوا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ منگولوں کو شکست دینا اتنا
آسان نہیں جتنا آسان سمجھ کر وہ ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ لہذا اپنے اس تجربہ کو سامنے
لئے ہوئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ اس کے بعد وہ ہر
منگولوں کی سپاہ کے ساتھ جنگ نہیں کرے گا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کے پاؤں اکھڑ چکے ہوتے۔ جلال الدین نے زور دیا
حملے کرتے ہوئے منگولوں کو بری طرح پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا اور جو منی جلال
الدین کے لشکر کی حملہ کی سختی اور خونخواری کے سامنے منگول پیچھے ہٹے سلطان
علاؤ الدین کے لشکر کی بگڑی ہوئی صفیں ایک بار پھر درست ہو گئیں۔ غروب آفتاب
تک میدان کارزار گرم رہا اور جب اندھیرا چھا گیا تو دونوں لشکروں نے اپنے درمیان
تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر پڑاؤ کر لیا تھا تاکہ اگلے روز پھر میدان کارزار کو گرم کیا جا۔
اور فیصلہ کیا جائے کہ کون زیر اور کون غالب رہتا ہے۔

دوسری طرف چنگیز خان کا بیٹا اور اس کا سالار جی نویان بھی اس جنگ سے
خوفزدہ ہو گئے تھے انہوں نے دیکھا تھا کہ پورا دن مسلمانوں سے جنگ کرنے کے باوجود
وہ اپنے لئے فوائد حاصل نہیں کر سکے تھے۔ بلکہ جس وقت جلال الدین نے ان پر
حملہ کیا تو اس وقت ان کے اکثر لشکریوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ جوچی اور جی نویان
کو یہ ڈر تھا کہ اگر کل بھی انہوں نے میدان میں نکل کر سلطان علاؤ الدین خوارزم
شاہ اور اس کے بیٹے جلال الدین سے جنگ کی تو دونوں باپ بیٹا مل کر انہیں بدتر
شکست دیں گے۔ اور اس شکست سے ان کے لشکریوں کے دل ٹوٹ جائیں گے اور
آئندہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لے سکیں گے۔

ان حالات میں جوچی نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جب سلطان کا لشکر رات کو
جائے تو وہ دبے پاؤں پڑاؤ سے نکل پڑیں اور واپسی کی راہ لیں۔ اس تجویز کی کامیابی
کے لئے یہ تجویز سوچی گئی کہ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے پڑاؤ میں مختلف مقامات
الائے روشن کر دیئے جائیں جو رات بھر جلتے رہیں تاکہ سلطان علاؤ الدین اور اس کے
بیٹے جلال الدین کو یہی غلط فہمی رہے کہ منگول پڑاؤ میں موجود ہیں اور بیدار اور مست
ہیں۔ جوچی کے حکم پر اس کے لشکری فوراً حرکت میں آئے۔ انہوں نے اپنے پڑاؤ
میں آگ کے بڑے بڑے الائے روشن کرنے کے بعد جوچی اور جی نویان بڑی خاموشی
سے اپنے لشکر کو لے کر اپنی سرحدوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔

صبح کو جب سلطان علاؤ الدین اور جلال الدین کے لشکری بیدار ہوئے تو انہیں
اس وقت معلوم ہوا کہ منگول رات کی تاریکی میں بچ کر نکل گئے ہیں چونکہ ان

خوشی میں اس نے اپنے لشکر کو چند روز تک اسی کوستانی سلسلہ میں پڑاؤ کر کے آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔



اسی کوستانی سلسلہ میں پڑاؤ کے دوران ایک روز چنگیز خان کا سپہ سالار اعلیٰ سودائی خان اپنے خیمہ میں اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کی حسین و جمیل بیٹی طیان اور بیٹا بلداق دونوں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے نانا کا جاننے والا مسلمان مبلغ نظام الدین بھی تھا۔ سودائی نے جوئی اپنی بیٹی اور بیٹے کو دیکھا، اس کے چہرے پر بے پایاں خوشیاں بکھر گئیں تھیں۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دونوں بازو اس نے پھیلا دیئے۔ حسین و جمیل طیان اور اس کا بھائی دونوں بھاگ کر اپنے باپ سے لپٹ گئے۔ سودائی ان دونوں کو پیار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد طیان علیحدہ ہوتے ہوئے بولی۔

اے میرے باپ! یہ جو بزرگ آپ ہمارے ساتھ دیکھ رہے ہیں، ان کا نام نظام الدین ہے۔ انہی کے ہاتھوں میرے نانا نے اسلام کیا قبول تھا۔ سودائی نے آگے بڑھ کر نظام الدین سے بھی پر جوش مصافحہ کرتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ پھر وہ اپنی بیٹی طیان کی طرف مڑا اور پوچھنے لگا۔ بیٹی تیرا نانا کیا ہے۔ جواب میں طیان اور بلداق دونوں کے چروں پر مردنی چھا گئی۔ پھر طیان کی آنکھوں میں آنسو اڑ آئے۔ ان دونوں کی یہ حالت دیکھ کر سودائی پریشان ہو گیا۔ وہ کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ روتی ہوئی طیان بولی

اے میرے باپ! ہمارا نانا چند روز بیمار رہنے کے بعد اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گیا۔ موت کے وقت اس نے ہم دونوں بہن بھائیوں کو اپنے اس استاد محترم نظام الدین کے حوالے کیا تھا تاکہ یہ ہمیں آپ کے پاس پہنچا دے۔ ہم اس نظام الدین کے بے حد شکر گزار اور ممنون ہیں کہ یہ ہمیں یہاں لے کر آیا۔ راستے بھر اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔

طیان اور بلداق کے نانا کا سن کر سودائی تھوڑی دیر کے لئے کیس ڈوب کر رہ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر تأسف اور غم اور اندوہ کے جذبے بکھر گئے تھے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مسلم مبلغ نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے بزرگ! آپ کا بہت

کاشغر اور غغن کے حکمران کشک خان کو شکست دینے کے بعد چنگیز خان اچھے کے لشکر کے ساتھ اپنے بیٹے جوچی اور جی نویان سے آملنے کے لئے جس جنوب کی طرف بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا کہ ایک دم ایک کوستانی ما میں اس نے اپنے لشکر کو رکنے اور پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس لئے کہ عام معمول اس کوستانی سلسلہ میں برف باری شروع ہو گئی تھی۔ چونکہ ان کو سلسلوں میں ابھی برف باری کا موسم نہیں آیا تھا لہذا اس بے وقت کی برف باری چنگیز خان کو ایک شے اور دہم میں ڈال دیا۔ اس کوستانی سلسلہ میں پڑاؤ کرنے کے چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ستارہ شناس، نجومی اور رمال لیوچستانی کو طلب کیا لیوچستانی جب چنگیز خان کے خیمہ میں ہاتھ باندھ کر آکھڑا ہوا تو ہاتھ کے اشارہ چنگیز خان نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ چنگیز خان نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

لیوچستانی تو دیکھتا ہے کہ اس کوستانی سلسلہ میں بے وقت کی برف باری وقت ہوئی ہے جب میں اپنے سب سے بڑے دشمن سے نپٹنے کے لئے جنوب کی پیش قدمی کر رہا ہوں۔ پس تو اپنے ستاروں کے علم کو حرکت میں لا اور بتا کہ برف باری کا کیا شگون نکلتا ہے۔ چنگیز خان کے اس استفسار پر ستارہ شناس لیوچستانی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور کچھ دیر تک وہ سوچتا اور حساب لگاتا رہا پھر چنگیز خان کی دیکھا اور اپنی گہری اور سرخ آنکھیں اس نے چنگیز خان کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

خان! تمہاری جنوب کی طرف پیش قدمی کے دوران یہ جو بے موسم ہوئی ہے اس سے یہ شگون نکلتا ہے کہ سرد برفانی اور سرمئی سرزمینوں کا آملکوں کے تاجداروں پر فتح پائے گا۔

اپنے ستارہ شناس لیوچستانی کا یہ جواب سن کر چنگیز خان بڑا خوش ہوا

بہت شکریہ کہ آپ میری بیٹی اور بیٹے کو لے کر یہاں آئے۔ سوہدائی شاید مزید کچھ کہتا
طیان بچ میں بولی

میں اور بلدان ہم دونوں آپ کے ساتھ لشکر میں رہیں گے۔ اور یہ مسلم مبلغ
ہمارے ساتھ لشکر میں ہی رہے گا۔ سوہدائی نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ
میری بیٹی جیسا چاہے گی ویسا ہی ہو گا۔ تم تینوں کے لئے میں ابھی ایک علیحدہ خیمے کا انتظام
کرتا ہوں اور تم تینوں میرے ساتھ لشکر ہی میں رہو گے۔ تم بہن بھائی کی موجودگی سے بڑے
بڑی تقویت اور خوشی ہو گی۔ سوہدائی خاموش ہوا تو اس بار اس کے بیٹے بلدان نے اس
سے پوچھا۔

آپ ہماری ماں کو اپنے ساتھ لے کر نہیں آئے۔ بلدان کا مطلب اپنی سوتیلی ماں
سے تھا کیونکہ ان دونوں کی ماں تو مر چکی تھی۔ سوہدائی نے دوسری شادی کر رکھی تھی۔
سوہدائی کہنے لگا نہیں بیٹے۔ میں تمہاری ماں اور دوسرے بہن بھائیوں کو قراقرم شہر ہی چھوڑ
آیا ہوں۔ اور یہاں اکیلا ہی لشکر میں ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کاش تم دونوں بہن بھائی
میرے ساتھ ہوتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری خوش قسمتی ہے کہ میری خواہش پوری ہوئی اور تم دونوں
بہن بھائی یہاں آ گئے ہو۔ تم تینوں بیٹھو، میں تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ سوہدائی نے
کہہ کر اٹھا اور خیمہ کے باہر پہرہ دینے والے منگول سپاہی کو کھانے کا کہنے لگا۔ کچھ دیر بعد
وہ سپاہی کھانا لے کر آ گیا۔ طیان، بلدان اور نظام الدین تینوں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اس
دوران سوہدائی ان تینوں کے لئے اپنے خیمہ کے ساتھ ہی ایک علیحدہ خیمے کا انتظام کر چکا
تھا۔ جہاں وہ کھانے کے بعد آرام کے لئے چلے گئے۔



چنگیز خان نے چند روز تک اس کوستانی سلسلے میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے
لھا۔ اس دوران سلطان علاؤ الدین کے سامنے سے بھاگ کر اس کا بیٹا جوچی اور
الار جی نویان بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ لہذا انہی کوستانی سلسلوں کے اندر چنگیز خان
نے اپنے بیٹوں اور سالاروں کے ساتھ سلطان خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے
ملاح مشورے کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف سلطان علاؤ الدین کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ
چنگیز خان پوری طاقت اور قوت سے اس کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کے درپے
ہے۔ لہذا وہ جلد کے سرحدی شہر سے سمرقند کی طرف چلا گیا۔ سمرقند پہنچ کر اس نے
پنے چار لاکھ کے لشکر کو تقسیم کیا تاکہ مختلف شہروں میں چنگیز خان سے مقابلے میں
حفاظت کی جاسکے۔

ساتھ ہزار کا ایک لشکر اس نے اپنے ماموں اور اترار کے حاکم غار خان کی مدد
کے لئے روانہ کیا۔ بہترین تیس ہزار سوار بخارہ کی طرف بھیجے۔ دو لاکھ دس ہزار کا
ایک لشکر جرار سمرقند کی حفاظت پر مامور کیا اور باقی بچنے والا لشکر اس نے اپنی اپنے
سالاروں اور بیٹوں اور اپنے حرم کی حفاظت کے لئے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ لشکر کو
یوں تقسیم کر کے مختلف شہروں کی طرف روانہ کرنا سلطان خوارزم شاہ کی سب سے
بڑی حماقت تھی۔ اس لئے کہ جو لشکر بھی اس نے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے
کوئی بہتر طور پر ان کی کمانداری نہ کر سکا۔ خوارزم شاہ اگر اپنے چار لاکھ کے لشکر کو
اپنے اور اپنے بیٹے جلال الدین ہی کی کمانداری میں رکھ کر چنگیز خان کے سامنے آتا تو
چنگیز خان اس کا مرکزی شہر قراقرم تک تعاقب کر سکتا تھا۔ اگر ان جنگوں میں اسے
کامیابی نہ ہوتی تو کم از کم اپنے چار لاکھ کے لشکر کے ساتھ وہ چنگیز خان کے مقابلے میں

نے مطابق لشکر کو حصوں میں تقسیم کر کے مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیا۔ جلال الدین چونکہ ایک انتہائی فرمانبردار بیٹا تھا لہذا وہ اپنے باپ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سامنے بول نہ سکا۔

سلطان علاؤ الدین گویہ بہانہ کر کے مزید فوج بھرتی کرنا چاہتا تھا جو حملہ آور ملکوں کو اپنی حدود سے مار بھگائے۔ سمرقند سے خراسان چلا گیا تھا۔ لیکن اپنے لشکروں کو تقسیم کرنے اور پھر سمرقند سے خراسان چلے جانے سے چنگیز خان نے یہ اندازہ لگایا کہ سلطان علاؤ الدین منگولوں کے ساتھ جنگ سے کترا رہا ہے اور غالباً اس کی کوشش یہ ہے کہ لڑائی کا کوئی موقع پیدا ہی نہ ہونے دے۔

چنانچہ اس غرض سے چنگیز خان نے بھی اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ اور سلطان علاؤ الدین کی سلطنت میں اس نے مختلف محاذ کھول کر خوارزم شاہ کے علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

لشکر کا ایک حصہ چنگیز خان نے اپنے پاس رکھا۔ اور اس نے بخارا شہر کا ارادہ کر لیا تھا۔ دوسرا حصہ اس نے اپنے بیٹے چغتائی اور اندائی دونوں کی کمانداری میں دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ اترار شہر کا رخ کریں کیونکہ اترار شہر کا حاکم غار خان ہی اس ساری شرارت کا سرغنہ اور بانی تھا۔ چنگیز خان نے اسے حکم دیا کہ غار خان کو اس کے جرائم کی سزا ضرور دی جائے۔ اپنے سب سے بڑے بیٹے جوچی کو چنگیز خان نے اپنے لشکر کے تیسرے حصے کا کماندار بنایا۔ اسے یناکت اور غنجد شہر کی طرف روانہ کیا۔ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تولوئی کو جسے چنگیز خان نے اپنے سارے لشکروں کا اعزازی سپہ سالار مقرر کر رکھا تھا۔ چنگیز خان نے اسے اپنے ساتھ رکھا تھا۔

چنگیز خان کا حکم پاتے ہی اس کے دونوں بیٹے اندائی اور چغتائی اترار شہر کی طرف بڑھے تاکہ شہر کو فتح کر کے غار خان کو چنگیز خان کے سوداگروں کے قتل کرنے کی سزا دی جائے۔ دوسری طرف غار خان بھی خود اترار شہر میں موجود تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ چنگیز خان نے ایک لشکر اپنے بیٹے اندائی اور چغتائی کی سرکردگی میں اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا ہے تو وہ اترار شہر میں محصور ہو گیا۔

چنگیز خان کے دونوں بیٹوں اندائی اور چغتائی دونوں نے اترار شہر کے شمال اور

جنگ کو اس قدر طول دے سکتا تھا کہ چنگیز خان تھک ہار کر خوارزم شاہ کی سرحدوں سے ہی واپس لوٹ جانے پر مجبور ہو جاتا، لیکن پہلی ہی جنگ کے تجربے نے خوارزم شاہ کے اندر غلط فہمی اور بددلی بھر کر رکھ دی تھی۔ اتنی بڑی فوج کے باوجود چنگیز خان کا مقابلہ نہ کیا۔ بلکہ میدان جنگ سے پیچھے ہٹ آیا۔ سمرقند میں قیام کے دوران اس سے ایک اور غلطی سرزد ہوئی اور وہ یہ کہ ایک روز سمرقند میں قیام کے دوران سمرقند کے شہر کے اطراف میں خندق کا معائنہ کر رہا تھا کہ خندق کا جائزہ لیتے لیتے اچانک اپنے ارد گرد جمع ہونے والے سالاروں اور لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ہم پر اتنی بڑی قوم نے حملہ کیا ہے کہ اگر وہ صرف اپنے تازیانے ہی خندق میں ڈال دیں تو سمرقند کی اس خندق کو پر کر کے رکھ دیں۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے یہ الفاظ سن کر سمرقند کے محافظ لشکر منگولوں کی اور زیادہ ہیبت اور خوف طاری ہو گیا تھا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ سمرقند سے روانہ ہو کر خراسان کی طرف چلا گیا تھا۔ لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کا باپ علاؤ الدین منگولوں کے مقابلے میں بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور سمرقند میں قیام کر کے بجائے خراسان کا رخ کر گیا ہے تو ان کے بھی حوصلے پست ہو گئے۔ اور وہ چھوڑ بیٹھے۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف چنگیز خان کی پے در پے فتوحات کا اصل سبب یہی تھا۔ سلطان علاؤ الدین نے اپنے لشکر کو ٹکڑے کر کے کمزور کر دیا تھا۔ اگر وہ مجاہدانہ طور پر خم ٹھونک کر سامنے آجاتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ چنگیز اسے شکست دے سکتا۔ کسی میدان میں چنگیز خان کے مقابلے پر پسپائی ہوتی بھی بھی سلطان علاؤ الدین کی مملکت اس قدر وسیع تھی کہ ہفتوں کے اندر وہ لاکھوں کا لشکر بھرتی کر کے منگولوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ جس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سمرقند میں قیام کر رکھا تھا۔ اس وقت اسکے بیٹے جلال الدین نے تک کہا کہ لشکروں کی ساری کمانداری میرے حوالے کر دیں پھر دیکھیں کہ منگولوں کو کس طرح ٹاکوں پنے چھوٹا ہوں۔ پر افسوس سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر اس قدر بدحواسی طاری تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس قدر شل اور دماغ کمزور قدر ماؤف ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے جلال الدین کو بھی جھڑک دیا اور اپنی

ازار شہر کے حاکم غار خان کا کھڑا کیا ہوا تھا لہذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ منگولوں کے ساتھ صلح کی گفتگو کی جائے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جنگ اسی کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کا نتیجہ ہے۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ صلح کی صورت میں بھی اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہو سکے گی۔ اس لئے کہ چنگیز خان کے دونوں بیٹے اسے پکڑ کر چنگیز خان کے سامنے پیش کریں گے اور چنگیز خان ہر صورت میں اسے سزا دے کر رہے گا۔ لہذا اس نے فیصلہ کر لیا کہ منگولوں کے ساتھ لڑ کر مرنا صلح کی درخواست سے انتہا درجے بہتر ہے۔

اس موقع پر حاکم شہر غار خان اور سلطان علاؤ الدین کے حاجب قراچہ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ غار خان کسی بھی صورت منگولوں کے ساتھ صلح و صفائی کی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ جب کہ قراچہ ہر صورت میں منگولوں کے ساتھ بات چیت کر کے شہر کو بچانے کے درپے تھا۔ اس طرح ازار شہر میں مسلمانوں کی طاقت اور قوت دو حصوں میں بٹ کر رہ گئی تھی۔

دوسری طرف چنگیز خان کے بیٹے اندرائی اور چغتائی بھی شہر کا محاصرہ کرتے ہوئے تنگ پڑ چکے تھے۔ وہ خوراک اور رسد کا سامان حاصل کرنے میں بڑی دقت اور دشواری محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ اس حصے کا کماندار انہوں نے اپنے بہترین سالار جی نویان کے بھائی اونان کو بنایا۔ اونان وہی تھا جو حسین اور پر جمال طیان کا منگیتر تھا۔ اس اونان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ اپنے لشکر کے لئے رسد اور خوراک فراہم کرے۔ اونان فوراً حرکت میں آیا۔ چھوٹے چھوٹے دستے اس نے اطراف میں پھیلا دیئے تاکہ ارد گرد کی بستیوں اور قریوں سے خوراک حاصل کر کے اپنے لشکر کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔



ایک روز اور خان، اس کا بھائی قبیل خان، ماموں زاد طفول خان اور بہن حرمہ اکٹھے بیٹھے، اپنے دیوان خانے میں باہم گفتگو کر رہے تھے۔ گفتگو کا موضوع منگول تھے جنہوں نے ازار شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اتنے میں باہر سے اور خان کا ماموں برہان

مغرب میں اپنے لشکر کو پھیلا دیا جبکہ شہر کا جنوبی حصہ اور مشرقی حصہ انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اور یوں وہ شہر پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن غار خان اپنے قلعہ دار برہان الدین اور اس کے بھانجے اور خان کے ساتھ مل کر جراتمندی، بڑی دلیری سے منگولوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ اپنے لشکر کے ساتھ وقفے سے شہر کے دروازے سے نکل کر مغلوں پر حملہ آور ہو کر انھیں ناقابل نقصان پنچا کر پھر واپس شہر میں محصور ہو جاتے۔ اس طرح پانچ ماہ لگاتار ازار حاکم غار خان اور چنگیز خان کے دونوں بیٹوں اندرائی اور چغتائی کے درمیان جنگ رہی۔

شہر کے لگاتار محاصرے اور پانچ ماہ سے جنگ میں مصروف رہنے کی وجہ سے شہر کی حالت بڑی ابتر اور قابل رحم ہو گئی تھی۔ دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خراسان میں جب خبر ہوئی کہ اس کے ماموں غار خان کا محاصرہ ہو چکا ہے اور لگاتار پانچ ماہ سے جاری ہے اور وہ چنگیز خان کے دونوں بیٹوں کے ساتھ برسرِ پیکار اس نے اپنے حاجب قراچہ کو ایک اور لشکر دے کر جس کی تعداد تقریباً دس ہزار قریب تھی، اپنے ماموں غار خان کی مدد کے لئے بھیجا۔ نیا آنے والا یہ لشکر تاریکی میں شہر کے جنوبی اور مشرقی دروازوں سے شہر میں داخل ہو کر غار خان کے ساتھ مل گیا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے حاجب قراچہ نے ازار شہر پہنچ کر دو روز جب شہر اور اس کے کینوں کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ لگاتار جنگ بیزار ہو چکے تھے۔ اور وہ ہر صورت میں صلح کے خواہاں تھے۔ دوسری طرف قراچہ نے یہ بھی دیکھا کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو شہر کے اندر خوراک دوسری ضرورت کا سامان بالکل ختم ہو جائے گا اور مسلمانوں کو کھیتا اپنے آ منگولوں کے حوالے کرنا پڑے گا۔ لہذا اس نے فیصلہ کیا کہ شہر کے اندر مزید محاصرہ کر منگولوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے، صلح کے لئے کوئی سلسلہ جہانی شروع چاہئے۔

چونکہ مغلوں کے حملہ آور ہونے کا یہ فتنہ سلطان علاؤ الدین کے ماموں

بیٹے وہ سلطنت کا مرکزی شہر ہے اور مجھے امید ہے کہ سلطان علاؤ الدین جب خوارزم پر ضرب پڑے گی تو ضرور اس کے دفاع کا سامان کرے گا۔

اپنے ماموں کی اس گفتگو کے جواب میں اور خان کی گردن جھک گئی تھی۔ شاید وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ برہان الدین پھر بول پڑا۔ جواب میں کوئی دلیل پیش کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہادر ہو، شجاع ہو، دلیر ہو اور نڈر ہو۔ تم چاہو گے کہ میرے ساتھ اس شہر میں رہ کر منگولوں کے ساتھ لڑائی کرے، مگر میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں اور تم اکیلے اس شہر کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی بلکہ اسی وقت ضروری سامان سمیٹ کر دونوں بھائیوں اور بہن کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔

اور خان نے بڑے غور سے برہان الدین کی طرف دیکھا پھر بولا۔ ماموں کیا یہ آپ کا حکم ہے۔ اس پر برہان الدین نے کہا کہ ہاں بیٹے یہ میرا حکم ہی ہے۔ زندگی میں میں نے کبھی تمہیں کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے تمہیں اپنے بچوں سے بڑھ کر عزیز اور پیارا رکھا ہے۔ تم سمجھو کہ آج میں تمہیں حکم ہی دے رہا ہوں۔ اور میری خواہش بھی ہے کہ میرا بیٹا میری حکم عدولی نہ کرے۔ اور خان کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ ماموں اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میں آج ہی اپنے بہن بھائیوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اور خان کا یہ جواب سن کر برہان الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ ان کے ساتھ مل کر ان کے کوچ کی تیاریاں کرنے لگا۔

عازر خان اور حاجب قراچہ دونوں اپنی اپنی ہٹ دھری پر قائم رہے۔ آخر اہل شہر کی حالت نہ دیکھتے ہوئے قراچہ نے اگلے روز اہل شہر کی مرضی سے شہر کی تفصیل کے دروازے کھول دیئے۔ اور شہر سے باہر نکل آیا۔ منگولوں نے اسے پکڑ کر چنگیز خان کے بیٹے اندائی کے سامنے پیش کیا۔ اندائی تھوڑی دیر تک سر سے لے کر پاؤں تک حاجب قراچہ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اسے اہل شہر سے غداری کرنے پر برا بھلا کہا اور حکم دیا کہ اسے اور شہر کے تمام باشندوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حاجب قراچہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور شہر میں جس قدر مسلمان تھے انہیں بھی یہ تیغ کر دیا گیا۔

الدين آيا۔ وہ بدحواس سا لگتا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے سب کھڑے ہو گئے برہان الدین نشست پر بیٹھ گیا۔ اسکی پریشانی دیکھتے ہوئے اور خان اس سے کچھ پوچھ ہی چاہتا تھا کہ برہان الدین خود ہی بول پڑا اور اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اور خان میں جانتا ہوں کہ تو خود ابھی کچی عمر کا ہے۔ تیری مونچھیں بھی ابھی پوری طرح سیاہ نہیں ہوئیں۔ میرے بیٹے۔ اپنے بہن بھائیوں میں تو سب سے بڑا ہے۔ میں اترا شہر کا بوڑھا اور قلعہ دار تم پر ہی بھروسہ کر سکتا ہوں۔ اترا شہر کے حاکم عازر خان اور سلطان کے حاجب قراچہ کے درمیان کشمکش چل پڑی ہے۔ قراچہ صورت میں چاہتا ہے کہ منگولوں کے ساتھ صلح صفائی کی بات چیت کی جائے۔ جب عازر خان ہرگز ایسا نہیں چاہتا۔ عازر خان جانتا ہے کہ صلح صفائی کی صورت میں منگول اس سے انتقام ضرور لیں گے۔

میرے بیٹے۔ میں ابھی ان دونوں سے مل کر آ رہا ہوں۔ اور میں نے ان دونوں سے کہا ہے کہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی درمیانہ راستہ نکال لیں۔ لیکن دونوں ہی اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ کل صبح قراچہ اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شہر کے دروازے کھول کر چنگیز خان کے بیٹے اندائی اور چغتائی کے ساتھ گفتگو کرے گا۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ چونکہ شہر کے اکثر لوگ اس حکام سے تنگ آچکے ہیں لہذا لوگوں کی اکثریت اب عازر خان کے بجائے سلطان کے حامی قراچہ کا ساتھ دے رہی ہے۔

بیٹے! میں ان منگولوں کی سرشت خوب جانتا ہوں۔ تم سب بہن بھائی! نا تجربہ کار ہو۔ اپنے اسی تجربہ کی بنا پر بیٹے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ شہر سے شرقی دروازے سے نکل جاؤ۔ حاجب قراچہ کے لائحہ کے مطابق اگر صلح ہو گئی اور منگول شہر میں داخل ہو گئے تو میں تمہیں یقین دلانا کہ شہر کی کسی عورت کی بھی عزت محفوظ نہیں رہے گی اور ہر وہ جوان جو منگولوں کے لڑنے کے درپے ہو گا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ لہذا ایسا وقت سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے بہن بھائیوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور محفوظ جگہ چلا جا۔ میرا ارادہ ہے کہ تو یہاں سے نکل کر خوارزم کی طرف نکل

کر دیا گیا اور وہ نوجوان جو آنے والے دنوں میں منگولوں کے کام آسکتے تھے اور
 میں ان کی مدد کر سکتے تھے انہیں غلام بنا کر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔



دوسری طرف حاکم شہر غار خان اترار شہر کے قلعہ دار برہان الدین کے
 شہر کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے ساتھ ابھی تک بیس ہزار کا لشکر
 جو ان دونوں کے لئے بڑا مخلص اور فرمانبردار تھا۔ دوسری طرف منگول شہر میں رہا
 ہو چکے تھے۔ جب کہ غار خان اور برہان الدین دونوں ہر رات موقع پا کر قلعے سے
 اور منگولوں پر بے خبری میں شب خون مارتے اور مار دھاڑ کرتے ہوئے پھر قلعے
 داخل ہو جاتے۔ اس طرح انہوں نے وقفے وقفے سے شب خون مارتے ہوئے منگول
 کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔

یہ سلسلہ لگاتار ایک ماہ تک جاری رہا۔ دونوں طرف لشکریوں کی کافی تعداد
 جا رہی تھی۔ فرق یہ تھا کہ منگولوں کو باقاعدہ کمک پہنچ رہی تھی جب کہ غار خان
 باہر سے رسد اور کمک میا نہیں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے دن بدن اس کے لشکر
 تعداد کم سے کم تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔

آخر کار قلعہ میں محصور غار خان کے لشکر کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف دو
 سپاہیوں تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن غار خان اور برہان الدین کے دم خم میں کوئی فرا
 آیا۔ پھر ایسا موقع بھی آیا کہ برہان الدین بھی منگولوں کے ساتھ لڑتے لڑتے
 اور غار خان کے ساتھ صرف دو سپاہی رہ گئے تھے وہ بھی ایک رات تیر گئے
 مارے گئے۔

اس صورت حال میں قلعہ کے اندر موجود عورتیں غار خان کے ارد گرد
 گئی تھیں۔ ان عورتوں سے کام لیتے ہوئے منگولوں پر تیر اندازی کرتے ہوئے
 خاں نے انہیں کچھ عرصہ تک روکے رکھا۔ لیکن آخر کب تک؟ جب اس کے
 رسد اور کمک بالکل ختم ہو گئی تو منگولوں نے قلعے کو بھی فتح کر لیا اور غار خان
 گرفتار کر لیا۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ چنگیز خان کے بیٹے اندائی نے اترار کے حاکم غار
 گرفتار کرنے کے بعد اسے چنگیز خان کے پاس بھیج دیا۔ چنگیز خان نے انتقام
 لئے پگھلی ہوئی چاندی غار خان کی آنکھوں اور کانوں میں ڈلوا کر اسے قتل
 اترار شہر کی فصیلیں گرا دی گئیں۔ شہر بھی گرا کر ہموار کر دیا گیا۔ آبادی کا اکثر

منگول اپنے گھوڑوں پر سوار نمودار ہوئے۔ شاید ان کا تعلق لشکر کے اس حصے سے تھا جسے چنگیز خان کے بیٹے اندائی نے اترار شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے لئے خوراک جمع کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ جب وہ پانچوں منگول اس جگہ آئے جہاں قبیل خان، طفول خان اور حرمہ اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے تو وہ پانچوں منگول رک گئے۔ ان میں سے ایک منگول جو اپنے سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اور اوروں کی نسبت خوب قد آور تھا اس کی ٹوپی پر باز کے پروں کی کٹنی بھی تھی جو اس بات کا اظہار تھا کہ وہ یا تو ان کا سردار ہے یا لشکر کا کوئی بڑا عہدیدار ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ کٹنی والا سردار حرمہ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر وہ قبیل خان اور طفول خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا کہ تم مسلمان ہو۔ اس پر اور خان کا چھوٹا بھائی قبیل خان سینہ تان کر بولا۔

الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں۔ اس پر وہ کٹنی والا منگول بولا۔ میرا نام اوتان ہے اور منگولوں کے بہترین سپہ سالار جی نویان کا چھوٹا بھائی ہوں۔ لگتا ہے تم تینوں اترار شہر کی طرف آرہے ہو۔ تمہارا مقصد منگولوں کے خلاف جاسوسی کرنا ہے۔ اس بار طفول خان بولا۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ وہی کٹنی والا جس نے اپنا نام اوتان بتایا تھا، اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

ان دونوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دو اور لڑکی کو پکڑ کر میرے گھوڑے پر بٹھا دو۔

اوتان کے ان الفاظ سے قبیل خان اور طفول خان کے چہرے مارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ قبیل خان نے اس اوتان نامی منگول کو مخاطب کر کے کہا کہ تو بکا ہے۔ یہ ہم دونوں کی بہن ہے۔ تو اسے ہاتھ لگا کر دیکھ۔ اوتان نے آنکھ سے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ جس کے جواب میں وہ چاروں منگول قبیل خان اور طفول خان پر حملہ آور ہو گئے۔

قبیل خان اور طفول خان چونکہ پہلے ہی اپنی تلواروں اور ڈھالوں پر گرفت رکھے ہوئے تھے لہذا وہ بھی ان چاروں منگولوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ اس موقع پر حرمہ

قبیل خان، طفول خان اور حرمہ کو لے کر اور خان اترار شہر سے نکلا۔ کے پاس اپنے دونوں سدھائے ہوئے گھوڑے تھے۔ ایک وہ سرخ رنگ کا پہلے سے اس کے پاس تھا اور دوسرا چمکدار سیاہ رنگ کا جنگلی گھوڑا جسے اس نے سدھالیا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ پیچیرا بھی تھا جسے اس نے اسی جنگلی گھوڑے کے ساتھ پکڑا تھا۔ قبیل خان، طفول خان اور حرمہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار۔ کوستانی سلسلے کے اندر ایک بہتی کے قریب اور خان رک گیا۔ پھر خان اور طفول کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا، طفول خان اور قبیل خان تم کے ساتھ اسی شاہراہ پر ٹھہرو، میں اس بہتی سے کھانے پینے اور ضرورت خرید کر جلد ہی لوٹتا ہوں۔ اس کے بعد ہم اپنا سفر جاری رکھیں گے۔ ہوسکا راستے میں ہمیں کہیں اور یہ چیزیں خریدنے کا موقع نہ ملے۔ اس لئے چنگیز خان کے بیٹے اندائی اور چغتائی نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ وہاں چنگیز خان جوچی اور خود چنگیز خان اور چھوٹا بیٹا تولوئی بھی مختلف شہروں کا رخ کر رہے ہیں۔ بھی سلطان علاؤ الدین کے لئے ایک نیا محاذ کھولنے کی کوشش کریں گے۔ کاغذ علاؤ الدین سمرقند چھوڑ کر خراسان کی طرف نہ چلا گیا ہوتا۔ میرے بھائی نے لے کر بیٹھو میں جلد لوٹتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اور خان اپنے سیاہ رنگ کے کو اید لگا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کا دوسرا سرخ رنگ کا گھوڑا اور پیچیرا کے پیچھے پیچھے ہی جا رہے تھے۔



اور خان کو بہتی کی طرف گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اس شاہراہ

آسمے کچھ اور منگول بھی اسی شاہراہ پر جا رہے تھے جن کی تعداد پانچ چھ کے قریب ہو گئی۔ انہوں نے اور خان کو اوتان کے تعاقب میں دیکھا تو وہ بھی اپنے گھوڑوں کو موڑ کر اوتان کی مدد کے لئے بڑھے تھے۔ اور خان کو وحشی انداز میں اپنا گھوڑا بھگاتے ہوئے اپنے سر پر پہنچے دیکھ کر اوتان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا تھا۔ اوتان کی طرف چونکہ حرمہ پر ڈھیلی ہو گئی تھی لہذا حرمہ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر گئی تھی اور اس طرف بھاگی جہاں اور خان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا۔ اپنی ہاموں زاد حرمہ کو مخاطب کر کے اور خان بولا۔

حرمہ! میری بہن، تم شاہراہ کے ایک طرف کھڑی ہو جاؤ۔ ہم نے حملہ آور ہونے والے چاروں منگولوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور میرے پیچھے ہی پیچھے قبیل خان اور طفول خان بھی ادھر ہی آ رہے ہیں۔ اور خان کی یہ گفتگو سن کر طیان کے منگیترا اوتان نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اور خان کے قریب آگیا۔ بڑی قربانی اور بڑی غضبناکی میں وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اجنبی! میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے؟ تیرا نام کیا ہے؟ اس لئے کہ جس وقت ہم نے اس لڑکی کو وہاں سے اٹھایا تھا اس وقت تو وہاں نہیں تھا۔ اگر تو نے میرے چار منگولوں کا کام تمام کر دیا ہے تو کیا تو اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ سکے گا۔ میں تو اس دشت تنہائی میں وقت کے رستے زخموں کو تیرا نصیب بناؤں گا۔ بے نام مسافت میں ہجر و درد کے چڑھتے دریاؤں کو تیری زیست کا عنوان لکھوں گا۔ اور وقت کے اس موڑ پر خراب و خستہ اور بد حال اور بے نوا منزلوں کے کرب کو تیرا مقدر بنا کر رکھ دوں گا۔

دیکھ اجنبی! مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں کہ تیرا نام کیا ہے۔ پر میں تجھے اپنے متعلق بتاؤں کہ میرا نام اوتان ہے۔ میں چنگیز خان کے سارے لشکر میں تیسرا درجہ رکھنے والا بہترین تیغ زن ہوں۔ میں ان جوانوں میں سے ہوں جو آتے جاتے موسموں کے قافلوں کی طرح موت بن کر زیست کے دروازہ شب پر دستک دینا جانتے ہیں۔ میں ان منگولوں میں سے ہوں جو ابد کا شہر ازل بن کر اپنے دشمنوں کی رگوں میں خوف کا زہر بھر دیتے ہیں۔ اور مرگ کی موج تجس بن کر صدیوں کی طرح گزرتی

نے بھی اپنی تلوار نکال کر اپنے دونوں بھائیوں کی مدد کرنا چاہی مگر اتنے میں اور حرکت میں آیا اور حرمہ کے قریب پہنچ کر اس نے بازو سے پکڑ کر حرمہ کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

جس وقت اوتان نام کے منگول نے جو کہ حسین و جمیل طیان کا منگیترا تھا، اس کو اچک کر اپنے گھوڑے پر بٹھایا تھا، اسی وقت اور خان بستی سے نکل کر شاہراہ کی طرف آیا۔ اور اس نے چاروں منگولوں کو قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ لڑا اور اوتان کو اپنی بہن حرمہ کو گھوڑے پر بٹھاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لہذا اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کو بڑی سیخ پا کر دینے والی ایڑ لگاتے ہوئے وہ شاہراہ کی طرف آیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو طوفان کی طرح بھگاتے ہوئے اور خان اس جگہ آیا جہاں چاروں منگول ابھی تک قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ پھر چھ شب کے سراپوں میں خونی قبائیں، سنان گزرگاہ حیات میں خوابوں کی گونجیں اور ٹالے لے لے ہاتھوں والی آندھیوں کے اندر زرد تپتی ریت، اندھی فضاؤں کے اندر جوش و ہوتی ہیں اس طرح اور خان بھی غصے اور قربانی سے بھرپور ان چاروں کی پشت کی طرف سے نئے نامہراں گردشوں، ذات کی مہومیوں، زیست کو قیامت کا ہنگامہ بنانے آہوں کے اثرات کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے اس نے دو منگولوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔ اپنے دو ساتھیوں کے مرنے کے بعد دوسرے دو منگول چونکے کہ اسی لمحے قبیل خان اور طفول خان کی تلواروں نے انہیں کاٹ کر رکھ دیا۔ ان چاروں کا خاتمہ کرنے کے بعد تینوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ نہ کہا بلکہ وہ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اوتان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ حرمہ کو اٹھالے گیا تھا۔

اور خان نے اپنے سیاہ رنگ کے اس جنگلی گھوڑے کو اس تیزی اور اور اندکھبخت کے ساتھ بھگایا تھا کہ قبیل خان اور طفول خان کے گھوڑے بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ اور اور خان کا وہ وحشی، جنگلی سیاہ گھوڑا، شاہراہ پر دھول اڑاتا ہوا بڑی تیزی سے حرمہ کو اٹھالے جانے والے اوتان کے قریب سے قریب تر ہوتا چلا گیا۔ تھوٹا ہی دیر بعد اور خان نے اوتان کو جا لیا۔ اور خان نے یہ بھی دیکھا کہ اوتان کے آ

بے ساتھ آن ملے ہیں۔ میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ یہ ایک طرف پیچھے ہٹ کر رہیں تو جاسیں۔ تیرے جو دو ساتھی اور حمایتی آن پہنچے ہیں تو انہیں بھی ایک طرف اکر دے اور اکیلا میرے ساتھ مقابلہ کر۔ پھر دیکھ ان دیرانوں میں کس کا انجام کا اختتام اسے گلے لگاتا ہے۔ یہ سن کر اور خان نے بڑی زندہ دلی اور جراتمندی سے کہہ دیا کہ بھائی! میں تیرے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ اور تجھے پہلے کرنے کا موقع بھی دیتا ہوں۔ مجھ پر پہلے وار کر پھر اپنے انجام کا انتظار کر۔ خان کے ان الفاظ سے اوتان کے چہرے پر پھر گہری طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اور خان یوں بڑھ چڑھ کر گفتگو نہ کر۔ جب میں تم پر حملہ آور ہوں گا تو تیرے دل میں کوئی رقص، کوئی رومان، کوئی گیت نہ رہنے دوں گا۔ تیرے خون میں درد قرب کی کوئی آہٹ کی آواز، کوئی صدا نہ رہنے دوں گا۔ تیرے خیالات کو گرانی، تنہی، انکار سے پاک صاف کر کے رکھ دوں گا اور تجھے غم و اندوہ کا کھوج بنا کر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اوتان نے اپنے گھوڑے کو سخت ایڑ لگائی اور وہ گردن کے زہریلے لمحوں، بے اثر موت کی اندھی چاپ اور کسی دیران سرانے میں شائب کے سایوں کی طرح اور خان پر حملہ آور ہوا تھا۔

اور خان اوتان کا یہ حملہ روکنے کے لئے پہلے ہی بہت مستعد اور تیار تھا۔ جونہی ان نے اس پر اپنی تلوار برسائی اور خان نے پریشان مندی اور لافانیوں کا سا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی آسانی کے ساتھ اوتان کے وار کو اپنی ڈھال کے ساتھ روک لیا۔ پھر جوابی حملہ کرتے ہوئے اور خان زلیست کے سوگ، زندگی کی نوحہ گری اور ریزہ ریزہ کر دینے والی آندھیوں کی طرح اوتان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس شاہراہ دونوں جم کر لڑتے رہے یہاں تک کہ اور خان نے اپنے وحشی، جنگلی سیاہ رنگ کے ڈسے کو دائیں پاؤں کی ٹھوکراگلی ٹانگوں کے قریب لگاتے ہوئے اس کا رخ موڑا۔ ڈسے ہنساتا ہوا اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتا ہوا الف بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اور خان نے اپنی آواز کی پوری رقت اور طاقت سے اللہ و ربکارے ہوئے تکبیر بلند کی اور ساتھ ہی ایک بار پھر اس نے اپنے سیاہ رنگ کے

راتوں کے بجھے آتش کدوں کی آگ کو پھر بھڑکا کر رکھ دیتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد اوتان جب خاموش ہوا تو اور خان اس کی گفتگو کا جواب ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ منفی عمل کو اپنی فطرت، زلیست کی بے ثباتی کے قصوں کو لو منزل کے مہوم تعین کو ابد گیر ازل بنانے والے ان خون سمیٹتی راہوں پر میں تجھ پر حملہ آور ہوں گا تو تیرے جسم کو ریشہ برانداز، تیری سانسوں کو بخار زندہ گا۔ قسم خدائے خشک و تر کی، میں تیری نفرت کی ساری آگ کو آب آب، قسمتوں کے حروف کو لو لو، تیری شجاعت کے ابد گیر دعووں کو خون خون کر کے دوں تو مجھے اور خان مت کہنا۔ اوتان! میں جانتا ہوں تو سویدائی کی بیٹی طیان کا ہے۔ پر تم چونکہ میری بہن حرمہ کو اٹھا کر ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہو۔ اس لئے میں ان دیرانوں میں تمہاری گردن ضرور کاٹوں گا۔

اور خان کے اس انکشاف پر اوتان اور زیادہ برہم ہو کر کہنے لگا۔ تیری زبان پر میری منگیترا طیان کا نام کیسے آیا۔ تو اسے کیسے جانتا ہے۔ اور خان بولا۔ کتے، ہم لوگ تم لوگوں کی طرح بد اخلاقی کے بے لگام گھوڑے پر سوار ہوتے نہیں ہیں۔ میں طیان کو کیسے جانتا ہوں، تو اس کو بھی بھول جا۔ اب تیرا اور میرا کے اس میدان میں ہی ٹکراؤ ہو گا۔ اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اپنی بہن کو اس کے جرم میں تیری گردن ضرور کاٹوں گا۔ اتنا کہنے کے بعد اور خان خاموش ہو گیا لئے کہ سامنے کی طرف جانے والے پانچ منگول جو واپس لوٹ آئے تھے اور اوتان کے پاس آکر اپنے گھوڑے روک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اتنے میں قبیل اور طفول خان بھی اپنے گھوڑے بھاگتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے تھے۔

طیان کا منگیترا اوتان اپنے گھوڑے کو اور خان کے مزید قریب لایا اور چ طنزیہ سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولا۔ اور خان نام کے مسلمان میں نے زندہ کبھی کوئی ایسا تیغ زن نہیں دیکھا جو میرے سامنے جم کے لڑ سکا ہو۔ یا میری آ میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کر سکا ہو۔ یا یہ کہ کھلے میدانوں میں مجھے مقابلے اور کی دعوت دے سکا ہو۔ تو پہلا جوان ہے جس نے میرے ساتھ ایسی اور اس گفتگو کی ہے۔ دیکھ اگر تو پسند کرے تو، تو اکیلا میرے ساتھ ٹکرا۔ میرے پانچ

جنگلی گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی تو گھوڑا تیزی اور قوت کے ساتھ اوتان کی طرف تھا۔ اوتان نے اور خان پر حملہ آور ہونے کے لئے پہلے ہی اپنی تلوار فضا میں رکھی تھی۔ پر اوتان سمجھا نہ تھا کہ اور خان کس انداز میں اس پر حملہ آور ہو رہا ہے اور خان کا گھوڑا بڑی بری طرح آ کے اوتان کے گھوڑے سے ٹکرایا۔ گھوڑے پر بیٹھا ہوا اوتان اپنا توازن کھو بیٹھا۔ وہ گھوڑے سے گرنے ہی کے ایک ہاتھ سے اس نے اپنے گھوڑے کی گردن کے بال پکڑتے ہوئے سنبھلنا چاہا۔ اسی لمحے جب اس نے اپنے گھوڑے کے عیال پکڑے تھے، اور خان نے اس تلوار برساتی اور اور خان کی تلوار اوتان کو شانوں سے لے کر پیٹ تک چیرتی ہو گئی۔ فضا میں اوتان کی چیخ بلند ہوئی، پھر وہ زمین پر گر کر دم توڑ گیا تھا۔

اور خان کے ہاتھوں اوتان کا خاتمہ ہوتا تھا کہ قریب ہی کھڑے پانچ منگولوں سے چار حرکت میں آئے اور اور خان پر ٹوٹ پڑے۔ اتنی دیر تک قبیل خان طفول خان بھی آگے بڑھ کر ان کے سامنے جم گئے تھے۔ پانچوں منگول ایک ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ شاید اس لڑائی میں حصہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے لڑتے لڑتے ان چار منگولوں میں سے ایک اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ایک طرف باقی تین منگول بری طرح اور خان، قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ لڑا۔ مصروف تھے۔ چوتھا منگول ایک طرف ہٹا اور خان، قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ مصروف جنگ دیکھ کر وہ بڑی تیزی سے ایک طرف کھڑی ہو کر طرف بڑھا اور اس پر حملہ آور ہوا۔ حرمہ بے چاری نے اپنی ڈھال اور سنبھالتے ہوئے اپنا دفاع کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن اس منگول نے حرمہ تلوار برسا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے پہلو میں اور خان کو حرمہ کی چیخ بلند ہوتی سنائی دی تو وہ اس اند غضبناکی میں اپنے سامنے منگول پر حملہ آور ہوا تھا کہ اپنے پہلے ہی وار میں اس منگول کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر وہ برق رفتاری سے مڑا۔ اس کا جنگلی گھوڑا اس تیزی سے مڑا کہ اور خان کے پیچھے بیٹھا ہوا بندر بھی اپنا توازن تھا اور بڑی مشکل سے زمین کو پکڑ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

واپس مڑتے ہی اور خان اس منگول پر حملہ آور ہوا، جس نے حرمہ پر تلوار کا رسیا تھا۔ منگول اور خان کے سامنے جم گیا لیکن اپنے دائیں طرف حرمہ کو خون آلود پا کر اور خان بے چارہ آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر بے پایاں درندگی کی آنکھوں میں برصیت رقص کرنے لگی تھی۔ وہ ایسی خونخواری سے اس منگول پر حملہ آور ہوا کہ اپنی پوری کوشش کے باوجود وہ منگول اس کا وار نہ روک سکا اور رخا کی تلوار اس منگول کو شانے سے لے کر پیٹ تک چیرتی چلی گئی تھی۔ اتنی دیر تک قبیل خان اور طفول خان نے بھی اپنے ساتھ لڑنے والے دونوں منگولوں کا خاتمہ دیا تھا۔

پانچوں منگول ابھی تک اپنی جگہ پر خاموش، بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ نہ اس نے اپنی تلوار میان سے نکالی تھی، نہ ڈھال سنبھالی تھی۔ اور خان نے ایک نگاہ بڑی ہائی کی اس منگول پر ڈالی۔ پھر وہ بے چارہ بڑا بے چین ہو کر حرمہ کی طرف بڑھا۔ وہ کی خون آلود لاش کو اس نے اپنی گود میں سمیٹا۔ اس صورت حال پر اور خان سک سسک رو پڑا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

دوسری طرف اس کا چھوٹا بھائی قبیل خان، ماموں زاد طفول خان بھی بچوں کی طرح سک سسک کر حرمہ کی لاش سے لپٹ کر رو رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک ایسا سماں رہا۔ پھر اور خان حرمہ کی خون آلود پیشانی پر ایک طویل بوسہ دینے کے بعد لی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

حرمہ میری بہن! تیرا چاند سا کندن چہرہ ہم تینوں بھائیوں کی سانوں کا تسلسل ہے۔ تو ہم تینوں کے لئے اندھیرے جنگل میں ایک جگنو تھی، ہم تینوں کے لئے تو کلیوں، گنگناہٹ، بچوں کی سرسراہٹ جیسی تھی۔ نرم رو بارش کی گیت مالا اور چڑیوں کی بھاہٹ جیسی شفیق تھی۔ تیرے لہجے کی حلاوت ہمارے لئے دھیمے سروں کا نغمہ تھی۔ رامت کے گہرے اندھیروں میں شعور غم جان اور غموں کی لامکان بلندیوں میں مقدر نے جلتے حروف جیسا تھا۔

حرمہ میری بہن۔ کاش میں نے ان منگولوں کے ہاتھوں تیری حفاظت کا سامان یا ہوتا۔ حرمہ میری بہن۔ کاش تو اس بزدل منگول کی تلوار کا شکار نہ ہو گئی ہوتی۔

بی سے اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں چنگیز خان کے سب سے اچھے، سب سے بہادر اور بہترین تیغ زن اور سالار رائی کا غلام ہوں۔ میرا نام منگن ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں مرنے والے اس اونان نام سوبدائی کا بیٹا لے کر آیا تھا۔ تم نے اونان کے ساتھ گفتگو کے دوران اپنا نام رخان بتایا تھا اور تم نے طیان کا ذکر کیا تھا۔ شاید تم وہی ہو جس نے طیان کی جان عزت اس وقت بچائی تھی جب اسے اسماعیلی کوستان تھان شیان کے سلسلوں سے اکر لے گئے تھے۔

مجھے طیان کے باپ سوبدائی نے اونان کی طرف بھیجا تھا۔ شاید تو جانتا ہو گا کہ ان حسین و جمیل طیان کا منسوب تھا۔ میں اسے طیان کے باپ سوبدائی کا یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ اونان کے ساتھ طیان کی شادی آج سے پورے بیس دن بعد مقرر کی جی ہے۔ لہذا میں نے اونان کو یہ پیغام پہنچایا تھا کہ وہ بیس دن سے پہلے چنگیز نام کے لشکر میں پہنچ جائے۔ جہاں اس کی اور طیان کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ پیغام دینے کے بعد میں رخصت ہونا چاہتا تھا کہ تمہارے ساتھ اونان کا یہ حادثہ پیش آیا۔

اور خان! اب جب کہ تم نے اونان کا سر قلم کر دیا ہے تو میں اس شاہراہ کے نارے ابھی تک اس لئے کھڑا ہوں کہ تم لوگوں سے اجازت لوں کہ مجھے اونان کا سر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دو۔ اس پر اور خان نے تیز نگاہوں سے منگن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تم اس کا سر اپنے ساتھ لے جا کر کیا کرو گے۔ اس پر منگن کہنے لگا میں واپس جا کر سوبدائی اور اس کی بیٹی طیان کو بتاؤں گا کہ اب یہ شادی میں ہو سکتی اس لئے کہ اونان اب زندہ نہیں رہا۔ اگر میں اونان کا کٹا ہوا سر نہ لے رگیا تو وہ لوگ میری بات پر اعتبار نہیں کریں گے اس لئے کہ تیغ زنی میں اونان کو بے شک ناقابل تغیر خیال کیا جاتا رہا ہے۔ ہمارے صحرائے گوبی کے اندر یہ مشہور تھا کہ پورے منگولوں کے اندر اونان تیغ زنی میں تیسرا مقام رکھتا ہے۔ پہلا طیان کا باپ سوبدائی، دوسرا اونان کا بڑا بھائی جی نویان، تیسرا خود اونان، لہذا میں نے جا کر اگر نہیں یہ بتایا کہ ایک نوجوان جس کا نام اور خان ہے اس نے اونان کو انفرادی مقابلے

اس کے بعد اور خان کچھ کہہ نہ سکا تھا۔ اس لئے کہ اس کی آواز ہچکیوں اور آرز میں ڈوب کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تینوں بھائی حرمہ کی لاش سے لپٹ کر رہ سسک کر روتے رہے، پھر اور خان نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ باری باری وہ قبیل اور طفول خان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

میرے بھائیو! ابھی تک خطرات ہم تینوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ رکھو جس علاقے میں ہم اس وقت کھڑے ہیں اس کے آس پاس ہمارے ہاتھوں والے منگولوں کے اور کئی ساتھی بھی بکھرے ہوئے ہوں گے۔ آؤ اس سامنے ٹیلے کے اوپر حرمہ کو دفن کر کے یہاں سے کوچ کر جائیں۔

اور خان کی اس گفتگو پر قبیل خان اور طفول خان نے اپنی آنکھیں خٹک کر ہوئے اپنے آپ کو سنبھالا۔ تینوں حرمہ کی لاش کو اٹھا کر قریبی ٹیلے کے اوپر لے گئے وہاں خنجروں کی مدد سے انہوں نے گڑھا کھودا اور حرمہ کی تجنیرو تکفین کا سامان کے بعد وہ پھر ٹیلے سے نیچے اتر کر شاہراہ پر اس جگہ آئے تھے جہاں ان کے ساتھ گھوڑے اور پچھیرہ کھڑے تھے۔ اور اور خان کا بندر ان کے ارد گرد ایسے چکر لگا جیسے وہ ان کی حفاظت کر رہا ہو۔

گھوڑوں کے پاس آ کر اور خان نے دیکھا کہ پانچواں منگول شاہراہ کے کنارے ابھی تک چپ چاپ اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اور خان نے تھوڑی دیر تک غضبناکی کے انداز میں دیکھا پھر اپنی تلوار اس نے بے نیام کی پھر اس منگول کو اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ اس پر وہ منگول اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ آہستہ آہستہ ڈرتا ڈرتا سما سما وہ اور خان کے پاس آیا اور خوف زدہ سی آواز میں اور خان مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تم لوگوں کا دشمن نہیں۔ دیکھو میں بالکل تنہا ہوں۔ میری تلوار میری گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹک رہی ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں سن کر اور خان نے بڑے غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اگر میں تمہاری اس بات کو تسلیم کر لوں کہ تمہاری ہمارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تو تم شاہراہ کے کنارے اب تک کیوں کھڑے ہوئے ہو۔ اس پر وہ منگول

میں قتل کر دیا ہے تو وہ ہرگز میری بات پر اعتبار نہیں کریں گے۔ لیکن جب انہیں اونٹان کا کٹا ہوا سر دکھاؤں گا تو انہیں میری بات کو تسلیم کرنا ہوگا۔

منگن کی اس بات پر اور خان نے کچھ سوچا۔ پھر وہ اونٹان کی لاش کے قریب آیا اس کی گردن پر زور سے تلوار ماری۔ اس کا سر جدا کیا اور پھر منگن کو پتہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ منگن میں نے اس کا سر اس کے دھڑ سے الگ کر دیا۔ اب تو اسے سو دیا اور اس کی منسوبہ طیان کو دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے رہا ہے۔ اس موقع پر منگن پھر بولا

اور خان یہ تو تمہارے ساتھ دو نوجوان ہیں یہ کیا تمہارے بھائی ہیں۔ اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ہاں! یہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ ایک کا نام خان اور دوسرے کا نام طفول خان ہے۔ اب تم بات کو طول نہ دو۔ اونٹان کا کٹا سر اٹھاؤ اور جہاں سے چلے جاؤ۔ اس پر منگن فوراً حرکت میں آیا اونٹان کا کٹا ہوا سر اس نے مارنے والے تار یوں میں سے ایک کے کپڑے اتار کر اس میں باندھا اس سر کو اس نے اپنے گھوڑے کی چرسی خرچین میں ڈالا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اسے ایڑ لگائی اور سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

اور خان، قبیل خان اور طفول خان اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کاہنر بھی چھلانگتا ہوا اور خان کے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔ اتنی دیر میں اترار شہر سے بچا کر بھاگنے والے کچھ مسلمان اس سمت آگئے تھے۔ شاید وہ خوارزم شہر کی طرف چاہتے تھے۔ ان کی زبان سے اور خان کو پتہ چلا کہ منگولوں کے ساتھ مقابلے کا کاموں برہان الدین بھی مارا گیا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد وہ تینوں بھائی بے مزید اداس اور افسردہ ہو گئے۔ تاہم تینوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر وہ تینوں سے روانہ ہوئے۔ اب تینوں کا رخ خراسان کی طرف تھا۔ جہاں ان دنوں علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر، اپنے بیٹوں اور حرم کے ساتھ موجود تھا۔



سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ، گوچکیزخان کا سامنا نہ کرتے ہوئے سرقد سے سان چلا گیا تھا لیکن سرقد سے خراسان کی طرف روانگی سے قبل اس نے اپنے بڑے قلعوں اور دوسرے شہروں کی حفاظت کے لئے جہاں لشکر روانہ کئے وہاں کے لئے بہترین جرنیل بھی مقرر کر دیئے تھے۔

زنگی نام کے مشہور قلعہ کی حفاظت کے لئے ایک جرنیل ابو حفص کو سیستانی کی کمان دے کر مقرر کیا گیا تھا۔ دلی نام کا ایک مضبوط قلعہ جو ترکستان میں ایک بڑے مورچہ خیال کیا جاتا تھا اس کی حفاظت کے لئے دو جرنیل سام اور پہلوان یاہ کو مقرر کیا۔ بامیان کا تاریخی اور مضبوط قلعہ ایک جرنیل امیر عمر کی حفاظت میں گیا۔ ایک اور جرنیل اختیار الدین کو پشاور کی حفاظت پر مقرر کیا گیا۔ غور کا سارا نہ حسام الدین حسین کی نگرانی میں دیا گیا۔ کلیوں کا نامور قلعہ اختیار الملک کی زیر ن رکھا گیا۔ ہرات کا تاریخی اور مشہور شہر شمس الدین جرجانی کی زیر نگرانی رکھا گیا۔ فہر کے قلعے پر اسمیل الدین نیشاپوری کو مقرر کیا گیا۔ اور نصرت کوہ کا مشہور اور بڑا قلعہ شمس الدین حاجب کے سپرد کیا گیا تھا۔ اسی طرح گر جستان کا قلعہ ایک نیل شیران کی تحویل میں دیا گیا تھا۔ القصہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنی دیکھے ہر شہر اور قلعہ کی حفاظت کے لئے کسی نہ کسی سردار اور جرنیل کو مقرر کر دیا تھا۔



خراسان میں قیام کے دوران ایک روز سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے دل بیٹوں جلال الدین، ازلاق سلطان، آق سلطان، غیاث الدین اور رکن الدین کے

کہنے لگے۔

جلال الدین! اب تم اٹھو اور اورخان اور اس کے بھائیوں کے لئے ہمارے قریب ہی کسی اچھے سے خیمے میں ان کے قیام کا بندوبست کرو۔ سلطان کا یہ حکم پاتے ہی جلال الدین اٹھ کھڑا ہوا اور اورخان کا ہاتھ پکڑ کر وہ باہر نکل گیا۔

باہر اپنے گھوڑوں کے قریب قبیل خان اور طفول خان کھڑے تھے۔ جلال الدین آگے بڑھ کر ان سے گلے ملا اتنی دیر تک سلطان علاؤ الدین اور اس کے باقی چار بیٹے بھی باہر نکل آئے تھے اور وہ بھی اسی طرح تپاک کے ساتھ قبیل خان اور طفول خان سے ملے تھے۔ پھر جلال الدین نے اپنے خیمے کے قریب اورخان، قبیل خان اور طفول خان کی رہائش کے لئے ایک خیمے کا انتظام کر دیا تھا۔

ان تینوں بھائیوں کے لئے خیمے کا انتظام کرنے اور کھانا کھلانے کے بعد جلال الدین ان کے خیمے سے نکلا ہی تھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد اس کی بہن شہزادی خان سلطان خیمے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی اورخان، قبیل خان اور طفول خان تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ خان سلطان آگے بڑھی، بڑے پیارے انداز میں اس نے باری باری قبیل خان، طفول خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میرے دونوں بھائیو! تم کیسے ہو۔ قبیل خان اور طفول خان دونوں ہی شاید شہزادی خان سلطان کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے بڑی بے تکلفی سے خان سلطان کی طرف دیکھا۔ پھر قبیل خان بولا! میری بہن دیکھ لو ہم لوگ ٹھیک ہی ہیں۔ خان سلطان کچھ افسردہ اور اداس ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی۔ پھر وہ اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ میں سلطان سے مل کر آ رہی ہوں، انہوں نے مجھے آپ کے سارے حالات سنا دیئے ہیں۔ مجھے آپ کے ماموں اور بہن حرمہ کے مرنے کا سخت دکھ اور افسوس ہے۔ اورخان یہ سن کر بولا۔

خان سلطان! جو کچھ ہوتا تھا وہ ہو چکا۔ اسے روکا نہیں جاسکتا۔ نہ ہی کسی انسان کے بس کا تھا۔ تم بیٹھو کھڑی کیوں ہو؟ پھر وہ چاروں ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔

ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور کسی موضوع پر بات کر رہا تھا کہ سلطان کا حاطب اندر آیا مودب ہو کر بڑی ارادت مندی سے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سلطان اترار شہر کا اورخان آپ سے ملاقات کا خواہاں ہے۔ اس پر سلطان علاؤ الدین نگاہوں سے اپنے حاجب کی طرف دیکھا۔ ہاں اگر اورخان یہاں پہنچ چکا ہے تو روکا کس نے ہے۔ اسے اندر کیوں نہیں آنے دیا گیا۔ سلطان جب خاموش ہوا کے بیٹے جلال الدین نے حاجب کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی برہمی سے کہا۔ اورخان اب ہمارے گھرانے کا ایک فرد ہے۔ اس کو کسی بھی صورت باز روکا جاسکتا۔ اسے فی الفور اندر بھیجو۔ اس کے ساتھ ہی حاجب اپنے سر کو تم خم دیتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اورخان اندر آیا۔ اورخان جب آئے تو سلطان علاؤ الدین نے آگے بڑھ کر اورخان کو گلے لگا لیا۔ پھر بڑی ہمدردی سے ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ اورخان میرے فرزند۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہے کہ اترار ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ میرے بیٹے مجھے، تیرے ماموں بہان الدین مرنے کا دکھ اور افسوس ہے۔ سلطان نے جب اورخان کو علیحدہ کیا تو اس نے جلال الدین اور اس کے دوسرے بھائی اورخان کو گلے لگا کر ملے تھے۔ پھر جلال نے اورخان کو اپنے پاس ہی بیٹھا لیا اور کہنے لگا۔ اورخان، اترار شہر سے یہاں پہنچنے کے اپنے سارے حالات تفصیل سے کہو۔

جواب میں اورخان نے اترار سے نکلنے، اپنی بہن کے مرنے اور پھر خرا رخ کرنے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ یہ حالات سلطان علاؤ الدین اور اس کے بیٹے پریشان اور افسردہ ہو گئے تھے۔ تھوڑی خاموشی کے بعد جلال الدین نے پھر اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ او تمہارا چھوٹا بھائی قبیل خان اور ماموں زاد طفول خان اس وقت کہاں ہیں۔ کہنے لگا وہ خیمے سے باہر گھوڑوں کے پاس کھڑے ہیں۔ اس پر جلال الدین بگڑ انداز میں اورخان سے مخاطب ہوا۔ تم نے انہیں باہر کیوں کھڑا کیا ہوا ہے۔ اپنے ساتھ لاتے۔ وہ بھی اسی طرح ہم سے ملے جس طرح تم ملے ہو۔ اس اورخان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان علاؤ الدین اپنے بیٹے جلال الدین کو مخاطب

کے انتہائی تجربہ کار حصے کو لے کر جزیرے کے اندر بنائے ہوئے اس قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جوچی اور اس کے لشکر کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ غنجد کا حاکم دریائے جیموں کے اندر بنے ایک قلعے میں محصور ہو گیا ہے۔ اسی بنا پر منگولوں نے دریائے جیموں کے کنارے منہجیتیں نصب کیں اور ان کی مدد سے وہ دریا کے وسط میں بنے اس مضبوط قلعے پر سبگباری کرتے رہے۔ یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ پر تیور ملک کا بنایا ہوا وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ منہجیتوں کی سبگباری کے باوجود اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔

لوگ بے چارے مجبور تھے۔ منگولوں کا یہ حکم سننے ہی اہل شہر باہر نکل کر کھڑے ہو گئے۔ اب منگولوں نے انہیں حکم دیا کہ قربی کو مستانی سلسلے سے بڑے پتھر اٹھا کر دریا میں اس جگہ ڈالیں جس کی سیدھ میں تیور ملک نے دریا کے وسط میں قلعہ تعمیر کر رکھا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی غنجد شہر کے لوگ کو مستانی سلسلے سے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر دریا میں پھینکنے لگے۔ جب کہ منگول سپاہی بڑی سختی سے ان کی نگرانی کرنے کر رہے تھے۔

یوں منگولوں نے دریا کے اندر پتھر پھینک پھینک کر دریائے جیموں کے پانی کو روک کر اس کے بہاؤ کا رخ قلعے کی طرف موڑ دیا تھا۔ جس وقت منگولوں نے دریا کے اندر پتھر پھینکنا شروع کیے تھے۔ تیور ملک نے اسی وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر قلعہ فتح نہ ہو سکا تو منگول دریا کے بہاؤ سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ چنانچہ اپنے اور لشکریوں کے بچاؤ کے لئے اس نے پہلے سے بڑے بڑے بارہ بحری جہاز تیار کر رکھے تھے جن پر مضبوط چھتی بنی ہوئی تھیں۔ تاکہ اگر منگول ان پر تیر اندازی یا سنگباری کریں تو ان کشتیوں کے اندر تیور ملک کے لشکری محفوظ رہ سکیں۔

پلوؤں پر ان بڑی بڑی کشتیوں کی دیواروں میں سوراخ تھے تاکہ سوراخوں کے ذریعے سے حملہ آوروں پر تیر اندازی آسانی سے کی جاسکے۔ ان کشتیوں کی چھتوں کو مٹی سے لپ دیا گیا تھا تاکہ کشتیوں پر اگر آگ بھی پھینکی جائے تو ان کشتیوں کو آگ نہ لگے۔

چنگیزخان نے اپنے بیٹے جوچی کو سلطان علاؤ الدین کے شہر یناکت اور غنجد کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ جوچی بڑی تیزی سے ان شہروں کی طرف بڑھا۔ اس نے یناکت کا رخ کیا۔ یناکت شہر کا والی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے ایک شخص ایلتا کو تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ چنگیزخان کا بیٹا جوچی ایک بڑے لشکر کے ساتھ یناکت کا رخ کر رہا ہے تو اس نے اپنے شہر کے دروازے بند لئے اور محصور ہو گیا۔ جوچی کی سرکردگی میں منگولوں نے یناکت شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جنگ شروع کر دی۔ تین دن تک یناکت کا حاکم ایلتا کو بڑی دلیری بڑی جرات سے لڑتا رہا۔ شہر کی حفاظت کرتا رہا لیکن اس نے جب دیکھا کہ شہر کے اندر سامان ختم ہو رہا ہے اور شہر کی حفاظت کرتے کرتے اس کے لشکر کی تعداد بھی کم رہ گئی ہے تو وہ ہمت ہار بیٹھا۔ اپنی شکست تسلیم کر لی اور شہر کے دروازے کا دیئے۔

نتیجتاً شہر کے اندر جس قدر لشکر موجود تھا اسے قتل کر دیا گیا اور نوجوانوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا انہیں جبراً منگولوں نے اپنی فوج میں بھرا لیا تاکہ جہاں کہیں بھی خوارزم شاہ کے لشکروں کے ساتھ انہیں جنگ کا سامنا پڑے انہی جوانوں کو آگے رکھ کر جنگ کی ابتدا کی جائے تاکہ دونوں طرف سے والے مسلمان ہی ہوں۔ بہر حال جوچی نے یناکت شہر کو فتح کر لیا اب وہ دوسرے جگہ کی طرف بڑھا تھا۔

یناکت شہر میں چند روز قیام کر کے جوچی اور اس کے لشکری شہر کی لوٹ کرتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے غنجد کا رخ کیا۔ غنجد شہر کا حاکم ان دنوں ملک تھا۔ جو بڑا بہادر بڑا شجاع اور ایک انتہائی تجربہ کار جرنیل تھا۔ اس تیور نے دریائے جیموں کے ایک ایسے مقام پر جہاں دریا دو حصوں میں بٹ جاؤ جزیرے کی صورت میں ایک مضبوط مورچہ اور قلعہ تعمیر کر رکھا تھا۔ اور یہ کام نے پہلے سے احتیاطاً کر رکھا تھا۔

جب تیور ملک کو خبر ہوئی کہ چنگیزخان کے بیٹے جوچی کی سرکردگی میں

کے لشکریوں کو قتل کر کے کشتیوں میں جس قدر مال ہوتا اس پر بھی قبضہ کر لیتے۔ اس طرح لمحہ بہ لمحہ تیمور ملک کے سپاہیوں کی کشتیوں کی تعداد تیزی سے کم ہوتی چلی گئی تھی لیکن تیمور ملک بڑی دلیری اور جراتمندی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اور وہ رستے پر نہ آتا تھا۔ آخر ایک موقع پر جب منگول ذرا پیچھے رہ گئے تو تیمور ملک نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ایک جگہ دریائے کے مغربی کنارے پر اتر پڑا اور اپنے چند جانوروں کے ساتھ خوارزم شہر کی طرف ہو لیا۔

منگول برابر ان کا تعاقب کر رہے تھے اور ان پر حملہ آور ہو رہے تھے اور اس طرح تیمور ملک کے ساتھیوں کی تعداد کھشتی چلی جا رہی تھی۔ آخر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ وہ بالکل اکیلا رہ گیا تھا۔ ترکش میں صرف تین تیر باقی رہ گئے تھے۔ اس موقع پر اس نے چمکے دیا اور راستہ بدل کر دوسری سمت نکل گیا تھا۔

تھوڑی دور آگے جا کر جب اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ دنگ رہ گیا۔ تین منگول بھی تک اس کے تعاقب میں چلے آ رہے تھے۔ جب درمیانی فاصلہ ذرا کم رہ گیا تو تیمور ملک نے ٹانگ کر ایک تیر مارا جو سب سے آگے والے منگول کی آنکھ میں لگا۔ وہ بڑی طرح چیخا چلایا اور وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ باقی دو ایسے خوفزدہ ہوئے کہ واپس ماگ گئے۔ اس طرح تیمور ملک بخیر و عافیت پہلے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم جا پہنچا تھا۔

دوسری طرف چنگیزخان کا بیٹا جوچی بناکت اور خنجد شہروں کو فتح کرنے کے بعد چنگیزخان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔



دریا کا رخ بدلنے سے آہستہ آہستہ قلعے کی حالت مخدوش ہونا شروع ہو گئی اور تیمور ملک کو احساس ہو گیا کہ اب وہ زیادہ دیر تک پناہ گاہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ چنانچہ اس نے اوھر اوھر سے ستر مزید کشتیاں جمع کر کے رات کی تاریکی میں اپنا سامان ضروری سامان اور اپنے لشکریوں کو بارہ بڑی اور ستر چھوٹی کشتیوں میں سوار کروایا اور کشتیوں کو اس نے دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ ڈال دیا تھا۔

تیمور ملک کا خیال تھا کہ اس طرح وہ خود اور اپنے لشکریوں کو بچا کر نکل جائے گا لیکن منگول بھی غافل نہ تھے۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ خنجد شہر کا حاکم تیمور ملک اپنے لشکر کے ساتھ جہازوں اور کشتیوں میں سوار ہو کر یہاں سے بھاگ رہا ہے۔ منگولوں نے کشتیوں کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے بھاگنا شروع کر دیا۔ جہاں کہیں بھی دریا کا پاٹ ٹھک ہو جاتا اور کشتیاں کنارے کے ساتھ آتیں منگول ان کشتیوں کو دھونے کی کوشش کرتے تو تیمور ملک کے لشکری ان پر تیر اندازی کر کے انہیں پھٹنے پر مجبور کر دیتے۔ یہ کشتیاں اور بارہ بڑے بڑے جہاز جب آگے بڑھے تو تیمور ملک دنگ رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے ان بارہ جہازوں اور ستر کشتیوں کو دھونے کے لئے آگے جا کر منگولوں نے دریا کے پتھروں بچ لوہے کی ایک زنجیر تان دی تھی شاید چنگیزخان کے بیٹے جوچی نے کچھ منگولوں کو پہلے سے روانہ کر کے دریا کے کشتیاں روکنے کے لئے زنجیر ڈال دی ہوئی تھی۔

لیکن تیمور ملک اور اس کے لشکریوں کی خوش قسمتی کہ جوچی ان کے بڑے جہاز اور کشتیاں دریا کے اندر تھیں ہوئی اس لوہے کی زنجیر سے ٹکرائیں تو اتفاق سے دریائے جیمون کے اندر پھیلائی ہوئی لوہے کی زنجیریں اٹھ گئیں اور تیمور ملک اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے اس جال سے بچ کر نکل گیا تھا، لیکن سائے کی طرح دریائے کے کنارے کنارے کشتیوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ رات میں چھوٹی موٹی جہازیں روز کا معمول بن گئی تھیں۔ منگل برابر کشتیوں کا تعاقب کر چلے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ تیمور ملک کے لئے بارہ بڑے جہازوں اور ستر کشتیاں کا سنبھالنا بڑا مشکل کام ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ جہاں کہیں بھی دریا کا پاٹ ٹھک کشتیاں کنارے کی طرف آتیں۔ منگل کشتیوں میں کود پڑتے، ان میں سوار تیمور

دن جبکہ مہنی اس کی آنکھوں میں دور دور تک پریشائیاں اور افسروگیاں رقص کرنے تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے جہاں سوبدائی اور بلدان دونوں باپ بیٹے کے لئے ہوائیاں اڑنے لگی تھیں وہاں طیان کا چہرہ بھی پریشانی کے باعث ہلکی اور بے چاروں۔ بسا ہو کر رہ گیا تھا۔ سوبدائی نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پریشان نہ آواز میں اس نے منگن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ منگن! پریشانی میں گردن جھکا دینا، میرے سوال کا جواب نہیں۔ کھل کر تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ منگن نے اپنی گردن سیدھی کی۔ ان تینوں نے دیکھا۔ اس نے منگن کی آنکھوں میں گہری غمی تھی۔ جس نے ان تینوں کو اور زیادہ پریشان کر دیا۔ پھر منگن پریشان کن آواز میں بولا۔

آقا، میں آپ تینوں کے لئے ایسی بری اور بدترین خبر لے کر آیا ہوں جسے کہنے مجھ میں ہمت نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس الفاظ ہیں جو میں کہہ سکوں۔ سوبدائی کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا کہ کہو میں ہر قسم کی بری اور بد سے بدترین خبر کے لئے تیار ہوں۔ اس پر منگن فوراً بولا۔ آقا! اگر یہ بات ہے تو پھر سنو۔ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر سننے ہی طیان اپنی سے اٹھی۔ اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر وہ چیختے لگی۔ نہیں، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس موقع پر طیان کا بھائی بلدان بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھ کر بولا۔

اے میرے باپ! میں نہیں جانتا کہ میری بہن کے منسوب اوتان کو کس نے مارا کیا ہے۔ قاتل جو بھی ہے اس نے اوتان کو قتل کر کے ہماری پھولوں کے دفن کی ہمار کو ویران لمحوں کے ماحول کو پیلے پتوں کے بے پایاں، خروش اور پانیوں میں نئی جیسی آوازوں کی ادائے گلگوں جیسی ہماری امیدوں کو لوہو کر کے رکھ دیا ہے۔ اے میرے باپ جس نے بھی اوتان کو قتل کیا ہے اس نے ہماری قبائے گل شکن نین صدائے سخن لخت لخت اور خواہش کے تراشے بدن خاک خاک کر دیئے ہیں۔

اے میرے باپ! اوتان میری بہن کے لئے ستارہ فروزاں، دلاویز کی شب اور ریک سحر میں نغمہ کر رہا تھا۔ اسے قتل کر کے میری بہن کی ساری امیدوں اور

چنگیز خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری بخارہ شہر کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کا چھوٹا بیٹا تولائی بہترین سپہ سالار جرنیل سوبدائی اور جی نویمان پہلے ہی اس کے ساتھ تھے۔ اور اس کا بڑا بیٹا، بناکت اور خنجد شہروں کو فتح کرنے کے بعد اس سے آن ملا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ تیزی کے ساتھ بخارہ کی طرف بڑھتے ہوئے زرنق کے مقام پر پہنچا تو یہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ جب کہ اس میں شامل ایک مسلمان کو جو اس کے حاجب کے طور پر کام کرتا تھا، بخارہ شہر اس غرض سے بھجوایا کہ وہ اہل شہر کو بتائے کہ اگر وہ مقابلہ کرنے کے بجائے اور فرمانبرداری قبول کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہو گا۔ اور ان کے لئے عام اعلان کر دیا جائے گا۔ اپنے اس قاصد اور حاجب کو بخارہ شہر کی طرف بھیجے زرنق کے مقام پر چنگیز خان بخارہ شہر کے لوگوں کے جواب کا انتظار کرنے لگا تو چنگیز خان نے جن دنوں زرنق کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا

اس کا سپہ سالار سوبدائی ایک روز اپنے خیمے میں اپنی بیٹی طیان اور اپنے بھائی کے پاس بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ سوبدائی کا خادم اور غلام منگن داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چڑے کی ایک بڑی خرچین تھی جسے وہ مضجعہ تھا۔ ہوئے تھا۔ جوں ہی وہ خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہوئے سوبدائی گیا۔

پھر وہ منگن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ منگن! تو عین وقت پر پہنچا۔ اس وقت اپنی بیٹی طیان اور اپنے بیٹے بلدان کے ساتھ تمہارے اور اوتان ہی گفتگو کر رہا تھا۔ تو اوتان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس پر

’ اذہان میں سرسراتے سانپوں، دشت گریان میں منعموم تنہاؤں کی طرح اس پر
نکروں گی۔

اے میرے باپ! اوتان کو قتل کر کے اس اور خان نے میری جھولی میں خشک
’ بیدہ شاخوں، زرد پتوں کی کمانیاں اور خونی لمحوں کی داستانیں بھردی ہیں۔ میں
’ اور خان کو قتل کر کے اس کے لواحقین کے دامن میں شام غم کی پنہائیاں، ستم کے
’ جراحوں کے عمل اور ظلم کی دراز ہوتی ٹیلان بکھیر کر رکھ دوں گی۔

اتنا کہنے کے بعد طیان جب خاموش ہوئی تو منگن حرکت میں آیا۔ ہاتھ میں
زی ہوئی چری خرچین کا منہ اس نے کھولا۔ اس میں سے اوتان کا کٹا ہوا سر اس
’ نکلا اور سوہدائی کے سامنے وہ رکھتے ہوئے کہنے لگا آقا! میں اوتان کا کٹا ہوا سر بھی
پنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ منگن اس سے آگے شاید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ
’۔ پیچاری طیان جھپٹ کر آگے بڑھی۔ وہ اپنے باپ سوہدائی کے قریب گئی اور اوتان
کے کئے ہوئے سر سے لپٹ کر بری طرح رونے اور آہ و زاری کرنے لگی تھی۔ جب
’ اس کا باپ سوہدائی اور بھائی بلداق اسے ڈھارس اور تسلی دینے لگے تھے۔



چنگیزخان کا قاصد اور حاجب جو مسلمان تھا۔ بخارہ شہر میں داخل ہوا اور شہر
کے سرکردہ لوگوں کو اس نے چنگیزخان کا پیغام سنایا۔ بخارہ شہر کے حاکم نے شہر کے
سرکردہ لوگوں کے ساتھ اس سلسلے میں مشورہ کیا اور طے یہ پایا کہ چنگیزخان کی اطاعت
’ دل کر لینا ایک ذلت ہے لہذا اس پر ہرگز آمادہ نہیں ہوا جائے گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا
’ لیا کہ سب سے پہلے تو چنگیزخان کے قاصد کو ایسا ذلت آمیز پیغام لے کر آنے پر قتل
’ کر دینا چاہئے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا قدم اٹھانا چاہئے۔ چنگیزخان کے قاصد کو جب
’ لم ہوا کہ اہل شہر اس کے قتل کے درپے ہیں تو وہ شہر کی ایک قدرے اونچی ٹیلہ نما
’ بل پر چڑھ گیا اور اہل شہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے اہل بخارہ میں بھی تم لوگوں کی طرح مسلمان ہوں اور مسلمان کا بیٹا ہوں۔
’ اگر تم لوگ میری نصیحت پر عمل کرتے ہوئے چنگیزخان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ارادہ

خواہشوں کو زخم زخم بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ میرے باپ میں اس قاتل کو خواہ وہ
’ میں جا چھپے یا زمین کی پاتال میں اتر جائے۔ خار زار ازل کی طرح اس کا تعاقب
’ گا۔ اس کے لب پہ کوئی حرف تازہ اس کی آنکھوں میں کوئی خوش کن اشارہ، اس
’ ہاتھوں میں جنبش اور پاؤں میں حرکت نہ رہنے دوں گا۔ میں طلب غنیم، حلقہ
’ اور حصار وقت بن کر اس کے پیچھے سائے کی طرح لگوں گا اور ہر حالت میں اسے
’ کر کے اوتان کا انتقام ضرور لوں گا۔

بلداق کی اس گفتگو کے بعد تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی طاری رہی۔
’ کے بعد سوہدائی بولا اور اپنے غلام منگن کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ منگن کیا
’ ہے اوتان کو کس نے کہاں قتل کیا۔ اس پر منگن بڑے غور سے سوہدائی کی
’ دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا! اوتان کو میری موجودگی میں اترار شہر کے باہر نواح
’ کیا گیا۔ قاتل کا نام اور خان ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دو بھائی تھے جن
’ ایک کا نام قبیل خان اور دوسرے کا نام طفول خان ہے۔ اے آقا! حیرت کی
’ ہے کہ اوتان اور اور خان کے درمیان انفرادی مقابلہ ہوا۔ لیکن اس مقابلے
’ انگیز طور پر اور خان اوتان پر غالب رہا اور پھر اور خان نے اوتان کی گردن کاٹ
’ یہ حادثہ اترار شہر کے باہر اس وقت آیا جب اور خان اپنے بھائیوں کے ساتھ
’ جان بچا کر بھاگ رہا تھا اوتان نے اپنے ساتھیوں سے اس کا راستہ روک لیا۔

آقا! مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ اوتان کے ساتھ اس کے کئی ساتھی
’ سب کا صفایا بھی ان تینوں بھائیوں نے کر دیا۔ پھر وہ اپنی جانیں بچا کر خرا
’ طرف بھاگ گئے۔ اس پر سوہدائی بڑے غصے بڑی قربانی کا اظہار کرتے ہوئے
’ ہی چاہتا تھا کہ حسین اور پرکشش طیان اس سے پہلے ہی وہ بول پڑی اور کہنے
’ اے میرے باپ! اوتان کا قاتل اور خان وہی ہے جو میرا محسن، میرا
’ اوتان کو قتل کر کے اس نے ایسا جرم کیا ہے کہ میں اس کے سارے احسان کو
’ کر کے اس سے انتقام ضرور لوں گی۔ اے میرے باپ! اوتان کا انتقام لینے
’ میں سرد مہری کی شب، دھواں دھواں شام کے لاؤ، وحشت قلب کی دل
’ خراں کے بجتے دف کی طرح اس اور خان کا تعاقب کروں گی۔ صحرا کی سر

سمجھا اور شہر میں داخل ہونے پر ان سے کوئی تعارض نہ کیا۔ جب یہ منگول اندرون شہر قلعے کے نزدیک پہنچے تو اہل قلعہ کو اس وقت معلوم ہوا کہ یہ کارروائی نہیں بلکہ یہ تو منگول ہیں۔ پھر کیا تھا یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قلعے میں جا گئے۔

حسب معمول ایک قاصد شہر کے باشندوں کے پاس منگولوں کی طرف سے اظہار اطاعت کے لئے بھیجا گیا۔ کچھ لوگ اظہار اطاعت کے حق میں تھے اور کچھ اس کے خلاف۔ جو خلاف تھے وہ یہ کہتے تھے کہ جب پہلے ہی چنگیز خان کے ساتھ اظہار اطاعت کر چکے ہیں تو پھر منگولوں کے اس دوسرے لشکر کو شہر میں داخل ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ساری چنگیز خان کی سازش اور ریاکاری ہے۔ اس طرح وہ پہلے شہریوں کو ہوانگی بختہ کر کے مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ بہر حال شہر کے سارے لوگوں نے ایک بار پھر مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ بہر حال مخالفت سے مصالحت بہتر ہے تاکہ شہر کو خون ریزی سے بچایا جائے۔

چنانچہ مسلمانوں کا ایک وفد پھر منگولوں کے اس لشکر کے سپہ سالار جوچی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ جوچی نے اس شرط پر درگزر کرنے کا وعدہ کیا کہ اہل شہر اپنا ضروری سامان لے کر شہر سے باہر چلے جائیں اور غیر ضروری سامان اشیاء گھروں میں ہی رہنے دیں۔

اس موقع پر اہل شہر سے جوچی نے یہ عذر پیش کیا کیونکہ منگولوں کی رسم کے مطابق ایسے مواقع پر لشکریوں کو خوش رکھنے کے لئے لوٹ مار کی اجازت دی جانی ضروری ہے لہذا اہل شہر اپنا ضروری سامان لے کر شہر سے باہر نکل جائیں تاکہ منگولوں کو بخارہ شہر کی لوٹ مار کا موقع مل سکے۔

اہل بخارہ بے بس تھے، مجبور تھے، بادل ناخواستہ انہوں نے اس ظالمانہ شرط کی قبول کی۔ شہر کے لوگوں کا شہر سے باہر نکلتا تھا کہ منگولوں نے جی بھر کے بخارہ شہر کو لوٹا۔ اس لوٹ مار کے بعد چنگیز خان پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نور سے بخارہ آیا اور اہل بخارہ کو امان دینے کے معاہدے کی تصدیق کر دی۔ اس نے اہل شہر کو مزید حکم دیا کہ اہلیان شہر سے ایک سال کے واجبات فوج کی رسد اور اسلحہ کے لئے پیشگی

ترک کر دو اور اس کی اطاعت قبول کر لینے پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دو تو میں چنگیز کی طرف سے تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ تم لوگوں سے کوئی تعارض نہیں جائے گا۔ لیکن میری بات نہ مانتے ہوئے تم لوگوں نے چنگیز خان کے ساتھ مقابلہ کر کی کوشش کی تو میں ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ بخارہ کو مکمل طور پر تباہ کر دیا جائے گا اور اس کے مکینوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دیا جائے گا۔“

چنگیز خان کے قاصد کی اس تقریر کے جواب میں حاکم شہر نے پھر بخارہ سرکردہ لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ کچھ سرکردہ لوگوں کو چنگیز خان طرف روانہ کیا جائے۔ اور اس کے سامنے اظہار اطاعت کر دیا جائے۔ بہر حال وفد چنگیز خان کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو تسلیم لیا گیا۔ چنگیز خان وقتی طور پر اہل شہر کے اس اقدام سے بے حد خوش ہوا۔ معمول اس نے بخارہ شہر کے سارے نوجوانوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا اور شہر لئے عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اہل شہر کو چنگیز خان نے معافی دے دی اس لئے شہر کا نام خان بلو یعنی خوش قسمت شہر رکھ دیا گیا تھا۔

بخارہ شہر کے لوگوں کے اس طرح اطاعت قبول کر لینے پر چنگیز خان بخارہ شہر داخل ہوئے بغیر اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ زرنق کے مقام پر اس نے کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ بخارہ شہر سے تھوڑا آگے جا کر نور کے مقام پر آجگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔ لیکن چنگیز خان کا قتل و غارتگری اور لوٹ مار سے اپنی فرمانبرداری کا اظہار کروانے کا عزم بھی عجیب و غریب تھا۔ جس لشکر ساتھ وہ زرنق کے مقام سے اٹھ کر نور کے مقام پر خیمہ زن ہوا تھا وہ اس کے لشکر کا آدھا حصہ تھا۔ آدھا لشکر اس کے عقب میں ابھی حرکت کرتا ہوا آ رہا تھا۔ چنگیز خان کا عقب سے آنے والا یہ لشکر بخارہ کے قریب پہنچا تو منگولوں نے کے قرب و جوار کے باغات میں چوری چھپے کھس کر درختوں کا صفایا کرنا شروع کر ان درختوں کی شاخوں اور تنوں سے میڑھیاں بنائیں اور گھوڑوں پر لا کر بخارہ کے قریب آ نمودار ہوئے۔ بخارہ شہر کے دروازوں پر متعین پہرہ داروں نے انہیں کا

ن، خمد بور، سونج خان اور کٹلی خان نے پہلی شب بیس ہزار سپاہ کے ساتھ شہر سے ہر نکل کر چنگیز خان کے لشکر پر شب خون مارا۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے یہ رنیل بخارہ شہر سے نکل کر من کی گمراہیوں سے اٹھنے والے اعصابی ہیجان، مقدر کی نانی اور عیبانی دریاؤں کی طغیانی اور صحراؤں کی وحشت کی طرح منگولوں پر ٹوٹے تھے۔

لیکن دوسری طرف منگول بھی عیار اور بڑے چوکنے تھے۔ انہیں شک پڑ گیا تھا کہ شہر والے ضرور رات کی تاریکی میں ان پر شب خون مارنے کی کوشش کریں گے۔ ہانچہ چنگیز خان نے اس شب خون سے بچنے کے لئے اپنا ایک لشکر پہلے سے گھات میں ٹھادیا تھا۔ خوارزم شاہ کے جرنیل شب خون مارتے ہوئے شہر کے دروازوں سے دور چنگیز خان کے لشکر میں گھے تو چنگیز خان کے لشکر کا وہ حصہ جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا وہ ب خون مارنے والے اس لشکر پر جبر کے سوکھے موسموں، مضطرب تشنگی کے نوحوں، تم کی خونی برسات اور موت کے مٹلاشی جذلوں کی طرح وارد ہوا۔ اور شب خون رنے والے لشکر کو اس نے بری طرح کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ جن جرنیلوں اور جن لکریوں نے اس شب خون میں حصہ لیا تھا جن کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی ان سب کو چنگیز خان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں سے کسی کو بھی جان بچا کر ابس بخارہ کے قلعے میں داخل ہونے کا موقع نہ دیا گیا۔

اپنے بیس ہزار کے لشکر کی تباہی و بربادی کے بعد اہل بخارہ کی آنکھیں کھلیں در یہ احساس ہوا کہ انہوں نے منگولوں کو چھیڑ کر کس قدر غلطی اور حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ لہذا شہر کے سرکردہ لوگ جمع ہوئے تاکہ چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک بار پھر اس سے عفو و تقصیر کی درخواست کی جائے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد اہل شہر کے معززین کا ایک گروہ چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے کئے کی معافی طلب کی۔

چنگیز خان نے دوبارہ اہل شہر کو معاف کر دیا۔ جو وفد چنگیز خان کی خدمت میں پہنچا تھا اسے چنگیز خان نے مخاطب کر کے کہا چونکہ وہ شہر کو دیکھنا چاہتا ہے اس لئے بخارہ شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ اہل شہر کے پاس قہیل حکم کے بجائے کوئی

رقوم وصول کر لی جائے۔ ایسا کرنے سے لگتا تھا کہ چنگیز خان شہر کی لوٹ مار کر لئے عیاری سے کام لیا تھا۔ خود وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے نکل گیا اور اسے جوچی کو پیچھے آکر شہر لوٹنے کا حکم دیا تھا۔

لیکن منگول اور ان کا خان اعظم چنگیز خان بڑے عیار، بڑے خونخوار صفت تھے۔ اہل شہر کے ساتھ یہ معاہدہ کرنے اور شہر کی لوٹ کھسوٹ کرنے چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا لیکن چند ہی روز بعد چنگیز خان سارے لشکر کے ساتھ بخارہ شہر کے سامنے آنمودار ہوا۔ یہ دیکھ کر اہل شہر ٹھنکا۔ انہوں نے جانا کہ چنگیز خان کا دوبارہ اپنے لشکر کے ساتھ بخارہ شہر کے آنمودار ہونا خطرے اور اندیشوں سے خالی نہیں ہے۔ اہل شہر نے دیکھا کہ نے اپنا خیمہ عین بخارہ شہر کے قلعے کے سامنے نصب کر دیا تھا۔ اس موقع پر میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کے کئی تجربہ کار اور بہترین جرنیل میں موجود تھے جن میں زیادہ مشہور اوک خان، خمد بور، سونج خان، اور کیا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شہر کے حاکم کے ساتھ ان سارے جرنیلوں نے مشورہ کیا اور یہ طے چنگیز خان کا دوبارہ بخارہ شہر کا حصار کرنا اور اس کے سامنے آنمودار ہونا اس علت ہے کہ چنگیز خان بخارہ شہر پر حملہ کئے بغیر نہیں لوٹے گا۔ گو اس سے بخارہ کے عوام کو امن کا معاہدہ دے چکا ہے لیکن یہ ساری اس کی چال اور ہے۔ اب وہ پھر بخارہ کا محاصرہ کر کے اس پر حملہ آور ہو کر شہریوں کا قتل عام ہے۔ ان حالات میں حاکم شہر نے اپنے جرنیلوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بجائے پایا کہ شہر کے دروازے بند کئے جائیں۔ اب چنگیز خان کی اطاعت کو قبول نہ اور وقفے وقفے سے رات کے وقت شہر سے نکل کر چنگیز خان کے لشکر پر شہر مارتے ہوئے جنگ کو طول دیا جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ ایک قاصد سلطان کے پاس خراسان بھیجا جائے اور اس سے کمک طلب کی جائے تاکہ چنگیز خان حملوں سے بخارہ شہر کو بچایا جاسکے۔

چنانچہ اس فیصلے پر عمل درآمد کرنے کے لئے خوارزم شاہ کے جرنیل

”اے اہل بخارہ! کان کھول کر سنو کہ میں خدا کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تمہارے نا اہل حاکموں کی تالافتی کی سزا تمہیں دوں۔ اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو اپنی تمام دولت میرے سپاہیوں کے سپرد کر دو۔“

یہ حکم سن کر بخارا کے لوگ کانپ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے چنگیز خان کے حکم کی تعمیل نہ کی تو منگول ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ اور ان کا قتل عام کریں گے۔ لہذا بخارا شہر کے لوگ اپنے گھروں سے مال و دولت نکال کر چنگیز خان کے ان منگول سپاہیوں کے حوالے کرنے لگے تھے جنہیں دولت اکٹھی کرنے کے لئے چنگیز خان نے مقرر کیا تھا۔

ابھی تک بخارا شہر میں سلطان علاؤ الدین کے لشکر کے بچے کچے سپاہی موجود تھے۔ جو کبھی کبھی گلیوں اور بازاروں میں پھرتے دکھائی دے جاتے تھے۔ چنگیز خان نے حکم دیا کہ اہل شہر ان لوگوں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور انہیں شہر سے نکال باہر کریں۔

لیکن اس حکم کی تعمیل پورے طور پر ناممکن نہ تھی۔ اس لئے کہ اب اہل شہر پر لشکر اور قلعے کے اندر بچے کھجے لوگوں پر کوئی زور نہ چلتا تھا۔ جب چنگیز خان کے منگول سپاہیوں نے سلطان علاؤ الدین کے سپاہیوں کو بازو اور گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔

اس پر چنگیز خان بھڑک اٹھا اور حکم دیا کہ شہر کو آگ لگا دی جائے۔ بخارا شہر کی اکثر عمارتیں اور مکان سوائے جامع مسجد اور عید گاہ کے سب لکڑی کے بنے ہوئے تھے لہذا جو شہر کو آگ لگائی گئی آنا فانا شہر بھڑک اٹھا اور تین دن میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔

بخارا کے حاکم نے جو اب تک بخارا کے قلعے کے اندر محصور تھا۔ جب یہ حالت دیکھی تو فوج کا ایک دستہ جو کہ شہر کے اندر موجود تھا اسے لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ چنگیز خان کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے سپاہیوں کو قلعہ فتح کرنے کا حکم دے دیا۔ بخارا کے حاکم اور منگولوں کے درمیان روزانہ جھڑپیں ہونا شروع ہو گئیں۔ چنانچہ اس طرح سے جہاں قلعہ بند بخارا کے حاکم کو کافی نقصان ہوا وہاں منگولوں کی

چارہ نہ تھا۔ لہذا چنگیز خان کا حکم ملتے ہی بخارہ شہر کے دروازے کھول دیئے اپنے لشکر کے ساتھ چنگیز خان بخارہ شہر میں داخل ہوا۔ جب وہ شہر پھراتے بخارہ شہر کی جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا تو اپنے ارد گرد جمع ہوئے بخارہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا کیا یہ تمہارے سلطان علاؤ الدین کا محل ہے۔ اس پر وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں سے ایک نے جرات کر کے ہوئے چنگیز خان سے کہا نہیں یہ سلطان کا محل نہیں، یہ مسجد ہے۔ خداوند کی عبادت کی جاتی ہے۔ یہ جواب سن کر چنگیز خان نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

اس عمارت کے اندر فی الفور ہمارے گھوڑوں کے دانے اور ہندو بست کیا جائے۔ اور اہل شہر کے لئے میرا حکم ہے کہ اس عمارت کے انبار لگا دیں۔

چنگیز خان کا یہ حکم ملتے ہی دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کے صحن میں دانے اور کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ جامع مسجد کے وسیع ہال میں منگولوں کے گھوڑے باندھے گئے۔ الماریوں میں قرآن پڑے ہوئے تھے وہ نکال کر باہر پھینک دیئے۔ الماریوں کو گھوڑوں کی ناند اور کھریوں کے طور پر استعمال کیا گیا۔

اس کے علاوہ چنگیز خان نے بخارہ کے علماء اور فضلاء کو حکم دیا کہ آج سب علماء اپنے آپ کو منگولوں کے گھوڑوں کا سائیں تصور کریں اور اس کا میں سے اگر کسی نے بھی کوئی کوتاہی کی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹا سارے احکامات دینے کے بعد چنگیز خان جامع مسجد میں داخل ہوا۔ منگولوں میں بیٹھ کر شراب پینے اور عریاں گانے گانے لگے۔ یوں چشم زدن میں یہ گاہ شراب خانے میں بدل دی گئی۔

تھوڑی دیر تک جامع مسجد میں قیام کرنے کے بعد چنگیز خان مسجد پھرنا پھرتا عید گاہ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ بخارہ کے لوگوں کا ایک جم غفیر گرد جمع تھا۔ وہاں پہنچ کر چنگیز خان ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور زور تقریباً چلاتے ہوئے وہ بخارہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بھی ایک بڑی تعداد ماری گئی تھی۔ اور اس تعداد کے مارے جانے سے چنگیزخان زیادہ برہم ہو گیا تھا۔ آخر منگول دیوار قلعہ پھاند کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ جو بچے کھجے سپاہی تھے۔ گرفتار کر کے چنگیزخان کے مارے کئے گئے۔ چنگیزخان نے سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

قلعہ پر قبضہ کرنے اور قلعے اور شہر کے اندر سارے مسلح جوانوں کا قتل کے بعد چنگیزخان نے پھر اہل شہر کو عید گاہ میں طلب کیا۔ اور سب کو مخاطب ہوئے اس نے بتایا کہ چنگیزخان نے جان بخشی کر دی ہے۔ ہر چند مال و دولت ا گیا تھا۔ کھیت اور باغ جلا دیئے گئے تھے۔ لیکن جانیں بچ گئی تھیں۔ اور خطرناک حالات میں یہ بھی غنیمت تھا۔ حسب معمول یہاں سے بھی چنگیزخان۔ جوانوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کر لیا۔ چنگیزخان نے اپنے ایک جرنیل قوشہ با بخارہ اور اس کے گرد و نواح کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اپنے بہترین سوداگی اور جہی نویان دونوں کو اپنے حصوں کے لشکر دے کر اس نے خراہ طرف روانہ کیا تاکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو کر اسے زندہ کیا جائے۔ خود چنگیزخان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اپنے بیٹے جوچی اور قولا ساتھ بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بڑھا تھا۔



خراسان میں ایک روز سلطان علاؤالدین اپنے بیٹے جلال الدین کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے میں اور خان داخل ہوا۔ اور خان کو دیکھتے ہوئے سلطان علاؤالدین مسکرائے پھر اپنے سامنے جلال الدین کے پہلو میں ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے اور خان کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

اور خان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی اور سکوت طاری رہا۔ اس دوران اور خان کی حالت سے لگتا تھا کہ جیسے وہ سلطان علاؤالدین سے کچھ کہنے کے لئے سوچ و بچار سے کام لے رہا ہو۔ پھر شاید آخری فیصلہ کرتے ہوئے اس نے سلطان کی طرف دیکھا اور مدہم اور دھیمی آواز میں وہ سلطان علاؤالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ دو لاکھ کے جس لشکر کے ساتھ یوں ہی بے کار خراسان میں پڑے ہوئے ہیں اسے لے کر ہم چنگیزخان کی راہ روک کھڑے ہوں۔ اور اسے سمرقند پر حملہ آور ہونے کا موقع ہی نہ دیں۔

سلطان محترم۔ بخارا کے ہاتھ سے نکل جانے اور بخارا کے اندر منگولوں کے ظلم و ستم، جامعہ مسجد کو شراب خانے میں بدلنے اور دیگر ستم گری کی ساری داستانیں ہمارے لشکر میں پہنچ چکی ہیں۔ لوگ دبی دبی آوازوں میں احتجاج کر رہے ہیں کہ اگر منگولوں نے اسی طرح ہمارے شہر لوٹا اور آگ لگاتا ہے تو پھر یہاں خراسان میں ہمارا بیکار بیٹھنے کا کیا مقصد اور مدعا ہے۔ بہت سے لشکری احتجاج کرنے لگے ہیں کہ لشکر کو فی الفور یہاں سے کوچ کر کے خم ٹھونک کر چنگیزخان کے سامنے آ جانا چاہئے۔ اسے بدترین شکست دینی چاہئے اور اس کے بیٹوں اور دوسرے جرنیلوں کو صحرائے گوبی کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دینا چاہئے۔ سلطان محترم میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ

لی منگو تم نے کی ہے اس قسم کی گفتگو پہلے کئی بار میرا بیٹا جلال الدین بھی مجھ کر چکا ہے۔ یہ بھی مجھے پیش کش کر چکا ہے کہ میں لشکروں کی کمانداری اسے دوں اور یہ مجھے ضمانت دیتا ہے کہ یہ منگولوں کو نکال باہر کرے گا لیکن میں نے اسے کرنے کی اجازت نہیں دی۔ عنقریب تم دیکھو گے کہ یہ منگول ناکام اور نامراد ران سرزمینوں سے نکلیں گے۔ اتنا کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین رکا۔ اس کے زرا غور سے اس نے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اور خان تم بڑے وقت پر آئے ہو۔ اگر تم اس وقت نہ آتے تو میں خود کسی رار کو بھیج کر تمہیں طلب کرنے والا تھا۔ اس پر اور خان نے چونک کر علاؤ الدین طرف دیکھا اور پوچھا۔ سلطان محترم کیا آپ مجھے کوئی کام سونپنا چاہتے ہیں۔ اس پر مان علاؤ الدین نے تھوڑی دیر تک گہری نگاہوں سے اپنے بیٹے جلال الدین کی دیکھا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اور خان آج ہی نہیں بلکہ اسی وقت سمرقند کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ مجھے یہ خبریں مل چکی ہیں چنگیز خان بخارا پر قبضہ کر چکا ہے۔ بخارا کو اس نے آگ لگا دی ہے۔ اور اب وہ ہند کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے۔ تم ابھی سمرقند کی طرف کوچ کرو۔ سمرقند کے راجہ قدر حفاظتی لشکر ہے اس کا کماندار الپ خان ہے۔ وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔ اس سے ملو اور میری طرف سے اسے پیغام پہنچا دو کہ کسی بھی صورت میں شہر بخارا کے حوالے نہ کرے۔ اسے کہو کہ مدافعت کے لئے اس کے پاس کافی بڑا لشکر ہے۔ اس کے علاوہ چنگیز خان نے سمرقند سے باہر محاصرہ کرتے ہوئے جنگ کو طول دینے کی کوشش کی تو سمرقند سے باہر ہم اس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کے عزائم راہوں کو ناکام بنا دیں گے۔ اور خان! میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی اور اسی وقت قند کی طرف کوچ کر جاؤ۔ یہ سن کر اور خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کسی قدر سن انداز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ بے فکر رہئے۔ میں ابھی اور اسی وقت سمرقند کی طرف کوچ ہوں گا اور آپ کا یہ پیغام الپ خان کو پہنچاؤں گا۔ اگر چنگیز خان سمرقند پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہر کے اندر سے الپ خان پوری طرح مدافعت کرتا ہے اور باہر سے ہم

منگول ہم سے بہتر تیج زن اور جنگجو نہیں ہیں۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اب بھی چھاتی تان کر ان کے سامنے جم جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ صحرائے کوہی کے کنارے مرکزی شہر قراقرم تک ہمارے سامنے کوئی جائے پناہ نہ کر سکیں گے۔

سلطان محترم۔ یہ منگول آخر کب تک ہماری سرزمینوں میں تشریف سامروں کے جادو جیسا کھیل کھیلتے رہیں گے۔ کب تک یہ ظلمت شب کے بانی ہوس کی زد میں ہماری بساط عفت و عصمت اٹتے رہیں گے۔ ہماری شفاف محبت بھرے چشموں کو متعفن اور لہو لہو کرتے رہیں گے۔ سلطان محترم یہ مگر کب تک اپنے شکستہ ضمیر پر زرد آئینل پھیلاتے ہوئے ہماری تماشہ گاہ تماشہ ہوا کا برہنہ ہاتھ بن کر ہمارے کثیر وعدوں میں ہمارے ہی لئے قلیل عمول لحوں اور روشنی تماشوں کا طوفان کھڑا کرتے رہیں گے۔

سلطان محترم! یہ منگول ہماری عقل کی عمارت پر سیاہ صورت را کھش بن کر سوار ہونا چاہتے ہیں۔ ہلے فہلوں پر یاس و حمال کا نصیب طاری کر ہیں۔ اب بھی سلطان محترم کچھ نہیں گیا۔ اگر ہم زمین کا حسن طلب بن کر آ دست عطا کی امید رکھیں تو منگولوں کے قہر و جبر کو ہم لحوں کے اندر مٹا کر ہیں۔ سلطان محترم اب بھی اگر ہم اٹھ کھڑے ہوں تو ہم منگولوں کو آندھیرا نصیب نہیں لکھنے دیں گے۔ انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ پر لکھی ہوئی ہماری عبارتوں کو مٹا دیں۔ اس وقت عالم اسلام کی نگاہیں آپ اٹھی ہوئی ہیں۔ اور ہر کوئی آپ کی طرف سے بشارت کا منتظر ہے۔ میں وسیع تجربہ نہیں رکھتا۔ لیکن پھر بھی اس موقع پر ایک ملت و وطن پروردگی آپ سے گزارش کروں گا کہ ہمیں فوراً حرکت میں آتے ہوئے منگولوں کو کرا نہیں اپنی سرزمینوں سے نکال کر ان کی سرزمینوں پر حملہ آور ہو جانا چاہیے اور خان جب اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو گیا تو سلطان علاؤ مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اور خان میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ کے ساتھ کب اور کس وقت ہمیں حرکت میں آنا ہے یہ فیصلہ کرنا میرا کام

اور خان میرے بھائی میں سلطان کا بیٹا ہوں اور ایک بیٹے کی حیثیت سے میں مانی کرتے ہوئے اپنے باپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں ایسا کرنے کی کوشش کی تو سلطان میرے خلاف بغاوت کرنے اور نافرمان ہونے کا حکم دے دیں گے۔ میں ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ میں وہ بیٹا نہیں بننا چاہتا جسے ان اور باغی کہا جائے۔ میرے بھائی اسی لئے میں خاموش رہ کر حالات اور کسی نے والے انقلاب کا منتظر ہوں۔ اور خان یہ مت بھولو کہ منگول جو چاروں طرف بے شروں میں تباہی مچائے ہوئے ہیں اس سے میری ذات پر کوئی اثر نہیں۔ قسم دے دوں کہ جب سے منگول ہماری سرزمین پر حملہ آور ہوئے ہیں میری راتوں کی نیند برباد رہی ہے۔ میں نے معمول کا کھانا کھانا بھی ترک کر دیا ہے۔ اور خان! بہت مت ڈرو۔ میں جانتا ہوں سمرقند میں تمہارے جانے اور الپ خان کو کوئی حوصلہ نہیں ہو گا۔ پھر بھی میرے بھائی تو جا۔ سمرقند کے کماندار الپ خان کو سلطان کا پیغام پہنچا۔ میں ہماری سلامتی سے واپسی کی دعا کروں گا۔ آؤ۔ میں تمہارے کوچ کا انتظام کرتا ہوں۔ کیا تم یہاں سے روانہ ہونے سے قبل خان سلطان سے ملنا پسند کرو گے۔ رخاں بولا۔ نہیں جلال الدین میرے بھائی میں کچھ کرنے کے بعد ہی خان سلطان کے سامنے آنا چاہتا ہوں۔ تاکہ خان سلطان کا سراونچا ہو کہ اس کے منسوب نے اپنے نامت کے لئے کچھ کر کے دکھایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جلال الدین کو لے کر رخاں اپنے خیمے میں آیا۔ اپنے بھائی قبیل خان اور طفول خان سے اپنی روانگی کی منگوا۔ اس کے بعد وہ خراسان سے سمرقند کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



حملہ آور ہوتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ چنگیز خان اگر اپنے لشکر کی ساری قوت کو سمرقند کے سامنے لے آئے تو ہم اسے سمرقند فتح نہیں کرنے دیں گے۔ سلطان علاؤ الدین نے ایک بار پھر عجیب سے انداز میں اور خان کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ جلال الدیل میرے بیٹے اور خان کے ساتھ اس کے کوچ کی تیاری کراؤ۔ اس کے ساتھ ہی جلال الدین اور اور خان دونوں سلطان علاؤ الدین کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

خیمے سے باہر آ کر تھوڑی دیر تک جلال الدین اور اور خان دونوں خاموشی۔ خیموں کے اندر ایک سمت بڑھتے رہے پھر ایک جگہ جلال الدین رک گیا اور اور خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اور خان میرے بھائی۔ میں جانتا ہوں کہ ایک ملت و وطن سے محبت کرنے والا جوان ہے۔ منگولوں کے ہاتھوں جو کچھ مسلمان علاقوں پر بیت رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے لئے وہ ناقابل برداشت ہے۔ لیکن سلطان کے دل پر نہ جانے ان منگولوں کی طرف سے کیا ہوا سوار ہو گیا ہے کہ ان کا سامنا کرنے سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ ان سے ٹکرانا نہیں چاہئے؟ اور خان مجھے امید ہے کہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ وہ میں اور تم دونوں بھائی کندھ سے کندھا ملا کر ان منگولوں کے سامنے دفاع کا ایک ناقابل تسخیر بند باندھنے کی کوشش کریں گے۔

اور خان میرے بھائی! اگر بات میرے بس میں ہو تو جو لشکر اس وقت والد مجترم کی کمانداری میں خراسان کے اندر بے کار پڑا ہوا ہے۔ میں اسے انگوں اور میں یقین دلاؤں کہ اگر چنگیز خان اپنے سارے بیٹوں اپنے سارے سالہ اور اپنے پورے لشکر کے ساتھ بھی کسی میدان میں میرے سامنے آجائے تو او لاکھ کے لشکر کے ساتھ میں منگولوں کو وہ بدترین شکست دوں کہ صحرائے گوبی کناروں تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے مرکزی شہر قراقرم میں جا داخل ہوں پر اور خان چونکہ سلطان ایسا نہیں چاہتے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین کی دُوب گئی تھی کچھ دیر تک وہ خاموش رہا۔ پھر سلسلہ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہوئے

رہا تھا۔

نے کے تیرے جرم، تیرے گناہ کو معاف کر دیا جائے۔ اور خان تیرے اس احسان فراموش کرتے ہوئے میں سرقد کی طرف جانے والی اس شاہراہ کے دیرانوں میں سے اوتان کے قتل کا انتقام ضرور لوں گی۔

اتنا کہنے کے بعد طیان خاموش ہو گئی۔ اور خان تھوڑی دیر تک دونوں بہن بی کا جائزہ لیتا رہا پھر بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ طیان! مجھے اسے انکار نہیں کہ میں نے اوتان کو قتل کیا ہے۔ ہاں میں نے ہی اسے قتل کیا۔ میں نے اس کی گردن اس کے تن سے جدا کی تھی۔ مجھے قسم ہے اپنے پیدا کرنے والے خداوند قدوس کی، جو جرم اس نے کیا تھا اس جرم کے بدلے میں اگر مجھے اس بیٹے، اس جیسے پلید اور حرامی انسان کو ہزار بار قتل کرنا پڑتا تو میں اسے ضرور قتل کرتا۔ تم دونوں بہن بھائی اگر مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ ٹکراؤ۔ دیکھتے ہیں کہ کون کس سے انتقام لینا ہے۔ یاد رکھنا میرا نام اور خان ہے۔ اس دے میں مت رہنا کہ تم منگول ہو اور ہر ایک کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے اہل اور جرات رکھتے ہو۔ سنو طیان! تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارا منگیترا اوتان سے منگولوں میں تیرے درجے کا بہترین تیغ زن ہے۔ جب میں نے اوتان کو ملنے کا موقع نہیں دیا اور اس کی گردن کاٹ دی تو تم دونوں بہن بھائی کی میرے لئے کیا حیثیت ہے۔ اس بار بلداق بولا اور اور خان پر قہر آلود نظر ڈالتے ہوئے کہنے لگا۔

اور خان یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کس پر غالب رہتا ہے۔ لیکن میں تمہیں ان دلاتا ہوں کہ اس اجڑی شاہراہ اور ان ویران وادیوں میں ہم تیرے جسم کو کاٹ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد بلداق جب بول ہوا تو طیان بولی

اور خان! میں اور میرا بھائی بلداق دونوں تم پر اس طرح وارد ہوں گے جس سے تمہارا مندر، برہنہ پیڑوں پر سرد ہوائیں ضرب لگاتی ہیں۔ جس طرح دھوئیں کی جھل سانسوں میں جلتا ہوا کہ ایک طوفان کھڑا کرتا ہے۔ اور خان ان دیرانوں میں جھرتا ان گنت جڑیوں کا لہو کریں گے۔ تیری تقدیر، تیری تدبیر دونوں مغلوب کریں

سورج غروب ہونے کے لئے اپنی مغرب کی سرحدوں کی طرف جھٹکا چلا جا تھا۔ فضاؤں کے اندر بستیوں سے اٹھنے والے دھوئیں کی مانند کمر کا سا ساں تھا اور خان اپنے سیاہ رنگ کے جنگلی گھوڑے کو خراسان سے سرقد کی طرف جانے والے شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہا تھا۔ اچانک وہ چونک سا پڑا۔ اور اپنے گھوڑے کی باگ تھوڑی سی سمجھتے ہوئے اس نے اس کی رفتار کم کر دی تھی۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا تین سوار اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے بڑی تیزی سے اس کے تعاقب میں آ رہے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اور خان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور اسے لباس کے نیچے پہنی ہوئی آہنی زرہ کا جائزہ لیا۔ عمامے کے نیچے سر پر رکھے آہنی خاں اس نے درست کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی پیٹھ پر لٹکتی ہوئی ڈھال سنبھالی اور آجھکے کے ساتھ اس نے اپنی بھاری چوڑے پھل کی تلوار بھی کھینچ لی۔

اتنی دیر تک پیچھے آنے والے تینوں سوار بھی پہنچ چکے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے اور خان دنگ رہ گیا۔ ان میں سے ایک حسین و جمیل طیان، دوسرا اس کا بھائی بلداق اور تیسرا ان کا غلام منگن تھا۔ انہیں دیکھتے ہوئے اور خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اور خان تو کیا سمجھتا تھا کہ حال و فردا سے بے خبر ہو کر ہمارا ضمیر سویا رہے تو کیا سمجھتا تھا کہ اوتان کو قتل کرنے کے بعد کوئی تجھ سے اس کا انتقام لینے والا اٹھے گا۔ تو جانتا تھا کہ جی نویان کا بھائی اوتان میرا منگیترا، میرا منسوب ہے، پھر نے اسے جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور خان اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرا مجھ پر احسان ہے۔ لیکن وہ احسان اتنا وزنی اتنا بھاری نہیں کہ اس کی وجہ سے اوتان

جگہ پر محکوم کر دائیں طرف ہٹا تھا۔ گھوڑے کے ایسا کرنے سے اور خان طیان ذرا دور اور بلدق کے بالکل قریب ہو گیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خان نے اچانک بلدق پر اپنی تلوار برساتی۔ جوں ہی بلدق نے اپنی ڈھال پر خان کا دار لیا بلدق کا ایسا کرنا تھا کہ اور خان مزید حرکت میں آیا اور پوری طاقت اپنی ڈھال اس نے بلدق کی پیٹھ پر کچھ ایسے انداز میں ماری کی بلدق گھوڑے کی بری طرح اچھلتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اور خان نے ایک بار پھر اپنے گھوڑے کو سمیٹ لگائی۔ گھوڑا ایک دم مڑا پھر بڑی تیزی سے وہ طیان کے گھوڑے کی طرف بھاگا تھا اور پھر ایسا ہوا کہ اور خان کے گھوڑے نے اپنی چھاتی طیان کے دھڑے سے اس زور کے ساتھ ٹکرائی کہ طیان کا گھوڑا اپنا توازن کھو بیٹھا۔ اس کے ساتھ ہی طیان بری طرح اپنے گھوڑے سے پتھریلی زمین پر گر گئی تھی۔

طیان کو نظر انداز کرتے ہوئے اور خان نے دیکھا اس کا بھائی بلدق ابھی تک میں پر گرا ہوا تھا۔ اور خان نے کوئی فیصلہ کیا۔ اپنا گھوڑا وہ بلدق کے قریب لایا پھر بے عیب سی جست کے ساتھ اور خان نے بلدق پر چھلانگ لگا دی تھی۔ بلدق کو اس نے اپنے پنجے میں دبوچ لیا۔ پھر دو گھونے اس نے ایسے زور کے بلدق کو لگائے کہ بلدق پر غشی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اور خان نے اس کی ڈھال اور تلوار دونوں چھین لیں تھیں۔ پھر بڑے زہریلے انداز میں اور خان طیان کی طرف بڑھا۔ طیان کی پیٹھ پر شاید چوٹ آئی تھی۔ اس لئے کہ وہ اپنی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے درد و کرب کا اظہار کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسی لمحہ اور خان طیان کے سر پر آن پہنچا۔ طیان کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا۔ اور اس کی بھی تلوار اور ڈھال چھین لی۔ پھر طیان کو ایک ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے دائیں طرف مڑا اور طیان کو اس کے بھائی بلدق کے قریب لا کر آیا۔ ہند قدم پیچھے ہٹا۔ پھر ان دونوں بہن بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ منگول اتنے نمک حرام اور احسان فراموش ہوتے ہیں۔ طیان تو جانتی ہے کہ میں نے اسما عیلیں کے ہاتھوں تیری جان، تیری عزت و آبرو بچائی۔ کیا اس کا صلہ تم مجھے یہ دے رہی ہو کہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر میری جان

گے۔ اور تیرے جسم کی زنجیروں کو کچھ اس طرح کاٹیں گے کہ تجھے بیتے لمحوں تاثر، صدا، کوئی دعا تک یاد نہ رہے۔ یہ سن کر اور خان بڑی دلیری کا مظاہرہ ہوئے کہنے لگا۔ تو پھر دیکھتے کیا ہو۔ دونوں بہن بھائی آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور اپنے غلام منگن کو بھی اس میں شامل کرو۔ پھر دیکھتے ہیں کہ کون غالب کون مغلوب۔

اور خان کے اس چیلنج کے جواب میں طیان اور بلدق دونوں کے چہرے اور غضبناکی میں سرخ ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے کچھ اہل حملہ آور ہوئے تھے جیسے زمین کی کوکھ سے نکلنے والے افلاس کے طوفان، زرخ کو لوہو کر دیتے ہیں۔ طیان اور بلدق دونوں بہن بھائی حزن و ملال کی شد نفرتوں کے سلگتے جذبات کی طرح اور خان پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اور خان اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں حرکت دیتا ہوا بڑے مطمئن انداز دونوں بہن بھائی کے حملے کو روک رہا تھا۔ اور خان کے پیچھے بیٹھا ہوا اس کا بڑے اٹھاک سے طیان اور بلدق کی طرف باری باری دیکھے جا رہا تھا۔ جب کا غلام منگن ایک طرف ہٹ کر خاموش اور چپ چاپ کھڑا تھا۔ لگتا تھا مقابلے میں بھی حصہ نہیں لینا چاہتا۔

تھوڑی دیر تک اور خان ان دونوں بہن بھائیوں کے حملوں کو روکتا رہا۔ لگا گویا اس کی سوچ کی میڑھیوں، اس کے ذہن کے طاقوں میں دور تک طرح پھیلے سراپوں میں گونگے خواب ناچ اٹھے ہوں۔ پھر اور خان اپنی پوری اپنی پوری درندگی پر اتر آیا تھا اور وہ طیان اور بلدق دونوں پر سیل تندہ آسمان پر رقصاں چپ کے غار، کرب کی صدیوں سے گلے ملتے دکھ کے مصائب کے جھوم کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

تھوڑی دیر تک اور خان ان دونوں کے سامنے جم کر لڑتا رہا پھر اچانک اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے قریب اپنی آہنی سمیٹ لگائی جس کے جواب پہلے اپنی دونوں ٹانگیں فضا میں بلند کرتا ہوا بری طرح ہنسنایا پھر وہ بڑی تیزی

کے در پے ہو گئی ہو۔

تمہارے اس رویے سے میں یہ اندازہ لگا سکا ہوں کہ تم منگول اپنے تعینات کو فراموش، اپنے حد مقدرات کو کم اور وقت کائنات کھو بیٹھنے والے لوگ تم لوگ گھور اندھیری رات جیسے گمراہ، رات بھر ناچتے شیطانی دوسوں جیسے گمراہ ہو۔ تم لوگ دن بھر تپتے بے ثمر موسموں کی لمبی خونی داستان، سناٹوں کے بھسبھس، صداؤں اور گردش ایام کی نامہ رانیوں جیسے لوگ ہو۔ تم لوگ اپنے محسن کا شکر ادا کرنے کا فن نہیں جانتے۔

اس موقع پر طیان اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اور خان تو نے منگولوں کے عیب تو گن لئے۔ لیکن اپنے عیب سے پردہ نہیں ہٹاؤ گے۔ تم جانے کہ اوتان میرا منگیتر ہے۔ پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا۔ اور خان بولا۔ طیان! میں تیرے منگیتر اوتان پر چھپ کر حملہ نہیں کیا تھا۔ یہ سامنے تمہارا غلام منگن کھڑا اس سے پوچھو۔ اس نے مجھے مقابلے کی دعوت دی تھی۔ پھر میں اس کے سامنے ہم دونوں میں انفرادی جنگ ہوئی تھی اور میں اس پر غالب رہا۔ میں نے اس کی کٹ کاٹ دی۔ طیان بڑے کرب اور اذیت سے ملی جلی آواز میں کہنے لگی۔ تو ام گردن کاٹنے کے بجائے اس کو معاف بھی کر سکتا تھا۔ یہ سن کر اور خان بولا۔ ا جرم ناقابل معافی تھا جس کی بنا پر مجھے ہر صورت میں اس کی گردن کاٹنا تھی۔ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کیا جرم تھا اس کا۔ اور خان نے تیز نگاہوں سے طیان کی طرف دیکھتے پوچھا۔ کیا تیرے غلام منگن نے تجھے نہیں بتایا کہ اس نے کیا جرم کیا تھا۔ طیان منگن نے یہی بتایا تھا کہ اور خان اور اوتان کا مقابلہ ہوا ہے جس میں اور خان رہا اور اس نے اوتان کی گردن کاٹ دی۔ اور خان نے دکھی سے انداز میں طرف دیکھا اور پھر طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ طیان! جس وقت ازار نواحی کو ہستانی سلسلوں کے اندر برفباری میں میں نے اسما عیلیوں کو موت کے اتار کر تمہاری عزت بچائی تھی، بتاؤ کیا اس وقت میں سچائی اور دیانتداری طیان فوراً بولی۔

ہاں! اس وقت تم سچائی اور دیانتداری پر تھے۔ اس لئے کہ ایک لڑکی کی عزت و آبرو اور جان کی خاطر تم نے اسما عیلیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور تو انہیں قتل کرنے میں حق بجانب تھا۔ یہ سن کر اور خان نے بڑی غصیلی آواز میں کہا۔

اگر یہ بات ہے تو طیان غور سے سنو۔ جس وقت چنگیز خان کے دونوں بیٹے اندائی اور چغتائی ازار شر پر حملہ آور ہوئے تھے میں اپنے دونوں بھائیوں قبیل خان اور طفول خان کے علاوہ اپنی بہن حرمہ کو لے کر ازار شر سے نکلا تھا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم خراسان جا کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ ازار شر کے نواحی کو ہستانی سلسلوں کے اندر میں نے اپنے بھائی قبیل خان اور اپنے ماموں زاد طفول خان اور حرمہ کو شاہراہ کے کنارے کھڑا کیا اور ایک قریبی بستی میں کھانے پینے کی چیزیں لینے چلا گیا۔ میری غیر موجودگی میں تمہارا منگیتر اوتان ادھر سے گزرا۔ اس لئے کہ اندائی نے اس کے ذمے ازار شر کی بستیوں سے رسد اور خوراک کا سامان جمع کرنا لگایا تھا۔ اوتان کے ساتھ کچھ سپاہی بھی تھے جن کی تعداد چار کے قریب تھی۔ جب یہ میرے بھائیوں کے پاس سے گزرنے لگے تو تمہارے منگیتر اوتان نے میری بہن حرمہ پر غلط نگاہ ڈالی۔ اس نے اپنے چاروں ساتھیوں کو میرے قبیل خان اور طفول خان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ جب اس کے ساتھی بے دونوں بھائیوں پر حملہ آور ہوئے تو میری بہن حرمہ کو بے آبرو کرنے کے لئے ان نے اسے اٹھا لیا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر بھاگ نکلا۔

طیان! میں اسی وقت ضرورت کی چیزیں خریدنے کے بعد بستی سے نکلا تھا۔ میں اوتان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ پہلے میں ان چاروں منگولوں پر حملہ آور ہوا، میرے بھائی قبیل خان اور طفول خان سے ٹکرا رہے تھے۔ ان چاروں کا خاتمہ کرنے کے بعد میں نے اوتان کا تعاقب شروع کر دیا۔ اوتان کے آگے آگے کچھ اور لول بھی جا رہے تھے۔ ان کے قریب جا کر میں نے اوتان کو جالیا۔ آگے جانے لے منگولوں نے بھی جن میں یہ تمہارا غلام منگن بھی شامل تھا۔ اوتان کو ایسا کرتے لکھ لیا تھا۔ لہذا وہ بھی پلٹ کر اوتان کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنی دیر تک میرے بھائی قبیل خان، اور طفول خان، اور حرمہ بھی پہنچ گئے۔ پھر تمہارے منگیتر اوتان سے میرا

اور خان میں اور میرا بھائی بلداق دونوں تمہارے مجرم ہیں۔ اس جرم میں میں
 ہاتھ دھو کر رہتا ہوں کہ تم میری گردن کاٹ دو۔ میرے بعد میرے بھائی کی گردن
 اس لئے کہ میں اپنے بھائی کی گردن کٹتے ہوئے نہ دیکھ سکوں گی۔ اور خان اس
 بات پر ہنس کر کہ تم ہمارے محسن ہو۔ ہمارے مہربانی ہو۔ لیکن کاش اس منگن
 مجھے صحیح حالات بتائے ہوتے۔ قسم ہے آسمان کے سات ستاروں کی، اگر منگن
 مجھے یہ بتا دیا ہوتا تو میں اوتان کو حرمہ کو اٹھانے کے جرم میں قتل کیا ہے تو یہ
 نہ جو اوتان کا کتا ہوا سر لے کر گیا تھا، اسے دفن کرنے کے بجائے پاؤں سے
 میں مار مار کر اس کے چہرے کا حلیہ تک بگاڑ دیتی۔ اور خان میری گردن حاضر
 اپنی تلوار برساؤ میرا خاتمہ کر دو۔ اور خان تھوڑی دیر تک اپنے پاؤں پر جھکی
 کو دیکھتا رہا پھر اس نے نیچے جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں سے طیان کو اٹھایا اور
 کہنے لگا۔ طیان! پہلے واپس جا اپنے بھائی کے پاس جا کر کھڑی ہو جا۔ اور خان کا
 مانتے ہوئے طیان مڑی اور اپنے بھائی بلداق کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ پھر
 خان ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان! اور بلداق! مجھے تم دونوں بہن بھائیوں سے کوئی شکوہ، کوئی گلہ نہیں
 میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی، کوئی عناد نہیں ہے۔ کاش اس منگن نے تمہیں
 ت کی اصلیت سے آگاہ کیا ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان آج یہ افسوسناک
 نہ پیش آتا۔ اتنا کہنے کے بعد اور خان جب خاموش ہوا تو طیان اور بلداق دونوں
 بھائیوں نے آپس میں کھسپ پھسپ کرتے ہوئے کوئی مشورہ کیا پھر دونوں بہن بھائی
 نے بڑے اور خان کے قریب آ کر دونوں نے ایک ساتھ اپنے ہاتھ جوڑے۔ پھر
 ناپول۔ اور اپنی فیملی مٹھاس اور شد بھری آواز میں اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے
 کہنے لگی۔

اور خان تم پر حملہ آور ہو کر ہم نے نہ صرف یہ کہ احسان فراموشی، نمک
 لی بلکہ بدتمیزی اور زیادتی کا بھی مظاہرہ کیا ہے۔ اور خان میری تم سے گزارش اور
 اس ہے کہ تم، ہم دونوں بہن بھائیوں کو معاف کر دو۔ طیان کے ان الفاظ پر
 خان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگا۔ مجھے تم دونوں

لکڑاؤ ہوا۔ اور مقابلے میں، میں نے اس کی گردن مار دی۔ اسے قتل کر دیا۔
 جس قدر وہاں منگول تھے وہ ہم پر حملہ آور ہوئے اور اس حملے میں میری ہم
 بھی ماری گئی۔ تاہم ان سارے حملہ آور منگولوں کا خاتمہ کرنے کے بعد
 بھائی قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ خراسان جا کر سلطان علاؤ الدین غور
 کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

یہ ساری گفتگو سننے کے بعد طیان اور بلداق دونوں کے چہرے غصے اور
 میں سرخ ہو گئے تھے۔ پھر طیان بولی اور ذرا فاصلے پر اپنے گھوڑے پر سوار
 مخاطب کر کے کہنے لگی۔ منگن اپنے گھوڑے سے اتر کر یہاں آؤ۔ منگن بڑا
 سے اپنے گھوڑے سے اتر اور طیان کے قریب آکھڑا ہوا۔ طیان نے بڑی قہار
 اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ سن منگن! جو کچھ اس اور خان نے گفتگو کی
 نے سنی ہے۔ جواب میں منگن نے منہ سے کچھ کہنے کے بجائے اثبات میں ک
 دی تھی۔ طیان پھر غضبناکی میں پوچھنے لگی۔

کیا اوتان نے بدینتی کے ارادہ سے اور خان کی بہن کو اٹھایا تھا۔ منگن
 اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ طیان نے پھر پوچھا کیا اور خان نے اوتان کو اس
 کیا تھا کہ وہ اس کی بہن کو اٹھا کر لے بھاگا تھا۔ منگن نے جب پھر اثبات میں
 ہلائی تو بجلی کے کوندے کی طرح طیان حرکت میں آئی اور اپنے لباس کے اندر
 اس نے خنجر نکالا اور منگن کے پیٹ میں گھونپ کر اس نے منگن کا خاتمہ کر
 پھر وہ منگن ہی کے لباس سے اپنا خنجر صاف کرنے کے بعد اسے نیام میں ڈالنے
 کہنے لگی۔ منگن تو غدار اور بددیانت تھا۔ اگر اوتان نے حرمہ کو اٹھانے کا جرم
 تو تو نے مجھے کیوں نہ بتایا۔ یہ بات تو نے مجھے پہلے بتائی ہوتی تو قسم نیلے جادوئی
 کی میں کبھی بھی اپنے بھائی بلداق کو لے کر اور خان سے انتقام لینے کے لئے نہ
 یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کھڑی رہی۔ غصے میں اپنے ہونٹ کاٹتی
 پھر وہ آہستہ آہستہ اور خان کی طرف بڑھی۔ اور خان کے قریب آ کر وہ نشتر
 گئی۔ اپنی گردن نیچے جھکائی اور پھر کرب خیزی کے انداز میں وہ اور خان کو
 کر کے کہنے لگی۔

حملہ آور نہ ہوئی ہوتی۔ اور خان کاش میں نے تجھ سے تیری بہن حرمہ کی موت کا دکھ اور افسوس ہی کیا ہوتا۔ اور خان کاش اس جگہ میں تجھے روک کر تجھے اس ہمدردی سے آگاہ کر سکتی جو تیرے لئے میرے دل میں نفرت کی جگہ نمودار ہو چکی ہے۔ اس سے آگے طیان کچھ نہ کہہ سکی۔ اس لئے کہ بلداق قریب آیا اور اپنے دونوں ہاتھ اس نے طیان کے شانوں پر رکھے اور بڑے پیار سے وہ کہنے لگا۔ طیان میری بہن آؤ اب یہاں سے کوچ کریں۔ یہاں رک کر ہمیں وقت نہیں ضائع کرنا چاہئے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اور خان نے ہمیں معاف کر دیا ہے۔ مجھے یہ سن کر بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اونٹان نے اور خان کی بہن کو بے آبرو کرنے کی نیت سے اٹھایا تھا۔

یہ الفاظ سننے کے بعد طیان کے چہرے پر غضبناکی کا ایک طوفان اٹھ آیا تھا۔ پھر وہ اپنی پوری قربانی میں کہنے لگی۔ بلداق میرے بھائی۔ اونٹان میرا منگیتر ضرور تھا لیکن حرمہ کو اٹھانے کی جو اس نے حرکت کی، میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے غیرت، اس سے بڑھ کر کوئی بے حمیت اور اس سے بڑھ کر کوئی آوارہ بد معاش اور بد اخلاق انسان نہیں ہو سکتا۔ ایک یہ اور خان ہے جس نے میری آبرو کی خاطر کئی اسماعیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب کہ اس کی میرے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ نہ اسماعیلیوں سے دشمنی تھی۔ اور یہ اونٹان تھا جس نے میرے محسن کی بہن کو اٹھانے کی کوشش کی۔ بلداق میرے بھائی میں اونٹان پر ہزار بار لعنت بھیجتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بہن بھائی چپ چاپ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور منگن کی لاش کو وہیں بے گور و کفن چھوڑنے کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کو واپس سرپٹ دوڑا رہے تھے۔



بہن بھائیوں سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے تم کو معاف کیا۔ طیان اس موقع پر شاید اور خان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی، آنکھوں میں اٹھی ہوئی ہمدردیاں، اپنے پیچھے جذبات کے طوفان کا ایک پس منظر تھیں لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اور خان حرکت میں آیا۔ طیان اور بلداق دوڑھالیں اور تلواریں ان کے سامنے پھینک دیں اور کہنے لگا جاؤ جدھر سے آدھر ہی لوٹ جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی ایک زہریلی جست کے ساتھ اور خان گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کا بندر بھی اس کے پیچھے لپٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ بعد اور خان نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگائی۔ گھوڑا پہلے کی طرح طرف جانے والی شاہراہ پر سرپٹ دوڑ رہا تھا۔

طیان چونک کر بڑی فکر مند اور پریشانی سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتے اور دیکھے جا رہی تھی۔ جب اس کا جنگلی، وحشی، سیاہ رنگ کا گھوڑا سمرقند کی طرز والی شاہراہ پر دھول اڑاتا ہوا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب دکھ اور آبا میں طیان کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر وہ بھرانہ اور شرمندگی کے سے احساس ہی آپ کہنے لگی تھی۔

اور خان مجھ سے غلطی ہوئی جو میں اپنے بھائی کے ساتھ تم پر حملہ آور اور خان میں نے تمہیں سمجھنے میں، تمہیں جاننے میں انتہا درجہ کی کوتاہی کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم جراتوں کے صدر نشین، شجاعت کے لعل و طلاطم دریا کی آن بان، اور زیر و زبر کر دینے والی آتش سیال ہو۔ اور خان دشمنوں کے لئے یقیناً "شمن شمن کر دینے والا آندھیوں کا بگولہ اور راکھ کی شعلے پیدا کر دینے والا طلسم بائل ہے۔ تو ایسا نوجوان ہے جو اپنے ہنراہ ریاضت سے ستاروں کو آفتاب میں بدل سکتا ہے۔

اور خان تو اپنوں کے لئے طاق سینہ میں امید سحر، پیاسے سراپوں، ابرا اور دوری منزل میں دھیمی دھیمی حدی کی حلاوت ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوری دیر تک خاموش رہی۔ اس کی طرف جھکی رہی پھر وہ دوبارہ بڑے کرب میں کہہ رہی تھی۔ اور خان کاش

بعد ازاں اراکین وفد اور ان کے خویش اور اقارب کے علاوہ وہ لوگ جو

دوسری طرف سمرقند کے اندر جو لشکر متعین تھا اس کے حوصلے ابھی تھے۔ سمرقند شہر کا حاکم ایک بہترین جرنیل الپ خان تھا۔ اور اس کے ماتحت جرنیل تھے جو بہترین جنگ کا تجربہ رکھتے تھے۔ ان کے نام البات خان اور تھے۔

ن کے مقابلے میں کہیں بھی قدم بٹانے کا موقع نہ ملتا۔ لیکن بد قسمتی سے سلطان کے ایک درباری نجومی نے سلطان کو یہ بتا رکھا تھا کہ جب تک سلطان کا ستارہ گردش میں ہے اس وقت سلطان کو کسی بھی صورت منگولوں کے مقابلہ میں آکر جنگ نہیں کرنی چھٹ بس سلطان نے اپنے اس نجومی کی اس بات کو دل میں بٹھالیا تھا اور وہ لوگوں کے مقابلہ میں آنے سے جی چرانے لگا تھا۔

سودائی اور جی نویان کے جب خراسان کی طرف آنے کی خبریں پہنچیں تو سلطان اپنے دو لاکھ لشکر کو لے کر ماوراء نہر کی طرف بھاگ گیا۔ یہاں اس نے قیام کیا ہا تھا کہ اسے پھر خبریں پہنچیں کہ چنگیز خان کے جرنیل سودائی اور جی نویان ماوراء کا رخ کر رہے ہیں۔ لہذا سلطان ماوراء نہر سے نیشاپور کی طرف بھاگ نکلا۔

دو مہینے تک سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کئے رہا۔ جب اسے علم ہوا کہ سودائی اور جی نویان اب نیشاپور کا رخ کر رہے ہیں تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ اسے بھی کوچ کر گیا۔

منگول سردار سودائی اور جی نویان سلطان کا تعاقب کرتے ہوئے جب نیشاپور پہنچے تو انہیں خبر ہوئی کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور سے بھی بھاگ چکا ہے۔ ان دونوں مغل سرداروں نے نیشاپور کے شہریوں کو اظہار اطاعت کا پیغام دیا۔

چونکہ نیشاپور کے شہریوں کو علم ہو چکا تھا کہ ان کا سلطان علاؤ الدین خوارزم منگولوں کے ڈر سے نیشاپور سے بھاگ چکا ہے اور یہ کہ وہ منگولوں کے آگے ناپہرنا ہے اور ملک اور اہل ملک کی حفاظت و ناموس سے اسے اپنی جان زیادہ ہے اس لئے انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ منگولوں کے سامنے اظہار اطاعت کے اپنی خیر مناسبتیں۔ لہذا جب سودائی اور جی نویان کے قاصد جواب میں نیشاپور شہریوں کا ایک وفد اظہار اطاعت کے لئے سودائی اور جی نویان کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے چنگیز خان کی طرف سے اہل شہر کو مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر دی۔

”ہر چھوٹے بڑے کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تمام دنیا خان اعظم چنگیز خان ملکیت ہے اور جو شخص اس سے اظہار اطاعت کر لے گا وہ خود اور اس کے خویش

منگولوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکلے تھے ان کا قتل عام کیا گیا۔ تقریباً ہزار افراد کو اس رات موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

سمرقند کے قلعے کی حفاظتی فوج کا کماندار الپ خان ابھی تک زندہ تھا کے ماتحت ابھی ایک لشکر بھی مستعد تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اب وہ کما منگولوں کے رحم و کرم پر ہے اور بچاؤ کی صورت نہیں رہی تو موقع پا کر قلعے اور شدت سے منگولوں پر بھینٹا۔ لڑتا بھڑتا وہ منگولوں کے حلقے سے نکل کر خ طرف سلطان علاؤ الدین کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے بھاگ گیا تھا۔

قلعے کی ایک دیوار بھی منگولوں نے گرا دی۔ تقریباً ایک ہزار باشندے منگولوں کے ڈر سے شہر کی جامعہ مسجد میں پناہ لی۔ مگر ظالم منگولوں نے اس آگ لگا کر پناہ لینے والے سب لوگوں کا خاتمہ کر دیا۔

شہر میں ابھی تک تیس ہزار کے لگ بھگ مسلح لشکری شامل تھے کمانداری ایک ترک سردار برش ماش خان کر رہا تھا۔ منگولوں کو جب علم لوگ قلعے میں ہیں تو وہ ان پر حملہ توڑ ہوئے۔ ترک سردار برش ماش جراتمندی بڑی دلیری سے منگولوں کا مقابلہ کیا۔ ان گنت منگولوں کو موت اتارا اور خود بھی سارے لشکر کے ساتھ موت سے بے تکلیف ہو گیا تھا۔

حسب معمول یہاں بھی چنگیز خان نے تمام فوجوں کو جو ان کے معانی دی کارگیر و شکار علیحدہ کر لئے۔ باقی ماندہ باشندگان شہر کو اس شرط پر معافی دی چنگیز خان کو سالانہ دو لاکھ دینار بطور ٹیکس ادا کیا کریں گے۔



دوسری طرف سلطان علاؤ الدین کو جب خبر ہوئی کہ چنگیز خان نے جرنیل سودائی اور جی نویان کو سلطان کے تعاقب میں خراسان کی طرف بھیجا کہ وہ سلطان پر حملہ آور ہو کر اسے زندہ گرفتار کریں تو یہ خبر سننے علاؤ الدین پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ اس وقت اس کے ساتھ دو لاکھ کا لشکر اس دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ وہ منگولوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاتا تو یقیناً

خوارزم میں اس وقت نہ سلطان موجود تھا نہ اس کے بیٹوں میں سے کوئی تھا۔ لشکر کا ایک سردار جس کا نام خملوتگین تھا وہ ایک لشکر کے ساتھ شہر میں موجود تھا۔ اور یہ سردار سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی والدہ ترکان خاتون کا رشتہ دار تھا۔ اس نے کسی کی حالت میں شہر کے لوگوں نے اس خملوتگین کو ہی اپنا سلطان بنا لیا۔ اس کی قیادت میں انہوں نے منگولوں کے لئے کمر بستہ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

چنگیز خان کے تینوں بیٹے جوچی، چغتائی اور اوندائی نے خوارزم آکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کے دوران ایک دن منگولوں کا ایک گروہ اہل شہر کے مویشی جو شہر کے ارد گرد چر رہے تھے۔ ہانک کر لے گیا۔ جب لوگوں نے مویشی ہانکنے والوں کا اقب کیا تو مویشی ہانکنے والے منگول بھاگ کھڑے ہوئے۔ خوارزم کے مسلح یہ سمجھے کہ منگول مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ لہذا وہ ان کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ منگول انہیں اپنے گھات کی طرف لے جا رہے تھے۔

لہذا خوارزم کا یہ تعاقب کرنے والا لشکر جب ذرا دور گیا تو گھات میں چھپے دئے منگولوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ چھڑ گئی جو سورج غروب ہونے تک جاری رہی۔ اس جنگ میں نہ اہل شہر کو فتح ہوئی اور نہ ہی منگول کامیاب رہے۔ مذا رات کی تاریکی کے بعد منگول اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے۔ اور خوارزم شہر کا وہ لگدلا پس شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

دوسرے روز چنگیز خان کے بڑے بیٹے جوچی نے ایک قاصد اہل شہر کی طرف روانہ کیا۔ اور انہیں پیغام بھجوایا کہ وہ مزاحمت سے باز آجائیں اور شہر کے دروازے کھول دیں۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لیکن وہی کی اس دھمکی کا اہل شہر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر منگولوں نے شہر کے اطراف میں ٹنگ باری کرنے کے لئے منجنیقیں نصب کرنا شروع کر دی تھیں۔

منجنیقیں تو نصب ہو چکیں لیکن خوارزم چونکہ میدانی علاقہ تھا اور اس کے اطراف میں کہیں پتھر دستیاب نہیں تھے۔ لہذا منگولوں کو منجنیقوں کے لئے پتھر حاصل کرنے کے لئے بڑی دشواری پیش آنے لگی۔ خوارزم شہر کے نواح میں ایک پہاڑی

و اقارب خان اعظم کی حفاظت میں سمجھے جائیں گے۔ اور جو شخص اس کی را سے گریز کرے گا وہ اپنی ذات کو اور اپنے متعلقین کو مصیبت میں مبتلا کر کے گا۔

نیشاپور کے لوگوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہونے کے بعد منگول سردار اور جی نویان پھر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی تلاش میں نکلے۔ یہاں دونوں سرداروں نے اپنے اپنے لشکر جبار کو جدا کیا۔ جی نویان سلطان علاؤالدین کی میں مازندان کی طرف روانہ ہوا۔ جی نویان مازندان پر حملہ آور ہوا اور شہر کو فتح اس نے اہل شہر کا خوب قتل عام کیا۔ دوسری طرف دوسرا منگول سردار سوبدا اور طوس شہروں کی طرف بڑھا۔ ان شہروں کو بھی اس نے پہلے اپنی اطاعت پ کیا۔ جب لوگوں نے اطاعت کرنے سے انکار کر دیا تب اس نے دونوں شہروں کو شمشیر فتح کیا اور اہل شہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ان شہروں کی تباہی و بربادی کے بعد ایک بار پھر دونوں منگول سردار سوبدا جی نویان متحد ہوئے اور سلطان علاؤالدین کو تلاش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے تھے۔



سمرقند کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ سمرقند کے نواح میں ہی پڑاؤ کئے رکھا جب کہ اس نے اپنے تین بیٹوں، جوچی اور اوندائی کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم کو فتح کرنے لئے روانہ کیا۔

خوارزم سلطان علاؤالدین کا مرکزی شہر تھا۔ یہ شہر دارالسلطنت ہونے سے انتہاء درجہ کا خوبصورت اور پر رونق تھا۔ یہ دریائے جہوں کے مغربی کنارے واقع تھا۔ عرب اسے جرجانیہ اور ملکی باشندے اسے اورسج بھی کہہ کر پکارتے چنگیز خان کا حکم ملتے ہی اس کے تینوں بیٹے جوچی، چغتائی اور اوندائی بڑی ہمت سے آگے بڑھے اور خوارزم کے قریب آمو در ہوئے۔

اہل شہر بھی غافل نہ تھے۔ چنانچہ چھپ کر گھات میں بیٹھ گئے اور جب منگول راج کا دستہ ان کے پاس سے گزرا تو ان پر جھپٹ پڑے۔ اور سب کو وہیں ختم کر دیا۔ اس طرح منگول دریا کے آگے بند نہ باندھ سکے۔ اس طرح شہر میں موجود لشکر کے حصے بھی بڑھ گئے تھے۔ لیکن دوسری طرف اس سے خوارزم کے لوگوں کو بڑا نقصان بھی ہوا اور وہ یوں کہ منگول تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ خوارزم شہر کے اندر جو سلطان لاؤالدین کا حفاظتی لشکر ہے اسے کسی نہ کسی طرح شہر سے باہر نکال کر اس سے دو دو تھکے جائیں۔

جب شہر کے محافظ لشکر نے دریائے جہوں کے آگے بند باندھنے والے منگولوں کا غارتہ کر دیا تو ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ شہر کے اندر جو مزید لشکر تھا وہ بھی شہر سے باہر نکل آیا اور ارادہ کیا کہ ایک دم منگولوں پر حملہ آور ہو کر انہیں شکست دی جائے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔ شہر کے اندر جس قدر لشکر تھا جب وہ باہر نکل آیا تو منگول بڑے خوش ہوئے۔ جب یہ لشکر منگولوں پر حملہ آور ہوا تو منگول آہستہ آہستہ ہپا ہونے لگے۔ جس سے خوارزم شہر کے لشکریوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے اور وہ بڑی تیزی سے منگولوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

لیکن خوارزم شہر کا محافظ لشکر جب شہر سے دور ہوا تو اچانک گھات میں بیٹھا ہوا منگولوں کا ٹڈی دل لشکر حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں کے لشکر کو منگولوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کو اس وقت ہوش آیا جب منگولوں نے انہیں اپنے زرنے میں لے کر ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ جو باقی بچے ان کے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

اس طرح شہر سے باہر شہر کے محافظ لشکر کو شکست دینے کے بعد سلطان لاؤالدین کے دارالسلطنت خوارزم پر بھی منگولوں کا قبضہ ہو گیا۔ حسب معمول شہر کو تاراج کیا گیا۔ جوانوں اور دستکاروں کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ جوان لڑکیاں منگول سپاہیوں کے حوالے کر دی گئیں۔ بچوں کو غلام بنا لیا گیا اور باقی لوگ قتل کر دیئے گئے۔

سلسلہ تھا۔ جو شہر سے کافی دور تھا۔ بس وہیں سے پتھر حاصل کئے جاسکتے تھے۔ یہ ضرورت تیل گاڑیوں اور پتھروں کے ذریعہ سے پوری کی گئی۔ ہر پتھرے اور ان گنت تیل گاڑیاں اس کو مستانی سلسلہ کی طرف روانہ کئے جائے وہاں سے پتھر لانے کا کام شروع کیا گیا۔ نیز خوارزم شہر کے اطراف میں شہتوت درختوں کی بڑی بہتات تھی۔ منگولوں نے یہ کام کیا کہ شہتوت کے سارے درخت کاٹ دیئے گئے اور انہیں پانی میں ڈال دیا گیا تاکہ اور بھاری ہو جائیں اور پتھر جگہ منجیتوں میں استعمال ہو سکیں۔

پانی سے نکال کر شہتوت کی لکڑیوں کے ٹکڑے بنا لئے گئے تھے۔ منجیتوں میں رکھ کر شہر پر پھینکے جاسکیں۔ حملہ تو تین جیسے خوارزم کے لوگوں۔ سلطان بنا لیا تھا جب اس نے منگولوں کے یہ ارادے دیکھے تو سخت گھبرایا۔ منگولوں نے خوارزم شہر کے لوگوں کو مزید سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ایک رات سب باری کرتے ہوئے وہ شہر پر حملہ آور ہوئے اور فصیل شہر پر چڑھ کر قلعہ کے اہل پرچم لہرا دیا۔ اس کے علاوہ منجیتوں کے ذریعہ سے شہر پر جگہ جگہ آتش پھینکے گئے جن کی وجہ سے مختلف علاقوں میں آگ لگ گئی تھی۔ دوسری طرف اہل شہر اپنا اور اپنے شہر کا دفاع کرنے کے لئے جان توڑ کر لڑے۔

منگولوں نے جب دیکھا کہ شہر میں جگہ جگہ آگ لگی ہوئی ہے تو وہ بڑے مند ہوئے اس لئے کہ منگولوں کو خیال آیا کہ اگرچہ شہر میں آگ لگ جانے لگی ہے شہر بدحواس ہو کر ان کے سامنے بے بس ہو جائیں گے اور ہتھیار ڈال دیں گے خود انہیں بھی اس کا نقصان ہوگا اس لئے کہ اگر شہر جل گیا تو وہ شہر کی لوٹ مار محروم ہو جائیں گے۔

چنانچہ چنگیز خان کے بیٹوں نے منجیتیں چلانے والے مناعوں کو حکم دیا کہ آتش گولے پھینکنے کا سلسلہ بند کیا جائے اور تین ہزار سپاہی اس کام پر متعین کر دیئے۔ جہوں کے آگے پتھروں کا بند باندھ کر اس کا رخ خوارزم شہر کی موڑ دیا جائے۔ تاکہ فصیل شہر میں شکاف پڑ جائے اور شہر کے لوگوں کی مزاحمت ہو جائے۔

نواب میں اور خان تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر وہ سلطان علاؤ الدین کو
 طب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میں جہاں کہیں بھی گیا۔ میں نے

سلطان نے اپنے سرداروں کی بات مانتے ہوئے ان کی تجویز کو منظور کیا۔ قلات نام کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ جو قزوین شہر کی قریب وٹیم کے سلسلوں میں تھا۔ کہتے ہیں سلطان جب اس قلعے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ دور سات میل کے قریب تھا۔ لیکن سلطان نے جب اس قلعے کا محاذ کیا اپنے دفاع کے لئے مناسب نہ پایا۔ لہذا ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ علاؤ الدین وہاں سے نکلا۔ اور واپس نیشاپور آیا اور شہر سے باہر اپنے لشکر

تے رہیں گے۔ انسانیت اور آدمیت کے چھوٹے اڑتے رہیں گے۔ ماؤں کے دودھ
ڈالتے بدلتے رہیں گے۔ خون کی اڑتی آندھیاں دہشت کی گونج بن کر بلند ہوتی
گی۔ ماؤں کی گود کی نرمی نا آسودگی میں اور چشم انسانیت لہو لہو ہوتی رہے گی۔

سلطان محترم۔ منگولوں سے بچنے کے لئے امرت اور پناہ گاہوں کی تلاش میں
آئے لوگ کہاں کہاں نہیں کھودیں گے۔ کہاں کہاں فلک کھینچیں گے۔ کس کس
مستان کو کاٹیں گے۔ کس کس دریا کا رخ موڑیں گے۔ کس کس خونی صحراؤں میں
بیتے بنائیں گے۔ اور لہو کے کس کس سمندر کو پانتے ہوئے اپنا راستہ بنانے کی
کوشش کریں گے۔

سلطان محترم۔ شر شر اور قصبے قصبے قریہ قریہ کے لوگ زاویوں کی طرح تقسیم ہو
رہے ہیں۔ وہ سورج سے خالی کشت سحر کی طرح اپنے ہی بدن کی خونی شاہراہوں
شہروں کی در و دیوار پر اپنی تقدیر کی تحریریں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ بکھرے
دل کی سرزمینوں سے آنے والے منگول ہمارے سارے پرتوں ہمارے سارے
لہ۔ ہماری ذات کی اندرونی ساری سطحوں پر ضربیں لگاتے ہوئے بصارت اور
ت سے محروم کرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے عظیم شہروں کو خزاں کی مار مارتے چلے
ہے ہیں۔ لوگوں کی متاب خواہشوں کو راکھ راکھ جسموں میں بدل رہے ہیں۔
ہمارے ترکش کے سارے تیر توڑ رہے ہیں دفاع کے سارے منصوبے کو منہدم کر رہے
سلطان محترم آخر کب تک۔ ہماری رگوں میں لہو یوں ہی گنگ رہے گا۔ اور ہم
لٹتے خون میں نہاتے کب تک در بدر ٹھوکریں کھاتے بھائیوں کو خاموشی اور بے
سے دیکھتے رہیں گے

یہاں تک کہتے کہتے اور خان خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی یہ ساری گفتگو سن کر
اعلاؤ الدین کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو گیا تھا۔ قبل اس کے کہ سلطان
اس سے پہلے ہی سلطان کا عزیز اور رشتہ دار قلی خان بولا اور اور خان کو
اکر کے کہنے لگا۔

اور خان تو نے اپنی حدود سے بڑھ کر گفتگو کی ہے۔ تو نے اپنی گفتگو سے یہ ثابت
کی کوشش کی ہے کہ ہم سب کی رگوں میں خون منہدم ہو چکا ہے اور یہ کہ ہم

شاہراہوں راستوں پر مکانوں اور بازاروں میں گلی اور کوچوں میں جسم و رو
کا تماشہ دیکھا سلطان محترم۔ جگہ جگہ لوگ اپنی خواہشوں کی گھڑیاں اٹھانے
کے منتظر تھے۔

سلطان محترم۔ میں نے بے بس اور لاچار مسلمانوں کو دیکھا کہ بھوک
آنگن کی رقصہ۔ پیاس ان کا اثاثہ الیت۔ تنگ و کبکٹ ان کی زندگی
خونی تعبیریں ان کی زندگی کا حدف بنی ہوئی ہیں۔ سلطان محترم میں نے ایسے
دیکھے کہ جن پر شام سے پہلے شام وارد ہو گئی تھی۔ ایسے چہرے جن پر اوار
مارے بیٹھی تھیں۔ ایسے چہرے بھی تھے جن پر خون بھرا خوف بھی تھا۔
بھی تھے جن پر بربریت کی آنکھ پھولی اور لہو کی بارش تھی۔ میں نے ایسے
دیکھے سلطان محترم جو بھیگے کانڈ جیسے تھے۔ جو اشکوں سے دھلے سورج میں پا
میں چلے اور جدائی اور ہجر کی ساعتوں کے مارے ہوئے تھے۔

سلطان محترم۔ میں نے ہر جگہ مسلمانوں کو اس حالت میں دیکھا کہ
چلاتی ردھیں آسیب کے سایوں اور بربادی کی علامت بن گئی ہوں جگہ جگہ
قریہ قریہ مسلمان موت کا سکوت دوام لئے مسافر پرندوں کی طرح مارے مارے
رہے ہیں۔ میں نے دیکھا اپنی ملت کی کھکشاں کے کئی درختاں ستارے
منگولوں کے ہاتھوں لہ میں اتر گئے۔ بے شمار لوگ بے گھر اور خانمان برباد
کراں مسلسل ازل اور بے کراں جاودان مسلسل ابد کی طرح چپ خاموش
شادماں گھیاں ویران ہیں۔ بچوں کی چکاریں لہو لہو ہیں۔ لوگ بے چارے مج
چادر اوڑھے مداوائے الم۔ زخموں کے مرہم۔ درد کے درماں کی تلاش
مارے پھر رہے ہیں۔

سلطان محترم۔ یہ منگول آخر کب تک ہماری سرزمینوں میں غم کی
گاہیں۔ آنسوؤں کے صحیفے۔ زبان کا جبر پھیلاتے رہیں گے۔ کب تک خدا
میں غیور اور دلیر مسلمان دکھ کے راستوں کے مسافروں کی طرح در بدر کی
کھاتے رہیں گے۔

سلطان محترم۔ کب تک عصمتوں پر گندگی اچھلتی رہے گی۔ برہنہ شیطا

اس وقت آپ کے ساتھ ہے اٹھ کھڑے ہوں۔ اپنے رب کو یاد کریں اور اپنے اپنی انداز میں اللہ و اکبر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان منگولوں کے سامنے آئیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نہ صرف انہیں اپنی سرزمینوں سے نکال باہر کریں گے بلکہ ان کے صحرائے گوبی تک ان کا تعاقب کرتے چلے جائیں گے۔ پھر یہ کہیں ہمارے سامنے دنیا میں پناہ گاہ بھی تلاش نہ کر سکیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین کے چہرے پر غضبناکی کے مزید آثار بار ہوئے۔ ایک بار اس نے اپنے بیٹے جلال الدین کی طرف دیکھا جواب میں جلال الدین بے چارے کی گردن بڑی بے بسی سے جھک گئی تھی۔ پھر علاؤ الدین نے اپنے بڑا در رشتہ دار قتلخ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا قتلخ خان اس اور خان کو حراست لے لو۔ آج سے یہ باغی اور سرکش ہے۔ میں نے اس کی دلیری۔ اس کی جرات۔ شرافت اور نجابت کی وجہ سے اس کی نسبت اپنی بیٹی خان سلطان سے کی ہے۔ میں وہ متغنی بھی توڑتا ہوں۔ یہ اور خان اس قابل ہی نہیں ہے کہ خان سلطان اس کی زوجیت میں دیا جائے۔ اسے حراست میں لے کے میرے خیمے کے کسی رے میں بند کر دو اور اس پر پھر لگا دو۔ جو کچھ اس نے کہا ہے اگر یہ آنے والی ایک اپنے اس سارے رویے کی معافی نہیں مانگتا تو کل دوپہر تک اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔

جواب میں اور خان بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا سلطان! جو بھی سزا دیں میں اسے چھاتی تان کر قبول کروں گا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے سامنے حقیقت پیش کی ہے۔ سلطان محترم میں جانتا ہوں کہ حقیقت بڑی بڑی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کب تک منگولوں کے آگے آگے بزدل لڑائی کی طرح بھاگتے رہیں گے۔ کب تک مسلمانوں کا خون بہتا رہے گا۔ لوگ کب در در کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ کب تک ہمارے شہر بستیاں لٹتی رہیں گی اور ہمارے لوگ لگتی رہیں گی۔ سلطان محترم۔ ایک خان سلطان تو کیا اگر اپنے وطن کے لوگوں کی ہمدردی کے صلے میں مجھے ہزار بار بھی خان سلطان جیسی سنگت اور دب سے محروم ہونا پڑے تو سلطان محترم میں اسے اپنے لئے ایک فخر اور اپنے لئے

سب بے حیثیت ہیں۔ اور خاموشی سے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی بربادی اور تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

اور خان نے کہا جانے والی نگاہوں سے قتلخ خان کی طرف دیکھا پھر وہ قتلخ خان میں تجھے خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ تو ان لوگوں میں سے ہے جو بھڑے صاف ستھرے منگیروں میں صرف سوراخ کرنا جانتے ہیں۔ دیکھ جو کچھ کہا ہے یہ میرے اندر کی دستک تھی جو میں نے کہہ دی ہے۔ اب ان لوگوں کے بدلے میں میری گردن بھی کاٹ دی جائے تو مجھے کوئی شکوہ کوئی گلہ کوئی افسوس رنج نہ ہو گا۔

اس بار سلطان علاؤ الدین انتہائی غضبناک آواز میں بولا اور کہنے لگا اور خان اپنے جامے سے باہر نکل کر گفتگو نہ کرو۔ تم کیا خیال کرتے ہو کہ ساری سرزمینوں میں منگولوں کی وجہ سے جو تباہی اور بربادی آئی ہے یہ ساری وجہ سے ہے یہ ساری ہماری سستی۔ ہماری نااہلی کے باعث ہے۔ جواب میں فوراً بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ یہ صرف میرے ہی دل کی آواز نہیں بلکہ جہاں جہاں بھی لڑنے والے مسلمانوں سے ملا۔ بد حال لوگوں سے گفتگو کی۔ سب نے کہا کہ یہ ساری جو منگولوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے سب سلطان علاؤ الدین کی اور اس کی سستی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ جب سلطان علاؤ الدین کے پاس چار لاکھ جرات لشکر تھا تو وہ کیوں نہ خم ٹھونک کر چنگیز خان اور جرجینوں کے سامنے آگیا۔ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اگر چار لاکھ کا لشکر صفیں بنا کر منگولوں کے سامنے کھڑا ہو جاتا تو ان کے پیچھے جو کڑوڑوں کی تعداد میں غیر مسلمان اور مجاہد تھے وہ منگولوں کے چپترے اڑا کر رکھ دیتے۔ سلطان محترم! میں بھی کہتا ہوں کہ اگر سلطان کسی ایک میدان میں منگولوں کے سامنے ڈٹ جائے منگول ہماری سرزمینوں میں بھاگتے ہوئے اپنے لئے کوئی پناہ بھی تلاش نہ کر سکیں۔ مجھے ہی نہیں آپ کی ساری سلطنت کے لوگوں کو آپ سے شکوے اور شکایتیں ہیں۔ سلطان محترم۔ اب بھی اگر آپ دو لاکھ کے لشکر کے

و تیروں سے چھدا ہوا دیکھ کر بڑا پریشان بڑا افسردہ ہوا۔ اسی موقع پر اس کا بیٹا جلال الدین خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے بھی بستر کا جائزہ لیا۔ پھر غور سے وہ سلطان علاؤ الدین کی طرف دیکھنے لگا تھا اس موقع پر علاؤ الدین نے اپنے بیٹے جلال الدین کو بل کرے ہوئے پوچھا۔

جلال الدین۔ میرے فرزند۔ دیکھا تم نے۔ رات کو کیا انقلاب رونما ہوا۔ اس پر لال الدین ایک نشست پر بیٹھ گیا اور اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ آپ بیٹھیں۔ میں تفصیل کے ساتھ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ گفتگو میں نے رات کے وقت نہیں کی کہ اس طرح آپ کی دل شکنی ہوتی۔ سلطان محترم۔ لشکر کا ایک حصہ اور خان کے حق میں بغاوت کر چکا ہے۔ لشکر کے اسی حصے کے سرکردہ لوگوں نے رات کو آپ کے خیمے پر دھاوا بول دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کی خوش قسمتی کہ آپ نے خیمہ تبدیل کر لیا۔ میں آپ کا بستر اتار ہی کر دیکھ کر گیا تھا۔ تیروں سے چھلی تھا اب بھی یہ ایسا ہی ہے۔ آپ اسے رات کو دیکھ سکتے ہیں۔ جلال الدین کے اس انکشاف پر علاؤ الدین کا چہرہ پیلا پریشان کر رہ گیا تھا۔ پھر وہ اپنے بیٹے جلال الدین کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے بچنے لگا۔

جلال الدین میرے بیٹے یہ باغی کون ہیں۔ اور کیا ان سے نپٹا نہیں جاسکتا۔ اس جلال الدین کہنے لگا۔ سلطان محترم یہ باغی ایک نہیں ہزاروں پر مشتمل ہیں۔ اور اگر ان بغاوت کی خبر سارے لشکر میں پھیل گئی تو یاد رکھئے آپ کے لشکر کے اندر وہ اتار دے سرکش۔ وہ افزا تفری پھیلے گی کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بھی سپاہی آپ کے ساتھ نہیں رہے گا۔ جلال الدین کی ان باتوں سے علاؤ الدین کے چہرے پر ایسا اڑنے لگی تھیں۔ پھر وہ پریشان کن آواز میں اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے بچنے لگا۔ جلال الدین میرے بیٹے۔ پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

جلال الدین کہنے لگا سلطان محترم۔ رات ہی کے وقت لشکر میں بغاوت اٹھنے کی ہوجی تھی۔ میرے ذاتی مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ لشکر کا ایک حصہ ہم پر لو آور ہو کر آپ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن آپ چونکہ خیمہ تبدیل کر

ایک سعادت سمجھتا ہوں۔ سلطان محترم مجھے جب بھی موقع ملا میں آپ سے گفتگو کروں گا یہ مت سوچئے گا کہ میں آپ سے معافی مانگوں گا۔ ہرگز نہیں۔ لئے کہ میں نے حقیقت بیانی سے کام لیا ہے۔ رہا سوال معنی توڑنے کا تو میں ہوں کہ وہ لڑکی جس کے باپ کے دل میں وطن۔ دین اور اپنی رعایا کے لئے کوئی انس نہیں ہے میں ایسی لڑکی کو اپنی زوجیت میں رکھنا اپنے لئے ایک توہین اپنے لئے ایک گناہ سمجھوں گا۔ سلطان محترم۔ میں خود اپنے لئے خان سلطان کو ہوں۔

اور خان ہمیں تک کہنے پایا تھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے تالی بجائے، محافظ اندر آئے پھر وہ قلعہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ قلعہ خان ان محافظوں کے ساتھ اور خان کو لے جاؤ اور میرے خیمے کے ایک کمرے میں نظر بند کر دو۔ قلعہ خان ان محافظوں کے ساتھ اور خان کو لے گیا اور سلطان علاؤ الدین کے ایک خیمے میں اسے بند کر دیا گیا تھا۔ جلال الدین نے شاید اپنے باپ کے اس فیصلے کو نا پسند کر کے اس لئے وہ اس موقع پر کچھ کہے بغیر سلطان کے خیمے سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔



اسی رات سلطان علاؤ الدین کے لشکر میں اس کے قتل کی سازش کی گئی۔ ایک حصہ سلطان کے یوں منگولوں کے آگے آگے بھاگنے کو نا پسند کرتا تھا جو اور ہمنوا تھا وہ حرکت میں آیا اور فیصلہ کیا کہ رات سلطان کو اس کے خیمے میں ہوئے قتل کر دیا جائے گا اور جلال الدین کو لشکر کا سپہ سالار اعظم بنانے کے بعد ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آیا جائے۔

لیکن سلطان علاؤ الدین کی خوش قسمتی کہ رات جس خیمے میں سونے کے اس کا بستر لگایا گیا۔ احتیاطاً اس نے وہ خیمہ تبدیل کر کے ایک دوسرے خیمے میں رات بسر کر لی تھی جب دوسرے روز اس خیمے کا جائزہ لیا گیا تو سلطان علاؤ الدین بستر تیروں سے بری طرح چھلی تھا۔

سلطان علاؤ الدین جب اپنے پہلے خیمے میں آیا جس پر حملہ ہوا تھا تو وہ اپنے

رج ہمارے آگے سے نہیں بھاگتا اس کا تعاقب کیا جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین جب خاموش ہوا تو سلطان علاؤ الدین انتہائی ادا کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ میرے فرزند یہ ایک انہونی بات ہے۔ یاد ہے میرے نبوی یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ اگر کسی وقت بھی میں نے منگولوں کے لئے آنے کی کوشش کی تو مجھے بدترین شکست ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا کہنا ہے کہ بے ستارے گردش میں ہیں جب تک میرے ستارے گردش میں ہیں مجھے منگولوں کے سامنے نہیں آنا چاہئے۔ لہذا اے میرے فرزند جب تک میرے ستارہ شمس مجھے لوں کے سامنے آنے کو نہیں کہتے میں ان کے خلاف جنگ کی ابتدا نہیں کروں گا۔ بہر حال میرے فرزند تو نے یہ بڑی دانشمندی اور فہم و فراست کا کام کیا کہ باغی سرکوتم نے لشکر سے علیحدہ کر کے نیشاپور کے کوستان سلسلے کی طرف روانہ کر دیا۔ اس پر جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ وہ لوگ صرف ایک شرط پر لشکر سے نکل کر نیشاپور کوستان سلسلے کی طرف گئے ہیں اس پر علاؤ الدین نے چونکہ جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے باکیسی شرط۔ جلال الدین کہنے لگا شرط یہ کہ ان سب لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نیشا کے کوستان سلسلے کی طرف چلے جاتے ہیں لیکن اور خان کو سزا نہیں دی جائے۔ معاف کر دیا جائے گا اور اسے رہا کر کے ہماری طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ تاہم ہماری کمانداری کر لے اور ہم منگولوں کے خلاف حرکت میں آسکیں۔ سلطان۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر اور خان کو سزا دینے کی کوشش کی گئی تو پھر وہ ستانی سلسلے سے نکل کر آپ پر حملہ آور ہوں گے اور انہیں یقین ہے کہ وہ آپ لشکر کو بدترین شکست دے کر منگولوں کے خلاف اپنی من مانی کریں گے۔

جلال الدین کے اس انکشاف پر علاؤ الدین کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر وہ بڑے بڑی بے چینی میں جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ جلال الدین میرے دل کا ایسا ممکن نہیں کہ تم اور خان کو اس بات پر آمادہ کر لو کہ وہ اپنے رویے کی سے معافی مانگے اور وہ باغی عناصر جو لشکر سے نکل کر کوستان سلسلے کی طرف چلے ہیں وہ دوبارہ ہمارے لشکر میں شامل ہوں تاکہ ہماری عسکری طاقت میں کمی

چکے تھے لہذا مجھے اطمینان ہو گیا جس نے خیمے میں گئے تھے اس کے ارد گرد حفاظت کے لئے میں نے لشکر کا ایک حصہ مقرر کر دیا تھا سلطان محترم۔ باغی انتہائی قسم کے جنگجو۔ وطن دوست۔ اپنی سرزمین اور دین سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کا مقابلہ صرف یہ ہے کہ ہمیں منگولوں کے آگے آگے بھاگنے کے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے اور انہیں اپنی سرزمینوں سے مار بھگانا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ منگول آخر کیوں کیے با دیگرے ہمارے شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے لوگوں کا قتل رہے ہیں۔ اور شہروں کو آگ لگاتے جا رہے ہیں جبکہ ہم دولاکھ کے لشکر کی میں جگہ جگہ چھپتے پھر رہے ہیں

جلال الدین کے ان الفاظ سے سلطان علاؤ الدین کے چہرے پر ناگواری آ گئی۔ پھر وہ پوچھنے لگا دیکھ میرے فرزند۔ کیا یہ باغی عناصر ہمارے لئے خطرہ تو نہ کہتے۔ اس پر جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ یہ ہمارے لئے بہت بن سکتے ہیں۔ لیکن میں نے رات ہی ان سارے باغی عناصر کو لشکر سے علیحدہ نیشاپور کے ایک کوستان سلسلے کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ یہ سارے عناصر اور خان کے بھائی قبیل خان اور ماموں زاد طفول خان کی سرکردگی میں یہ نیشا نواحی کوستان سلسلوں میں پناہ لے چکے ہیں۔

سلطان محترم اگر میں ایسا نہ کرتا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ہر لشکر کان میں یہ خبر پھیلتی کہ لشکر کے ایک حصے نے بغاوت کر دی ہے تو یاد رکھو ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہو جاتے اور پھر یہ جو دولاکھ کا لشکر ہے منتشر۔ ایسا تباہ و برباد ہوتا کہ آپ کے پاس اپنی حفاظت کے لئے بھی حفاظت رہتا۔ سلطان محترم۔ لشکر کا جو حصہ الگ کر کے میں نے نیشاپور کے کوستان کی طرف روانہ کیا ہے بظاہر آپ کے سامنے میں انہیں باغی کہہ رہا ہوں لیکن محترم وہ باغی نہیں ہیں۔ وہ تو دشمن کے ساتھ ٹکرانے کا عزم رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ چنگیز خان کے ساتھ جنگ کی ابتدا کی جائے۔ اور اسے بتایا جائے کہ ہم اس خوف زدہ نہیں وہ چاہتے ہیں کہ چنگیز خان کے ساتھ ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد کر ڈال دی جائے۔ اور جب تک چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ خوفزدہ ہیں

سورج طلوع ہو گیا تھا۔ دھوپ چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ نیشا پور شہر کے راج میں جہاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کے خیمے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ زندگی کی گماگمی دکھائی دینے لگی تھی۔ ایسے میں جلال الدین سلطان کے خیمے کے اس کمرے میں داخل ہوا جس میں اورخان کو رکھا ہوا تھا۔ جلال الدین کو دیکھتے ہی اورخان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جلال الدین آگے بڑھا۔ لپک کر اس نے اورخان کو گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی چومی۔ پھر وہ بڑی رقت بڑی ہمدردی میں اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی۔ مجھے اپنی ذات پر فخر ہے کہ میں تیرے لئے کچھ کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ دیکھ میرے بھائی میں نے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے نیشا پور کے شمالی کوستانی سلسلوں کی طرف بھجوا دیا ہے تمہارا بھائی نبیل خان اور ماموں زاد طفول خان اس لشکر کی نگہداری کر رہے ہیں۔ سنو۔ اس لشکر میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے آج رات سلطان کے خلاف بغاوت کر دی۔ سلطان کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ تمہارے ہم نوا تمہارے ہم خیال ہیں۔ اور منگولوں کے سامنے اپنے وطن کے دفاع کے لئے چھاتی تان لینا چاہتے ہیں۔ یہ اورخان میرے بھائی۔ میں ابھی ابھی سلطان سے بات کر کے آ رہا ہوں۔ میں نے تمہارے لئے معافی نامہ حاصل کر لیا ہے اب تم میرا سے نکل کر سیدھے لی کوستانی سلسلے کی طرف جاؤ گے۔ میرا ایک آدمی وہاں تک تمہاری رہنمائی کرے۔ جہاں لشکر تمہاری آمد کا بے چینی سے منتظر ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین جب خاموش ہوا تو اورخان نے جلال الدین کی طرف بڑی چاہت۔ اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جلال الدین میرے بھائی تمہارا احسان میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔ دیکھ جلال الدین اگر کبھی کوئی وقت

طرح کی واقع نہ ہو۔ اور اگر کسی موقع پر منگولوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہو تو اندر کمزوری اور ہزیمت کے آثار پیدا نہ ہوں۔ اس پر جلال الدین ہنسا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ مجھے بے حد افسوس ہے میں تفصیل کے ساتھ اورخان سے کرچکا ہوں۔ وہ اب نہ آپ سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہے اور نہ آپ کے میں قیام کرنا چاہتا ہے اس کا ایک ہی جواب ہے کہ سلطان مجھے رہا کر دیں اور اس لشکر کو جو اس وقت نیشا پور کے کوستانی سلسلے میں اس کا منتظر ہے اس کا نگہداری کرتے ہوئے منگولوں کے خلاف حرکت میں آؤں۔ جہاں تک آپ معافی مانگنے کا تعلق ہے تو اورخان کا کہنا ہے میری گردن کاٹ دی جائے میں سے معافی نہیں مانگوں گا۔ ہاں آپ سے معافی مانگنے کے لئے وہ ایک شرط پڑ رہی ہے۔

سلطان علاؤ الدین نے بری طرح چونکتے ہوئے پوچھا کیسی شرط۔ جلال الدین لگا۔ شرط یہ ہے کہ سلطان محترم اورخان کہتا ہے کہ اگر سلطان اپنی تیاری کے بعد خوارزم کا رخ کریں وہاں سے تاتاریوں کو مار بھگائیں اور اس کے بعد خان سے مقابلہ کرنے کا وعدہ کریں تو وہ آپ کے پاؤں پڑ کر آپ سے معافی مانگا اور لشکر کا وہ حصہ جو کوستانی سلسلے میں چلا گیا ہے اسے جا کر واپس بھی لے آئے اس لئے کہ وہ سب لوگ اورخان کو اپنا سالار تسلیم کر چکے ہیں اور اس کی کمان میں مرنے جینے کا عہد کر چکے ہیں۔ اس پر علاؤ الدین نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ دیکھ جلال الدین میرے فرزند۔ میں اورخان کی اس شرط کو تسلیم نہیں کرتا۔ اپنے لشکر کو لے کر چنگیز خان کے مقابلے پر آؤں۔ بہر حال میں اس کی سزا معاف ہوں تم اسے کہو کہ وہ چاہے تو لشکر ہی میں قیام کر لے۔ چاہے تو ان لوگوں کے چلا جائے جو کوستانی سلسلے میں اس کے منتظر ہیں۔ میں اس کی سزا معاف کرنا ہوں سلطان علاؤ الدین کا جواب سن کر جلال الدین خوش ہو گیا پھر وہ سلطان علاؤ الدین کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

رخان میں جانتا ہوں تو دلوں کا قائد ہے اور خم اندر خم دشمنوں پر ضرب لگانے کا فن
یہ جانتا ہے۔ میرے بھائی مطمئن رہتا اور میرا انتظار کرتا۔ خداوند قدوس کو اگر
پور ہوا تو ایک وقت ضرور آئے گا۔ جلال الدین اور اورخان شانے سے شانہ ملا کر
پنے وطن اپنی سر زمینوں کا دفاع کریں گے۔ اس پر اورخان فوراً بولا اور کہنے لگا۔
ال الدین میں اس وقت اس لمحے کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا۔ جلال الدین
نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اورخان کو گلے لگایا اور پھر کہنے لگا۔ میرے ساتھ آؤ۔
تمہارے کوچ کا انتظام کروں۔ اس کے ساتھ جلال الدین اورخان کا ہاتھ پکڑ کر
ہے سے باہر لایا تھا۔

خیچے سے باہر آنے کے بعد اورخان نے دیکھا کہ ایک مسلح جوان خیچے سے باہر
آئے کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا یہ وہی جنگلی سیاہ رنگ کا وحشی گھوڑا تھا جو
رخان نے بڑی تنگ و دو سے اترار شہر کے نواحی شمالی کوستانی سلسلوں میں پکڑا تھا۔
اس کا بندر بھی زین کے پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس موقع پر جلال الدین بولا
اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میرے بھائی یہ تیرا گھوڑا ہے۔ تیرا بندر بھی اس پر بیٹھا ہوا ہے اور
نوجوان تمہارے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے ہے یہی تمہیں نیشاپور کے نواحی
ال کوستانی سلسلوں میں اس طرف لے جائے گا جہاں وہ لشکر تمہارا منتظر ہے جو
ماری کمانداری میں رضا کارانہ کام کرنے کا عہد کر چکا ہے۔

دیکھ اورخان میرے بھائی یہ مت سمجھنا کہ تم اکیلے اور تنہا ہو۔ یاد رکھنا عنقریب
ایک انقلاب ایک تبدیلی رونما ہوگی۔ اور جب ایسا ہوگا تو اورخان میں تمہیں یقین
لاتا ہوں دیکھتی زنجیروں جیسے ظلم کی کمر آلود فضا میں ختم ہوں گی اور ہم دونوں مل کر
رات کی پنہائیوں کی مانگ میں جتنو روشن کر دیں گے۔ اورخان میں اور تم مل کر
انہوں کے اثر کو تعمیر کی ترمیم۔ معدوم فردوس کو حروف مقصود میں بدلیں گے۔ ستم
میں اپنے لوگوں کو نیا انداز فسون کاری اور بے داغ سحر جیسے تمنائوں کے نگر مہیا کریں
گے۔

دیکھ اورخان تو اب آگے بڑھ۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو جا۔ اور یہ نوجوان جو

آیا تو میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔ اس پر جلال الدین پھر اور
کو گلے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ تم میرے چھوٹے بھائی ہو
کے کام آتا بھائی کا فرض ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے خدا گواہ ہے کہ اپنا فرض
کیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین رک گیا۔ اس نے بات کا سرخ
ہوئے کہنا شروع کیا

دیکھ اورخان۔ یہ مت خیال کرنا کہ میں اپنے باپ کی طرح منگولوں کے
نہیں آتا چاہتا۔ قسم خداوند عزیز اور محترم کی میرا باپ اگر آج اپنے لشکروں کی
میرے حوالے کر دے تو میں اسے ضمانت دیتا ہوں کہ میں نہ صرف یہ کہ منگول
اپنی سر زمینوں سے نکال باہر کروں گا بلکہ صحرائے گوبی تک ان کا تعاقب کروں
لیکن میری مجبوری میری بد بختی یہ ہے کہ نہ تو میرے والد خود منگولوں سے
ہیں نہ ہی مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

دیکھ اورخان۔ اس حالت میں میں جانتا ہوں کہ ہمارا آغاز بھی تحیر ہمارا ان
تحیر ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ ہم کس جگہ سے آئے اور کس نگر کو چلے جائیں
اورخان میں یہ بھی جانتا ہوں کہ منگولوں کے ہاتھوں کیسے کیسے قافلے ویران
کیسے کیسے کاروان لہو لہو ہوئے۔ شہر دھواں دھواں۔ بستیاں ویران ویران ہوئیں
سن اورخان۔ میرے انیس و مونس۔ میں جانتا ہوں ہماری سر زمینوں
منگولوں کے ہاتھوں مفلسی کے گرداب۔ مخدوش و شکستہ احوال۔ غم کی یلغار
اغیار اور ہجر کی سیاہ رات پھیل گئی ہے۔ مغلوں کی وجہ سے ہمارے شہر
بستیوں میں ظلمتیں رقصاں ہیں اور ہماری عظم کی کمکشائیں ماتم کناں ہیں۔

دیکھ اورخان میں جانتا ہوں کہ منگولوں کے ہاتھوں چار سو کوبہ کو ہا
زمینوں میں درندگی اور سفاکی۔ وحشت و ستم آرائی۔ دکھ کے آسیب کا دور
اورخان تو جانتا ہے کہ میں اپنے باپ کی وجہ سے بے بس اور مجبور ہوں اور
سلوٹ بن کر رہ گیا ہوں۔ اورخان میرا دل کہتا ہے کہ ایک وقت ضرور آئے
اور تم دونوں بھائی شانے سے شانہ ملا کر منگولوں کے خلاف حرکت میں آؤ۔

اعتراف پر اور خان چونک پڑا اور پوچھنے لگا۔

طیان اور بلدق کہاں ہیں۔ وہ تم سے کہاں ملے اور طیان کس مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس پر کمال الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان۔ طیان کو ہمارے اسماعیلی ساتھی اٹھا لے گئے ہیں۔ اسماعیلی فدائیوں نے ان پر اس وقت حملہ کر دیا جس وقت بلاتق اور طیان تم سے شکست کھانے کے بعد لوٹ رہے تھے۔ طیان اور بلدق دونوں نے ہمارے اسماعیلی فدائیوں کا خاتمہ کر دیا ایک باقی بچا۔ اس حملے کے دوران بلدق بری طرح زخمی ہو گیا تھا اس کے زخمی ہونے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آخری بچنے والے اسماعیلی نے طیان پر قابو پا لیا۔ اور طیان کو اٹھا کر قلعہ الموت کی طرف لے جا چکا ہے۔

دیکھ اور خان ہم تمہیں پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ اسماعیلیوں کا امام اور شیخ الجبل جلال الدین غائبانہ طور پر اس منگول لڑکی طیان کو پسند کر چکا ہے اس لئے کہ بہت سے اسماعیلی فدائیوں نے جلال الدین سے طیان کے حسن اور خوبصورتی اور اس کی جسمانی ساخت اور کشش کی تعریف کی ہے۔ طیان ان دنوں قلعہ الموت میں قید ہے اس کی خوش قسمتی یہ ہے کہ جلال الدین ان دنوں اپنے چند قلعوں کا معائنہ کرنے کے لئے قلعہ الموت سے باہر ہے۔ اگر اس وقت وہ قلعہ الموت میں موجود ہوتا تو اب تک وہ طیان کو اپنے حرم میں داخل کر کے بے آہو کر چکا ہوتا۔ ہر وہ خوبصورت لڑکی جسے جلال الدین پسند کرتا ہے اسے ایک سال تک اپنے حرم میں رکھتا ہے اس کے بعد اسے اٹھا کر قلعہ الموت میں بنائی جانے والی جنت میں بھیج دیتا ہے۔ دیکھ طیان ابھی تک جلال الدین کے ہاتھوں سے محفوظ ہے اور قلعہ الموت میں قید ہے۔ قلعہ کے منتظمین جلال الدین کی واپسی پر طیان کو اس کے سامنے پیش کریں گے۔

ایک اور بات بھی غور سے سنو۔ طیان اس وقت صرف تین فدائین ایسے ہیں جو اس کو چہرے سے پہچانتے ہیں۔ ایک وہ جو طیان کو اٹھا کے قلعہ الموت میں لے گیا تھا۔ اور وہ جو ان دنوں اس کمرے پر پہرہ دیتے ہیں جس میں طیان کو بند رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ جس لڑکی کو جلال الدین کے حرم میں داخل کیا جانا ہوتا ہے اسے غلام لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اس پر اور خان بولا اور پوچھنے لگا۔

تمہارے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا ہے اس کا گھوڑا بھی وہ دیکھ پیچھے کھڑا اپنے گھوڑے پر بیٹھتا ہے اور کوستانی سلسلے میں جہاں لشکر پہلے سے پہنچ کر منتظر ہے یہ جوان تمہیں وہاں تک لے جائے گا۔ جلال الدین شاید کچھ اور کہتا ہے جو ان کے گھوڑے کی باگ پکڑی تھی وہ آگے بڑھا اور گھوڑے کی اس نے اور خان کو تھما دی پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سیف الدین کے بیٹے! میری پشت پر یہ جو میرا گھوڑا کھڑا ہے اس کے پاس نوجوان کھڑے ہیں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام کمال اور دوسرے کا قاسم خان ہے ان دونوں کا کہنا ہے کہ گو ان کا تعلق اسماعیلیہ ہے لیکن وہ آپ کے بہترین اور مخلص دوست ہیں۔ اس پر اور خان نے چونک کر جوان کی طرف دیکھا اور پوچھا تم میرے باپ کا نام کیسے جانتے ہو۔ اس پر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ میرا نام لوغان ہے مجھے فخر ہے کہ میرا باپ آپ کے سیف الدین کے ساتھ اترار شہر میں ایک عرصے تک قیام کئے رہا۔ اس پر وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لوغان نام کے اس نوجوان سے آگے بڑھ کر بغل میں گھس گیا۔ پھر وہ کہنے لگا تمہارا اندازہ درست ہے یہ کمال الدین اور قاسم خان ہونے کے باوجود میرے بہترین اور مخلص دوست ہیں۔ اور مجھے ہر اچھی بری آگاہ رکھنے کے علاوہ میرے فائدے اور منفعت کا ہی پہلو تلاش کرتے ہیں۔ جلال الدین بولا اور اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ یہ بات ہے تو جاؤ ان لو۔ پھر یہاں سے لوغان کے ساتھ کوچ کرو۔ اور خان نے اپنے گھوڑے کی باگ لوغان کو تھما دی اور پھر وہ اس طرف بڑھا جہاں لوغان کا گھوڑا کھڑا تھا اور پاس اور خان کے دونوں اسماعیلی دوست کمال الدین اور قاسم خان کھڑے اور خان آگے بڑھ کر باری باری دونوں سے گلے ملا تھا۔

ان سے ملنے کے بعد اور خان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ کون تم سے آئے ہو۔ اس پر کمال الدین بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ ہمارے محسن ہمارے ہم تم سے ایک انتہائی اہم بات کہنے کے لئے آئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ایک لڑکی نام طیان ہے اس کے بھائی نے تمہیں مدد کے لئے پکارا ہے۔ کمال الدین

تو ہم پر ٹھک کیا جائے گا کہ ہم طیان کی مدد کرنے آئے ہیں اس کے بعد اگر تم کو وہاں سے نکال لے جاتے ہو تو غداری کا الزام لگایا جائے گا اور اس الزام میں انوں کی گردن بھی کاٹی جاسکتی ہے۔ دوسرے ہم پر یہ بھی الزام لگایا جاسکتا ہے ہم طیان کو دیکھنے کی خاطر اس طرف آئے ہیں۔ اس لئے کہ طیان کی خوبصورتی کے حسن اس کی جاذبیت اس کی کشش کے چرچے پورے قلعہ الموت میں ہو چکے

اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ کمال الدین اور قاسم خان۔ میرے لئے یہ طرف سے اتنی ہی مدد کافی ہے۔ جو تم دو روز بعد عشاء کے بعد اس عمارت قریب ترین کو ہستانی سلسلے کے اوپر مشعل ہلا کر مجھے اشارہ کر دو تو سمجھ لو کہ میرا آمان ہو جائے گا اور میں ہر صورت میں طیان کو وہاں سے نکال لوں گا۔ اب تم یہ دیر یہاں رکو میں جلال الدین سے بات کر کے لوٹا ہوں۔

اور خان مڑا۔ جلال الدین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ جلال بن میرے بھائی۔ میری ایک عزیزہ کو اسماعیلی اٹھا کر لے گئے ہیں اس نے مجھے مدد لئے پکارا ہے۔ یہ دونوں اسماعیلی میرے بہترین دوست ہیں ان دونوں کی مدد سے اس لڑکی کو وہاں سے نکالتا ہوں پھر میں یہاں واپس آؤں گا۔ اور لوغان کو لے کر پور کے اس کو ہستانی سلسلے کی طرف جاؤں گا جہاں لشکر میرا منتظر ہے۔ اس پر والدین فوراً بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان اس لڑکی کو اگر وہاں نکالنے کے لئے بڑی ضرورت محسوس کرو تو میں بھی اس سلسلے میں حاضر ہوں۔ اس پر اور خان راتے ہوئے کہنے لگا۔ نہیں جلال الدین میرے بھائی۔ میں اکیلا ہی اس لڑکی کو نکال لں گا اس کے ساتھ ہی اور خان نے جلال الدین اور لوغان دونوں کے ساتھ مصافحہ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ کمال الدین اور قاسم کے قریب آیا پھر انہیں نے لگا۔ تم دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور مجھے سب سے پہلے بلداق کے والے کر چلو۔ کمال الدین اور قاسم خان دونوں اپنے قریب ہی کھڑے گھوڑوں پر رہو مجھے پھر وہ تینوں اپنے گھوڑوں کو جنوب مشرق کی سمت سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ دوسرے پہلے ہی کمال الدین اور قاسم خان نے ایک قصبے سے باہر ایک سرائے

دیکھ کمال الدین تمہاری بڑی مہربانی۔ کہ تم نے مجھے طیان سے متعلق یہ اطلاع کی۔ لیکن اس اطلاع سے میرا کیا تعلق۔ کیا طیان نے مجھے مدد کے لئے پکارا۔ اس پر اس بار کمال الدین کے بجائے اس کا دوسرا ساتھی قاسم خان بولا اور کہ دیکھ سیف الدین کے بیٹے۔ طیان نے تمہیں مدد کے لئے تو نہیں پکارا۔ اس لئے اس پر تو اب کسی کی پہنچ بھی نہیں ہے۔ ہاں بلداق جو طیان کا بھائی ہے وہ ہم ملا تھا یوں جانو کہ ہم خود اس سے ملے تھے۔ وہ زخمی ہوا تھا ہم نے ہی اس کا کیا۔ اب وہ یہاں سے پچیس میل آگے ایک قصبے کی نواحی سرائے میں قیام ہوئے ہے۔ اس سرائے کا مالک ہمارا جاننے والا ہے لہذا وہ اس سرائے میں ہے۔ اس نے ہم سے کہا تھا کہ اور خان تک میرا پیغام پہنچائیے کہ کسی نہ کسی میری بہن طیان کو قلعہ الموت سے نجات دلائے۔ اور خان فوراً بولا اور کہنے لگا۔ دیکھو میرے ساتھیو۔ میں بلداق کی اس پکار پر ضرور لبیک کہوں گا۔ میں طیان تمہارے قلعہ الموت سے ضرور نکالوں گا۔ پر یہ تو کہو کہ اس سلسلے میں تم میری بک کر سکو گے۔ اس پر کمال الدین بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ سیف الدین کے بیٹے۔ قلعہ الموت چاروں طرف سے کو ہستانی سلسلوں گھرا ہوا ہے۔ اور یہی بلند کو ہستانی سلسلے اس الموت نام کے قلعے کی فصیلوں کا دیپتے ہیں۔ طیان کو اس وقت اس قلعے کے شمالی حصے کی ان قیام گاہوں میں رکھا ہے جہاں سب سے زیادہ محترم اور معزز مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہم تمہاری بک کر سکتے ہیں کہ جس عمارت کے اندر طیان کو رکھا گیا ہے اس عمارت کے اندر کو ہستانی سلسلے کے اوپر ہم ٹھیک دو دن بعد عشاء کے بعد گول دائرے کی شکل مشعل ہلائیں گے۔ بس اس مشعل کے ہلائے جانے کو تم ہمارا اشارہ سمجھنا اور جگہ سے تم کو ہستانی سلسلے پر چڑھ کر جو اس کو ہستانی سلسلے سے قریب ترین عمارت کی اس کے اندر طیان کو تلاش کر لینا۔

دیکھ سیف الدین کے بیٹے۔ اس سلسلے میں ہم تمہاری اس سے زیادہ مدد نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہم اس عمارت کے قریب تک نہیں جاسکتے اور نہ ہمیں ایسا کر اجازت ہے۔ اگر ہم اس عمارت کے قریب جاتے ہیں اور ہمیں دیکھ لیا جاتا

رات میں اب یہاں سے کوچ کرتا ہوں۔ اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہاری ن کو لا کر دوں گا۔ میری واپسی تک تم اسی سرائے میں قیام کرنا۔ اس کے ساتھ ہی رخان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ کمال الدین اور ہم خان بھی اس کے پیچھے پیچھے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ قلعہ الموت لے پاس جا کر قاسم اور کمال الدین تو قلعہ کے اندر چلے گئے جبکہ اورخان نے قلعہ کے قریب ہی ایک بستی کی سرائے میں قیام کر لیا تھا۔

دو دن بعد اورخان قلعہ الموت کے کوستانی سلسلے کے قریب رکا اس وقت عشاء کے بعد رات خوب گرمی ہو چکی تھی۔ اپنے گھوڑے کو اس نے ایک بہت بڑی چٹان کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے بندر کو پکڑ کر اس نے کندھے پر بٹھایا۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی رسی کے چند چھلے آپس میں اس نے جوڑ کر ب. طویل اور لمبا کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ بندر کو اپنی گود میں بٹھا کر ایک پتھر پر بیٹھ یا اور انتظار کرنے لگا تھا۔

چاروں طرف گھور اندھیری رات پھیلی ہوئی تھی۔ آفاق خلوت کدہ ذات میں گم۔ ہر شے کا رخ فکر بے نور اور لب جذبہ خاموش تھا۔ چاروں طرف کچھ ایسا سماں ایسے کشاکش ہائے دنیا میں اداسی کا فسوں پھیل بکھر گیا ہو۔ سرد رات کے تنہا دھیرے میں قلعہ الموت کا وہ کوستانی سلسلہ آرزوؤں کے کے کھنڈر جیسا لگ رہا۔

رات کے اس سے کوستانی سلسلے کے قریب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سرسبز و ادب اور حسین غلہ مناظر بھرپور رقص کے جھپٹنے۔ الجھن سوچیں۔ بار آور نفرتیں ر محبت کا قحط ایک عجیب طرز کن اور سحر الم طرازی کے ساتھ ایک دوسرے سے ست و گریبان ہو گیا ہو۔ خنیم پلکوں پر ترازو ہو جانے والے آنسوؤں کی بوندوں کی سحر ہر شے سے لپٹنے لگی تھی۔ اورخان اسی طرح خاموشی سے بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔

ایک اورخان تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ رات کی گرمی جھل اور شب کے در و بام میں اس نے دیکھا کہ الموت کے اس کوستانی سلسلے کے اوپر کسی نے مشعل گول چکر لائیں چار بار ہلائی تھیں۔ یہ سماں دیکھتے ہوئے صبح کے جلووں کی طرح اورخان کے

کے دروازے پر اورخان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اورخان نے اپنے گھوڑے کو پھر وہ قاسم خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ قاسم خان تم اندر جاؤ۔ طیان بلدق کو بلا کر باہر لے آؤ۔ کمال الدین اورخان کے پاس ہی رہا جبکہ قاسم چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اورخان نے دیکھا قاسم خان کے ساتھ بلدق سرائے نکل رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے اورخان اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ بلدق کا چہرہ اترا ہوا تھا اس کی حالت بری تھی اس نے جب سرائے سے باہر دیکھا تو وہ بھاگ کر اورخان سے لپٹ گیا۔ اور اسے مخاطب کر کے کہنے اورخان میرے بھائی۔ ہم دونوں بہن بھائیوں نے تم پر حملہ آور ہو کر تمہار بڑی زیادتی کی تھی۔ میں اس کی تم سے معافی مانگتا ہوں۔ شاید اس کمال قاسم خان نے تمہیں بتا دیا ہو گا کہ میری بہن اس وقت قلعہ الموت والوں ہے۔ اسے وہاں سے نجات دو۔ اس قاسم خان اور کمال الدین سے مجھے پتہ صرف تم ہی اسے وہاں سے نکال سکتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو تو میں زندگی بھر احسان نہ بھول سکوں گا۔ اس پر اورخان بلدق کی پیٹھ پھتیسپاتے ہوئے کہنے دیکھ بلدق تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری الموت سے ضرور نکالوں گا۔ پر دیکھ ایسا کر کیا تیرے پاس تیری بہن کا کوئی جو اس کے زیر استعمال رہا ہو۔ اس پر بلدق کہنے لگا۔ اس کے کئی لباس ہیں۔ اس کا گھوڑا بھی اس سرائے میں ہے۔ اس پر اس کا سارا سامان۔ قلعہ الموت کا فدائی اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر لے گیا تھا۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔

دیکھ بلدق میں سرائے میں داخل نہیں ہوں گا۔ میں یہیں کھڑا رہتا۔ طیان کا ایک لباس لا دے۔ اس لباس کے ذریعے میں قلعہ الموت میں نکالوں گا۔ بلدق مڑا بھاگتا ہوا وہ سرائے کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر بعد ایک لباس لے آیا اور اورخان کو تھما دیا اور اورخان نے طیان کا وہ گھوڑے کی خرچیں میں ڈال دیا پھر اس نے بلدق سے مصافحہ کرتے ہوئے

سر پر ہاتھ پھیرا۔ جواب میں بندر بھی اپنی گردن میں لٹکتے ہوئے طیان کے لباس کو سمجھنے لگا تھا۔ اس کے بعد اور خان نے اس بندر کو سامنے والی عمارت کی طرف کھیل سادیا تھا۔ بندر اب بڑی تیزی سے اس عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے اور گلے میں لٹکتے طیان کے لباس کو سونگھتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

جس کمرے میں روشنی ہو رہی تھی بندر دیوار کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں آگے بڑھتے ہوئے وہاں رک گیا تھا۔ اس کمرے کے اندر دونوں طرف کھڑکیاں تھیں جن میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ جن میں سے بندر اندر نہیں جاسکتا تھا۔ پیردار جب آگے نکل گیا۔ تو بندر فوراً "حرکت میں آیا۔ کھڑکی کے اوپر چڑھتے ہوئے وہ روشن دان کی طرف گیا روشن دان کے ذریعے وہ اس کمرے میں کود گیا تھا۔

کمرے میں اترنے کے بعد بندر آگے بڑھا کمرے کے ایک کونے میں لکڑی کی ایک مسری پر خوبصورت بستر پر طیان دراز تھی۔ بندر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا تھا۔ اچانک طیان اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں اس نے بندر کو دیکھا۔ پہلے خوفزدہ ہو کر اس نے چیخ مارنا چاہی پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ بندر تیزی سے قریب آکر طیان کے پاس رک گیا تھا۔ اچانک اس بندر کی طرف دیکھتے ہوئے طیان کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ شاید وہ اس بندر کے گلے میں لٹکتے ہوئے اپنے لباس کو پہچان چکی تھی۔ اور اس کے ساتھ شاید وہ اور خان کے بندر کو بھی پہچان گئی تھی۔ اپنی مسری سے وہ اٹھی۔ بندر کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور ایک بار اس کے سر پر بوسہ دیا پھر اس کے گلے میں لٹکتا ہوا لباس اس نے اتار لیا تھا۔ اس کے بعد وہ دھیمی اور رازدارانہ سی آواز میں کہنے لگی۔

دیکھ میرے بے زبان قاصد! لگتا ہے تیرا آنا میرے لئے خوش قسمتی میرے لئے نیک نیتی کی علامت بن جائے گا۔ تیرا یہاں موجود ہونا اس بات کی غمازی بھی کرتا ہے کہ میں کس اور خان بھی ہے۔ جو شاید مجھے اس جنم سے نکالنے کے لئے ہی آیا ہوگا۔ تیرے گلے میں لٹکتا ہوا یہ لباس اس بات کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ میرا بھائی بلدات زندہ ہے اور اسی نے ہی اور خان سے التماس کی ہوگی کہ وہ مجھے اس جنم سے

ہونٹوں پر درزیدہ تبسم نمودار ہوا تھا جبکہ اس کا چہرہ احساس کے جھنجھوٹوں اور موسموں کی دستکوں جیسا خوش کن ہو گیا تھا۔

مشعل کے لہرائے جانے کے بعد اور خان بڑی تیزی سے حرکت میں آ بھاگتا ہوا وہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور گھوڑے کی خڑکیں میں اس نے اس کا ایک حصہ نکالا پھر مخصوص انداز میں بندر کے سر پر ہلکی سی چپت لگا لباس کا وہ حصہ اس نے بندر کی گردن میں ڈال دیا تھا۔ جواب میں وہ بندر سے اس لباس کو سونگھنے لگا تھا۔ پھر اور خان نے اپنی اس لمبی کند کا ایک سرا ہاتھ میں دیا اس کے پیٹھ پر دو تین بار ہاتھ پھیرا اور پھر کو مستانی سلسلے کے اہم تھا۔ اور خان کا ایسا کرنا تھا کہ بندر اس لباس کو سونگھنے کے ساتھ اس کند کا کر بڑی تیزی سے کو مستانی سلسلے کے اوپر چڑھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر تک چڑھتا رہا۔ اور رسی اوپر کھینچتی رہی یہاں تک کہ رسی رک گئی۔ پھر کو مستانی اوپر سے دو تین بار بندر کی مخصوص آوازیں سنائی دیں جنہیں سنتے ہوئے اور چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ جواب میں اس نے کند کو فہم کر دیکھا بندر نے اوپر جا کر کند کسی چٹان یا پتھر میں پھنسا دی تھی۔ جس کی کند پر جب اور خان نے زور لگایا تو رسی نیچے نہ آئی تھی۔

پھر اور خان نے اپنے سر پر اپنا آہنی خود درست کیا۔ اپنی پیٹھ پر اپنا درست کی۔ اپنی تلوار اور خنجر کا جائزہ لیا پھر وہ کند کے ذریعے بڑی تیزی۔ قلعہ الموت کے اس کو مستانی سلسلے کے اوپر جا رہا تھا۔ تھوڑی جدوجہد کے بعد اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اوپر جا کر اور خان نے دیکھا بندر نے کند کا بہت بڑی چٹان کے اندر پھنسا دیا تھا۔ اس کے سر پر اس نے پیار کیا۔ پھر نہ ہی لیٹے وہ اس کو مستانی سلسلے کی جو قریب ترین عمارت تھی اس کی طرف اور خان نے دیکھا عمارت کے دونوں طرف ایک کمرے کے اندر روٹھیاں تھیں۔ دونوں طرف ایک ایک پیردار دائیں بائیں چل قدمی کر رہا تھا۔ اور اندازہ لگا لیا کہ وہیں طیان کو بند کر کے رکھا گیا ہوگا۔

اس عمارت کے قریب جا کر اور خان نے اپنے مخصوص سے انداز میں

بکر کے کہنے لگی۔ دیکھ اور خان میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں تیرا شکریہ ادا
ن جن حالات میں تو میری مدد کے لئے آیا ہے کوئی عزیز اور رشتہ دار ہوتا تو وہ
ایسا نہ کرتا۔

اور خان نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اس نے
خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ طیان خاموش رہتے ہوئے کھڑکی کی اوٹ میں ہو
اس لئے کہ دوسری طرف کا پریدار مستعد تھا اور وہ دروازے کے سامنے ٹھل رہا
اور خان نے بھی اپنے آپ کو اوٹ میں کر رکھا تھا۔ پریدار مڑ کر جب دوسری
چلا گیا تو اور خان بڑی رازداری میں کھسر پھسر کرنے کے انداز میں طیان کو
بکر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان۔ جس کمرے میں تو ہے کیا اس کمرے کا وہ دروازہ جو میری طرف ہے
ملا ہے یا اسے باہر سے تالا لگا ہوا ہے۔ اس پر طیان کہنے لگی نہیں۔ دروازے کو
نہیں لگایا جاتا۔ میرے خیال میں باہر سے زنجیر لگی ہو گی۔ آپ دیکھیں کھل
ئے گا۔ میں آپ کو محافظ کا خاتمہ کرتے ہوئے دیکھ چکی ہوں۔ اس طرف ایک ہی
دھڑکا۔ اب کوئی اور نہیں۔ جس سے آپ کو نبرد آزما ہونا پڑے۔ دوسری طرف
ایک ہی محافظ ہے۔ اور خان فوراً بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ طیان تو اوٹ میں ہو جا۔
ایک ہی محافظ پھر مڑ کر ادھر آنے والا ہو گا۔ طیان فوراً کھڑکی کے پردے کی اوٹ
ہو گئی تھی۔

دوسری طرف کا پریدار جب چکر لگا کر دوسری طرف مڑ گیا تو آواز دیئے بغیر
خان نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا دوسری طرف دروازے کو جا کر اس
نے دیکھا دروازہ باہر سے بند تھا لہذا اس کے چہرے پر کچھ تفکرات نمودار ہوئے
پریدار پھر چکر لگا کر آ رہا تھا۔ لہذا اور خان کمرے کے اندر بیٹھ گیا۔ جب
پھر چکر لگا کر جانے لگا تو اور خان جس دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اسی
از سے نکلا پھر بڑی تیزی سے دیوار کے ساتھ ساتھ چپکے چپکے وہ عمارت کے گرد
لگتا ہوا دوسری طرف جا رہا تھا۔

دوسری طرف جانے کے بعد اور خان کوٹنے میں جا کر دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا

نکالے۔

دیکھ میرے بے زبان قاصد۔ اب یہ اور خان میرے لئے شام کے دھند
جذوبوں کی شفق، بھگ کر مہک اٹھنے والی راتوں میں شبستان تصور، ذہن کے
جنگل میں بجتی عروس فکر۔ اور غموں کے اضطراب میں دل و جان کی سپردگی ہے
میں اپنے بھائی بلداق کے ساتھ اور خان پر حملہ آور ہونے کی غلطی نہ کرتا
اور خان پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں نے پوچھ لیا ہوتا کہ اوتان کو اس
قتل کیا۔ کاش میں نے اور خان کو سمجھنے میں غلطی نہ کی ہوتی۔ یہاں تک کہ
طیان رک گئی کہ بندر اچانک اس کی گود سے نکلا پھر وہ تیزی سے جس روشد
راستے آیا تھا اسی سے نکل گیا تھا۔ طیان حیران و پریشان اسے دیکھتی رہ گئی تھی
بندر دیوار کے ساتھ بھاگتا بھاگتا عمارت سے ذرا فاصلے پر ایک چٹان کی او
لیٹے ہوئے اور خان کے پاس آیا۔ اور خان اسے دیکھ کر خوش ہوا پہلے اس
ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ کھڑا ہوا۔ بندر کو اس نے اپنے آگے رکھا اور چھپتا ہوا
طرف بدھا تھا۔ بندر آگے آگے ایک طرح سے اور خان کی رہنمائی کرتا ہوا
طرف لا رہا تھا۔ اس کمرے کی کھڑکی کے قریب آ کر بندر رک گیا۔ مڑ کر او
طرف دیکھا۔ اور خان بھی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا تھا اس کے دیکھنے
بندر پہلے کھڑکی پھر روشندان کے ذریعے کمرے میں داخل ہو گیا تھا شاید یہ
طرف سے نشاندہی تھی کہ طیان اس کمرے میں ہے۔ بندر کے اندر داخل ہو
بعد باہر پہرہ دینے والا جو دوسری سمت گیا ہوا تھا مڑ کر واپس آیا۔ اور خان منہ
تھا اور خان کے قریب ہی جب وہ محافظ مڑا تو اور خان اندھیرے سے کسی دروازے
طرح نمودار ہوا ایک دم وہ اس پریدار پر جھپٹا اپنا خنجر نکال کر اس کے
گھونپ دیا۔ اس کا خاتمہ کرنے کے بعد اسے عمارت سے باہر ایک بڑی چٹان
میں ڈال دیا تھا۔

بندر کے اندر داخل ہونے کے بعد طیان، بھاگتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی
اس نے جھانکتے ہوئے اور خان کی ساری کاروائی کو دیکھ لیا تھا۔ اس محافظ
کرنے کے بعد اور خان کھڑکی کے قریب آیا۔ طیان فوراً رازدارانہ انداز میں

ہو گیا تھا۔ پیریدار دوسری سمت کا چکر لگانے کے بعد جب اس کی طرف اسی لمحے اور خان بھرتے ہوئے آگے بڑھا اور اسے دبوچ لیا تھا۔ اور خان گردن پر اپنا بازو رکھتے ہوئے اسے اس زور سے دبایا کہ اس کا گلا گھڑ لاش کو بھی گھسیتا ہوا اور خان ایک قریبی چٹان کی اوٹ میں رکھ آیا تھا۔ ساتھ تقریباً "بھاگتے ہوئے اور خان اسی سمت گیا جس سمت کا دروازہ اس کھولا تھا۔ بڑی تیزی سے وہ کمرے میں داخل ہوا پھر طیان کو مخاطب کر لگا۔ دیکھ طیان جلدی کر میرے پاس وقت نہیں ہے۔ یہاں سے بھاگ چلے دونوں پیریداروں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ یہاں سے نکلنے کا اس سے بہتر اور نہیں ملے گا۔ طیان نے کچھ بھی نہ کہا بس وہ فوراً اور خان کے ساتھ ہوا بھی ان کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

اور خان اور طیان دونوں آگے پیچھے جھکتے اور اندھیرے کی اوٹ میں اس جگہ آئے جہاں بندر نے اور خان کے لئے کند پھنسا رکھی تھی۔ اور گیا۔ طیان کو بھی اس نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ طیان بھی اس کے سامنے اور خان نے بندر کو اپنی گود میں لیا اور مخصوص انداز میں اس کے سر اور اسے اس جگہ بٹھا دیا جہاں بندر نے ایک بہت بڑی چٹان میں کند پھر اور خان طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ طیان یہ کند کافی لمبی ہے سے تو اتر نہ سکے گی تو ایسا کر میرے شانوں پر بیٹھ جا میں تجھے آرام جاؤں گا۔ اس پر طیان کہنے لگی آپ میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں کمزور اور نازک لڑکی نہیں۔ جہاں میں حرب و ضرب کے سارے فنون جانتے ہیں بڑی آسانی کے ساتھ آپ کے ساتھ اس کند سے نیچے بھی اتر جاؤں جواب سن کر وہ خان خوش ہوا پھر وہ کہنے لگا کہ ایسا ہے تو آؤ پھر اس اتریں میرا بندر یہیں رہے گا۔ جب ہم کند سے نیچے اتر جائیں گے تو زور سے ہلاؤں گا یہ بندر کے لئے اشارہ ہو گا یہ فوراً کند کو کھول کر نیچے میرا گھوڑا کھڑا ہے ہمیں فوراً اس پر بیٹھ کر روانہ ہو جانا چاہئے۔ میں کسی کو ہمارے یہاں سے بھاگنے کی خبر ہو گئی تو وہ ہم دونوں کو زندہ

اس کے ساتھ ہی اور خان نے کند پر اپنے ہاتھ پاؤں جمائے اور وہ نیچے اترنے لگا۔ طیان بھی اس کو دیکھتے ہوئے فوراً حرکت میں آئی اور وہ بھی اور خان کی طرح کند کے ذریعے نیچے جا رہی تھی۔ دونوں آگے پیچھے نیچے اترے پھر اور خان نے کند کو زور سے دبانے کی صورت میں لہریے دینے شروع کر دیئے تھے۔ شاید یہ بندر کو اشارہ تھا کہ وہ نیچے اتر چکا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اور خان نے اور طیان نے دیکھا کہ بندر کند کی سی کو لپیٹتا ہوا اور سمیٹا ہوا بڑی تیزی سے نیچے آ رہا تھا۔

بندر جب نیچے اتر آیا تو اور خان فوراً حرکت میں آیا اور اس سے کند لے کر اس نے گول چکر میں لپیٹی۔ اور گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دی۔ پھر وہ فوراً آگے بڑھا۔ بندر کو اٹھا کر گھوڑے پر اس نے اپنے آگے بٹھا لیا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا طیان آؤ میرے پیچھے بیٹھو پھر یہاں سے بھاگ چلیں۔ ورنہ یاد رکھو ہمارے لئے یہاں انتحیت خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے۔ طیان فوراً آگے بڑھی اپنا ہاتھ اوپر کیا۔ اور خان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا تھا۔ پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ایک سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر طیان بولی اور اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی اور خان میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ یوں مجھ پر احسانوں کا بوجھ ڈال دیں گے میرے پاس الفاظ نہیں جنہیں استعمال کر کے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ کاش۔ طیان یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اور خان دھیمی سی آواز میں بولا اور کہنے لگا دیکھ طیان ابھی بات مت کرو۔ رات کے سکوت میں گفتگو کی آواز بہت دور تک جاتی ہے۔ اس طرح کوئی ہمارا تعاقب کر سکتا ہے خاموشی سے میرے پیچھے بیٹھی رہو۔ تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس اپنے دل میں یہ بات بٹھا لو کہ میں تم پر احسان نہیں کر رہا۔ بلکہ اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ طیان خاموش ہو گئی اور گھوڑا بڑی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹنے لگا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا اور خان طیان کو لے کر رات کے پچھلے حصے میں اس سرائے کے صدر دروازے کے سامنے آن رکھا تھا جس سرائے میں طیان کے بھائی

اور خان کا یہ جواب سن کر شاید سرائے کا مالک کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ مان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم دونوں تھوڑی دیر یہاں رکھو میں بلداق کو بلاتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ شخص وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ شخص لوٹا اس کے ساتھ بلداق بھی تھا۔ جوں ہی بلداق نے بلان اور اس کے ساتھ طیان کو دیکھا پہلے وہ بھاگ کر اور خان سے لپٹ گیا اور مطلوب انداز اور پکلی ہوئی آواز میں کہنے لگا اور خان تم نے میری خاطر وہ کام کیا کہ اگر میں ساری زندگی تمہاری غلامی کروں۔ ساری زندگی تمہارے پاؤں دھو کر تب بھی میں اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ اس کے بعد وہ طیان کی طرف اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا طیان تم کیسی ہو میری بہن۔ اس پر طیان میٹھی میٹھی نگاہوں سے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بلداق میرے اگر یہ اور خان وہاں نہ پہنچا ہوتا تو شاید میں اس جنم کا شکار ہو چکی ہوتی۔ بلان کے ہم پر اب اتنے احسان ہو چکے ہیں کہ یوں جانو کہ ہم ان تلے دب ہی کر گئے ہیں۔ اس پر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا

تم دونوں بہن بھائی میرے معاملے میں کسر نفسی کا شکار ہو کر رہ گئے ہو میں نے
 ٹھہ کیا ہے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں اپنا فرض جان کر کیا ہے۔ اس کے بعد
 مان نے بدلاق کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

دیکھ بلداق میرے بھائی۔ میں نے تمہارے پاس طیان کو لانے کا وعدہ کیا تھا میں
مردہ پورا کر چکا ہوں۔ اب تو طیان کو سنبھال۔ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے
انکوں گا اور نیشا پور کی طرف جاؤں گا۔ دیکھ میں ایک انتہائی اہم کام چھوڑ کر
آکھڑا ہوا آیا تھا۔ اب مجھے فی الفور اس کام کے سلسلے میں نیشا پور کی
جانا ہو گا۔ اس پر بلداق فوراً "بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان! میرے بھائی۔ اب
دونوں بسن بھائی یہاں قیام کر کے کیا کریں گے۔ اور میرے خیال میں یہاں قیام
نے سے ہمارے لئے اسماعیلیوں کی طرف سے خطرات اور بڑھ جائیں گے۔ کیا ایسا
نہیں کہ تم ہمیں اپنے ساتھ نیشا پور کی طرف لے چلو وہاں سے ہم اپنے باپ
نظر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اس پر اور خان کہنے لگا مجھے کوئی اعتراض نہیں

بلداق نے قیام کر رکھا تھا۔ صدر دروازے کے سامنے گھوڑے کو کھڑا کرے اور خان اپنے گھوڑے سے اترا۔ سہارا دے کر اس نے طیان کو بھی نیچے اتار طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان۔ یہ وہ سرائے ہے جس میں تیرے بھائی بلداق نے قیام کر رکھا ہے۔ اسماعیلوں نے اسے زخمی کر دیا تھا لیکن میرے دونوں اسماعیلی دوستوں نے نگہداشت کی اس کا علاج معالجہ کیا اور اس سرائے میں اس کے قیام کا بندھن کرنے کے بعد وہ مجھے اطلاع دینے کے لئے چلے گئے لہذا میں اپنا فرض ادا کر کے تم میرے ساتھ سرائے میں آؤ تاکہ میں تمہیں تمہارے بھائی کے حوالے کر دوں۔ موقع پر طیان کچھ کہنا چاہتی تھی پر اورخان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے سرا داخل ہوا لہذا طیان بھی اس کے پیچھے چپ چاپ سرائے میں داخل ہو گئی تھی۔ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اورخان سرائے کے اس حصے میں آیا جہاں ہو رہی تھی اور جہاں سرائے میں قیام مکمل کرنے والے مسافروں کو کمرے مہیا کیے جاتے تھے۔ طیان کے ساتھ اورخان جب وہاں آیا تو وہاں ادھیڑ سی عمر کا ایک شخص سی کتاب مشعل کی روشنی میں پڑھ رہا تھا اورخان اور طیان کو دیکھتے ہوئے اس کتاب ایک طرف رکھ دی پھر وہ کھڑا ہوا اور بڑی شائستگی میں پوچھنے لگا۔ دونوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں کیا آپ دونوں سرائے میں قیام کرنا چاہتے ہو؟ اورخان اپنے گھوڑے کی گردن ہتھپتاتے ہوئے کہنے لگا۔

اس سرائے میں ہمارے ایک عزیز نے قیام کر رکھا ہے جس کا نام بلہ
بس تمہاری مہربانی اسے بلا دو۔ اس شخص نے شک و شبہ سے بھرپور ایک م
اور خان پر ڈالی اور پھر کہنے لگا کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دونوں کا بلدان
شخص سے کیا رشتہ ہے۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ میرے مہ
جھوٹ نہیں بولوں گا میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں پر میرے ساتھ جو یہ لوگ
اس کا سگی بہن ہے۔ اسے کچھ لوگ اٹھا کر لے گئے تھے بس میں اسے
حاصل کر کے لایا ہوں اور اس کے بھائی بلدان کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔
تیری سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔

ن بارہ کے قریب ہیں اور میرے خیال میں ہمارا ان کے ساتھ مقابلہ بے کار اور
بے گناہ ہے۔ اس پر اور خان طیان کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

کچھ طیان۔ میں ہمت ہارنے والا نہیں ہوں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم تینوں ان کے
بے ہتھیار ڈال دیں اور تم کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ یہ ظالم خونخوار اور ملی
کائنات کے والے اسماء امی ہم تینوں کی ٹکا بوٹی کر دیں۔ ہرگز نہیں۔ دیکھو اگر تم
بہن بھائی ان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی۔ تم دونوں ایک طرف ہٹ کر
ہو جاؤ لیکن میں ان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ ان کا مقابلہ کروں گا۔ یا
میں یا میں نہیں۔ دونوں میں سے ایک کو زندہ رہنا ہو گا۔ اس پر طیان بولی اور
ندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اور خان آپ غلط سمجھے ہیں میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب کیا ہو گا۔ جہاں
ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تعلق ہے تو اور خان یہ اپنے پاس لکھ رکھے کہ میں
میرا بھائی بلداق آپ کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دینے کے لئے تیار ہیں۔
آپ ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا عزم کر ہی چکے ہیں تو پھر دیکھنا میں اور بلداق
طرح آپ کے پہلو سے پہلو ملا کر آپ کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا نذرانہ
کرتے ہیں۔

اس سے آگے طیان کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ جس اسماعیلی کی طرف اس
اشارہ کیا تھا جو اسے اٹھا کے لے گیا تھا اس نے اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے
لیا اور پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اور خان۔ طیان نام کی اس لڑکی کو ہمارے قلعہ الموت سے نکالنے کا کام جو
انجام دینا چاہتا تھا وہ دے چکا۔ تو کیا خیال کرتا تھا کہ قلعہ الموت کے محافظ سوئے
ہے ہیں اور تو اس طیان کو لے کر محفوظ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تو اس طیان کو
لے کر آسمان کی رفعتوں یا زمین کی پاتاں میں اتر جاتا تب بھی ہم تیرا تعاقب کرتے

اور خان اب تیرا ان وادیوں میں انجام ہو گا۔ ہم تیری تعمیر کی تحسیم کو دن کے
ال تمہارے ایقان کی تنظیم کو بے چراغ صفحات میں تبدیل کر دیں گے۔ دیکھ
رخان دائرے بناتی دویوں اور وادیوں کی سخت گیر باہوں میں تیری خواہشوں کے

اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو فوراً تیار ہو جاؤ یہاں سے کوچ کریں۔ بلداق
طیان دونوں ہی اور خان کا یہ جواب سن کر خوش ہو گئے تھے۔ پھر بلداق پیچھے
کہنے لگا تم دونوں یہاں روکو میں ابھی اپنا سامان سمیٹ کر اپنا گھوڑا لے کر آتا ہوں
اس کے ساتھ ہی بلداق بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بلداق واپس لوٹا۔ وہ طیان اور اپنے گھوڑے کی باتیں
ہوئے تھا جس پر زینیں کسی تھیں اور زین کے ساتھ ان کا سارا سامان بھی بند
تھا۔ پھر اس نے اس شخص سے بھرپور مصافحہ کیا جو شاید سرائے کا مالک تھا۔ اس
بعد اور خان نے بھی اس شخص سے مصافحہ کیا پھر وہ تینوں اس سرائے سے نکلے
اس شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگے تھے جو نیشاپور کی طرف جا رہے تھے



اگلے روز شام سے کچھ پہلے جس وقت وہ تینوں نیشاپور کی طرف جا رہے
شاہراہ پر ایک کوستانی سلسلے کی انتہائی تنگ وادی میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ
جا رہے تھے ایک دم ان تینوں نے اپنے گھوڑوں کی باکیں کھینچ کر انہیں روک
اس لئے کہ دس کے قریب سوار ان کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔ اس
اور خان نے بلداق اور طیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

دیکھو میرے ساتھیو۔ لگتا ہے کہ یہ گھڑ سوار یا میرے دشمن ہیں یا تم دونوں
ان کی کوئی عداوت ہے جیسی یہ ہم تینوں کی راہ روک رہے ہیں۔ اس دوران
روکنے والے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ان کے قریب آ گئے تھے اس
طیان اپنے گھوڑے کو اور خان اور بلداق کے درمیان لائی پھر وہ اور خان کو
کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اور خان میرے محسن میرے مرہبان۔ یہ سوار جو درمیان میں سفید رینگ
گھوڑے پر سوار ہے یہی وہ اسماعیلی ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے
زخمی کر کے مجھے اٹھا کر لے گیا تھا۔ میرے خیال میں انہیں میرے فرار کا علم
ہے۔ لہذا یہ کسی قریب ترین راستے سے ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہیں۔

جب آکر ان دونوں میں جو دراز قد۔ قوی اور کڑیل جسم والا تھا وہ اپنی کڑکتی سی آواز میں بولا اور حملہ آور اسما عیلیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اگر تم مانہ سی آواز میں اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنے گھوڑوں کے بڑھتے ہوئے قدم ملی ان وادیوں کی اس دھمکی پر ان سارے اسما عیلیوں نے اپنے گھوڑوں کو لوہا لیا تھا۔ وہ دونوں سوار قریب آئے پھر وہی سوار بولا اور اسما عیلیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو۔ دن رات کی سرحد پر خون بہانے والو۔ مٹی کی دیواروں پر کچے رنگ سے ربارش کی دعا مانگنے والے اسما عیلیو۔ سنو فضا میں اڑتے پرندوں کے کونیل کونیل زنجیروں کا خون کرنے والے بھیڑیو۔ کوہ و دشت کی تنہائیوں میں ان تینوں کے تم جو جام زہر۔ کرب جسم و جان۔ ہوس کی آغچ میں کٹھن اور کٹھور منزل ثابت کی کوشش کر رہے ہو۔ اس میں تمہیں بری طرح ناکامی ہو گی۔ سنو اڑتی ہوئی کو گندے آگینوں میں بند کرنے والے اسما عیلیو۔ سنو گزری ساعتوں کی آہوں کو خواب پرندوں کی طرح طاق شکستہ ہواؤں کی زد میں رکھنے والو۔ ہم ان ساتھ مل کر تمہاری حالت روح کی درماندگی اور معزول و مسترد الفاظ جیسی بنا کر میں گے۔ سنو بھیڑیے پالنے والو ان وادیوں میں تمہاری قسمت میں زرد ہریت اور امیدوں کے خونی ساحلوں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

اتنا کہنے کے بعد وہ نو وارد نقاب پوش جب خاموش ہوا تو وہی اسماعیلی پھر بولا اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ پہلے یہ کہو کہ تم دونوں کون ہو۔ ان تینوں سے بار کیا رشتہ ہے اور تم کیا سمجھتے ہو کہ ان تینوں کے ساتھ تمہارے دو کے آٹنے سے تم ہمارے خلاف کوئی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ہماری تعداد اس وقت گیارہ ہے جبکہ تم ہمارے مقابلے میں صرف پانچ ہو یعنی تم ہم دو دو کے حصے میں ملے ایک بھی نہیں آتا۔ لہذا میں تمہیں آخری تنبیہ کرتا ہوں کہ اپنے ہتھیار ہینک کر اپنے گھوڑوں سے اتر کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اس سلسلے میں میں صرف پانچ تک گنوں گا اگر پانچ تک گننے کے باوجود بھی تم نے اپنے گھوڑوں سے اتر کر ہتھیار نہ ڈالے اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے نہ کیا تو میں اپنے ساتھیوں کو تم

نگار خانے کو ہم رفتگیوں کے بکھیرے ساریں۔ تیری غزال جاں کو سم آلودہ کر دیں گے تیرے شاخ تمنا کو بریدہ۔ تیرے دل کے گلستان کو ویران کر کے رکھیں گے اب تو یہاں سے بھاگنا بھی چاہے تو نہ اکیلا بھاگ سکتا ہے نہ ان دونوں کے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ اب تم تینوں کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے یا مو قلعہ الموت ہو گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ اسماعیلی جب خاموش ہوا بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو! کھارے پانی۔ بنجرین کے سسکتے خواب دیکھنے والے اسما عیلیو! گریز پالحوں۔ راستے کی جھلمل اور منزل کی دوریوں سے باہر نکل کر میرے گفتگو کرو۔ جب میں بکھیر کی اذانوں کے جلو میں صبح نو کے قاتلوں کی طرح ضرب لگاؤں گا تو تمہارے پاس نہ دن رہے گا نہ رات۔ نہ سمت کا تعین۔ سنو۔ خوابوں۔ سراپوں کی گفتگو کرنے والو۔ جب میں تم پر حملہ آور ہوں تمہارے کف دوستی۔ بقائے جان۔ اور تمہاری ساری ہمدی کو کاٹنے ہوئے۔ ناز میں تمہارے بدن کے ساز کو لوہو۔ تمہاری شرتوں کے راز کو لخت لخت کر دوں گا۔

اور خان جب خاموش ہوا تو وہی اسماعیلی پھر بولا اور اور خان کو مخاطب کرنے لگا۔ دیکھ اور خان تیرے اگر یہی ارادے ہیں تو سنبھل۔ میں اپنے ساتھ تم تینوں پر حملہ آور ہوتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ تو کیسے ہم سب کے اور اپنے ان دونوں ساتھیوں کا دفاع کرتا ہے۔ لگتا ہے تو خود ان وادیوں کی موت کا طلب گار ہو رہا ہے۔

جب اس اسماعیلی نے اور خان۔ طیان اور بلداق پر حملہ آور ہوا۔ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اسی وقت دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کر کوہستانی سلسلے سے نیچے اترے۔ ان دو سواروں میں سے ایک شخص انتہائی کا تھا دو سرا دبلا پتلا تھا۔ دونوں اپنے جسموں پر جنگی لباس پہنے ہوئے تھے رنگ کے نقابوں سے انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ لہذا ان صورت دیکھی نہ جاسکتی تھی۔

اسامیوں پر حملہ آور ہو کر ان پر تلواریں برساتے ہوئے ان کی تکتہ بوٹی کر کے رکھ دی تھی۔ پھر وہ حملہ آور نقاب پوش اسامیوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر واپس اپنی جگہوں کی طرف چلے گئے تھے۔

اسامیوں کا خاتمہ ہونے کے بعد وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا سن اور خان۔ ان وادیوں میں اب تو محفوظ ہے۔ تم پر حملہ آور ہونے والے سارے اسامیوں کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے اب تو اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ نیشاپور کی طرف جا سکتا ہے۔ تیرے لئے نیشاپور تک کے سارے راستے محفوظ ہیں اور اگر اس دوران پھر کسی نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو جس طرح ان وادیوں میں ہم نے تیری حفاظت کی ہے وہاں بھی ہم تیرے محافظ بن کر نمودار ہو جائیں گے۔ جواب میں اور خان نے عجیب سے انداز سے اس نقاب پوش کو دیکھا پھر وہ انتہائی ممنونیت میں ڈوبی ہوئی آواز میں اس نقاب پوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ میرے محسن۔ میرے اجنبی مہربان۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اپنا تعارف مجھ سے کراؤ۔ میں جان سکوں تم کون ہو۔ تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے۔ تمہیں کیسے خبر ہو گئی کہ یہ اسماعیلی مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے تاکہ اگر کبھی کوئی وقت آئے تو میں تمہارا ان احسانوں کا بدلہ چکا سکوں۔ اس پر وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ اور خان۔ تمہیں میرا نام جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میرے ساتھ یہ میری بیوی ہے اور میرے ساتھی اور یہ سب ملت مسلمہ کے پاس ہیں۔ ہم کون ہیں۔ کہاں قیام کرتے ہیں اور ہمارا کیا مدعا اور مقصد ہے اس کو ابھی راز ہی میں رہنے دو۔ بہر حال آج سے ہمارا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ مسلمان دشمن قوتوں کے ساتھ ہم ہر موقع پر تمہارے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر لڑیں گے۔ دیکھ اور خان تیرا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف بغاوت کرنا ایک عظیم عملی قدم ہے۔ جسے ہم سب لوگ سراہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جس لشکر نے تمہارا ساتھ دینا ہے اس وقت وہ لشکر نیشاپور کے شمالی کوستانی سلسلوں میں بڑی بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ دیکھ اور خان جب کبھی بھی تم مسلمان دشمن قوتوں کے

پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دوں گا پھر ان وادیوں میں تمہارے جسموں کی خاک کر کے چیلوں اور کوڑوں کی خوراک بننے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ رہا سوال نام کی اس لڑکی کا تو اسے ہر صورت میں ہم اپنے ساتھ قلعہ الموت کی طرف جائیں گے۔

اس پر آنے والے دونوں نقاب پوشوں میں سے وہی بولا اور کہنے لگا اسامیوں۔ پانچ گننے کی بات بہت دور کی ہے میں صرف تین تک گنوں گا تیرے بعد بھی اگر تم لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر کر ہتھیار ڈالنے پر تیار نہ ہوئے تو با میرے ایک اشارے پر ان وادیوں میں وہ خوفی انقلاب رونما ہو گا کہ تم وہاں حیران رہ جاؤ گے اس کے ساتھ ہی اس نقاب پوش نے گنا شروع کیا لہجوں۔ اس نے تین تک گنا۔ اسماعیلی اپنے گھوڑوں پر جسے بیٹھے رہے تو اپنے گھوڑ زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی سرخ رنگ کی ایک جھنڈی نقاب پوش نے لی اور اس میں بلند کر دیا۔

اس سرخ رنگ کی جھنڈی کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ اس رنگ وادی کے طرف پھیلے کوستانی سلسلے کے اوپر ان گنت سرخ نقاب پوش سوار نمودار جنہیں دیکھتے ہوئے اسماعیلی حیران و پریشان ہو گئے تھے اسی لمحہ اس نقاب پوش دوسری مرتبہ اپنی جھنڈی فضا میں بلند کی اور اس جھنڈی کے بلند ہوتے ہی اس سلسلے کے اوپر نمودار ہونے والے وہ نقاب پوش سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ ہوئے نیچے آئے اور ان سب کو گھیر کر کھڑے ہو گئے تھے

وہی نقاب پوش اس بار انتہائی درندگی میں گرجتی ہوئی آواز میں اسامیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس کا یہ حکم فوراً اسماعیلی حرکت میں آئے اور دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اس نقاب پوش نے اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی چند سوار آگے بڑھے اور اسامیوں پر حملہ آور تھے۔ وہ نقاب پوش قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا سنو اسامیوں۔ اب تمہارے کا کوئی امکان اور گنجائش نہیں ہے۔ اتنی دیر تک اس کے خونخوار سوار

تم دونوں بہن بھائی مجھے غور سے سنو۔ اگر تم کبھی میرے ہمدرد میرے دوست کی حیثیت سے ملو گے تو میں تم دونوں کے لئے ایک بہترین میزبان ثابت ہوں گا۔ اور اگر تم بھی اپنے باپ کا ساتھ دیتے ہوئے میرے سامنے دشمن کی حیثیت سے نمودار ہو گے تو یاد رکھو میری تلوار کبھی بھی تم پر برسنے سے گریز نہیں کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سیدھی آگے نیشا پور کی طرف جانے والی شاہراہ پر اس نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

اس موقع پر حسین اور پریمال طیان کے سرخ اور نم آلود خوبصورت ہونٹ پڑ پڑا کر رہ گئے تھے۔ اس موقع پر شاید وہ اورخان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی اور وہ مناسب الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے یا اورخان کے جلد روانہ ہو جانے کی وجہ سے کہہ نہ سکی تھی۔ وہ بے چاری عجیب سے دکھی اور پریشان کن انداز میں لمحہ بہ لمحہ دور ہونے والے اورخان کو دیکھے جا رہی تھی۔ جب اورخان اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب وہ اپنے بھائی بلداق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بلداق میرے بھائی۔ اس موقع پر میں اورخان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس نے مجھے اس کا موقع ہی نہ دیا۔ اس نے یہاں سے روانہ ہونے میں اس قدر جلدی کی کہ میں اسے روک نہ سکی۔ میرے بھائی کاش اس موقع پر ہم اورخان کو یہ بتا سکتے ہیں کہ ہم دونوں بہن بھائی نے مسلم مبلغ کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ کہ ہم اب ستارہ پرست اور بت پرست نہیں بلکہ اورخان جیسے اسلام پسند اور مسلمان ہیں میرے بھائی کاش اورخان یہاں تھوڑی دیر رکا ہوتا تو میں اس سے اپنا احوال کہہ سکتی۔ کاش میں آواز دے کر اورخان کو روک سکتی اور اسے بتا سکتی کہ ہم دونوں بہن بھائی اب اس کے دشمن نہیں اس کے چاہنے والے اور اس کے بہترین ہمسفر ہیں۔ کاش میں اورخان کو یہ بتا سکتی کہ جبر کے سوکھے موسموں کے حلف سیاہ لمحوں کا سرخ ختم ہوا۔ خوش گمانیوں کے حسین خواب حقیقت ہوئے اور دن رات کی سرحدوں پر پھیلی نیندوں میں خوابوں کے قحط تمام ہوئے۔ کاش میں اسے بتا سکتی کہ میری ناسوں میں نفرت کی جگہ محبت کی خوشبوئے تکلم رگوں پے میں عداوت کی جگہ چاہت کا نثر اپنی جگہ لے چکا ہے۔

خلاف ضرب لگاؤ گے تو ہم نقاب پوشوں کو اپنے ساتھ پاؤ گے۔ اس پر اورخان بہن خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھو میرے مہمان محسنو! اگر تم نے اپنے تعارف کو میضہ راز ہی میں رکھا ہے تو میں تم لوگوں کو کہاں پکار سکتا ہوں۔ اس پر وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا کہ ہمیں پکارنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ ہم خود تمہارے اوپر نگاہ رکھیں گے۔ جب بھی تم ہماری ضرورت محسوس کرو گے تم دیکھو گے کہ ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اس کوستانی سلسلے میں جو تم میرے ساتھی سوار اور نقاب پوش دیکھ رہے ہو یہ تعداد صرف سو کے قریب ہے جنہیں تم میرا محافظ دستہ خیال کر سکتے ہو۔ یہ پاس تین ہزار پر مشتمل ایسا ہی ایک لشکر ہے جسے میں مسلم قوم اور شعائر اسلامی حفاظت اور پاسبانی کے لئے وقف کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نقاب پوش اپنے گھوڑے سے لٹکتی ہوئی سیاہ رنگ کی جھنڈی فضا میں لہرائی اور اس جھنڈی لہراتے ہی وہ دونوں میاں بیوی اور ان کے نقاب پوش ساتھی اپنے گھوڑوں کو ہر دوڑاتے ہوئے مغرب کی طرف گئے۔ کوستانی سلسلے کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف کر وہ روپوش ہو گئے تھے۔

اورخان ان نقاب پوشوں کو اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ کوستانی اتر کر اس کی نظروں سے روپوش ہو گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اورخان اور بلداق کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو طیان اور بلداق۔ تم دیکھتے ہو جس جگہ ہم یہاں کھڑے ہیں یہاں ایک بنتا ہے ایک شاہراہ سیدھی آگے جاتی ہے یہ نیشا پور کو جا نکلتی ہے ایک شاہراہ ہاتھ جا رہی ہے یہ ولیم کی طرف جاتی ہے۔ سنو طیان اور بلداق۔ یہاں سے میرا تمہاری راہیں جدا ہوں گی۔ میں سیدھا آگے نیشا پور کی طرف چلا جاؤں گا تم باپ سوبدائی کی طرف چلے جاؤ جو اس وقت اپنے لشکر اور اپنے ساتھی جرنیل نوپان اور اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ علاقہ ولیم میں قیام کئے ہوئے ہے۔ تھوڑی دیر تک اورخان رکا پھر وہ طیان اور بلداق کو مخاطب کر کے کہنے لگا

ی ساری نفرت بیزاریاں دھل کر چاہتوں اور الفتوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔
 بلداق کے اس سوال پر طیان بے چاری منہ سے کچھ نہ بولی۔ تاہم عجیب سے
 از میں اس کی گردن جھک گئی تھی۔ بلداق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان میری
 دیکھ میرے سوالوں کا جواب خاموشی نہیں۔ میں تمہارے منہ سے کچھ سننا پسند
 ہوں گا۔ اس پر طیان نے اپنا رخ موڑتے ہوئے ایک بار انتہائی بے بسی سے بلداق
 طرف دیکھا پھر وہ پہلے کی طرح گردن جھکاتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

بلداق میرے بھائی۔ اس سے پہلے اور خان کے سلسلے میں کوئی غایت میرے روبرو
 تھی۔ جب اس نے اسامیلیوں کے ہاتھوں میری جان میری آبرو بچائی تو میں اسے
 یوں کی گڑگڑاھٹ میں لوح و قلم کی رخشندگی۔ ہواؤں کی زد میں بکھرے زرد پتوں
 کی گری خوابناکی میں خوش و صفی اور خوش خصال کا پیکر سمجھ کر خاموش ہو گئی تھی۔
 اُن لئے کہ میری مفتنی اونان سے ہو چکی تھی۔ اور میں اسے اپنی زیست اپنی ہستی کا
 مرکز بنائے ہوئے تھی۔

اور اس کے بعد بلداق میرے بھائی جب اور خان نے انفرادی مقابلے میں بڑی
 آسانی سے اونان کا خاتمہ کر دیا تب کچھ دیر کے لئے اور خان کے لئے میرے دل میں
 نفرت اور بیزاری پیدا ہوئی تھی کہ اس نے اونان کو قتل کیا۔ اسی نفرت اور بیزاری کی
 بنا پر میں نے اس سے انتقام لینے کی ٹھانی۔ لیکن انتقام میں ناکامی کے بعد جب مجھ پر
 یہ انکشاف ہوا کہ اونان نے اس کی بہن کو اٹھالے جانے کی گندی اور غلیظ حرکت کی
 تھی اور یہ کہ اور خان جرات مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انفرادی مقابلے
 میں اونان کو موت کے گھاٹ اتارا تب اور خان سے متعلق میرے خیالات بدل گئے۔

وہی اور خان جو اس سے پہلے میرے لئے اجنبی نا آشنا تھا اب وہ مجھے لیوں پر بھی
 محبت کی عبادت۔ نگاہ طفل جیسا اچھا۔ افسردہ کار گاہ وجود میں ماں کے بوسے کے منتظر
 گل جیسا بھلا۔ بیاض قوس و قزاح میں لب راز آشنا جیسا خوش کن۔ اور امیدوں کے
 ریشم میں بلیغ خاموشی جیسا پر سکون لگنے لگا تھا۔

اس کے بعد میرے ان جذبات میں اس وقت اور اضافہ ہوا جب اور خان نے
 مجھے اور تمہیں دونوں کو مقابلے میں شکست دے کر معاف کر دیا۔ اس وقت میرے

بلداق میرے بھائی۔ کاش اور خان کی رخصتی سے قبل میں اس پر یہ واضح
 کہ لمحوں کے بلبے تلے سے پہچان کی بساط۔ شبنم کی نرمی۔ بہاروں کے کلام۔ نا
 کی گفتگو۔ جوئے محبت کی روانی۔ حجت کی معتبر گھٹاؤں۔ لیوں رخسار کی مہک
 جمال کے نرالے قافلے۔ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے یہ بتا سکتی۔
 پتھروں کی دیواریں گر چکی ہیں۔ مشعل راہ گزر دوستی کی کرنوں اور کمکشال کے
 ہر مسام جان سے محبت کی بارش کی بوندیں ٹپک پڑی ہیں۔

بلداق میرے بھائی کاش میں اور خان کو یہاں سے رخصت ہونے سے
 سکتی کہ اب وہ ہمارے لئے اجنبی کار کشاد زندگی۔ عدم کے ذکر۔ دل کبیدہ مرا
 اوطاق خوابوں اور ازل ابد کی داستانوں میں محبت کی طلب۔ جسم کے رنگ و
 محبت بھری چاندنی۔ اور راتوں کا ایک بسیط کلام ہے۔ اس نے ہم پر ایسے
 ایسی مہربانیاں کر دی ہیں کہ اب وہ رگ رگ لبو کے لاوے۔ بوند بوند پانی
 صحراؤں میں پاتال سے لے کر آسمان تک ہمارے لئے تدر و عظمت علیت و
 شعوری حقیقت کا ایک بلند روشن مینار ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد طیان جب خاموش ہوئی تو اس کا بھائی بلداق قہر
 تک اسے عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا اس دوران اس کے لیوں پر غر
 مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن طیان۔ میری بہن۔ میں تیرے لئے بڑے بھائی کی حیثیت سے باپ
 رکھتا ہوں۔ تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ دیکھ میرے سامنے جھوٹ مت
 دل کی بات پوری حقیقت اور سچائی کے ساتھ مجھ سے کہہ دینا۔ پھر دیکھنا
 کیسے کام آتا ہوں۔ پر شرط یہ ہے کہ اپنے دل سے اٹھنے والی کسی بھی مد
 پکار اور آواز کو میرے سامنے غلط بیانی کا لبادہ وے کر پیش مت کرنا۔ بلداق
 الفاظ پر طیان نے چونک کر بلداق کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی پوچھو میرے
 پوچھتے ہو۔ جواب میں بلداق کہنے لگا۔

دیکھ طیان میری بہن۔ کیا میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ تو
 محبت کرنے لگی ہے۔ کیا میں اندازہ لگانے میں درست ہوں کہ اور خان

رے راستوں پر وفا کے جذبے جوش ماریں گے۔ شام کے درختوں پر چھپاتا ہجر عام
گا۔ ایک روز محبتیں حجتوں میں تبدیل ہوں گی۔ سراب آب اور ہجر وصال میں
ملیں گے۔

دیکھ طیان میری بہن۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ایک روز ایسا آئے گا کہ
اری زندگی میں حالات کی صلیب۔ مسکتی دہکتی سانسوں میں خیالات رفتگاں شعلہ
بہ زبان ذات کی انا اور آن۔ رفاقت نغمہ و رنگ اور لبوں کا نطق۔ پرتو حسن
بت میں تبدیل ہو جائے گا۔ میری بہن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تجھے اور خان
محبت ملے گی۔ تیرے سارے حروف گلاب ہوں گے۔ تیرے سارے الفاظ محبت
ہے چراغ بن کر چمک اٹھیں گے۔

طیان میری بہن۔ دیکھ ہم دونوں بہن بھائی اب مسلمان ہیں۔ اور خان کے لئے
پ سے حیران کن سب سے تعجب خیز پہلی بات یہ ہو گی۔ کہ جب وہ یہ جانے گا کہ
دونوں مسلمان ہیں تو از خود اس کی بیگانگی ہمارے لئے ہمدردیوں میں تبدیل ہو گی۔
رجب میں اس پر یہ انکشاف کروں گا کہ طیان جیسی خوبو۔ پر جمال اور حسین لڑکی
سے اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتی اور پسند کرتی ہے تو انشاء اللہ اور خان تمہاری
ت پر فخر کرے گا۔ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے اپنے لئے ایک سعادت
بھ کر تمہیں قبول کرے گا۔ دیکھ میری بہن تو پریشان نہ ہو۔ آؤ اب یہاں سے اپنے
پ کی طرف کوچ کریں۔ اس پر طیان سنبھل گئی۔ اس کے بعد دونوں بہن بھائیوں
نے اپنے گھونٹوں کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ ولیم کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں
لو سرٹ دوڑا رہے تھے۔



دل میں دور دور تک اور خان کے لئے درد مندیاں اور ہمدردیاں جگہ لے چکیں
اس کے بعد یوں ہوا کہ میرے بھائی بلداق کہ جب مجھے اسماعیلی اٹھا
قلعہ الموت میں لے گئے اور اپنی جان جو کھوں اور خطرے میں ڈال کر اور
جب مجھے وہاں سے نکالا تو میرے بھائی اور خان سے میری ساری ہمدردیاں کہ
میں تبدیل ہو گئیں۔ بلداق میرے بھائی اب اور خان میرے لئے ایسا ہی ہے؟
جیسے سپہوں کا موتی۔ جیسے مہکتا پھول گدا زلف۔ جیسے رقصاں شمع شربت
محببتوں کے الپ میں مسجا کا کھوج۔ بلداق میرے بھائی۔ اور خان میری زندگی
جت آسمان پر چمکتا افق۔ تسخیر کے مرمر خوابوں میں چاند تاروں کی جاگتی
کڑوی راتوں۔ پریشان دنوں میں محبت کے گلشن کا آباد نگر ہے۔

مجھے اس سے اب ایسا لگاؤ ایسی چاہت ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اس کی
کی تنخیاں گھول کر پی جاؤں اور اس کے غموں کی شاخوں کے سارے پھوا
اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ بلداق میرے بھائی اور خان کے بغیر میری ذات
تشکیل ادھوری ہے۔ وہ میرے لئے اب ایسا ہی اہم اور ضروری ہے جیسے
نمی۔ جیسے پھول پر شبنم۔ جیسے آنکھوں میں آنسو۔ جیسے معصوم تمنائوں میں جا
رنگوں کی لہروں میں فرش امید پر چمکتے ہوئے ستارے۔ یہاں تک کہنے کے
خاموش ہو گئی۔ اور اس کی گردن جھکی رہی۔

بلداق تھوڑی دیر تک بڑے غور سے مسکراتے ہوئے اپنی بہن طیان
دیکھتا رہا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ طیان میری بہن۔ تو فکر مند نہ ہو۔ میں کسی منا
پر خود اور خان سے ملوں گا۔ اس پر تیرے جذبات کا اظہار کروں گا۔ اگر
چاہت تیری الفت کا انکشاف کروں گا۔ مجھے امید ہے میری بہن کہ اور
چاہت کا جواب چاہت۔ تیری محبت کا جواب محبت سے دے گا۔ اس روز
ہے کہ تیرے لئے الفت کے طائر چن میں چھپائیں گے۔ کونجوں کی ڈار
لے کر لوٹیں گی۔ دوریوں کی رات ڈھلے گی۔ رات بدلے گی ہر سمت الفت
چھڑیں گے۔ میری بہن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تیرے اور اور خان
اس وقت جو فاصلے ہیں ان فاصلوں کی شاخوں پر ایک روز وصل کے گیت

لا اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سیف الدین کے بیٹے۔ آپ نے سلطان علاؤ الدین کے سامنے اس کے بزدلانہ رانم اس کے پشت گمان کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے بہترین سرفروشی اور برآمدی کا اظہار کیا ہے۔ کاش سلطان علاؤ الدین دو لاکھ کے لشکر کو اپنے ساتھ لئے پیکار کرنے کے بجائے چنگیز خان کے سامنے آیا ہوتا تو ابھی تک ہم صحرائے گوبی میں چنگیز خان کا تعاقب کر رہے ہوتے۔ بہر حال سیف الدین کے بیٹے یہ لشکر جو اس وقت کوستانی سلسلے میں خیمہ زن ہے اس کے آپ کماندار اور سالار اعلیٰ ہیں۔ اور اب سب آپ کے حکم کے تابع اور فرمانبردار رہ کر کام کریں گے۔ اب آپ آگے آئیں۔ سب لشکری آپ کا استقبال کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر آپ ان سے خطاب ہی کریں۔ تاکہ ان کے اندر ایک نئی روح۔ ایک نیا ولولہ ایک نیا جذبہ پیدا ہو۔ اور یہ جذبہ سے کام لیتے ہوئے ہم انہیں بوقت ضرورت اور وقتاً فوقتاً تاتاریوں کے ہاتھ ٹکرا سکیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد غیاث الدین جب خاموش ہوا تو اور خان بولا اور کہنے لگا کہ غیاث الدین میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ میں تیرے جذلوں تیرے عزائم کی قدر کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں ہمارے پاس رسد اور ملک کا کوئی سامان نہیں ہو گا۔ میں جانتا ہوں ہمیں حرب و ضرب کے اوزاروں کی بھی کمی درپیش ہو گی لیکن اس کے باوجود ہم ملت کی پاسبانی۔ اور دین کی خدمت کے لئے منگولوں کے خلاف ضرور حرکت میں آئیں گے۔ ہم شروع شروع میں ان پر شب خون ماریں گے اور ایسا کر کے اپنے ان سارے لشکریوں کے لئے خوراک اور لڑائی میں کام آنے والی اشیاء حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اس پر غیاث الدین بولا اور کہنے لگا۔ اور خان میرے بھائی اس سلسلے میں ہم اپنا تن من دھن اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیں گے۔ آپ اس سلسلے میں ہمارے پورے تعاون اور ہمارے پورے خلوص کے حق دار ہوں گے۔ اب آپ آگے آئیے۔ یہ لشکری گزشتہ دو دن سے بڑی بے چینی کے ساتھ آپ کے منتظر ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اور خان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے لشکر گاہ کی طرف بڑھا تھا۔

اور خان ایک بار پھر نیشاپور کے نواح میں اس جگہ آیا جہاں سلطان علاؤ الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ جلال الدین نے نیشاپور کے کوہستان کے اندر علیحدہ ہونے والے لشکر کا اور خان کی رہنمائی کے لئے جس شخص کو بھیجا تھا اس شخص کو اور خان نے اپنے ساتھ لیا اور نیشاپور کے شمالی کوہستانی طرف وہ روانہ ہو گیا تھا۔

اس شخص کی رہنمائی میں جب کوہستانی سلسلے میں وہ داخل ہوا تو اس پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک محفوظ وادی میں خیموں کا ایک خاصہ بڑا شہر تھا۔ جب وہ خیموں کے قریب گیا تو سب سے پہلے اور خان کے بھائی قبیل خان اور زاو طفول خان نے آگے بڑھ کر اور خان کا استقبال کیا ان دونوں کے ساتھ بہت خوب نکلتے ہوئے قد اور کڑیل جسم کا جوان تھا جس کی عمر پچیس چھبیس سال۔ رہی ہو گی۔ قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد اور خان اس نوجوان سے مصافحہ کیا وہ اس کے متعلق پوچھتا ہی چاہتا تھا کہ اس کا بھائی خان بولا اور کہنے لگا۔

میرے عزیز اور محترم بھائی۔ جس جوان سے آپ مل رہے ہیں۔ اس غیاث الدین ہے۔ یہی وہ نیک بخت نوجوان ہے جس نے آپ کے حق میں سلا خلاف اس لشکر سے بغاوت کرائی جو اس وقت اس کوہستانی سلسلے میں خیمہ زن ہے۔ اس نوجوان جس کا نام غیاث الدین ہے آپ کا غائبانہ بڑا معترف اور آپ کا دشمن ہے۔ اس کا تعلق سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون کے گھرانے سے ہے۔ یہ مشہور سردار قتل خان کا بھی رشتہ دار ہے۔ لیکن قتل خان کو یہ اپنا دشمن خیال کرتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد جب قبیل خان خاموش ہوا تو غیاث الدین

رے سفر میں کانٹے ہی کانٹے اڑتے ہی اڑتے ہوں گی۔ کیا تم لوگ اس سفر میں میرا ساتھ دینا پسند کرو گے۔

رخانہ کے اس استفسار پر سب لوگ اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے اس کا دینے کے عزم کا اظہار کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے یہ ارادے دیکھتے ہوئے ان کے چہرے پر گہری خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ دوبارہ انہیں کہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نو میرے ہم نقول۔ یہ ظلمت شب کے بانی منگول ہماری سانوں کے تسلسل پے ہیں۔ یہ منگول ہماری سر زمینوں کو جہنم سے بھی بدتر بنانے کا عہد کئے ہیں۔ ہمیں اپنے خداوند اپنے اللہ کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان کے خلاف میں آنا ہوگا۔ یاد رکھو۔ خداوند ہی طاقت ہے وہی قوت بھی ہے۔ ہمیں اسی کی نصرت کے سہارے اپنی سر زمینوں میں ظلمت شب کے سینوں کو چاک کر کے اندر پھیلنے اندھیروں کو لخت لخت کرنا ہوگا۔

ہاں تک کہنے کے بعد اور خان خاموش ہو گیا پھر وہ چھکڑے سے اتر گیا۔ اس مردہ اپنے سامنے کھڑے غیاث الدین اپنے بھائی قبیل خان اور ماموں زاد طفول و مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھو میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ آئندہ چند دن تک اس لشکر کی تربیت کا کام کرنا پڑے گا۔ شاید تمہیں خبر پہنچ چکی ہو گی کہ میں الموت کی طرف گیا تھا وہاں سے لوٹتے ہوئے میرے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا۔ لا تفصیل تمہیں میں کہیں بیٹھ کر آرام سے بتاؤں گا۔ راستے میں کچھ گننام سے میری مدد کو آئے جو اپنے آپ کو ملت کے پاسبان کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان کے لئے اپنے دستوں کو حرکت میں لانے اور انہیں احکامات جاری کرنے کے جو طور نے استعمال کئے ان سے میں بے حد متاثر ہوں۔ ان کے طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے میں اپنے لشکر کی تربیت کا کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مختلف رنگ کی جھنڈیوں ذریعے سے اپنے لشکر کو حرکت میں لاتا تھا میں بھی خیال کرتا ہوں کہ اسی قسم کی یوں کو استعمال کرتے ہوئے میں اس لشکر کی تربیت کروں گا اور پھر انہیں بالوں کے خلاف حرکت میں لاؤں گا۔ اور خان کی ان باتوں سے غیاث الدین۔

آگے بڑھتے ہوئے غیاث الدین پھر بولا اور اور خان کو مخاطب کر کے اور خان میرے بھائی۔ اس وقت جو لشکر ہمارے ساتھ ہے اس میں کم از کم ایک خوراک کا انتظام ہے۔ اس کے علاوہ ہر جوان اسلحہ اور جنگ میں کام آنے والے سے لیس ہے۔ ہر ایک کے پاس ایک گھوڑا بھی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے بار برداری کے جانور اور چھکڑے بھی موجود ہیں۔ یہاں تک کہتے کہتے غیاث خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ لشکر گاہ سے بہت سے لوگ نکل کر زور زور سے کہنے لگے تھے غیاث الدین کے کہنے پر اور خان ایک چھکڑے پر کھڑا ہو گیا سامنے دور دور تک جمع ہو جانے والے لشکریوں کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سنو میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ سب سے پہلے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے سلطان علاؤ الدین سے علیحدہ ہو اور میرے خیالات کا ہمنوا بن کر میرا ساتھ دیتے ہوئے منگولوں کے خلاف ہونے کا عزم کیا ہے۔

میرے بھائیو۔ میرے عزیزو میں تمہارا اس لحاظ سے بھی شکر گزار لوگوں نے علاؤ الدین کی طرف سے جان کا خطرہ مول لے کر ہم نوا بننے کی۔ سنو۔ میرے عزیزو۔ میرے بھائیو۔ ان منگولوں کے خلاف ہم لوگوں کھیتوں کا سونا۔ میدانوں کا زیور۔ کوہستانوں کا پاسبان۔ بستیوں کے شہروں کا ہمنوا بزرگوں۔ بھائیوں اور بچوں کا نگہبان بننا ہوگا۔

میرے بھائیو۔ اگر ہم ہمت سے کام لیں اور مناسب وقت اور مناسب منگولوں پر شب خون مارنے کا کھیل کھیلنا شروع کریں تو بہت جلد ہم اپنے لئے نوک خار۔ مورخ کی زبان۔ نقاد کا قلم۔ زہر آلود خنجر۔ اور خون کا ثابت ہو سکتے ہیں ہمیں اپنے وقت کا بہترین رزمیہ بن کر منگولوں کے سامنے میں آنا ہوگا۔

یاد رکھو میرے بھائیو۔ یہ راستہ دشوار اور کٹھن بھی ہے ہمیں باؤں سے لے کر سر تک اپنے آپ کو خون میں ڈوبنا ہوگا۔ اپنے انداز کی نوعیت کو ترجیح دینا ہوگی۔ میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ آنکھوں سے

قبیل خان اور طفل خان خوش ہو گئے تھے پھر وہ تینوں اور خان کو اس کے طرف لے جا رہے تھے۔



اپنے تینوں بیٹوں۔ جوچی۔ چغتائی اور اندائی کو سلطان علاؤ الدین خوارز سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم پر حملہ آور ہونے کا حکم دے کر چنگیز خان سمرقند کے نواح میں مقیم رہا۔ اس قیام کے دوران اسے اپنے بیٹوں کے خوارزم کے فتح ہونے کی خبر ملی اور اس فتح پر سمرقند کے نواح میں چنگیز خان کے لشکریوں نے فتح کا جشن منایا۔

سمرقند میں قیام کے دوران چونکہ موسم گرما وارد ہوا تھا لہذا گرمیوں کے لئے چنگیز خان تختہ شہر کی طرف چلا گیا۔ جب گرمی کی شدت کم ہوئی لشکر کے ساتھ پھر حرکت میں آیا اور ترمز شہر کا رخ کیا۔ اہل شہر کو پیغام بھجوا دیا کہ مزاحمت ترک کر کے اطاعت کر لیں تو ان کے لئے فائدہ مند ہو گا لیکر مقابلے پر ڈٹ گئے گیارہ دن تک لگاتار چنگیز خان ترمز شہر کا محاصرہ کئے رہا رہی آخر کار اہل شہر مغلوب ہو گئے حسب قاعدہ چنگیز خان نے جوان لوگوں شامل کر لیا اور باقی ماندہ لوگوں کا قتل عام کر دیا۔

ترمز شہر کی فتح کے بعد چنگیز خان نے بلخ کا رخ کیا۔ بلخ ان دنوں آبا مند شہر تھا۔ چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ جب بلخ شہر کے قریب پہنچا کھلا بھیجا کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

اہل بلخ کو ترمز شہر کے لوگوں کے حشر کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھیج کر چنگیز خان سے اطاعت کر لی۔ اس پر چنگیز خان نے انہیں معاف اگلے روز چنگیز خان کو علم ہوا کہ چند روز پہلے سلطان علاؤ الدین کا بیٹا جلا شہر میں آیا تھا اور شہر کے لوگوں نے اس کے ساتھ وفاداری کا اعلان انکشاف پر چنگیز خان نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور حکم دیا کہ شہر کو لوٹ قتل کر دیا جائے اور ایسا ہی ہوا۔ اہل شہر کا قتل عام کیا گیا اور شہر کو لوٹ

بلخ شہر کی فتح کے بعد چنگیز خان نے تالکان شہر کا رخ کیا۔ یہاں بھی حسب معمول اس نے اطاعت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن چونکہ منگولوں کے کسی وعدے اور نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے باشندگان تالکان نے لڑ کے مارے جانے کو دھوکے دیا۔ یہاں سے مارے جانے پر ترجیح دی۔ چنانچہ محصورین نے ایسی سخت مزاحمت کی چنگیز خان کی ایک نہ چلنے دی۔ اسی دوران سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو تلاش ہوئے چنگیز خان کے دونوں جرنیل سوہدائی اور جی نویان بھی وہاں پہنچ گئے۔ طرح ان کے آنے سے چنگیز خان کو خوب تقویت ملی اور تالکان شہر اس نے فتح کر یہاں بھی اس نے دوسرے شہروں کی طرح خوب قتل عام کیا اور جی بھر کے شہر کو

جس وقت چنگیز خان تالکان شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اس نے اپنے تینوں بیٹوں۔ اغوائی اور چغتائی کو خراسان پر حملہ آور ہونے کے لئے حکم دیا۔ ساتھ ہی ان بھائیوں کی مدد کے لئے اپنے ساتھ کام کرنے والے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو بھی اسی ہزار کا لشکر دے کر خراسان کی طرف روانہ کیا تاکہ چاروں بھائی مل آسانی سے خراسان کو فتح کر لیں۔

خراسان کا حاکم اس وقت مجیر الملک تھا۔ خراسان کا مرکزی شہر مرو تھا۔ خراسان والی مجیر الملک کی بد قسمتی کہ جن دنوں خراسان پر حملہ آور ہونے کے لئے منگول فوجیں روانہ ہو رہے تھے ان ہی دنوں کچھ باغی ترک سردار جن کے حوصلے سلطان علاؤ الدین کے منگولوں کے آگے آگے بھاگنے کی وجہ سے بلند ہو گئے تھے انہوں نے اہل مرو شہر پر قبضہ کرنے کی ٹھانی۔ منگولوں کی آمد سے پہلے ہی انہوں نے شہر کے ایک کونے میں اپنے لشکر کے ساتھ پناہ کر رکھا تھا۔ ان ہی دنوں رات کی ایک منگولوں کا لشکر جو چنگیز خان کے چھوٹے بیٹے تولائی کی سربراہی میں تھا مرو میں پہنچا۔

شہر سے تھوڑی دور پہنچ کر چنگیز خان کے بیٹے تولائی نے اپنے چار سو سپاہیوں اور ہوسوں کے لئے روانہ کیا کہ شہر کے ارد گرد گھوم کر ان کے دفاعی مورچوں کا بہ نظر آیت معائنہ کریں۔ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اندھیری رات میں منگولوں نے بھی مرو شہر

شیخ جمال الدین جب تولائی کے سامنے گئے تو تولائی نے حکم دیا کہ شہر کے سرکردہ میر افراد کی اسے فہرست بنا کر پیش کی جائے۔ اس پر شیخ جمال الدین واپس مروئے اور مجید الملک کے مشورے سے دو سو آدمیوں کی فہرست تیار کر کے تولائی کو کر دی۔ اس پر تولائی نے حکم دیا کہ جو کچھ ان لوگوں کے پاس ہے وہ اس کے حوالے کر دیں۔ ورنہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ جب اس کی تعمیل ہو چکی تو تولائی نے شہر کے باشندوں کو حکم دیا کہ سب شہر کے باہر کھلے

ن میں جمع ہوں اور عورتوں کو کہا کہ وہ مردوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ اس کے بعد تولائی نے بد دیانتی ریا کاری اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے اپنے کو حکم دیا کہ تمام مرد سوائے دستکاروں کی جماعت کے قتل کر دیئے جائیں عورتوں ہی سوائے چند خوش رو اور خوبصورت لڑکیوں کے قتل کر دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ مرو شہر کے اس قتل عام میں ہر منگولی سپاہی کے ہاتھوں تقریباً چار سو انسانوں کا خون بہا اور اس عظیم شہر کی آبادی جو کم و بیش تیرہ لاکھ انسانوں پر مشتمل تھی وحشت و بربریت کا شکار ہوئی۔

تولائی اپنے لشکر کے ساتھ مرو شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے اندر بھی خوب قتل عام کیا۔ اور جی بھر کے شہر کو لوٹا گیا۔ جب لوٹ مار سے منگولوں کا دل بھر گیا تو تولائی نے ایک شخص ضیاء الدین علی کو جو مرو شہر کے امراء میں سے تھا اس شہر کا حاکم مقرر کیا اور ایک منگول سردار کہ نام جس کا برہاس تھا اس کو داروغہ مقرر کرنے کے بعد اپنے لشکر کو لے کر مرو شہر سے ہٹ گیا تھا۔

جب تولائی اپنے لشکر کے ساتھ مرو شہر سے ہٹ گیا تو جو لوگ تہہ خانوں میں چھپ گئے تھے مطلع صاف دیکھ کر باہر نکل آئے۔ اس طرح وہ لوگ بھی جو آنکھ بچا کر ہانگ نکلے میں کامیاب ہو گئے تھے واپس آ گئے۔ رفتہ رفتہ شہر میں لوگوں کی تعداد فزونی ہو گئی۔

اتنے میں منگولوں کا ایک اور لشکر وہاں آنمودار ہوا۔ جو چنگیز خان کی طرف سے بھیجی تولائی کے لئے روانہ کیا تھا۔ جب اس لشکر کا گزر مرو شہر سے ہوا تو وہ شہر میں مابوئے جس قدر لوگ وہاں تھے ان کا وہ قتل عام کرتے ہوئے شہر کے اندر جس

کے اسی کنارے پر پڑاؤ کیا جہاں باغی ترکمان اترے ہوئے تھے۔ جو مرو شہر پر قبضہ چاہتے تھے۔

اسی طرح منگولوں کو شہر کا محاصرہ کرنے والے ان ترکوں کا پتہ لگ گیا۔ باغی ترکوں نے فوجی دستے کیے با دیگرے رات کے وقت مرو شہر پر شب خون مارنے غرض سے روانہ کرنا شروع کئے تو منگول ٹاک میں بیٹھے رہے۔

ان باغی ترکوں کا جو دستہ بھی زد میں آتا۔ منگول اس کا صفایا کر دیے۔ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ باغی ترکوں کو قطعاً معلوم نہ ہو سکا کہ رات کے وقت پر کیا افتاد پڑ رہی ہے۔ صبح ہوئی تو منگولوں نے اس مقام پر ہلا بول دیا جہاں باغی اپنے لشکر اور بیوی بچوں کے ساتھ اترے ہوئے تھے۔ چنانچہ منگولوں کے ار سے تقریباً ستر ہزار افراد بے خبری کے عالم میں قتل کر دیئے گئے۔

اس ہیئت ناک خوریزی کے بعد چنگیز خان کے بیٹے تولائی نے مرو شہر پر شروع کر دیا۔ خراسان کا حاکم مجید الملک بڑا جی دار اور جراتمند انسان تھا۔ وہ اس کے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار اور مستعد تھا۔

اس نے اپنا لشکر تیار کیا خود اس لشکر کی سپہ سالاری کی اور شہر سے نکل کر لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ مرو شہر سے باہر منگولوں اور مجید الملک کے لشکر میں خون ہوئی۔ شام تک یہ جنگ ہوتی رہی۔ آخر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور مجید الملک کچھ لشکر کو لے کر واپس شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس حملے میں منگولوں کی کثیر تعداد فوج کو دیکھ کر مجید الملک اور اس کے ایسے گھبراہٹ کہ انہوں نے مزید منگولوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ الملک نے شیخ جمال الدین جو کہ مرو کے بہترین علماء اور فضلاء میں تھے سے کہا کہ وہ چنگیز خان کے بیٹے تولائی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے ساتھ اور صلح کی گفتگو کرے۔

مجید الملک کے کہنے پر شیخ جمال الدین تولائی کی خدمت میں حاضر ہوئے بڑے احترام سے ان کے ساتھ پیش آیا۔ اور جمال الدین کی درخواست اس کر لی۔ دوسرے دن پھر تولائی نے شیخ جمال الدین کو طلب کیا۔

قدر اناج تھا اس سب پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ اس قتل عام کے بعد منگو
لشکر آگے بڑھ گیا۔

اس لشکر کے نکلنے کے بعد اطراف میں پھیلے ہوئے لوگ بے چارے ام
دیکھ کر پھر شہر میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ لیکن ان سب لوگوں کی بد قسمتی کہ
دوران ایک اور منگول لشکر وہاں سے گزرا۔ یہ لشکر بھی مرو شہر میں داخل ہوا
نے جب دیکھا کہ مرو شہر میں بہت سے لوگ آن جمع ہوئے ہیں تو اس نے
جو شخص بھی ان کے سامنے آئے اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی خوش
دوسرے قتل عام سے بچ گیا تھا تو اس تیسرے قتل عام میں اس کی گردن مار
تھی۔



دوسری طرف سلطان علاؤ الدین نے ابھی اپنے ساتھ کام کرنے والے لا
مینی لشکر کے ساتھ نیشاپور کے نواح میں قیام کر رکھا تھا۔ گھبراہٹ اور اضطرا
عالم میں سلطان علاؤ الدین نہ منگولوں کے سامنے جم کر لڑتا تھا نہ کہیں شہر
اس کی اس بدحواسی سے سارا ملک بدحواس ہو رہا تھا۔ دوسری طرف منگولوں
کار یہ تھا کہ جس شہر کو بھی فتح کر چکے اسے لوٹ کر اہل شہر کو قتل کر د
پورے ملک کی رہی سہی قوت مزاحمت جواب دے جائے۔

اس پر طرہ یہ کہ سلطان علاؤ الدین اپنے ساتھ تقریباً دو لاکھ سپاہیوں
لئے پھرتا تھا اور جہاں سے گزرتا تھا وہاں کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے۔
انہیں یہ مشورہ دیتا کہ منگولوں سے لڑنے کے بجائے بہتر ہو گا تم ان
اطاعت کر لو۔ یہی مشورہ اس نے اہل نیشاپور کو بھی دیا۔ لیکن المیان نیشا
کے طور طریقے دیکھ چکے تھے وہ جانتے تھے کہ موت سے مفر نہیں۔ اس
کی موت سے لڑ کر مرنا ہزار درجے بہتر ہے۔ چنانچہ انہوں نے سلطان کے
ٹھکرا دیا اور مغلوں کے مقابلے میں انہوں نے شہر کے دفاعی انتظامات بڑی
مضبوط۔ مستحکم اور درست کرنے شروع کر دیئے تھے۔

نیشاپور میں قیام کے دوران سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو خبر ملی کہ سوبدائی
جی نویان کے لشکروں کا ایک ہراول لشکر سلطان سے نکرانے کے لئے نیشاپور کا
کر رہا ہے۔ اور اس ہراول لشکر کا سردار ایک منگول جانیسی ہے۔ علاؤ الدین کو
یہ خبر ملی تو اس نے ایک سردار عمر کاخی کو نیشاپور کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔ خود
کھینے کے بہانے وہ اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور سے کھسک گیا تھا۔

چند ہی روز بعد سوبدائی اور جی نویان کے ہراول لشکر کا سردار جانیسی اپنے لشکر
ساتھ نیشاپور پہنچ گیا اور اہل شہر کو کھلا بھیجا۔ کہ وہ اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو
ہی چنگیز خان کی اطاعت قبول کر لینی چاہئے۔ جواب میں نیشاپور کے حاکم عمر کاخی
کھلا بھیجا کہ تمہارا جھگڑا سلطان علاؤ الدین سے ہے تم اسی کا تعاقب کر رہے ہو۔
تم اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نیشاپور بغیر کسی خونریزی کے تمہاری
تحت میں شامل ہو جائے گا۔ عمر کاخی نے جانیسی کو مزید کھلا بھیجا کہ میں بنیادی طور
ایک جرنیل نہیں۔ ادیب ہوں میں سپاہی نہیں ہوں کہ مقابلہ کروں۔ جانیسی کو یہ
بدعاسادا جواب پسند آیا۔ اس نے چھوڑ چھاڑ کر نا مناسب نہ سمجھا۔ عمر کاخی نے اس
ٹی میں جانیسی کو کچھ تحائف بھی پیش کئے جو جانیسی نے قبول کر لئے۔ اور اپنے
لے کے لشکر کو لے کر وہ سلطان علاؤ الدین کا تعاقب کرنے کے لئے آگے نکل گیا
نہ۔

اس کے چند ہی روز بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا تعاقب کرتے ہوئے
لاؤل منگول سردار سوبدائی اور جی نویان بھی نیشاپور پہنچے انہوں نے شہر کے
قاضی حاکم اور دوسرے امرا کو طلب کیا۔ ان کے درمیان مختصر سی گفت و شنید کے
بعد اس سے پہلے اہل شہر کا جو معاہدہ جانیسی کے ساتھ ہوا تھا سوبدائی اور جی نویان
نے اس معاہدے کی اس شرط پر توسیع کی کہ فصیل شہر اور تمام دفاعی مورچے گرا
دیئے جائیں گے اور جب کوئی منگول لشکر شہر کے پاس سے گزرے تو اس کی باقاعدہ آؤ
بگٹ کی جائے گی۔ نیز ایسی کوئی حرکت اہل نیشاپور سے سرزد نہ ہونے پائے جو اس
معاہدے کی روح کی متافی ہو۔ چنانچہ اہل شہر نے سوبدائی اور جی نویان کی ان شرائط کو
قبل کر لیا اور شہر میں امن و امان قائم رہا۔

لے مخبر کا کہنا ہے کہ جانیسی کے پاس خوراک کے بہترین ذخائر کے علاوہ حرب و
ب میں کام آنے والے ہتھیاروں کی بھی وافر مقدار موجود ہے۔ میں آپ سے یہ
پتہ آیا ہوں کہ اس سلسلے میں میرے بھائی کا کیا ارادہ ہے۔ اس پر اور خان تھوڑی
بک کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ فیصلہ کن انداز میں بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ غیاث الدین میں اپنے لشکر کی تربیت کا کام اب تقریباً مکمل کر چکا ہوں
میں عملی زندگی کی ابتدا کرنی چاہئے۔ میرا ارادہ میرا عزم یہ ہے کہ ہمیں اپنے
رکے ساتھ نیشاپور کے اس کوستانی سلسلے سے نکل کر جانیسی کا تعاقب کرنا چاہئے
اگر اس کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہوئی تو ہم مناسب موقع جان کر اس
شب خون ماریں گے اور اس سے اس کے خوراک کے ذخائر اور ہتھیار حاصل کر
لیں انہیں نقصان پہونچانے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر اس کے لشکر کی تعداد اور
ری تعداد میں زیادہ فرق نہ ہو تو ہم دن کی روشنی میں اس پر حملہ آور ہو کر اسے
میں گے کہ مسلمان اگر چاہیں تو بیداری اور حیمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب جس
نت جہاں چاہیں منگولوں کی راہ روک کر انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

اور خان کا یہ جواب سن کر غیاث الدین کے چہرے پر بڑی خوش کن مسکراہٹ
سودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اور خان میرے بھائی۔ قسم خداوند قدس کی مجھے آپ سے ایسے ہی جواب ایسے
کی عملی اقدام کی امید تھی۔ اب بتائیے میرے قبیل خان اور طفول خان کے لئے کیا
ہم ہے اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا دیکھ غیاث الدین میرے بھائی تم تینوں میں سے
ایک میں اپنے پڑاؤ میں رہے جبکہ تم میں سے دو میرے ساتھ لشکر کے ساتھ روانہ
ہوں گے۔ ہم جانیسی کا تعاقب کریں گے اور کسی مناسب موقع پر اس پر ضرب لگانے
کی کوشش کریں گے۔ اس پر غیاث الدین فوراً بولا اور کہنے لگا اور خان میرے بھائی
جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تو ہر صورت میں آپ کے ساتھ اس جہاد میں
حصہ لوں گا۔ جہاں تک یمان رہنے کا سوال ہے تو میں طفول کا نام پیش کرتا ہوں
طفول کے بولنے سے پہلے ہی اور خان کا بھائی قبیل خان بولا اور کہنے لگا میں بھی طفول
کے خن میں ہوں اس پر طفول کچھ نہ کہہ سکا اس فیصلے کو اس نے تسلیم کر لیا پھر وہ

اور خان اس دوران تک نیشاپور شہر کے نواحی کوستانی سلسلوں کے اندر
لشکر کی تربیت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ اس سلسلے میں اس کا بھائی قبیل خان اور
زاو طفول خان اور غیاث الدین بھرپور مدد کرتے رہے۔ وہ مخبر جو سلطان علاؤ
خوارزم شاہ کے لشکر سے ٹوٹ کر اور خان کے ساتھ آن ملے تھے انہیں بھی
نے نیشاپور اور اس کے نواحی علاقوں میں پھیلا دیا تھا۔ تاکہ وہ ان علاقوں
منگولوں کی نقل و حرکت سے متعلق اسے آگاہ کرتے رہیں۔

ایک روز اور خان اپنے خیمے میں قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ
کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ان کا ساتھی کماندار غیاث الدین خیمے میں آیا
اور اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اور خان۔ میرے بھائی۔ میرے محترم۔
عزیز۔ میں ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر اور خان نے چونک جانے کا
میں غیاث الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا غیاث الدین میرے بھائی۔ کیا
خبر جواب میں غیاث الدین اور خان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر وہ مطمئن سے ان
کہنے لگا۔

اور خان میرے بھائی جو ہمارے مخبر نیشاپور کے نواحی علاقوں میں گھومتے
رہے ہیں ان میں سے ایک نے آکر اطلاع دی ہے کہ ایک منگول سردار نام
جانیسی ہے وہ اس وقت نیشاپور سے نکل کر مغرب کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ
کر رہا ہے۔ یہ جانیسی منگولوں کے سالار سوہدائی اور جی نویان کے لشکروں
اول دستوں کا سالار ہے اور یہ سارے لشکر اس وقت سلطان علاؤ الدین کے
میں لگے ہوئے ہیں۔

آنے والے جاسوسوں کا کہنا ہے کہ یہ منگول سردار جانیسی اپنے لشکر
نیشاپور شہر سے ہو کر مغرب کی طرف نکلا ہے اس نے نیشاپور شہر میں قیام
اس نے اناج کے ذخائر اور دوسری چیزیں بھی حاصل کیں اس کے علاوہ نیشا
حاکم نے اسے وافر مقدار میں انتہائی قیمتی تحائف بھی پیش کئے ہیں اس کے

چاروں اٹھ کھڑے ہوئے اور لشکر کے کوچ کا انتظام کرنے لگے تھے۔ تھوڑی اور خان، غیاث الدین اور قبیل خان نیشاپور کے ان کو مستانی سلسلوں سے اپنے لے کر منگول سردار جانیسی کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

منگول سردار جانیسی نے نیشاپور شہر سے ایک منزل دور مغرب میں جا لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ شاید وہ اپنے لشکر کو سستانے اور آرام کرنے فراہم کرنا چاہتا تھا۔ اب تک چونکہ کہیں بھی سلطان علاؤ الدین کی طرف سے کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہوا تھا لہذا منگول جہاں کہیں بھی پڑاؤ کرتے ہوتے سکون پروائی سے پڑے رہتے اس لئے کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان اب ان بھی ٹکرانے کی کوشش نہیں کرتے۔ جانیسی بھی نیشاپور شہر سے ایک منزل میں بڑا بے فکر ہو کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔

تاریکی میں جانیسی کے لشکر کے قریب جا کر اور خان نے اپنے لشکر کو وہ میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا دوسرا حصہ اس نے غیاث اس سرکردگی میں دیا اور اپنے بھائی قبیل خان کو اس کا نائب مقرر کیا۔ پھر اس اور خان نے یہ طے کیا کہ آگے بڑھتے ہوئے اور خان اپنے حصے کے لشکر رات کی تاریکی میں دائیں جانب سے جانیسی کے لشکر پر شب خون مارے گا۔ جانب سے غیاث الدین اور قبیل خان ایسا کریں گے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد دونوں حصے بڑی تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

جانیسی کا لشکر رات کی تاریکی میں بڑی بے فکری سے آرام کر رہا تھا کہ اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ زندگی کی مضطرب کراہوں، بے نام خواہشوں کی اداسی کی خشک راتوں کے نوے۔ بستیاں مٹاتی تقدیر۔ اور آباویاں جلائی فتنہ حرکت میں آیا اور جانیسی کے لشکر پر وہ خونی پکیاں چلائی آندھیوں۔ آنکھوں میں خوف ناک سپنے بنتی لہروں۔ بحر و بر شہر و مگر کو بے صدا بے قسمتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دائیں جانب سے اور خان حملہ آور ہوا تھا منگول فوراً "سنبھل کر مقابلے پر جم گئے تھے لیکن عین اسی وقت بائیں جانب سے خیال دہا

ب۔ فنا جذیوں کے عروج۔ خواہشوں کے جھلسا دینے والی تپش کی طرح غیاث اور قبیل خان وہاں پہنچے اور وہ دونوں بھی جبر کی دھول۔ مشیت کے کارکنان زور خزاؤں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

نیشاپور کے نواحی علاقے میں اور خان اور منگولوں کے درمیان گھمسان کا رن پھر اور خان کے دو طرفہ حملے سے منگولوں کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان۔ اپنے تیز۔ خونخوار اور جان لیوا حملوں سے یوں کی حالت وقت کی سکرٹی چادر میں شکست اور منہدم در و دیوار۔ تہذیب کے بدہنیموں میں خونی نکتوں، حقائق کے جہاں کی بے امان بستی۔ زندگی کے موسموں دھوپ چھاؤں کے کھیل۔ شب کے سناٹوں میں خواہشوں کی آوارگی جیسی کرنی دہا کر دی تھی۔

منگول اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان کے اس اچانک شب خون سے دنگ و ر شہر رہ گئے تھے۔ اس لئے کہ اب تک منگولوں کے ساتھ کہیں بھی ایسا المہ پیش نہ آیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ منگولوں کے کسی لشکر کو ایسے ہولناک۔ ایسے نئی۔ ایسے پر زور اور ایسے جان لیوا شب خون کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جانیسی نے اپنی رن سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روک کر جوابی کارروائی کرے اور اپنی رن سے قریب ہوتی شکست کو فتح مندی میں تبدیل کر دے۔ لیکن اسے بری طرح لگی ہوئی۔

تھوڑی دیر تک مزید جنگ کے بعد اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان پوری طرح منگولوں پر چھا چکے تھے اور پھر وہ لمحہ بھی آیا جبکہ انہوں نے دونوں اطراف سے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ منگول سردار جانیسی نے جب یہ صورتحال دیکھی اپنے بچے کھینچے لشکر کو لے کر وہ اپنی جان بچانے کے لئے مغرب کی طرف بھاگا۔

رفان نے تھوڑی دیر تک اس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جانیسی اب اپنے چند ٹانگوں کو لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور خان واپس اس جگہ آیا جہاں لہ ہوئی تھی اور وہ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کرنے لگا تھا۔

اور خان نے اپنے لشکر کے ساتھ صبح تک اس جگہ قیام کئے رکھا اور مغل سردار

لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ میں پہلی بار تمہیں منگولوں کے ساتھ لڑتا دیکھنا چاہتا تھا۔ تمہاری کمانداری۔ تمہاری سالاری۔ تمہارے جنگی فنون۔ تمہاری حرب و ضرب کی صلاحیت کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اور اگر اس شب خون میں منگول تم پر غالب آنے کی کوشش کرتے پھر تم دیکھتے کہ میں کس طرح گھات سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہوا اور انہیں موت سے بغل گیر کر کے رکھتا۔

دیکھ اور خان تو نے میری خواہش کے مطابق ان منگولوں پر شب خون مار کر میرا جی خوش کر دیا ہے اور مجھے یہ یقین اور اعتماد دلا دیا ہے کہ آنے والے دنوں میں یقیناً میں اور تم شانے سے شانہ ملا کر ان منگولوں کے سامنے سیسہ پلائی دیواریں کھڑی کر سکتے ہیں۔

دیکھ اور خان تیری اس کارگزاری سے میں اتنا درجے خوش ہوں تو یقیناً ان منگولوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح پہاڑوں کی گھپاؤں گھنے بیڑوں کی چھاؤں میں سورج کی شعائیں گھس جاتی ہیں۔ جیسے وقت کے گہرے سمندر سے زیر نقاب راز اگل پڑتے ہیں تو نے اپنے حملوں سے منگولوں کی حالت یقیناً "غور طلب ویرانی۔ بجھے آتش کدے کے باسیوں جیسی بنا کر رکھ دی۔

دیکھ اور خان۔ میں تیری تعریف نہیں کر رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ تو منگولوں پر نگرینوں پر بٹے نفرتی دریا کی طرح حملہ آور ہوا۔ اور ان کے دامن میں نہ دست دعا نہ حرف سوال نہ لفظ شناسائی نہ طلب کی دھول چھوڑی۔

اور خان میں تیرے جیسے ان جوانوں کو پسند کرتا ہوں ان سے محبت کرتا ہوں جو ندیوں کو صحرا۔ لمبوں کو کوہستان۔ صحرا کی گرد کو درخشندگی اور بجھتی شمعوں کو تابندگی بخش دینے کا فن جانتے ہیں۔

اور خان تیرے جیسے جوان ہی اندھی شب کے تنہا راہی کی طرح مسافر آنکھیں لئے دھرتی کے امین بن کر رو جفا رو بلا بننے ہیں۔ دیکھ اور خان یہ منگول ہمارے تمام لئے شہر مقبروں میں بدل رہے ہیں۔ جوان بستیاں کھنڈر کرتے جا رہے ہیں۔ آباد راستے سنسان ہماری تمنائوں کے آگن کے درخشاں چہرے کو لبو لبو کرتے جا رہے ہیں۔

جائیسے کے لشکر کی ہر شے سمیٹا رہا۔ جب سورج مشرق سے طلوع ہوا تو ام وہی اپنے آپ کو ملت کا پاسبان کہنے والا نقاب پوش اپنے گھوڑے کو سرزد اس جگہ آیا تھا جہاں اور خان، غیاث الدین اور اپنے بھائی قبیل خان کے تھا۔ وہ پہلے کی طرح جنگی لباس میں تھا اپنے چہرے پر اس نے ویسا ہی ہر نقاب ڈال رکھا تھا۔ جس نے اس کے سر پر رکھے ہوئے خود کو بھی کسی قدر تھا۔

اس نقاب پوش کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اور خان کے لبوں پر ہلکی سی نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ اپنے پہلو میں کھڑے غیاث الدین اور قبیل خان سنو میرے عزیزو میرے بھائیو۔ یہ جو گھڑسوار سرخ رنگ کا نقاب اپنے چہرے ہوئے ہماری طرف آ رہا ہے یہ وہی ہے جس کا میں تم سے ذکر کر چکا ہوں نے اس وقت اسماعیلیوں کے مقابلے میں میری مدد کی تھی جب میں لمبا الموت سے نکال کر لا رہا تھا۔ اب دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔ کس قسم کی خبرنا وہ سوار اور خان کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا۔ اور خان۔

خوب قد آور بھرے ہوئے جسم کا توانا اور خوب طاقتور جوان لگتا تھا۔ قریہ نے اپنی بھاری اور کسی قدر دھکتی ہوئی آواز میں سلام کہا۔ اور خان۔ قبا غیاث الدین تینوں نے اس کا جواب دیا۔ پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہ اور خان میرے بھائی۔ منگول سردار جائیسے کے خلاف تمہاری کام

مندى پر میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ رات جس طرح تم نے منگولوں مارا ہے وہ انداز واقعی منفرد اور قابل تعریف ہے۔ تم نے جس طرح جرا کام لیتے ہوئے اپنے لشکر کو حملہ آور کیا اس کی ایک بار پھر میں تمہاری کام گا۔ دیکھ اور خان جس وقت تم شب خون مار رہے تھے میں اسی علاقے منگولوں کے اطراف میں پھیلا ہوا تھا اگر تم یہ شب خون نہ مارتے تو میں پر شب خون مار چکا ہوتا۔ لیکن تم چونکہ شب خون مارنے کے لئے پہونچ میں ایک طرف ہٹ کر انتظار کرتا رہا۔

میں تمہارے ساتھ جنگ میں کود کر منگولوں کے خلاف تمہاری مدد

کافی ہتھیار اور خوراک کے ذخائر لگے ہیں۔ پر میں تیرے لئے ایک ایسی خبر رکھتا ہوں جو نیشاپور کے لئے خطرہ پیدا کر سکتی ہے اس پر اور خان نے فکر مندی سے پاسبان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میرے بھائی۔ میرے عزیز کیسی خبر۔ اس پر وہ پاسبان تھوڑی دیر تک رک کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

جہاں تک میرے آدمیوں کی اطلاع ہے تو اس کے مطابق چنگیز خان ہر صورت نیشاپور شہر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے کئی ایک لشکر نیشاپور کی طرف آئے لیکن معاملہ صبح تک ہی ختم ہو گیا لیکن اب چنگیز خان نے اپنے داماد تنجار کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر نیشاپور کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ نیشاپور کو فتح کر کے وہاں کی آبادی کو تہ تیغ کر دے۔ دیکھ اور خان اگر میں اور تم شانے سے شانہ ملا کر دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ نیشاپور والوں کی مدد کریں تو مجھے یقین ہے کہ ہم چنگیز خان کے داماد تنجار کو نیشاپور سے بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے عزیز اور محترم بھائی۔ میں ہر معاملے میں تیرے ساتھ ہوں۔ پر یہ تنجار کب تک نیشاپور پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اس پر پاسبان بولا اور کہنے لگا۔ میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق دو چار روز کے بعد تنجار نیشاپور کے سامنے نمودار ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی آمد سے پہلے ہی نیشاپور پہنچ کر شہر کے لوگوں میں گھات لگا کر بیٹھ جائیں اور جب تنجار شہر پر حملہ آور ہو تو اس پر حملہ آور ہو کر یا تو اس کا خاتمہ کر دیں یا اسے نیشاپور سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔ نیشاپور پہنچ کر ہم نیشاپور کے حاکم سے رابطہ قائم کریں گے اور اسے اطلاع دیں گے کہ جب چنگیز خان کا داماد تنجار شہر پر حملہ آور ہو تو شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کرے جب وہ ایسا کرے گا تو وائیں بائیں سے ہم دونوں بھی حملہ آور ہو کر منگولوں کے سارے ارادوں ان کے سارے عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیں گے۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے پاسبان بھائی۔ اگر دو چار روز تک تنجار نیشاپور پہنچنے والا ہے تو مجھے خیال میں ہمیں ابھی اور اسی وقت نیشاپور کی طرف پہنچ کر اپنے لئے گھات

سلطان علاؤ الدین نے ان کے آگے بھاگ کر ان منگولوں کو اور زیادہ مزید جلال کی تصویر بنا دیا ہے۔ جس کی بناء پر وہ خطا کار۔ بے تفسیر سب کے کاتب بن کر آگ۔ خون۔ خاک اور لہو کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ دیکھ اور خان۔ میں میرے ساتھی دائم مسافت میں رہنے والے سربانی تصور مٹانے والے ہر معاملہ نشان کو عیاں کرنے والے لوگ ہیں۔ میرا گروہ روز بننے مٹنے والے جبالوں کی طرح ہے اور ہم نے تیسہ کر رکھا ہے کہ ہم منگولوں کے باب سماعت پر نغمہ آتش دستک دیں گے۔ اور ان کی امیدوں کے جھروکے میں خوابوں کے کھوٹے نئے رہیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نقاب پوش اب خاموش ہوا تو اور خان بڑی ار مندی بڑی عقیدت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا دیکھ میری ملت کا درد قوم کی ہمدردی رکھنے والے اگر ہمیں کبھی تیری ضرورت پڑے تو میں کہاں پکاروں۔ اس پر وہ نقاب پوش بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان تمہیں مجھے پکارنے دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ اب جبکہ تو سلطان علاؤ الدین کے بغاوت کرنے کے بعد منگولوں کے خلاف سینہ سپر ہو چکا ہے تو دیکھنا میں سامنے کی تیرے ساتھ رہوں گا۔ اور ضرورت کے ہر موقع پر تیرے شانے سے شانہ ملا کر گا۔ اور خان پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میری ملت کے محسن۔ جب مجھے تمہیں مخاطب کرنا ہو تو میں تمہیں سے پکارا کروں۔ اس پر وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان ناموں رکھا ہے اگر تو مجھے کسی نام سے پکارنے کی ضد کرتا ہے تو مجھے آئندہ پاسبان پکار لیا کر۔ اس لئے کہ مجھے اور میرے گروہ والوں کو یہی نام زیب دیتا ہے اور خان خوش ہوتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ میرے عزیز میرے بھائی میرے محسن مہربانی۔ آئندہ سے میں تجھے پاسبان کہہ کر ہی مخاطب کروں گا۔

اور خان کے خاموش ہونے پر وہ پاسبان پھر بولا اور اور خان کو مخاطب کر لگا۔ اور خان میں خوش ہوں کہ تو نے اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور کے نواح سردار جانیسی کو بدترین شکست دی ہے۔ اور اس فتح مندی کے نتیجے میں تم

بدوش نہیں ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا ابھی کوئی ٹھکانہ مستقر نہیں۔ جب کہ میں
بچوں کے کنارے ایک مضبوط بہترین مستقر بنا چکا ہوں۔ اور اگر منگول میرا
بھی کریں تو میں اپنے مستقر میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں کو محفوظ کر سکتا ہوں
مستقر میں اگر منگول داخل بھی ہو جائیں تو ان کی مجال نہیں کہ وہ مجھے تلاش کر
اور مجھ پر حملہ کر سکیں یا حملہ آور ہو کر میرے ساتھیوں پر ضرب لگا کر ہمیں کوئی
ان پہنچائیں۔ تنہا میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے یہ سب
تم ہی رکھو۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

نہیں میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ میں اکیلا سب چیزوں کو شاید ہضم ہی نہ کر
سکوں۔ اس میں تم آدھے حصہ دار ہو۔ اگر تم دریائے جیوں کے کنارے اپنا مستقر بنا
ہو تو میرے سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ میں خانہ بدوش ہوں میری ضروریات بہت
بہ

تم لوگوں کے بال بچے بیویاں بھی ہوں گی لہذا تمہاری ضروریات زیادہ ہیں۔ اس
سبب بولا اور کہنے لگا ٹھیک ہے اور خان اگر تم مجبور کرتے ہو تو آدھا قبول کرتا
ہے۔ اس نقاب پوش کا جواب سن کر اور خان خوش ہو گیا تھا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے

دیکھ میرے بھائی آج کے بعد تمہیں پاسبانوں کا سالار کہہ کر مخاطب کروں گا جبکہ
اے ساتھیوں کو میں صرف پاسبان کہوں گا۔ اب آؤ میرے ساتھ تاکہ جو کچھ
مل ہوا ہے اس کا آدھا آدھا تقسیم کریں۔ اس پر پاسبان کا سالار حرکت میں آیا
پنے گھوڑے کی زین کے ساتھ انکی ہوئی ایک جھنڈی اس نے فضا میں بلند کرتے
ئے لڑائی۔ جھنڈی کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ اس کے لشکر کے سوار شمالی کو مستانی
طے کے ٹیلوں کے پیچھے سے نمودار ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے
پنے سالار اور اور خان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر پاسبانوں کا سالار اپنے
اتھلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ اور خان یہ میرے سارے پاسبان وہ ساتھی ہیں جو منگولوں کے خلاف میرا
اتھلی دینے کے لئے میرے ساتھ موت پر بیعت کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی جانوں کو

میں بیٹھنے کا انتظام کر لیتا چاہئے۔ اس پر پاسبان بولا اور کہنے لگا۔ تمہارا انداز
ہے۔ جو کچھ تمہیں اس پڑاؤ سے حاصل ہوا ہے اسے سمیٹو اور یہاں سے کوچ
اور ہاں اور خان میں ایک اور بات بھی تجھ پر واضح کروں

اور وہ یہ کہ یہ منگول سردار جانیسی جس کو تم نے شکست دے کر مارا ہے
یہ چنگیز خان کے بہترین سپہ سالار سوہدائی اور جی نویان کے ہر اول لشکر کا
ہے یہ سارے دراصل سلطان علاؤ الدین کے تعاقب میں نکلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ
پورے آریا وہاں سے اس نے بہت کچھ حاصل کیا جب یہ وہاں سے نکلا تو اس کے
پیچھے سوہدائی اور جی نویان بھی اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور پہنچ گئے تھے۔
جانو کہ ہم دونوں کی خوش قسمتی کہ سوہدائی اور جی نویان جس شاہراہ پر ہم کو
اس طرف آنے کے بجائے بائیں طرف سے ہوتی ہوئی ایک شاہراہ پر سلطان
الدین کی تلاش میں نکل گئے ہیں۔ اب اگر ہم نیشاپور کی طرف جاتے ہیں
سوہدائی اور جی نویان سے کوئی خطرہ نہیں۔ یہاں تک کہ بعد وہ پاسبان
خاموش ہوا تو اور خان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے پاسبان بھائی۔ اس موقع پر میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں
نے بڑے غور بڑی محبت۔ چاہت میں اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کوئی
چاہتے ہو۔ جواب میں اور خان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی۔ منگول سردار جانیسی کو شکست دینے اور اس کے پڑاؤ
کرنے کے بعد جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے یہ میرے اور تیرے لشکریوں کے
آدھا آدھا تقسیم ہو گا۔ اب جبکہ ہم دونوں بھائی مل کر ملت کی پاسبانی کے
حرمت کی خاطر اپنی امت مسلمہ اپنی ملت اسلامیہ اپنی منظم قوم کی خدمت
شانہ سے شانہ ملا کر چلنے کا عہد کر چکے ہیں تو جو کچھ میں اور تم حاصل کیا کر
ہمارے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوا کرے گا۔ اس سے ہم دونوں کے در
اوت کا رشتہ بڑھے گا وہاں ہم دونوں کی مالی حالت بھی استحکام پکڑے گی
پاسبان بولا اور کہنے لگا۔ اور خان میں تمہاری فراخ دلی اور اس زندہ دلی کی
ہوں۔ دیکھ جس طرح تو خانہ بدوش ہو کر منگولوں کے خلاف نکلا ہے میں

ھاٹتی دے بٹھا دیئے تھے اور بری سے بری صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا۔

شہر کے باہر پڑاؤ کرنے کے بعد چنگیز خان کے داماد تغجلو نے شہر پر ہلکے پھلکے حملے شروع کر دیئے تھے۔ نیشاپور شہر کا حاکم عمر قافی بڑی دلیری بڑی کامیابی سے ان کو روکتا رہا۔ کیونکہ ابھی تک چھوٹی موٹی جھڑپیں جاری تھیں لہذا اور خان اور ان کے سالار نے جنگ میں حصہ نہ لیا تھا یہ چھوٹی موٹی جھڑپیں اور ٹکراؤ تین تک جاری رہا اس دوران شاید چنگیز خان کے داماد تغجلو نے اہل شہر کی عسکری دفاعی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اب وہ شہر پر ایک ساتھ بلر بولنے کا عزم کر چکا۔ تیرے دن تغجلو اپنے پورے لشکر کو حرکت میں لایا اور نیشاپور پر اس نے عام کر دیا تھا۔

دشمنی منگول شہر کی فسیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے تیروں کی بارش نے کے ساتھ ساتھ شہر پر حملہ آور ہونے اور رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے فسیل چڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے انہوں نے شہر پر اندھیری تعبیروں۔ اپنی ذات کے ازار افلاس کی گندی خواہشات۔ تاریکیوں اور وفور جذبات میں پھیلے ہوئے کالے اس خوف کی طرح نیشاپور شہر کی فسیل پر چھا جانے کی بھرپور کوشش کی۔

نیشاپور شہر کے حاکم عمر قافی نے بہترین دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں شہر کی فسیل پر چڑھنے سے روکا۔ اسی دوران دائیں جانب سے اور خان اپنے لشکر کے ساتھ کسی خوف شناس کے جذبہ تغیر۔ عالم تغیر کی وضاحت جاں۔ کرب جسم و جان ایک ایک پل کے دکھ میں جگمگاتے لحوں کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اور خان کا منگولوں پر حملہ آور ہونا تھا کہ بائیں طرف سے پاسانوں کا سپہ سالار لائنن کے خشک چہرے پر جھکتے آوارہ ابر۔ میر صحرایا تادہ کسی برگرد پر چھا جانے لے بیٹھار جھگڑوں اور عماموں کے سارے پیچ کھولتے بے زنجیر خونی طوفانوں کی لہر لٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار نے لحوں کے اندر لحوں کی حالت شکایت زخم جاں۔ متاع غم بیکراں۔ درد جنس گراں اور شعور اور

منگولوں کے خلاف وقف کر رکھا ہے۔ تمہیں یہ تمہارے ساتھیوں اور تمہارے کو بھی پہچانے لگیں گے۔ اور خان آگے بڑھا اور پاسانوں کے سردار کا ہاتھ پکڑے ہوئے کہا آؤ میرے ساتھ جو کچھ ملا ہے اس کی تقسیم کریں۔ پاسانوں کا سالار چاہ اور خان کے ساتھ ہو لیا تھا۔

جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا تھا اور خان اور پاسانوں کے سالار نے آج آپس میں تقسیم کر لیا پھر دونوں اپنے لشکروں کو لے کر نیشاپور کی طرف روانہ ہوئے۔ نیشاپور کے والی عمر قافی کے ساتھ انہوں نے رابطہ قائم کیا۔ اور خان اور پاسانوں کے سالار نیشاپور شہر کے دائیں بائیں لہجے لئے گھات بنا کر اپنے اپنے لشکروں کو بیٹھ گئے تھے۔

اب تک باشندگان نیشاپور منگولوں کی دست برد سے بچے رہے تھے اس پر وہ ہر موقع پر گفت و شنید کر کے منگولوں سے صلح صفائی کر لیتے تھے لہذا منگولوں پر حملہ آور ہونے کا کوئی مناسب موقعہ ہاتھ نہ آ رہا تھا۔ چنگیز خان ہر صورت میں پور پر قبضہ کرنے اور اسے تباہ و برباد کرنے اور وہاں کے لوگوں کا قتل عام کرنے ہوا تھا لہذا ایک جبار لشکر اس نے اپنے داماد تغجلو کو دے کر روانہ کیا تاکہ پور پر حملہ آور ہو اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے۔

چنگیز خان کا حکم پاتے ہی اس کا داماد تغجلو لشکر کو لے کر نیشاپور کی طرف ہوا۔ نیشاپور آکر اس نے شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اب صور یہ تھی کہ جس جگہ چنگیز خان کے داماد تغجلو نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا کے دائیں طرف اور خان اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں تھا۔ بائیں طرف پاسانوں کے سالار گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا اور سامنے کی طرف سے اب نیشاپور کا حاکم بھی لڑنے مرنے پر تیار تھا۔

گو عمر قافی بنیادی اور اساسی طور پر ایک سپاہی نہیں ادیب تھا لیکن دائرہ فہم اور صاحب عقل انسان تھا۔ اور خان اور پاسانوں کے سالار کے رابطہ قائم کے بعد عمر قافی منگولوں کے خلاف برسر پیکار ہونے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اور قاف آمد سے پہلے ہی اس نے نیشاپور کی فسیل کے برج مضبوط کر لئے تھے جبکہ

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اور اورخان کے قریب آکر رکا اسے دیکھتے
ئے اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان تینوں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔
رزدیک آیا۔ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے امیر میں آپ کے لئے ایک
زین خبر رکھتا ہوں۔ ان الفاظ پر اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان تینوں کے
لے فنی ہو گئے تھے۔ پھر وہ آنے والا سوار بولا اور کہنے لگا۔

اب اس کو مستانی سلسلے میں داخل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ جب اپنے لشکر
سے ملے گا تو اس طرف سے
دلوں کے سپہ سالار سوہدائی اور جی نویان گزرے تھے ان کے مخبروں نے کہیں
لاگ کر دی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر یہاں کو مستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کئے ہوئے
ہے۔ سوہدائی اس لشکر سے تعارض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جی نویان بضد تھا کہ اس
پر حملہ آور ہونا چاہئے۔ سوہدائی نے اسے بہت سمجھایا کہ ہمارا اصل مقصد سلطان
و الدین کا تعاقب کرنا ہے ہمیں چھوٹے موٹے لشکروں سے ٹکرانے کا کوئی فائدہ
ہے۔ لیکن جی نویان نہیں مانا۔ سوہدائی اپنے لشکر کے ساتھ کو مستانی سلسلے سے باہر
بھاگ کر دی گئی لیکن جی نویان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کو مستانی سلسلے میں داخل ہوا اور
اسے پڑاؤ پر اس نے حملہ کر دیا۔ جی نویان کا جو لشکر تھا وہ ہمارے پڑاؤ میں جس
درمیان جوان تھے ان سے ساٹھ سے ستر گنا زیادہ ہو گا لہذا ہمارے جوان اس شاہراہ
بھاگ کھڑے ہوئے جو نیشاپور سے مرو شہر کی طرف جاتی ہے۔

جی نویان نے کچھ دور تک ہمارے لشکر کے حصے کا تعاقب کیا جب اسے یہ
حاصل ہو گیا کہ اس نے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے اور ان کا قتل عام کر کے ان کی
خود کافنی کم کر دی ہے تو وہ لوٹ آیا اور سوہدائی سے آن ملا پھر وہ دونوں آگے بڑھ کر
سلطان علاؤ الدین کی تلاش میں نکل گئے۔

ہمارے بچے کھجے لشکر کا حصہ جن میں آپ کا ماموں زاد بھائی طفول خان بھی
تھا مرو شہر کی طرف بھاگ گئے۔ مرو شہر چونکہ منگولوں کے پے در پے حملوں کی وجہ
سے آدمے کے قریب کھنڈر ہو چکا ہے لہذا طفول خان نے ارادہ کیا کہ وہ انہی
کھنڈروں میں جا کے پناہ لے لے گا۔

لاشعور کے درمیان سکتے اور وجود پانے کے منتظر جیسی کر کے رکھ دی تھی۔
نیشاپور شہر کے باہر تھوڑی دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ منگول جو
شروع میں بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اب ان کے سارے دلوں
جذبے ماند پڑتے جا رہے تھے۔ اس لئے کہ ان کے سامنے کی طرف سے نیشاپور
حکمران عمر قاشی دفاع کا مضبوط بند باندھے ہوئے تھا۔ جبکہ دائیں بائیں
اور پاسانوں کا سپہ سالار آندھی اور طوفان کی طرح منگولوں کو جھاڑنے اور پانی
سے ان کی تعداد کم کرنے کا عمل شروع کر چکے تھے۔

تھوڑی دیر تک کی مزید جنگ کے بعد منگولوں کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ
میں کام آگیا۔ اس موقع پر اورخان نے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ کچھ ار
تیزی کے ساتھ منگولوں پر یلغار کی تھی کہ یلغار کے دوران چنگیز خان کا دا
منگولوں کے لشکر کا سالار تفعلو مارا گیا۔ تفعلو کے مرتے ہی منگول سر پر پاؤں
بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس طرح نیشاپور کے باہر منگولوں کو بدترین شکست
کرنا پڑا۔ اور اورخان اور پاسانوں کا سالار منگولوں کو شکست دے کر نیشا
حفاظت کرنے میں کامیاب رہے تھے۔

شکست کھا کر بھاگتے ہوئے منگولوں کا اورخان اور پاسانوں کے سپہ سالار
دور تک تعاقب کیا پھر وہ واپس نیشاپور کے نواح میں لوٹ آئے تھے۔ منگول
جس قدر وہاں سامان تھا وہ تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ نیشاپور
عمر قاشی کے حوالے کیا باقی دو حصے پاسانوں کے سپہ سالار اور اورخان نے آ
بانٹ لئے تھے۔ پھر پاسانوں کا سپہ سالار اپنی کسی نامعلوم منزل کی طرف چلا گیا
اورخان نیشاپور کے اس نواحی سلسلے کی طرف بڑھا تھا جہاں پر اس کا پڑاؤ تھا
ماندہ لشکر وہاں قیام کئے ہوئے تھا۔



اورخان اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں سے حاصل ہونے والے سامان
پھندا نیشاپور کے کو مستانی سلسلے کے قریب پہونچا ہی تھا کہ پشت کی طرف

لیکن طفول خان کی بد قسمتی جو نہی وہ مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوا لیکن سرور کہ نام جس کا قراچہ خان ہے وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اور گزرا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ کچھ مسلمان بھگوڑے مرو شہر میں داخل ہوئے ہیں مرو شہر پر حملہ آور ہو گیا۔ کہتے ہیں یہاں ہمارے بچے کھجے لشکر کا قراچہ نے ملایا دیا تاہم آپ کے ماموں زاد بھائی طفول کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ کچھ کا خیال ہے کہ وہ مارا گیا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مرو شہر کے کھنڈرات تہہ خانوں میں چھپ کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ امیر اہل خانہ یہ وہ بری خبر جو میں آپ سے کہنے کے لئے مرو شہر کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔

یہ خبر سننے ہوئے اور خان بیچارہ پریشان ہو گیا تھا۔ غیاث الدین اور قبیل خان چروں پر بھی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پھر اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے بھائیو اب مجھے اپنے لشکر کو لے کر مرو شہر کا رخ کرنا چاہیے تاکہ اگر وہاں منگول ہیں تو ان کا صفایا کر دیا جائے اور ساتھ ہی میں اپنے ماموں طفول خان کو بھی تلاش کر سکوں۔ اس کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ جہاں کو ہستانی سلسلے کے اندر ہمارے لشکر نے پڑاؤ کیا تھا وہاں کافی غاریں ہیں۔ ہم ہمارے پاس سامان ہے اسے ان غاروں میں محفوظ کر دیتے ہیں اور ان کی خبر کریں اور خود ہم مرو کی طرف کوچ کریں۔ غیاث الدین اور قبیل خان دونوں اور خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے لشکر اور سامان کو لے کر کوہستانی سلسلے میں ہوئے۔ کوہستانی سلسلے کی غاروں کے اندر سارا سامان محفوظ کر دیا گیا اور سلسلے کے اوپر چند دستے حفاظت کے لئے گھات میں بیٹھا دیئے گئے۔ اس اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان لشکر کو لے کر مرو شہر کی طرف کوچ کر رہے تھے۔

اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے لشکر اور سامان کو لے کر کوہستانی سلسلے میں ہوئے۔ کوہستانی سلسلے کی غاروں کے اندر سارا سامان محفوظ کر دیا گیا اور سلسلے کے اوپر چند دستے حفاظت کے لئے گھات میں بیٹھا دیئے گئے۔ اس اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان لشکر کو لے کر مرو شہر کی طرف کوچ کر رہے تھے۔

تولائی نے قاضی رکن الدین اور ان کے ساتھ جانے والی جماعت کے اراکین کی گزارشات پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ الٹا وفد کے ہمارے اراکین کو اپنے پاس روک لیا مرو شہر پر حملہ کر دیا۔ اہل شہر یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مدافعت پر اتر آئے تھے تین دن تک لگاتار جنگ ہوتی رہی اور اہل شہر بڑی جوانمردی بڑی جرات اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں کے حملوں کو روکتے رہے۔

آخر تین روز بعد دوپہر کے قریب منگولوں نے کئی مقامات پر شہر کے ارد گرد خنق کو پاٹ دیا اور فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ نیشا پور کے لوگ ایسا

چنگیز خان کو جب نیشا پور شہر کے باہر ہونے والی جنگ میں اپنے داماد مارے جانے کی اطلاع ملی تو وہ بے حد برہم اور سخ پا ہوا۔ اس نے فوراً

بزرگان کی اس بیٹی نے بھی اپنی آتش انتقام بجھانے کے لئے نہ صرف یہ کہ قتل عام بھیاک منظر سے تسکین حاصل کی بلکہ سینکڑوں بے گناہوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

جب یہ ساری خالمانہ کاروائی مکمل ہو چکی تو ایک مغل سردار کو فوج کا ایک دستہ لے کر یہ ہدایت کی گئی کہ وہ نیشاپور ہی میں قیام کرے تاکہ بعد میں اگر کوئی بھولا لگا آدمی وہاں آئے تو اسے بھی ٹھکانے لگایا جاسکے۔ حسب معمول نیشاپور کے تمام نکار اور کاریگر ترکستان بھیج دیئے گئے۔ اہل شر کی ایک بڑی تعداد تہ خانوں میں رہ رہی تھی۔ اس خیال سے کہ جب منگولوں کا لشکر کوچ کر جائے گا تو باہر نکل نہیں گئے۔ لیکن چونکہ شر کے اکثر مکانات گرا دیئے گئے تھے لہذا لوگ تہ خانوں میں سسک سسک کر مر گئے تھے۔

تولائی جب نیشاپور کی تباہی اور بربادی سے فارغ ہوا تو اس کے باپ چنگیز خان نے اسے پیغام بھجوایا کہ نیشاپور کے بعد وہ ہرات شر کا رخ کرے اور اسے فتح لے۔ چنگیز خان کا حکم ملنے ہی تولائی نے اپنے لشکر کو سمیٹا اور بڑی تیز رفتاری سے اہل ہرات شر کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

ہرات صوبہ خراسان میں مرو اور نیشاپور کے بعد اہم شہر ہے۔ تولائی نے اپنے لشکر کے ساتھ شر کے نواح میں شہر تو نامی ایک وسیع اور کھلے میدان میں آکر اترا۔ در ایک قاصد کو اہل شر کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو مقابلہ کرنے کے بجائے شر کے دروازے منگولوں پر کھول دیں۔

ہرات شر کا حاکم امیر الملک شش و پنج میں پڑ گیا تھا کہ منگولوں کا مقابلہ کرے یا ان سے مصالحت کر لے۔ اہل شر نے جب دیکھا کہ شر کا حاکم امیر الملک گوں گوں کی حالت میں ہے تو اس کو انہوں نے معزول کر دیا اور ایک انتہائی شجاع دلیر اور بہادر شخص شمس الدین کو شر کا حاکم بناتے ہوئے سارا نظم و نسق اس کے سپرد کر دیا۔ نیا حاکم شمس الدین بڑی تیزی سے ہرات شر کا دفاع کرنے اور منگولوں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

اسی دوران چنگیز خان کے بیٹے تولائی کی طرف سے ایک قاصد حاکم شر شمس

زبردست مقابلہ کر رہے تھے کہ منگول بار بار پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے تھے پورا دن ایسا ہی سماں رہا۔ منگول بار بار رسوں کی میڑھیوں کے ذریعے سے نیشاپور چڑھنے کی کوشش کرتے اور ہر بار اہل شر کا حفاظتی لشکر منگولوں پر حملہ آور ہوا انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ آخر یہ تاک جھانک کا سلسلہ شام تک جاری رہا۔ جب رات چھا گئی تو منگولوں نے اپنے لشکر کو شر کے چاروں طرف سے گھیر کر ایک طرف جمع کر لیا اہل شر ان کے دھوکے میں آ گئے اور یہ سمجھے کہ منگول لشکر کو سمیٹ رہے ہیں۔ شاید وہ فتح حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہاں سے کوچ کر جائیں گے منگولوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور چند دستے خفیہ طور پر دوسری بجوائے جو رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوئے اور پھر رات کے پچھلے حصے میں انہوں نے شر کا ایک دروازہ کھول دیا اس دروازے سے ہزاروں منگول شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

صبح کو جب اہل شر نے دیکھا تو انہیں شہر میں ہر طرف منگول ہی منگول آئے۔ ہر چند بچاؤ کی کوئی امید نہ رہی تھی لیکن اہل شر اسی طرح جوش و خروش مقابلے پر ڈٹ گئے۔ لیکن اس وقت تک شر کے سارے دروازے کھل چکے تھے منگول بے روک طوفان اور ہر چیز کو بہالے جانے والے سیلاب کی طرح شہر میں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ منگول بھوکے بھیڑیوں کی طرح اہل نیشاپور پر ٹوٹ پڑے جس کی وجہ سے بہت جلد نیشاپور کے دفاعی لشکر ہی نہیں بلکہ عام باشندوں کی مزاحمت اور مدافعت بھی جواب دے گئی تھی شر کا حاکم عمر کاخی پکڑا گیا اسے قتل کیا۔

اسی دوران چنگیز خان کی طرف سے تولائی کے پاس ایک قاصد آیا اور اسے چنگیز خان کی طرف سے تولائی کو نیشاپور کے متعلق احکامات پیش کئے۔ چنگیز خان اس قاصد کے آنے کے بعد تولائی نے تمام اہل شر کو قتل کر دیا۔ شر کے اکثر گرا کر چٹیل میدان بنا دیا گیا تھا۔ تولائی نے اپنے باپ چنگیز خان کے حکم کی نظر جمیل کی۔ انسان تو انسان رہے کتے اور بلیاں تک بھی مار دی گئیں تھیں۔

اس قتل عام کے موقع پر چنگیز خان کی بیٹی اور تفعلو کی بیوی بھی موجود

ہوتی لیکن شمس الدین کی وفات کے بعد اہل شر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ فوج اور عوام اس لڑائی کو جاری رکھنا چاہتے تھے چونکہ انہوں نے کافی حد تک مغلوں کو دبا رکھا تھا اور انہیں امید تھی کہ اگر چند روز اور جنگ جاری رہی تو مغلوں کو ہرات شہر سے باہر بدترین شکست ہوگی۔ لیکن امراء کا طبقہ مصالحت پر اصرار کر رہا تھا۔

سری طرف تولائی بھی چاہتا تھا کہ مصالحت ہو جائے اس لئے کہ گزشتہ آٹھ برس کی جنگ میں اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر یہ جنگ مزید جاری رہی تو اس کی شکست یقینی ہوگی۔ اس نے لڑنے کے جو انداز شمس الدین کے دیکھے تھے اس سے وہ اس فکر میں پڑ گیا تھا کہ اگر ایسا ہی کوئی اور جرنیل ہرات شہر کے لوگوں کو مل گیا تو پھر یقیناً تولائی کو شکست ہوگی۔ لہذا نويس دن تولائی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی فیصل کے قریب خندق کے بیرونی کنارے پر آکھڑا ہوا اور اہل شہر اور لشکریوں کو جو فیصل پر کھڑے تھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اہل ہرات۔ کان کھول کر سنو۔ میں چنگیز خان کا بیٹا تولائی ہوں۔ اگر تمہیں اپنی اور اہل و عیال اور عزیز و اقارب کی جانیں عزیز ہیں تو مقابلے کا خیال ترک کر دو اور ہر سال جو رقم اس سے پہلے تم اپنی حکومت کو بھیجتے رہے ہو اس کا نصف مجھے پیشگی ادا کر دو تو میں تمہارے ساتھ صلح کر لوں گا۔

ہر چند اہل ہرات نے سات آٹھ دن تک مغلوں کا زبردست مقابلہ کیا تھا۔ مگر ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن تولائی ہرات کے محل وقوع سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ اہل شہر اظہار اطاعت پر آمادہ ہو جائیں تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

اہل شہر نے بھی محسوس کیا کہ تولائی کسی حد تک مخلص ہے۔ نیز لوگوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ مغلوں سے لڑنا دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ اہل شہر نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ شہر کے قاضی عزیز الدین کو ایک وفد لے کر تولائی کے پاس بھیجا جائے اور صلح کی گفت و شنید کی جائے۔

صلح کے لئے جانے والا یہ وفد اپنے ساتھ تولائی کے لئے قیمتی تحائف بھی لے گیا تھا لیکن تولائی نے بڑی عیاری اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔ اس لئے کہ جو نبی وفد کے

الدين کی خدمت میں حاضر ہوا اور تولائی کا یہ پیغام بھجوایا کہ اہل شہر اگر اپنی عزیز رکھتے ہیں تو مغلوں کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیں۔ یہ پیغام سن کر ہرات کے حاکم شمس الدین نے چھاتی تان کر کہا۔

خدا اس دن کو غارت کرے جس دن میں ان وحشیوں کی اطاعت کا جواز گردن میں ڈالوں۔

اس کے بعد حاکم شہر شمس الدین نے حکم دیا کہ مغلوں کے اس قاصد کو مار دیا جائے جب تولائی کو اپنے قاصد کے حشر کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کے کر کے اسے جلد از جلد فتح کرنے کی کوشش کی جائے۔

آخر لڑائی چھڑ گئی۔ مغلوں حشرات الارض کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑے تھے۔ طرف شمس الدین بھی بڑا دلیر۔ بڑا بہادر اور جراتمند تھا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ سے باہر نکلا اور اس عزم اور جراتمندی کے ساتھ اس نے مغلوں پر حملہ کیا کہ ہی دن کی لڑائی میں اس نے سترہ سو مغلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنے کو لے کر وہ بحفاظت شہر میں داخل ہو گیا۔

اس طرح سات دن تک جنگ ہوتی رہی اور ہرات کا حاکم شمس الدین نہ یہ کہ بہترین انداز میں ہرات شہر کا دفاع کرتا رہا بلکہ اس نے ان گنت مغلوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا تھا۔ آٹھویں دن شمس الدین پھر خرم ٹھونک کر شہر اور مغلوں کے مقابلے آیا۔ ایسی دلیری ایسی جانثاری اور ایسی سرفروشی کے مغلوں پر حملہ آور ہوا کہ کہتے ہیں کہ چنگیز خان کا بیٹا تولائی بھی اس کی جرات اور لڑنے کے انداز پر عیش عیش کر اٹھا اور اسے داد دی لیکن اہل شہر کی بد آٹھویں روز جس وقت شمس الدین نے مغلوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا وہ تھا کہ چنگیز خان کے بیٹے تولائی کو بدترین شکست ہوتی ایک تیر شمس الدین کے سے شمس الدین میدان جنگ میں دم توڑ گیا۔

شمس الدین کے بعد کوئی ایسا دانشور کوئی ایسا فہیم دلیر اور تجربہ کار جرنیل جو ہرات شہر کے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے مغلوں کا مقابلہ کرتا۔ اگر کو شخص سامنے آتا تو یقیناً ہرات شہر کے باہر چنگیز خان کے بیٹے تولائی کو بدترین

اراکین اس کے پاس پہنچے اس نے ان سب کو قتل کروا دیا۔

وفد کے اراکین چونکہ شہر کے دروازہ کھلوا کر باہر نکلے تھے اس لیے اراکین کو قتل کروانے کے بعد تولائی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل کامیاب ہو گیا۔ اور شہر کے لوگوں کا قتل عام کرنے کا اس نے حکم دے دیا۔ دس بارہ ہزار انسان مارے جا چکے ہوں گے نہ جانے تولائی کے ذہن میں کہ اس نے قتل عام روک دینے کا حکم دے دیا اور عام معافی کا اعلان کر دیا۔ بعد ازاں اس نے ہرات شہر کے باہر چند روز تک قیام کیا اس دوران ایک شخص ابو بکر مراغنی کو شہر کا حاکم مقرر کیا اور اپنے ایک منگول سردار شہر کا کوتوال مقرر کیا اور یہ سارے انتظام کرنے کے بعد تولائی اپنے لشکر اپنے باپ چنگیز خان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



www.allpdfstuff.blogspot.com

اپنے لشکر کے ساتھ اور خان جب مرو شہر کے سامنے آیا تو شاید وہاں سے چند دن کوچ کرنے والے منگل سردار قراچہ کو بھی اس کی وہاں آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ لہذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹا اور اور خان کے لشکر پر اس نے ہولناک طریقے سے کر دیا تھا۔

یہ حملہ اس وقت ہوا جب سورج مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔ دونوں لشکر کے بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

منگول سردار قراچہ کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی اور خان کے لشکر کو بدترین شکست دے گا اس کا قتل عام کرے گا اس لئے کہ قراچہ کے ساتھ جو لشکر تھا اس کی تعداد خان کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی لیکن اور خان نے جم کر جب قراچہ کا مقابلہ کیا سرخ سفید اور سیاہ جھنڈیوں کے ذریعے مانوق الفطرت انداز میں اپنے لشکر کو دائیں بائیں پیچھے آگے بڑھنے کے احکامات جاری کرتا رہا اس سے قراچہ بوکھلا گیا اسی لاہٹ میں جب اور خان نے اس پر مزید تیز اور جان لیوا حملے کئے تو مرو شہر کے زرات کے باہر منگول سردار قراچہ کو بدترین شکست ہوئی اس وقت تک رات گہری کر چادوں طرف پر پھیلا چکی تھی۔ اس تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قراچہ متاٹھا کر بھاگ گیا تھا۔

اس وقت مرو شہر کے کھنڈرات میں کوئی منگول نہیں تھا اس لئے اور خان نے اپنے لشکر کو غیاث الدین اور قبیل خان کی سرکوبی میں دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لا پڑاؤ کئے رکھیں جہاں قراچہ کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ قراچہ چونکہ اپنے لشکر کی جگہ چھوڑ کر بھاگا تھا لہذا غیاث الدین اور قبیل خان دونوں اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے کے ساتھ قراچہ کے لشکر سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹنے لگے تھے۔ جبکہ اور خان اپنے ایک

کھنڈرات میں ادھر ادھر چھپتا پھرنے لگا تھا۔

منگولوں سے بچنے کے لئے اور خان مرو کے کھنڈرات میں رات کی تاریکی میں ادھر ادھر مارا پھر رہا تھا یہاں تک کہ ایک گری ہوئی عمارت کے اس حصے میں آ کر اس نے پناہ لی جہاں دو دیواریں جو آپس میں ملتی تھیں اور ایک کونے کی صورت میں کھڑی تھیں۔ اور خان نے اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھال لے کر اپنے سامنے رکھی تھی تاکہ رات کی تاریکی میں اسے دیکھ کر کوئی تیر چلائے تو وہ محفوظ رہے۔ اپنی تلوار بھی اہانک حملہ کرنے اور دشمن کے وار کو روکنے کے لئے اس نے سامنے کر رکھی تھی اس حالت میں اور خان ٹھٹھک کر رہ گیا۔

اس لئے کہ اسے اپنی پشت کی طرف سے برگ زیتوں جیسی شاداب۔ صبح کی لگن پر حق پکارتے طائران خوش الحان جیسی ایک جوان اور نو عمر نسوانی آواز سنائی دی تھی۔ ”اور خان آپ اندر آ جائیے۔ باہر آپ کو خطرہ ہے۔“

آواز ایسی خوش کن اور تروتازہ تھی جیسے نشاط انگیز اور تازہ فضاؤں میں سکھ کی نئی بانسروں کے ساتھ ناشیدہ اور شنیدہ نغموں کا آہنگ اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ جیسے بھادوں بل قتل ہوتی ندیاں گونج اٹھی ہوں۔ آواز ایسی تھی گویا دل کے معبد کا نغمہ۔ یا رات کے پچھلے پیر میں کسی صومعہ کا نفوس بیج اٹھا ہو۔ شب کی تاریکی میں وہ آواز کچھ اس نواز سے سنائی دی جیسے بے خواب راتوں میں سنہری گھینٹیاں دوری منزل میں لحن لڑتی اور آہنگ زبور کا ساساں پیدا کر گئی ہوں۔

وہ آواز سننے ہی اور خان نے اپنی تلوار پر اپنی گرفت مضبوط کر لی پھر وہ تیزی سے مڑا اس نے دیکھا کہ اس کی پشت پر ایک تہہ خانے کا دروازہ کھلا تھا اور اس دروازے پر ایک سایہ کھڑا تھا۔ وہ کوئی نو عمر لڑکی تھی جس نے اور خان کو پکار کر اندر بلایا تھا۔ اور خان بڑی دھیمی اور رازدارانہ آواز میں بولا اور پوچھنے لگا تم کون ہو میرا نام کیسے جانتی ہو۔ اس پر لڑکی پھر بولی اور کہنے لگی یہ باہر کھڑے ہو کر سوال کرنے کا وقت نہیں۔ آپ کو شہر کے بھیڑیے اور کتوں کی طرح دندناتے ہوئے منگولوں سے غلو ہے وہ آپ کو تلاش کر رہے ہوں گے یاد رکھئے میں آپ کی دشمن نہیں۔ دست ہولہ۔ آپ میرے محسن میرے مرنی اور یوں جانیں کہ اس دنیا کے اندر میری

محافظ دستے کو لے کر مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوا تاکہ وہاں وہ اپنے بھائی طفول خان کو تلاش کر سکے۔

اور خان اپنے محافظ دستے کے ساتھ کافی دیر تک مرو شہر کے کھنڈرات رہا لیکن اسے کوئی فرد وہاں دکھائی نہ دیا۔ لگتا تھا شہر کے بچے کھچھڑ کر مکانوں کے تہہ خانوں میں چھپ گئے تھے۔ لاچار اور خان نے اپنے محافظ ساتھ جگہ جگہ کھنڈرات پر کھڑے ہو کر اذانیں دینا شروع کیں تاکہ تہہ چھپے ہوئے مسلمان یہ جان کر کہ منگول جا چکے ہیں اور مسلمان شہر کے اڈے رہے ہیں باہر نکل آئیں لیکن کوئی ایک فرد بھی تہہ خانوں سے باہر نہ اس لئے کہ ایسا حربہ پہلے منگول استعمال کرتے رہے تھے وہ مسلمانوں کرنے کے لئے اور انہیں ان کے تہہ خانوں سے نکالنے کے لئے اذانیں اور مسلمان دھوکے میں آ کر جب تہہ خانوں سے نکلے تو منگول ان کا قتل تھے۔ لہذا اور خان کے محافظ دستے نے جب مرو کے کھنڈرات میں اذانیں ان اذانوں کے جواب میں باہر نہ نکلا۔

تاہم اور خان اپنے ماموں زاد بھائی طفول خان کو مرو کے کھنڈرات کرتا رہا۔ اس کی بد قسمتی کہ منگول سردار قراچہ مرو شہر سے باہر نکلتے بعد نواحی کو مستانی سلسلوں کی طرف گیا وہاں پہلے سے دو منگول سردار جم تربائی اور آق ملک تھے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے ان دونوں سے اور خان کے لشکر کے خلاف مدد طلب کی۔ جس پر وہ دونوں تیار ہو گئے۔ اب قراچہ تربائی اور آق ملک کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد سے اور خان کے لشکر کی طرف بڑھا تھا۔ قراچہ اور آق ملک دونوں نے ا لشکروں کے ساتھ مرو شہر سے باہر اور خان کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ غیاث اور خان کا بھائی قبیل خان دونوں مل کر اپنا دفاع کرنے لگے تھے جبکہ تیسرا محافظ دستے کے لشکر کے ساتھ مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوا اور اور محافظ دستے پر اس نے حملہ کر دیا تھا۔ آن کی آن میں منغل سردار تربائی کے محافظ دستے کا صفایا کر دیا اور خان بے چارہ اپنی جان بچانے کے لئے

ہوئی وہ کہنے لگی آپ نیچے اترئیے یہاں میڑھیوں پر کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔
بے چارہ چپ چاپ طیان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ طیان اور خان کو لے کر
اسے اتری اور تہہ خانے میں داخل ہوئی۔

تہہ خانے میں چھوٹی سی ایک شمع جل رہی تھی جس کی روشنی نے تہہ خانے کی
میں رکھا تھا۔ جہاں میڑھیاں ختم ہوتی تھیں وہاں دروازہ تھا جسے طیان نے
یا تھا۔ تہہ خانے میں داخل ہونے کے بعد اس کے اندر جلتی مشعل کی روشنی
باہر اور خان نے غور سے طیان کی طرف دیکھا۔

ہاں اس تہہ خانے میں سحر سامری کی محبت اور تفکرات کے اطلاق میں
اور عجائبات کے ظہور کی طرح کھڑی تھی۔ اور خان نے دیکھا کہ وہ تازہ آرزو
اور طلسمات کی کمانیوں جیسی خوبصورت، محبت کے ریشم چاہتوں کے غنچہ
اور لالہ سحر جیسی پر کشش، حیا کی کلیوں۔ نور بخش سحر۔ شیرینی کوثر جیسی
اور سحر خیز چاندنی اسرار مخفی سے بھرپور شمع شبستان جیسی دکھائی دے رہی
اس کا گداز جسم اب بکے ہوئے سوڑے کی طرح بھرپور ہو گیا تھا۔ جس نے
حسن و جمال میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس تہہ خانے میں
رہی پھر طیان کسی دختر صحرا اور بہار غنیم کی طرح حرکت میں آئی اور اور خان
بکر کے پوچھنے لگی۔

پھر وہ ان تہہ خانوں میں کیسے آگئے۔ خیریت تو ہے۔ میں یونہی تہہ خانے
بانی دروازے کی اوٹ میں باہر دیکھ رہی تھی۔ کھنڈرات میں چاروں طرف پھیلی
میں نے آپ کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔ بس آپ کے بھاگنے سے میں نے
پہچان لیا کہ آپ اور خان ہیں۔ ورنہ اس تہہ خانے سے میں کیسے اور کیونکر
پہچان سکتی تھی۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا

اے شوشر کے ان دیرانوں اور کھنڈروں میں کیوں آیا یہ ایک لمبی کہانی ہے پہلے
تم یہاں اس تہہ خانے میں کیسے آئی ہو۔ تم نے اسلام کب قبول کیا۔ یہاں
لئے کے بعد اور خان کا پھر وہ سامنے تہہ خانے کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ایک
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا یہ بوڑھا کون ہے۔ جو تہہ خانے کی اس

منزل کا آخری نشان ہیں۔ آپ اندر آجائیں۔ یہاں آپ کو کوئی خطرہ نہیں
رات کی گہری تاریکی میں اور خان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ
تھی۔ وہ اس آواز کو پہچان گیا تھا وہ آواز حسین و جمیل اور خوبصورت اور
طیان کی آواز تھی۔ اپنی تلوار کے دستے پر اور خان نے گرفت ڈھیلی کر
دروازے کی طرف لپکا اندر داخل ہوا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا دروازے
اس نسوانی سائے نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ سایہ مڑا اور
مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ اور خان چپ چاپ اس
لیا وہ نسوانی سایہ تھوڑا سا آگے جا کر ایک تہہ خانے میں میڑھیاں اتر
چار میڑھیاں نیچے جانے کے بعد وہ نسوانی آواز پھر اور خان کو سنائی دی وہ کہ
آپ تھوڑا نیچے چلے جائیں میں تہہ خانے کا ڈھکن بند کر کے آپ سے آ
اس کے کہنے پر اور خان مزید میڑھیاں اتر کر رک گیا اور لڑکی کا انتظار کرنا
جن میڑھیوں سے اندر داخل ہوئی تھی ان کے اوپر پتھر کا بنا ہوا ڈھکن اس
دیا۔ پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔
اترئیے یہ تہہ خانہ آپ ہی کا ہے آپ کی حیثیت ایک معزز اور محترم مہمان
کی۔ اور خان میڑھی پر ہی کھڑا رہا۔ لڑکی بھی اس کے سامنے اس سے آگے
اوپنی آن کھڑی ہوئی تھی اور خان اس موقع پر تھوڑی دیر اندھیرے میں
رہا۔ پھر وہ پوچھنے لگا۔

دیکھ طیان۔ اگر میں غلطی پر نہیں اور میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی
تو مجھ پر یہ احسان مندی کرنے والی تم ہی ہو۔ اس پر وہ لڑکی بولی اور
اور خان آپ کا اندازہ درست ہے میں طیان ہوں اب میں متکون نہیں
ہوں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ آپ مجھے اپنی لونڈی تصور کر سکتے ہیں۔

اس پر اور خان کی گردن جھک گئی تھی۔ اور وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ طیان
اور کہنے لگی۔ اور خان اب کیا سوچنے لگے ہیں۔ آپ میرے ساتھ آئیے آ
ہیں۔ اور خان اپنی جگہ پر کھڑا رہا اس کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی
بوڑھا۔ بڑے پیار۔ بڑی چاہت میں اس نے اور خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں

دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اس پر طیان بولی اور کہنے لگی۔

جس وقت آپ نے مجھے اساماعیلیوں کے ہاتھوں بچایا تھا اس وقت میں پر انکشاف کیا تھا کہ میرا نانا ایک مسلم مبلغ کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکا ہوا کہ جس وقت آپ مجھے اپنے گھر سے میرے نانا کے یہاں چھوڑ کر گئے عرصہ بعد میرا نانا فوت ہو گیا میرے نانا کی وفات کے وقت وہ مسلم مبلغ ٹھہرے ہوئے تھے بس وہ ہمیں لے کر ہمارے باپ سوبدائی کے پاس چلے مسلم مبلغ ہمارے ساتھ ہی رہے اور ہمیں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے جس کا کہ میں اور میرے بھائی بلدانے بھی اسلام قبول کر لیا تھا وہ مسلم مبلغ ہاتھوں میرے نانا نے اسلام قبول کیا اور جس کی تبلیغ کے باعث میں اور بلدانے مسلمان ہوئے اس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں۔ اور وہ مسلم مبلغ سامنے دیکھیں وہی بزرگ ہیں جو اس تمہ خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر ان کا نام نظام الدین ہے۔

اور خان تھوڑی دیر تک مسلم مبلغ نظام الدین کی طرف بڑے احترام عقیدت مندی سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ آگے بڑھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر نظام الدین اور خان سے مصافحہ کرنا اور خان نے نظام الدین کو گلے لگا لیا اور کہنے لگا میرے بزرگ آپ ایک ہیں جو اس قدر تک و دو کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ میں آ کے اس کام اور کارکردگی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

نظام الدین سے گلے ملتے ہوئے اچانک اور خان چونک سا پڑا اس نے دیکھا کہ جس سمت سے تمہ خانے کے اندر نظام الدین نے اٹھ کر اتر کے لئے آیا تھا اسی طرف ایک کونے میں مدہم مدہم روشنی کے اندر ایک فر چٹائی پر کوئی لیٹا ہوا تھا اور اس کے اوپر سفید چادر اس انداز میں دے دی وہ کوئی سویا ہوا نہیں ہے بلکہ لاش پڑی ہے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ایک بار بڑے غور اور جستجو سے نظام الدین اور طیان کی طرف دیکھا پھر مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا یہ چٹائی پر جو کوئی چٹ لیٹا ہوا ہے یہ کون ہے

اس سوال پر طیان اور نظام الدین دونوں کی گردنیں جھک گئیں تھیں۔ بلکہ طیان آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے۔ اور وہ بری طرح ہونٹ کاٹنے لگی تھی لگتا تھا وہ دیر مزید اسی حالت میں کھڑی رہی تو سسک سسک کر رونے لگے گی۔

نظام الدین کی پریشان کن خاموشی اور طیان کی آنکھوں میں بڑی تیزی کے ساتھ آنسوؤں نے اور خان کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس باری باری دونوں کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھا جب ان کی گردنیں رہیں تب اور خان آگے بڑھا۔ چٹائی پر لیٹے ہوئے شخص پر سے اس نے جونہی ہٹائی اور خان دنگ رہ گیا۔ وہ اس کے ماموں زاد بھائی طفول خان کی لاش پڑی۔ اور خان تمہ خانے کے فرش پر پچھلی چٹائی پر کچھ اس انداز میں بیٹھ گیا جیسے کسی کے کاجون بیٹا مر گیا ہو اور اس کی کمرٹوٹ کر رہ گئی ہو۔ نیچے جھک کر اس نے ماموں زاد بھائی طفول کی پیشانی پر ایک طویل بوسہ دیا۔ پھر سسکتی روتی اور دس ڈبلی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”طفول میرے بھائی کاش تم منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے مرو شہر کی نہیں بلکہ میری طرف آئے ہوتے۔ میرے عزیز بھائی میں جانتا ہوں تم منگولوں ہاتھوں مارے گئے ہو۔ میں اب تجھے کہاں تلاش کروں گا۔ تو اور حرمہ دونوں ہی بے ماموں کی نشانیاں تھے جو دونوں ہی مجھ سے چھن گئی ہیں۔ دیکھ میں تم دونوں داخلوں کو کہاں کہاں کس کس سمت تلاش کرتا پھروں گا۔“

یہاں تک کہتے کہتے اور خان کو رک جانا پڑا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے لہذا کہ اس کے قریب ہی کھڑی طیان بے چاری اونچی آواز میں ہچکیاں اور سسکیاں لے کر روتی تھی۔ جب کہ اس کے پہلو میں کھڑے نظام الدین کی آنکھوں سے سوسہ رہے تھے۔ پھر نظام الدین نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اور خان میرے بیٹے۔ یہ قدرت کا نظام ہے جس کے آگے کسی کا بس کسی کا کوئی در نہیں چلتا۔ ہم تو بڑے معمولی لوگ ہیں بڑی بڑی ہستیاں بڑے بڑے پیغمبر اس بات کا شکار ہوئے اور فنا ہو گئے۔ دیکھ اور خان میرے بیٹے۔ موت کا ایک دن معین

نے مجھے اپنی بیٹی نہ کہا تھا۔ میں نے آپ کا نمک کھایا تھا۔ مجھ سے غلطی ضرور
 رہی۔ لیکن میں نے آپ کے قدموں
 رکھ کر اس کی معافی بھی مانگ لی تھی۔ میں نے طفول کے لئے کچھ بھی نہ کیا۔
 میں اس کی جان بچا سکتی۔ کاش میں اس کی کوئی مدد کر سکتی۔“ آگے طیان بے
 پتہ نہ کہہ سکتی۔ اس کی آواز ڈوب گئی اور وہ ہچکیاں اور سسکیاں لے کر بری
 روئے لگی تھی۔

درخان شاید آگے بڑھ کر طیان کو سنبھالتا یا اسے تسلی دیتا پر وہ چونک سا پڑا۔
 لے کہ تمہ خانے سے باہر کوئی بلند اور چلاتی ہوئی آواز میں پکارنے لگا تھا۔
 نا اور خان تم کہاں ہو۔ جہاں کہیں بھی ہو باہر آ جاؤ۔ اب باہر سلامتی اور امن
 میں تمہارا دوست تمہارا بھائی پاسباؤں کا سپہ سالار بول رہا ہوں۔ یہ آواز سننے
 اور خان چونک سا پڑا۔ اس کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔
 تمہ خانے کا دروازہ کھولنے کے لئے جون ہی آگے لپکا۔ طیان نے فوراً اپنے
 سنبھالا۔ بھاگ کر وہ اور خان کے آگے کھڑی ہو گئی اور راہ روکتے ہوئے کہنے
 لے آپ کو باہر نہیں جانے دوں گی۔ منگول اس قسم کے حربے کرنے میں بڑے
 ماہر مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے لئے مرو شہر کے کھنڈروں میں کھرے ہو کر
 ابھی دیتے رہے ہیں تاکہ تمہ خانوں میں چھپے ہوئے لوگ یہ سمجھیں کہ مسلمان
 ہیں اور جو کوئی بھی ان کی اذانوں کی آواز سن کر باہر نکلا منگولوں نے اسے
 کے گھاٹ اتار دیا۔ میں سمجھتی ہوں یہ جو آپ کو پکارنے کی سازش ہے یہ بھی
 ماعی کی طرف سے ہے۔ اس پر اور خان نے اپنے دونوں ہاتھ طیان کے شانوں
 پر ہونے کہا۔

دیکھ طیان میں تیری ہمدردی۔ تیرے تعاون۔ تیرے خلوص کا شکریہ ادا کرتا
 اس پر طیان فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔ اور خان خدا کے لئے بار
 بار شکریہ ادا کر کے اجنبیت کا مجھے احساس نہ دلایئے۔ میں آپ پر کون سے
 شکریہ ادا کر رہی ہوں جو آپ میرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مجھے اب زندگی میں کوئی چیز
 ہے تو وہ آپ کی سلامتی سے اس پر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا تم فکر مند نہ

ہے جسے نہ کوئی آگے کر سکتا ہے نہ پیچھے۔ بہر حال مجھے تیرے ماموں زاد
 کے مرنے کا از حد افسوس ہے۔ یہ بے چارہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگنا
 میں داخل ہوا تھا میں نے اور طیان نے بھی یہیں قیام کیا ہوا تھا۔ جس تر
 تم اس وقت ہو یہ میرے ذاتی گھر کا تمہ خانہ ہے۔ تمہارے بھائی طفول
 ساتھ جس قدر ساتھی تھے انہیں منگولوں نے حملہ آور ہو کر قتل کر دیا تھا
 خان بری طرح زخمی تھا۔ طیان تمہ خانے سے باہر آ جاسکتی تھی اس لئے
 منگول اسے پہچانتے ہیں کہ یہ سوہدائی کی بیٹی ہے اور اس نے منگولوں
 مشہور بھی کر رکھا ہے کہ وہ اپنے منگیتراؤنان کے قاتلوں کی تلاش میں جگہ
 ماری پھر رہی ہے۔ اس لئے منگول اس سے کوئی تعارض نہیں کرتے۔
 بھائی طفول خان میرے مکان سے تھوڑے فاصلے پر زخمی حالت میں کراہ
 طیان کی نظر اس پر پڑی۔ طیان نے چونکہ تمہارے بھائی طفول خان کو پہلے
 تھا لہذا یہ اسے پہچان گئی اور بڑی مشکل سے اٹھا کر یہاں تمہ خانے میں۔
 جس وقت طفول خان یہاں آیا زندہ تھا۔ میں نے اپنی طرف سے اس کی تیار
 علاج معالجے میں بڑی کوشش بڑی جدوجہد کی لیکن مجھے افسوس یہ جانیر نہ
 روز تک جہاں لیٹا ہے یہیں پڑا رہا۔ اب آج دوپہر کے وقت اس نے دم
 میں اور طیان سوچ رہے تھے کہ اسے کہاں دفن کر دیں۔ نظام الدین کے
 ہونے پر اور خان نے باری باری طیان اور نظام الدین کی طرف دیکھا پھر
 مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم میرے بھائی طفول کو اس
 میں لے آئیں۔ نظام الدین میرے بزرگ۔ میں تمہارا بھی ممنون ہوں کہ
 میرے بھائی کی تمارداری کی۔ اس سے آگے اور خان کچھ نہ کہہ سکا۔ اس
 طیان بے چاری اپنے آنسو پوچھتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی بڑی تیزی
 اور احتجاج آمیز انداز میں اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”خدا کے واسطے میرے احسانات کا ذکر کر کے میرے اور اپنے درمیان
 کی دیواریں نہ کھڑی کیجئے۔ کیا میں چند روز آپ کے ہاں نہ رہی تھی۔ کیا

جیسی اور لا چارگی میں کہنے لگا۔

میرے بھائی۔ میرے عزیز پاسبان۔ تمہارا اندازہ درست ہے میرے ساتھ چند سال جوان تھے جبکہ تربائی اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان کھنڈرات میں مجھ پر حملہ نہ ہو گیا تھا۔ یہ جو دو ہستیاں ہیں یوں جانو انہوں نے میری جان بچائی۔ یہ بزرگ جو بنائے گئے تھے ان کا نام نظام الدین ہے یہ ایک مسلم مبلغ ہیں یہ جو لڑکی تم دیکھ رہے ہو اس کا نام طیان ہے۔ یہ منگول سردار سوبدائی کی بیٹی ہے۔ بس ایک موقع پر اسماعیلیوں سے اس کی جان بچا کر میں نے اس پر احسان کیا تھا۔ تب سے یہ میری ممنون اور شکر گزار ہے یہ مسلم مبلغ اس کے نانا کا جاننے والا ہے اور یہ پہلے اپنے نانا ہی کے یہاں قیام کرتے ہوئے تھے اسی مبلغ کے ہاتھوں پر طیان کے نانا نے اسلام قبول کیا گو اس کا نانا اب مر چکا ہے لیکن اسی مسلم مبلغ کے ہاتھوں خود طیان اور اس کے بھائی بلداق نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب یہ لڑکی منگول نہیں مسلمان ہے۔

اور خان جب خاموش ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان میرے بھائی مجھے کچھ پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ اور شرمندہ ہوں۔ بہر حال جس وقت میں پہنچا ہوں اس وقت تمہارا بھائی قبیل خان اور تمہارا دوست غیاث الدین بری طرح منگولوں کے خلاف برسرِ بیکار تھے اور منگول سردار قراچہ اور آق ملک دونوں دائیں بائیں سے ان پر زور دار حملے کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کرنے کے درپے تھے۔ کہ عین اس موقع پر میں پہنچا اور پہلے میں نے قراچہ پر ضرب لگائی قراچہ کے لشکر کے آدھے حصے کو میں نے کاٹ کے رکھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے قراچہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ آق ملک پر حملہ آور ہوا اس کے لشکر کا بھی ایک خاصہ بڑا حصہ میں نے قتل کر دیا لہذا آق ملک بھی اپنے لشکر کے بچے کھچے حصے کو لے کر قراچہ کے پیچھے پیچھے بھاگنے پر مجبور ہو گیا اس کے بعد جب تمہارے لشکریوں نے مجھ پر یہ انکشاف کیا کہ تم مو کے کھنڈرات میں داخل ہوئے تھے تو میں اپنے لشکر کے ساتھ مو کے کھنڈرات میں داخل ہوا۔

اس وقت مو کے کھنڈرات میں منگول سردار تربائی کا لشکر بھوکے درندوں کی

ہو اس پکارنے والے کی آواز کو میں خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔ یہ میرا اور بھائی ہے۔ ہر دکھ ہر غم میں میرا شریک ہے۔ اس کی آواز مجھے دھوکہ نہیں دے پھر اور خان نے طیان کو شانوں سے پکڑ کر ایک طرف ہٹایا۔ دروازہ کھول کر خانے سے باہر آیا۔ اس کے پیچھے طیان اور نظام الدین بھی باہر آ گئے اور خان نے بیرونی دروازہ کھولا۔ باہر کھڑے ہو کر زور سے پکارا تھا۔ میرے پاسبانوں کے سالار میں اور خان یہاں ہوں۔ تم کہاں ہو۔ یہ آواز فضاؤں میں تھی کہ ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اور خان کی طرف آیا اس کے پیچھے بے شمار سوار اپنے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ نظام الدین طیان نے دیکھا وہ گھڑ سوار جو آگے آگے تھا وہ اپنے چہرے پر سرخ رنگ ڈالے ہوئے تھا۔ اور خان کے قریب آ کر وہ چھلانگ مارنے کے اندازہ گھوڑے سے اترا پھر وہ بھاگ کر اور خان سے لپٹ گیا تھا۔ اور غم زدہ اور آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

اور خان میرے بھائی میرے عزیز تم کہاں کھو گئے تھے میں نے ان کھنڈرات میں بہت تلاش کیا جگہ جگہ تمہیں آوازیں دیں خداوند قدوس کا شکر ہے کہ مل گئے ہو میں بے حد پریشان تھا تمہارے لشکر کی حالت بھی تمہارے بغیر ہو نہ تھی۔ دیکھ اس شہر سے باہر اپنے لشکر کو کھڑا کرنے کے بعد جب تم اپنے بھائی خان کو تلاش کرنے کے لئے مو کے کھنڈرات میں داخل ہوئے تو منگول سردار اپنے دو اور سرداروں کو ساتھ لے کر تمہارے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ کے دوسرے جرنیل تربائی اور آق ملک تھے۔ قراچہ اور آق ملک تو شہر سے باہر لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے جبکہ تربائی اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ مو کے کھنڈرات میں آئے کہ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ تم اپنے محافظ دے کے ساتھ شہر میں آئے ہو۔ لہذا تربائی اپنے لشکر کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوا۔ دیکھ میرے تیری سلامتی سے متعلق بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ لیکن خدا کا شکر کہ تم بچے ہو۔ تمہاری حالت سے میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ شاید منگول سردار تمہارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس پر اور خان اپنی گردن جھکاتے ہوئے

دیکھ اور خان میرے پاس تیرے لئے ایک اور بری خبر ہے۔ وہ خبر کہنے سے پہلے مجھ پر واضح کر دوں کہ یہ دنیاوی زندگی الاؤ کے اٹھتے شعلوں۔ رقص کرتی شمع کی لو جی ہے۔ جسے ہر حال میں بجھتا ہے۔ یہ زندگی پودوں کی کونپلوں۔ زرد رتوں کے پتوں کی مانند ہے۔ جسے خزاں کا شکار ہونا ہی ہوتا ہے۔ اور خان میرے بھائی۔ یہ زیست دریاؤں کی باہوں پر کسی ہوئی تحریر اور ریت پر لکھے ہوئے موہوم الفاظ کی مانند ہے جنہیں ایک روز مٹ کر ہی رہنا ہے۔

اور خان میرے بھائی بزم رخسار و گیسو۔ نور متاب جلوں۔ دلربا و مہم لقا چروں اور قوس قزح سے حسیں نیم دائروں جیسی حسن سے بھرپور یہ دنیا بے جنت آسمان پر بہت کی کمر دکھتے شانوں کے بوجھ اور ایک نگاہ حزیں کی طرح فرضی ہے۔ جسے ایک نہ ایک روز کوچ کرنا ہی کرنا ہے۔

اور خان میرے عزیز۔ بے کار بجٹوں سمندر آنکھوں کے خوابوں سے بھرپور یہ دنیا آندھیوں سے لکھے نصیب۔ امت کی تلاش اور حیثیت کی جتوں سے فرار جیسی عارضی ہے جس پر بھروسہ کیا جاسکتا۔ یہ دنیا نیلی جھاڑیوں کی اوٹ میں دریاؤں میں نہاتی چاندنی جیسی ناپائیدار ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ موت مارے نظر پلچل کی انگلیوں۔ شام کے سرمئی عمل اور چپ کے پرندوں کی طرح آدو چتی ہے اور انسان اپنا یہ عارضی سفر ختم کر کے اپنے دائمی سفر کی طرف کوچ کر جاتا ہے

اتنا کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو اور خان بڑی بے چینی سے اور چٹائی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے عزیز بھائی اتنی لمبی تمہید نہ باندھو۔ جو کچھ تمہیں کہنا ہے کہہ ڈالو۔ میں ہر بری سے بری ہر بد سے بدترین خبر سننے کے لئے تیار ہوں اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور دکھتی آواز میں۔ ڈنگاتے لہجے اور روتی ہوئی آواز میں کہنے لگا اور خان۔ میرے بھائی۔ مرو شہر سے باہر قراچہ اور آٹل ملک کے ساتھ جنگ کے دوران تیرا بھائی قبیل خان جنگ میں کام آچکا ہے۔ دیکھ میرے عزیز۔ میرے دوست۔ مجھے تیرے بھائی کے مرنے کا سخت دکھ اور صدمہ ہے۔ یہ سب چیزیں خداوند کی طرف سے ہیں۔ میں ایک بار پھر تیرے ماموں زاد اور قبیل خان کے مرنے کا دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہوں خدا ان دونوں کو اپنی جوار

طرح و ندنا رہا تھا میں ان پر بھی حملہ آور ہوا۔ تربائی کے تقریباً سارے لشکر نے خاتمہ کر دیا۔ میرے خیال میں تربائی اپنے چند محافظوں کے ساتھ بھاگ کر کامیاب ہوا ہو گا۔ اتنا کہنے کے بعد پاسبانوں کا سالار تھوڑی دیر کے لئے رکنا قدم وہ پیچھے ہٹا اور اپنی گردن جھکاتے ہوئے کہنے لگا دیکھ اور خان پہلے یہ بتا کیا تو بھائی طفول کو تلاش کرنے میں کامیاب رہا ہے اس پر اور خان دکھ سے کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ طفول خان مرو شہر کے ان دیولا خول کھنڈرات میں دھکے کھاتا پھرتا تھا اس طرح منگولوں کے ہاتھوں زخمی تھا کہ اس کی نگاہ اس پر پڑی۔ طیان اسے تمہ خانی میں لے گئی۔ جہاں زخموں کی تاب نہ لے کر طفول موت سے بغل گیر ہو گیا اس کی لاش اس وقت تمہ خانی کے اندر پڑی ہے۔ یہ خبر سن کر پاسبانوں کے سالار کی گردن مزید جھک گئی تھی پھر اس نے دے کر اپنے ساتھیوں کو بلایا جب وہ قریب آئے تو وہ اپنے سامنے کھڑے نظام کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرے بزرگ نظام الدین میرے ان ساتھیوں کی رہنمائی اور طفول کی لاش کو باہر لانے کا بندوبست کیجئے۔ اس پر اور خان فوراً "تڑپ کر اور کہنے لگا۔

نہیں۔ میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ اپنے بھائی کی لاش کو میں خود ہی باہر لاؤں گا اس کے ساتھ ہی اور خان تیزی سے مڑا اور واپس تمہ خانی کی طرف چلا گیا پاسبانوں کا سالار طیان اور نظام الدین بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے گئے تھے۔ تمہ خانی میں چٹائی پر پڑی ہوئی طفول کی لاش اور خان نے اپنی پیٹھ پر اٹھائی اور اسے باہر آیا۔ اس پر پاسبانوں کا سالار حرکت میں آیا۔ اور اپنے دو ساتھیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا اور خان سے اس کے ماموں زاد کی لاش لے کر شہر سے باہر اس جگہ جاؤ جہاں پر لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ دونوں جوان فوراً حرکت میں آئے طفول کی لاش انہوں نے اور خان سے لے لی اسے ایک نے گھوڑے پر اپنے سامنے رکھا وہ لاش کو شہر کے کھنڈرات سے باہر لے گئے تھے۔

لاش لے جانے والوں کے جانے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار تھوڑی دیر غماز رہ کر اور خان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

رحمت میں رکھے۔

اپنے بھائی قبیل خان کی موت کا سن کر اور خان کا چہرہ لباس ہجر کے اندر کر آسیب زدہ دکھ غم زندگی سے الجھتے سلگتی ریت کے جھکڑوں جیسا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں کچھ ایسا منظر پیش کرنے لگی تھیں گویا صدیوں کے آئینے میں کی شہنائیوں کو کسی نے رسوائی اور ذلت کا لباس پہنا دیا ہو۔ اس کا پورا بدن بوڑھے کی طرح لرز اٹھا تھا جس کی عمر کی کل کمائی کو ریت پر لکھی تحریر معدوم کر دیا گیا ہو۔

اس موقع پر اور خان جو عزم و عزیمت کا ایک پیکر تھا۔ لگتا تھا اس پیار بھرے بھرے گال اس کا فراخ سینہ مضبوط دست و پا۔ لازوال و بے مثال جر ریت کے گھووندوں کی طرح ڈھ کر رہ جائے گی۔ تھوڑی دیر تک وہ بے چارہ پریشانی اور کنکاش میں مبتلا رہا۔ پھر سادون رت کی طرح اس کی آنکھوں سے ہر طرح آنسوؤں کا پانی بہہ نکلا۔ تھوڑی دیر تک اس کی ایسی ہی حالت رہی اور لگاتار اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کے دامن کو بھگوتے رہے اور اس کی جھکی رہی

پھر اس نے گردن سیدھی کی بڑے دکھ اور تأسف میں وہ کہنے لگا۔

”قبیل خان اور طفول خان میرے بھائیو۔ تم دونوں میرے دھیان کی میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ۔ میری آنکھوں کی چمک۔ میرے ماتھے کی شکن۔ دونوں میرے لئے دشمنوں کے سامنے دھوپ کی تمازت۔ لذت اظہار۔ نطق تار کاوش جراتمندی کا سبب تھے۔ قبیل خان اور طفول خان میرے بھائیو۔ تم میرے مشام جان میں آگہی کی حلاوت زیاں گرفتگی میں سخن کی تاثیر۔ اور لحوں میں میرے لئے محبت سے لکھی کسی شاعر کی عبادت تھے

کاش میں تم دونوں کی حفاظت کا سامان کر سکتا۔ تم دونوں میرے لب تبسم۔ بدن قرطاس ایض پر لکھی جراتمندی کی تحریر تھے۔ تم دونوں ایسے بھائی بوقت ضرورت میرے لئے ایسی تحریر ثابت ہوئے جو نبض نحیف کو تیز کر دیے۔ تم دونوں زندگی کے سفر کو تمام کرتے ہوئے میری حالت آنسوؤں میں ڈ

ی بنا کر رکھ گئے ہو۔ میری حالت تم نے کسی زندان کے اسیر جیسی کر کے رکھ دی تھی۔ تمہارے بعد میں اس کشتی جیسا ہوں گا جس کا کوئی ناخدا نہ رہا ہو۔ میں تم کو کہاں تلاش کروں گا کدھر کدھر تمہاری روحوں کو ڈھونڈتا پھروں گا۔ تمہارے ریش چمک رہے جیسا اور بے بس فاختہ کی گشدر آوازوں جیسا ہو کر رہ جاؤں گا۔“

اور خان کی حالت دیکھتے ہوئے اور اس کے فوجوں اور دکھ میں ڈوبے ہوئے الفاظ نے کے بعد طیان جو اس سے پہلے سک سک کر اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھی اس نے اب اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا پھر وہ بلند اور اونچی از میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے پاسباؤں کا سپہ سالار آگے بڑھا اور اور خان کو اس نے ہاتھ لپٹا لیا پھر اور خان کی پیشانی پر اس نے اپنے نقاب سمیت ایک بوسہ دیا اس کے بعد وہ کمال ہمدردی محبت اور خلوص میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

اور خان میں جانتا ہوں تمہیں جو غم ملا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں اور اس کا مان جس قدر تجھے ہے وہ میں اندازہ کر سکتا ہوں۔ دیکھ میرے بھائی اس سارے نے پر ہمارے پاس صبر کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ لہذا میرے بھائی میں صبر کی تلقین کرتا ہوں تجھے سنبھلنے کا مشورہ دیتا ہوں دیکھ میرے بھائی تیرے نے ابھی ایک عظیم اور انتہائی معتبر فریضہ ہے اور اگر خداوند نے مجھے اور تمہیں مل کر دی تو ہم نے اس فرض کو پورا کرنے کی تیک و دو اور کوشش ضرور کریں گے۔ اصل اور خان میرے بھائی۔ چل ان کھنڈرات سے باہر نکلیں۔ تیرے لشکری بڑی جگہ جگہ سے تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ وہ بے چارے اس خدشے اور ان لاکٹ میں بھی مبتلا ہیں کہ کہیں مرو شہر کے اندر منگولوں نے حملہ آور ہو کر تیرا قتل نہ کر دیا ہو۔ وہ بے خانمان برباد دھکے کھانے پر مجبور نہ ہو جائیں چل میرے بھائی اپنے بھائی کی لاش کو بھی دیکھ۔ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بھی بڑھا۔ اس لئے کہ لاشیں ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں وہ بد دل ہو چکے ہیں انہیں تیری طرف سے ملال اور قسبی کی ضرورت ہے۔ اگر تو ایسا کرے تو وہ پھر سنبھل جائیں گے۔ اور لحوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کے لئے پھر سے تیار ہو جائیں گے۔

انجن سن فیکون۔ متاع لوح و قلم اور اثاث آدم کے لئے پیغام رسانی کا کام کرنے والے کردیو! شاید رہتا۔ اے شمع سردی کی طرح جلنے والے چاند۔ صحرا کے گبولوں کی طرح سرگرداں ہواؤ! بے خواب راتوں کی فضاؤ۔ نور قمر۔ ضیائے نجوم سے سجے آسمان تم بھی گواہ رہنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر اس نے زمین سے اپنی مٹی مٹی سے بھری۔ پھر آہستہ آہستہ مٹی کھولتے ہوئے وہ اس مٹی کو ہوا میں اڑاتے ہوئے کہنے لگا اور اے راز پردازان کی ایسی زمین تو بھی گواہ رہتا میں اپنے ان دونوں بھائیوں کے قتل کا انتقام منگول سردار قراچہ۔ آق ملک اور تربائی سے ضرور لوں گا۔ میں انہیں یہ بتاؤں گا کہ تم اگر میرے بھائیوں میرے ساتھیوں کا سر کاٹ سکتے ہو تو کوئی تلوار ایسی بھی بلند ہو سکتی ہے جو تمہاری گردنوں کو بھی تمہارے دھڑ سے جدا کر سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک عزم کے ساتھ اور خان اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر وہ اپنے لشکر کے اندر گھوما۔ سارے مرنے والے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے پاس گیا۔ ایک ایک لاش کو اس نے بغور دیکھا ہر ایک کا جائزہ لیا پھر اپنے ساتھیوں۔ ہاسانوں کے سپہ سالار اور اس کے جانثاروں کے ساتھ مل کر اور خان نے جنگ میں کام آنے والے سارے ساتھیوں کی تدفین کا کام انجام دے دیا تھا۔

اس سارے کام کے بعد غیاث الدین اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بھائی میرے عزیز میرے محترم۔ خداوند کا شکر ہے کہ تم مرو کے کھنڈرات سے صحیح سلامت لوٹ آئے ہو ورنہ تمہاری سلامتی سے متعلق میں اور میرے ساتھی پنجاب اور بے چین تھے۔ میرے بھائی اس جنگ میں قراچہ۔ تربائی اور آق ملک کے لشکروں کو شکست دینے کے بعد ہمارے ہاتھوں جہاں ہتھیاروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لگا ہے وہاں ہمیں خوراک کے بڑے ذخائر اور ضروریات کی دوسری چیزیں بھی ملی ہیں جو یہاں سے بھاگتے ہوئے منگول اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ غیاث الدین شاید مزید کچھ کہتا اس کے بولنے سے پہلے ہی اور خان بول پڑا اور کہنے لگا۔

دیکھ غیاث الدین۔ میرے بھائی اس جنگ میں منگول سردار قراچہ۔ تربائی اور

ہاسانوں کے سالار کی اس گفتگو سے اور خان نے کسی حد تک اسے سنبھال لیا پھر اس نے ایک نگاہ اپنے پہلو میں کھڑی طیان پر ڈالی اسے ہم تک بزرگ نظام الدین نے تسلی دھارس دے کر سنبھالا دے دیا تھا اور خان پچھراہ ہاسانوں کے سالار کے ساتھ ہو لیا۔ نظام الدین اور طیان پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔

شہر سے باہر اور خان جب اپنے لشکریوں کے اندر آیا تو اس نے لشکری اس کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑے تھے۔ جو نئی لشکریوں نے ہاسانوں کے سالار کے ساتھ دیکھا وہ ایسے خوش ایسے بے تاب ہوئے کہ میں وہ تکبیریں پڑھتے ہوئے اور خان کا استقبال کرنے لگے تھے۔ اتنی دیر طرف سے غیاث الدین بھاگتا ہوا آیا اور بری طرح وہ اور خان سے پرہیز اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اور خان میرے بھائی۔ ہاسانوں کے سالار تمہیں بری خبر بتا چکے ہوں سے کہنے کے لئے میرے پاس حروف جمع نہیں ہو رہے۔ اس پر اور خان: سنبھل چکا تھا کہنے لگا غیاث الدین میرے بھائی میں جانتا ہوں کہ میرے طفول کے ساتھ ساتھ میرا بھائی قبیل خان بھی اس جنگ میں کام آچکا غیاث الدین اپنے ساتھیوں سے کو حوصلہ اور ہمت نہ ہاریں۔ جو میرے اس جنگ میں کام آئے خداوند قدوس کی امانت تھے سو خدا نے اپنی امانت لیں۔ وہ ایک طرح سے اپنے فرائض میں سرخرو ہو کر اپنے خداوند کے حوالے گئے۔ خداوند قدوس ہر ایک کو ایسی ہی کامیابی اور سرخروئی عطا فرمائے۔

اس کے بعد اور خان۔ ہاسانوں کے سالار۔ غیاث الدین۔ طیان اور کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں اس کے بھائی قبیل خان اور طفول خان کی تھیں۔ دونوں کی لاشوں کو اس نے طویل بوسہ دیا۔ پھر کافی دیر تک وہ بیٹھ کر سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے آسمان کی طرف دو ٹوٹی پھوٹی ڈوبتی اور آنسوؤں کا امتزاج رکھنے والی آواز میں کہنے لگا۔

اے ید بیضہ۔ دم عیسیٰ۔ شق قمر عطا کرنے والے ناموس اکبر گواہ

ہیں۔ دیکھ میرے پاسان بھائی۔ جہاں تیرے جیسے شہروں کے چوپان بستیوں کے راستوں کے محافظ اور لوگوں کے نمکبان ہو وہاں بزم و رزم۔ اور بلندی اور اسباب برابر ہو جاتے ہیں۔

دیکھ میرے عزیز و معتمد بھائی۔ کاش اس نگار خانہ کن میں میں جان سکتا تو کس سے آتا ہے کس تھر کو جاتا ہے۔ کاش میں جان سکتا تو کن قاتلوں سے جانتا ہے۔ ناسے کاروانوں کی طرف نکل جاتا ہے۔ میرے لئے تیرے ہر کام کا آغاز بھی خیر۔ ام بھی خیر ہے۔

دیکھ میرے ہمدرد و ہمد۔ میں اور خان تیرے جمل و شوکت۔ تیرے تمکنت و تیری حریمت و استقامت۔ تیری جرات و ہمت۔ تیرے عظیم مصمم تیرے پر وقار کو سلام کرتا ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد اور خان خاموش ہو گیا اس موقع پر بانوں کا سپہ سالار کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ غیاث الدین چوکتے ہوئے بولا اور اور خان مخاطب کرتے ہوئے کہے لگا اور خان میرے بھائی افسوس میں تم سے ایک بات کہنا لگ گیا ہوں۔ اس پر اور خان نے غور سے دیکھا اور پوچھا کیسی بات میرے بھائی۔ ب میں غیاث الدین کہہ رہا تھا۔

دیکھ اور خان میرے بھائی۔ منگول سردار قراچہ۔ تربائی اور آق ملک کے ساتھ سے پہلے شہزادہ جلال الدین کی طرف سے ایک قاصد آیا تھا وہ آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے جب اسے بتایا کہ آپ مروشر کے کھنڈرات میں داخل ہوئے ہیں تو وہ نے ایک پیغام دے کر واپس چلا گیا وہ یہ پیغام شہزادہ جلال الدین کی طرف سے آپ کے نام تھا اس پر اور خان نے بے چین و بیتاب ہو کر پوچھا کیسا پیغام۔ جواب میں ابٹ الدین پھر کہنے لگا۔ دیکھ اور خان میرے بھائی۔ جلال الدین کی طرف سے پیغام تھا کہ سلطان علاؤ الدین سے کچھ اور لوگ جن کی تعداد ہزاروں میں بتائی گئی ہے نرف ہو کر متشعل شہر کی طرف چلے گئے ہیں جلال الدین نے جو پیغام بھجوایا ہے اس کے مطابق یہ لوگ آپ کے ساتھ مل کر منگولوں کے خلاف جدوجہد میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ چونکہ سلطان علاؤ الدین سے منحرف ہونے والے ان لوگوں کو ہمارے لئے وقوع کا علم نہیں لہذا یہ لوگ متشعل شہر کے باہر خیمہ زن ہو کر ہمارا انتظار کر

آق ملک کو بھگا کر فتح حاصل کرنے کا سراپا سانوں کے سپہ سالار اور اس کے کارکردگی کی وجہ سے ہے۔ دیکھ غیاث الدین میرے بھائی۔ بات یہیں پر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ میں یوں بھی کہوں گا کہ مروشر کے کھنڈرات میں میری ہاتھ منگولوں کے ہاتھوں میرے اس بھائی پاسانوں کے سالار ہی نے بچائی تھی ان کے بعد جس قدر ہتھیار خوراک اور دوسرا سامان ہاتھ لگا ہے وہ سارا میرے اس پاسانوں کے سالار کا حق بنتا ہے اس میں میرے اور میرے ساتھیوں کے حصے نہیں آئے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان جب خاموش ہوا تو پاسانوں کا سالار بولا لگا۔ دیکھ اور خان میرے بھائی میں تیری اس گفتگو تیرے اس فیصلے سے قلعہ اتفاق نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تیرے اور میرے درمیان پہلے سے یہ طے پاچا۔ جس جنگ میں بھی ہم دونوں حصہ لیں گے اس جنگ کے نتیجے میں جو کچھ ہمارے لگا کرے گا وہ تیرے اور میرے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو گا۔ دیکھ اور خان بھائی۔ جہاں اس جنگ میں میرے ساتھیوں میرے جاں نثاروں نے بہترین سرفراز مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں کے خلاف اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا وہاں اور خان بھائی تیرے ساتھیوں نے بھی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کے منگولوں کے سر قلم ہوئے ان پر یہ ثابت کر دیا کہ یہ مسلمان اگر زندہ اور بیدار ہو اور اپنی دہان اپنے دین کو نگلے لگا کر رکھے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی میرے بھائی جہاں میرے جانثاروں نے منگولوں کے خلاف خون کا نذرانہ پیش کیا تیرے ساتھی بھی خوب اپنے ہی خون میں ڈوب کر ابھرتے رہے سو میرے بھائی جنگ کے نتیجے میں جو کچھ بھی ملا ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا ہو گا۔ یہ آخری فیصلہ ہے اس کے خلاف میں مزید کوئی بات سننا پسند نہیں کرتا یہاں تک کہنے کے بعد پاسانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو اور خان تھوڑا تک بڑی عقیدت بڑی ارادت مندی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ میرے پاسان بھائی۔ میں تیرے جیسے فرزند اسلام پر فخر کرتا ہوں جو اس تہ سے شعلے نکال کر جان عالم۔ آبروئے دہر اور لوگوں کے اندر مقرب اور

دل کا کوئی مناسب وقت آیا تو میں بہر حال میں تجھے بتاؤں گا کہ میرا اصل نام میں کون ہوں۔ ابھی میں تمہیں اپنے متعلق کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔ اسی میں کہ بہتری ہے۔ ہاں اگر تم مجھے کسی ایک نام سے مخاطب کرنا چاہتے ہو تو میں گزارش کروں گا کہ آج کے بعد تم میرے ساتھیوں کو چوپان اور مجھے پاسبان کہہ سکتے ہو اس لئے کہ میں بہر حال ان کا پاسبان ہی ہوں۔ اس پر اے کچھ سوچا اور کہنے لگا دیکھ میرے بھائی اگر تیری یہی مرضی ہے تو آج کے آئندہ میرے ساتھیوں کو چوپان اور تمہیں پاسبان ہی کے ناموں سے پکارتا رہوں گا۔ بعد دو دنوں علیحدہ ہوئے پھر پاسبان اپنے چوپان ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں وہاں سے وہ کوچ کر گیا تھا۔ اور خان بھی اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دینے لگا۔

نظام الدین اس کے قریب آیا اور کہنے لگا۔ اور خان۔ میری قوم کے قابل فخر فرزند۔ اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہارے ساتھ چند لمحوں کی تنہائی چاہتا ہوں اور میں طیان کے سلسلے میں تمہارے ساتھ اہم لہنا چاہتا ہوں۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ اس قدر عاجزی اور انکساری میرے ساتھ گفتگو کیوں کرتے ہیں۔ میرے بزرگ نظام الدین آپ جتنا وقت میں آپ کو دے سکتا ہوں۔ اور خان کا جواب سن کر نظام الدین خوش ہو گیا اور غیاث الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ غیاث الدین تو اگر برا نہ دیکھیں غیاث الدین میں اور خان کے ساتھ گفتگو کرنا چاہوں گا۔ اس گفتگو کا موضوع طیان ہے۔ اس پر غیاث الدین بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ لیکن میرے بزرگ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ بڑے شوق سے میرے سالار نام کے ساتھ جس موضوع پر چاہیں گفتگو کریں میں برا ماننے والا نہیں ہوں۔ اس بات پر غیاث الدین پیچھے ہٹ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے اندر چلا گیا تھا۔

اور خان۔ میری قوم کے قیمتی فرزند۔ تم نے جس مہم کا آغاز کر رکھا ہے وہ قابل فخر سائنس ہے۔ بیٹے اگر تم برا نہ مانو تو میں طیان کے سلسلے میں تمہارے ساتھ

رہے ہیں۔ قاصد یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ لوگ پوری طرح مسلح ہیں ان بہترین ہتھیار ہیں۔ اس کے پاس اپنے گھوڑے ہیں۔ بس وہ آپ کے لشکر ہونا چاہتے ہیں۔

منتشلاخ چونکہ ان دونوں منگولوں کی دست برد سے بچا ہوا ہے لہذا وہیں رک کر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس خبر پر اور خان کے لیوں پر ہنسنے لگا۔ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

غیاث الدین میرے بھائی یہ تم نے بہترین اور خوش کن خبر سنائی ہے اپنے بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر منتشلاخ شہر کی طرف رخ کروں گا۔ عرصہ وہاں رک کر سلطان علاؤ الدین سے منحرف ہو کر آنے والے لشکریوں کا کام کروں گا۔ اس کے بعد میں انہیں منگولوں کے خلاف حرکت میں لاؤں گا اس بار پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور خوشی اور مسرت ملی جلی آواز میں اور خان میرے بھائی میں تمہارے ان نئے آنے والے ساتھیوں کی وجہ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اب ہمیں اپنی اپنی منزل کی طرف جانا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی اور خان آگے بڑھا اور پاسبانوں کے سپہ سالار ملتے ہوئے اس کے کان میں بڑی رازداری سے کہنے لگا میرے بھائی اب کہ ہوگی۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ میرے کبھی بھی تو منگولوں کے خلاف حرکت میں آئے گا تیری میری ملاقات اور خان پھر بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے عزیز بھائی۔ اب جبکہ ہم دونوں دوسرے پر پوری طرح اعتماد کر چکے ہیں اور ہماری منزل ہمارا ہدف بھی ایک میں چاہتا ہوں تو کم از کم مجھے آج اپنا اصل نام ہی بتا دے تاکہ میں تجھے از مخاطب کرتا رہوں۔ اور اگر یہ بات تیرے لئے گراں نہ ہو تو اس کا انکشاف کرو کہ تمہارا تعلق کن سرزمینوں سے ہے اور یہ جو تمہارے باپ ہیں ان کو تم نے کہاں سے جمع کیا ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور دیکھ اور خان میرے بھائی۔ جہاں تک میرے نام کا تعلق ہے اور رازداری میں رہنا ہی تیرے اور میرے لئے بہتر ہے۔ میں اپنا اصل نام

داخل ہوئے میرے بیوی بچوں کو قتل کرنا شروع کیا تو بلداق ان کے سامنے آگیا۔ اور اس نے کئی منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جرم میں بلداق کو پکڑ کر منگول اپنے سالار تربائی کے پاس لے گئے اور اس پر انکشاف کیا کہ اس نے مسلمانوں کو قتل کرنے کی وجہ سے کئی منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس پر تربائی نے غصے میں آکر بلداق کی گردن کاٹ دی تھی۔

دیکھ اور خان میرے بیٹے۔ بھائی کے مارے جانے کے بعد طیان اب اکیلی رہ گئی ہے یہ داہس اپنے باپ سوبدائی کے پاس بھی نہیں جائے گی اس لئے کہ اس کے اور منگولوں کے درمیان ایک بغض اور دوری حاصل ہو گئی ہے اس لئے کہ وہ لوگ ستارہ ہست اور بت پرست ہیں۔ یہ مسلمان ہے اسلام قبول کر چکی ہے۔ اب اس کا منگولوں سے کوئی تعلق نہیں اب یہ میری مسلم قوم کی فرد ہے۔ بیٹے میں نہیں جانتا بلان سے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔ لیکن طیان تمہیں دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہے۔ بیٹے میں تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹ رہا ہوں اس سلسلے میں طیان خود ہی تم سے بات کر لے گی۔ دیکھ اور خان میرے بیٹے اگر تم دونوں مل کر کوئی راستہ اپنے لئے نکال لو تو میں سمجھتا ہوں میرے لئے یہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک نو مسلم لڑکی بے چاری بے آسرا اور بے سہارہ ہو کر جگہ جگہ دھکے کھانے پر مجبور ہو۔ یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین خاموش ہو گیا پھر وہ ذرا دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا

نظام الدین کے جانے کے بعد کچھ دیر تک اور خان اور طیان خاموش کھڑے رہے ان کے چاروں طرف رات کی تاریکی میں سکوت طاری تھا۔ چاند کی چاندنی میں اور خان بڑے غور سے طیان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ جبکہ طیان کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس موقع پر گفتگو کا آغاز اور خان نے کیا اور وہ کہنے لگا۔ دیکھ طیان میں نہیں جانتا تیرے جذبات میرے متعلق کیا ہیں۔ میں تو اب تک یہی خیال کرتا رہا ہوں کہ تو مجھ سے نفرت کرتی ہے دیکھ میں نے تجھ پر اہم ضرور کیا تھا میں نے تجھے اسما عیلوں کے ہاتھوں بچایا۔ تجھے ان کے قلعہ الموت سے نکال کر میں یہ جانتا تھا کہ تمہارے منگیتراوتان کے قتل کی وجہ سے تو ہمیشہ مجھ

گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اور خان بڑی تیز نگاہوں سے نظام الدین کی طرف پھر کہنے لگا آپ طیان کے سلسلے میں میرے ساتھ کیا گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟ نظام الدین پھر کہہ رہا تھا۔

دیکھ بیٹے یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ سلطان علاؤ الدین نے اپنے سلطان کے ساتھ تمہاری نسبت منقطع کر دی ہے اب شہزادی خان سلطان تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس خبر کے بعد میرے بیٹے میں طیان کے سلسلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ طیان تمہیں پسند کرتی ہے تم سے محبت کرتا خواہشمند ہے کہ تم اسے اپنی زندگی کا ساتھی اور مصفر بنا لو۔

نظام الدین کے اس انکشاف پر اور خان نے نظام الدین کے پیچھے کھڑی طرف دیکھا۔ اس بے چاری کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اور خان یا نظام الدین دیکھنے کے بجائے وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ چپ گم م افسردہ کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر تک اس کا جائزہ لینے کے بعد اور خان کچھ کہنے لگا کہ اس سے پہلے پھر نظام الدین بول پڑا اور کہنے لگا۔

دیکھ بیٹے میرے اس انکشاف کا جواب دینے سے پہلے میں تجھ پر یہ دوں کہ طیان اور بلداق دونوں میرے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں اور بات پر فخر ہے۔ دیکھ بیٹے میں تجھ پر یہ بھی واضح کروں کہ بلداق منگول کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ وہ یوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں میرے ساتھ اپنے باپ سوبدائی کے لشکر سے نکل کھڑے ہوئے۔ بظاہر انہوں نے باپ کو یہی بتایا تھا کہ وہ اوتان کے قاتل کی تلاش میں نکل رہے ہیں۔ خاتمہ کر کے رہیں گے۔ یہ دونوں بہن بھائی تمہاری تلاش میں نکلے تھے۔ تھا کہ طیان کو تمہارے حوالے کرنے کے بعد وہ کسی شہر میں اپنا گھر بنا لے میں ان دونوں کو لے کر مرو شہر میں اپنے گھر چلا آیا۔ لیکن ہماری بد قسمتی دن بعد منگولوں نے مرو شہر پر حملہ کر دیا اس حملے میں میرے سارے اہل گئے۔ جس وقت منگول اپنے سردار تربائی کی سرکردگی میں مسلمانوں کا قتل تھے بلداق بے چارہ اس قتل عام کو برداشت نہ کر سکا۔ جب کچھ منگول ہم

سے نفرت کرتی رہے گی۔ یہ جو نظام الدین نے انکشاف کیا ہے میں اس سے اندازہ لگاؤں۔ اس پر طیان بے چاری نے آہستہ آہستہ اپنی گردن میرم اور خان نے چاند کی چاندنی میں دیکھا۔ اس موقع پر طیان کی آنکھوں میں آنر نہ تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بیچاری بڑی بے بسی سے اور خان کی طرف دیکھتی وہ کہنے لگی۔

اس میں شک نہیں کہ اوتان کے قتل سے پہلے مجھے آپ سے محبت نہ صرف ہمدردی تھی۔ جس وقت آپ نے مجھے اسماعیلیوں کے ہاتھوں بچایا اور ا لے گئے اس وقت آپ کی عظمت آپ کے اخلاق کی رفعت میرے دل میں چکی ہے لیکن میں چاہت کے متعلق کچھ نہ سوچ سکی اس لئے کہ میری نبرد کے ساتھ ملے ہو چکی تھی اس کے بعد جب آپ نے حرمہ کو اٹھانے کی اور اوتان کو قتل کر دیا تو اس کے قتل کا سن کر میں آپ سے شدید نفرت کرنے اور آپ سے انتقام لینے پر تل گئی تھی۔ جب مجھے یہ خبر ہوئی کہ اوتان نے ح لے جانے کا انتہائی کرمہ اور ایک برا فعل کیا تھا تو میں نے اوتان کے نام دیا تھا۔ اور مجھ پر جب یہ اصلیت ظاہر ہوئی کہ آپ نے اوتان کو قتل اس۔ آپ نے اس سے اپنی بہن کا انتقام لیا تو میرے دل میں آپ کی عزت اور گئی تھی۔ اور آپ نے دیکھا میں نے آپ کی موجودگی میں غلط بیانی کی وجہ باپ کے ملازم منگن کو قتل کر دیا تھا۔ اس واقعے نے میرے دل میں آپ ایک گہری ہمدردی پیدا کر دی تھی اس ہمدردی کو میں ایک مدہم محبت کا دے سکتی ہوں۔

اس کے بعد جب اسماعیلی مجھے اٹھا کر قلعہ الموت میں لے گئے۔ وہاں نے مجھے نجات دلائی تب صحیح معنوں میں میرے دل میں آپ کی محبت جاگزی اور خان میں نہیں جانتی میرے متعلق آپ کے کیا جذبات ہیں۔ میری چاہت کیا جواب دیں گے لیکن میں آپ پر واضح کوں کہ آپ اب میری ذات کی تجلی و حرارت میرے جسم کی آن بان میرے محبت اور فکر۔ میرے جسم کا وصل اور ملاقات۔ میرے دل کے حروف

میری انا کے لئے مجسم امن و امان ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد طیان کچھ دیر کے رکی۔ پھر وہ حدی خوان کی حلاوت۔ خرم و خندان لہجے اور دل میں گدگداہٹ اور میں سنناٹ پیدا کر دینے والی اپنی پرکشش اور شیریں آواز میں کہہ رہی تھی۔ اور خان۔ میرے حبیب۔ وقت کی قوتیں قوس قزح میں اب آپ ہی میرے لئے ت کی ریت۔ چاہت کا طرب و شادمانی ہیں۔ اس کارگاہ ہستی میں آپ ہی میری سر آپ ہی محبت کا جھونکا ہیں۔ ان دھواں دھواں شہروں ویران ویران بستیوں آپ میرے لئے قوت و عظمت کی پر شوکت علامت حفاظت و سکون کا آخری رہیں

یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر تک رکی کچھ سوچتی رہی پھر وہ دوبارہ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ میرے حبیب اگر آپ زیادہ کھل کر مجھ سے چاہتے ہیں تو میں آپ سے یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ مجھے آپ سے ایسی محبت اور ت ہے جو جگر سوختہ سکون زاروں میں غمار شام۔ سیاہ گوشہ شب کو مستی صبح۔ با عزم کی تاریکی کو نشاط صبح میں تبدیل کر کے رکھ دے۔ یہاں تک کہنے کے بعد نا خاموش ہو گئی اور اور خان کے رد عمل کا انتظار کرنے لگی تھی۔ اور خان تھوڑی تک اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچتا رہا پھر کہہ اٹھا۔

دیکھ طیان۔ تیرے جیسی مسور کن نقش و نگار۔ کشش انگیز جسم خوشبو کا جوالہ ل لڑکی۔ روانی تصورات کو چگا دینے والی آنکھوں میں ناویدہ چمک اور لالہ گوں لہلہ جیسی رعنائی عارض رکھنے والی حسینہ کو ہر کوئی اپنے لئے حاصل کرنے کی شش کرے گا۔ لیکن طیان میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں تمہیں ب نہیں دینا چاہتا۔

دیکھ طیان۔ میں تیرے منہ پر کہتا ہوں کہ بہت کم لڑکیاں ایسی ہوں گی جو تیرے با حسن و جمال رکھتی ہوں گی۔ بہت کم لڑکیاں ایسی ہوں گی جو تیری جیسی جسمانی خست رکھتی ہوں گی۔ میں یہاں تک بھی کہنے کو تیار ہوں کہ اس سے پہلے میری بہت شہزادی خان سلطان سے تھی لیکن تم جسمانی کشش اور خوبصورت اور جمال میں شہزادی خان سلطان سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس کے باوجود طیان میں تم سے کہوں گا

نہیں ہوا۔ اور خان شاید آپ میری باتوں کا اعتبار نہ کریں۔ کاش میں آپ کو اپنا سینہ چر کر دکھا سکتی کہ میرے دل میں اب اور خان کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ اگر آپ اس لمحے میں میرا کوئی امتحان لینا چاہتے ہیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

اور خان میرے حبیب۔ جہاں تک آپ کا جنگوں میں حصہ لینے کا تعلق ہے تو موت کیس بھی آ سکتی ہے۔ میں موت کے شور و غل۔ برستے تیروں۔ لپکتی تلواروں۔ تک برساتی مینیتوں اور آگ اور خون کے جوش مارتے کھیل کے اندر بھی کھڑی ہو کر اور خان آپ کا انتظار کر سکتی ہوں میں نے آپ سے محبت کی ہے اور اس محبت کی خاطر میں اپنی جان اپنے جسم کو بھی قربان کر سکتی ہوں۔

طیان کی اس گفتگو سے اور خان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر وہ بڑے خوش کن انداز میں تھوڑی دیر تک طیان کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان اگر تو میرا ساتھ دینے کا عزم کر چکی ہے تو مجھ سے لافانی محبت رکھنے کا معمم ارادہ کئے ہوئے ہے تو پھر میرے ارادے کو بھی سن۔ میں تیری محبت کا جواب محبت سے دوں گا۔ میں تیرے دشت تنہائی کو محبت کے ستاروں سے جگمگا دوں گا۔ تیرے الجھے بکھرے دنوں کو چاہت کی صداقتوں سے سنوار دوں گا۔ دیکھ طیان میں تیری سوچوں کا بوجھ تیری ریاضت نیم شبی سمیٹ لوں گا اور تیرے حروف کی دعا تیرا دست طلب بن جاؤں گا۔ سن طیان میں تجھے دکھتی آتش کی سلگا ہٹ بلبل کی غم آلود آنکھ سسکیاں لیتی فاختہ اور دکھوں کا عمیق زخم نہ بنے دوں گا دیکھ طیان۔ رات کی تاریکی اور سنائے میں میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں تیری چاہت کا جواب چاہت سے دوں گا۔ زندگی بھر تیرا ساتھ نبھاؤں گا زندگی بھر اپنی زیست کا رفیق بنا کر رکھوں گا دیکھ طیان تو اگر میرے دلی جذبات بھی سننا چاہتی ہے تو جس وقت میں تجھے قلعہ الموت سے نکال کر لایا تھا اس وقت ہی میں تیری محبت میں مبتلا ہوا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ اگر ہم دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی کا ساتھی اور صفر بننا ہی ہے تو اس کا اظہار تمہاری طرف سے ہو تا کہ مجھے یہ احساس رہے کہ ہم دونوں کی چاہت کی بھی طرف سے یک طرفہ نہیں۔ بلکہ دونوں طرف سے اس جذبہ کا اظہار کیا گیا۔

کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو سمندر کی طرح جوش مارتے موت کے روزانہ اترتا ہوں۔ بیکراں وسعتوں میں جدائی کے سایوں میں گھستا ہوں۔ منجھدار تاریخ کی رفتار میں جس انقلاب کے قافلے میں شامل ہو چکا۔ گمبیر زلات کی طرح ہیبت ناک موت ہر وقت جوش مارتی ہے۔ فتنہ پردانی مرگ کی سوداگری سرگرداں رہتی ہے۔ دیکھ طیان جو کام میں اپنے ذمے لے اس کام میں لمبے صدیوں میں بدل سکتے ہیں۔ صدیاں لمحوں میں بھی بدل لہذا میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ تمہیں اپنے آپ کو میرے ساتھ منہ کے بعد بد سے بدترین حالات کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔

دیکھ طیان اس سے پہلے تیری نسبت جی نویان کے بھائی ادنان سے قتل ہو گیا۔ لہذا تجھے کیا ملا۔ اس کے مارے جانے سے تو دکھ اور غموں ہوئی۔ ایسی نوبت تجھے میرے حوالے سے بھی پیش آ سکتی ہے۔ اس پر طیان نے تڑپ کر اور خان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی

اور خان میرے حبیب۔ خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے۔ جہاں تک تعلق ہے میں انکشاف کروں کہ میں نے اس سے کسی محبت کی ابتدا نہیں میرے باپ سوبدائی نے بس اس کے ساتھ میرا رشتہ طے کر دیا تھا۔ باپ کا ہوئے میں نے اس رشتے کو قبول کر لیا تھا۔ ورنہ خدا گواہ ہے کسی بھی لو اس سے محبت نہیں کی۔ تاہم میں نے اپنے آپ کو اس کے ساتھ شادی لئے تیار کر لیا تھا اس لئے کہ مجھے اس کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا۔ دیکھ میرے حبیب۔ اگر چار جانور بھی اکٹھے ایک اصطبل میں رہیں تو ان کی بھی ہمدردی لگاؤ اور دیکھ بھال کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ میری تو ادنان کے برس پہلے نسبت طے ہو چکی تھی۔ اسی نسبت کے حوالے سے میں اس کے گئی تھی۔ ورنہ زمین اور آسمان کا خالق گواہ ہے کہ زندگی میں آپ پہلے جس سے میں نے اپنے جسم و جان کی تمہوں سے کیس زیادہ اوپر ہو کر جو آپ پہلے جوان ہیں جس کے حوالے میں نے اپنے جسم۔ جوانی اور شباب کو عزم کیا ہے۔ یہ عزم ادنان کے لئے قطعاً کبھی بھی میرے جسم میرے

میں رکھنے سے رہا۔ اب سوچنے کا معاملہ یہ ہے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔ بزرگ نظام الدین اس زمیں میں اتراد شہر میں میرا ایک گھر تھا وہ تباہ و برباد ہو چکا۔ اب میری زندگی خانہ بدوشوں کی سی ہے۔ جہاں تک طیان کا تعلق ہے یہ اب اپنے باپ سودائی کے پاس نہیں جاسکتی۔ اب آپ ہی مشورہ دیں کہ اس سلسلے میں کیا قدم اٹھا سکتا ہوں۔

جواب میں نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اور خان میرے بیٹے۔ تمہیں طیان کے سلسلے میں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم دونوں ایک دوسرے کو اپنانے کا عزم کر چکے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ جہاں یہ طیان کی خوش قسمتی ہے وہاں یہ لمحہ میرے لئے بھی مبارک ہے۔ اس لئے کہ میں طیان کو اب اپنی بیٹی بنا چکا ہوں۔ دیکھ اور خان میرے بیٹے مرو شہر میں جو میرا گھر تھا وہ تو تباہ و برباد ہوا۔ میرے اہل خانہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن میرا ایک ٹھکانہ اور بھی ہے اور وہ اصفہان شہر میں ہے۔

دیکھ اور خان میرے بیٹے۔ اصفہان شہر کا ایک تاجر ہوا کرتا تھا اب وہ فوت ہو چکا ہے اس نے میرے تبلیغی کام سے خوش ہوتے ہوئے اصفہان شہر کے آہنگروں کے بازار میں ایک مکان میرے نام لکھوا دیا تھا۔ وہ مکان اب میری ملکیت ہے۔ میں طیان کو لے کر اسی مکان میں جا رہوں گا۔ اور جب تک تم اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتے اس وقت تک طیان وہیں میرے ساتھ قیام کر کے تمہارا انتظار کرے گی۔ دیکھ اور خان میرے بیٹے۔ طیان کی طرف سے اب تم بالکل بے فکر رہنا یوں سمجھ لینا کہ جس طرح طیان اپنے باپ سودائی کے پاس محفوظ تھی ایسے ہی یہ میرے پاس اصفہان میں بھی محفوظ ہوگی۔ لیکن ایک مہربانی کرنا بیٹے۔ کبھی کبھی جب تجھے فراغت ملے تو اصفہان شہر آکر طیان اور مجھ سے مل جایا کرنا۔ یہ تمہارا ہم دونوں پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

نظام الدین کی اس گفتگو سے اور خان مطمئن ہو گیا تھا اسے مطمئن دیکھتے ہوئے طیان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ نظام الدین میرے بزرگ کیا میں آپ کے ساتھ چند مسلح جوان بھیجوں جو آپ اور طیان کو

اور خان کی اس گفتگو سے طیان کے سانسوں کے سرگم میں انوکھی خوشبو۔ بے نظیر عیشیم بے عدیل مہک و باس رچ کر رہ گئی تھی۔ وہ پھولوں پر شبم کی پھوار میں دل کش۔ دف پر حنائی انگلیوں کی ضرب دلنشین جیسی خوش کن سینہ کو ہمارے پھونٹے جھرنے جیسی خوش و خرم وادیوں میں بجتی جل ترنگ جیسی پرکشش ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا چہرہ کیلا۔ پھیلا اور مہکیلا بدن ایسا جاذب نظر ہو گیا تھا جیسے غنوں نے جامہ شبم پہن لیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے غور سے اور خان کی طرف دیکھ رہی پھر آگے بڑھی اور خان کے دونوں ہاتھ اس نے اپنے خوبصورت اور گداز ہاتھوں میں لئے پھر وہ نغمہ ریز سی گونج میں اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اور خان میرے حبیب۔ آپ نے میرے ساتھ محبت کا اظہار کر کے میرے باطنی کے تاریک دامن میں آہنگ صداقت اور اندھے ستم تلے دبے زندگی کے لحوں میں صبح نو کی صداقت بھر کر رکھ دی ہے۔ میں آپ کے یہ الفاظ بھلا نہ سکوں گی۔ آپ کی محبت کا اظہار میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ اور میری زیست کی سب سے بڑی پونجی ہے۔ اس کے بعد طیان نے اور خان کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اور وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے کہنے لگی۔

عم نظام الدین اب آپ آجائے۔ ہم نے آپس میں جو طے کرنا تھا بڑے احسن طریقے سے طے کر چکے ہیں۔ نظام الدین مسکراتا ہوا جب قریب آیا تو طیان اب مخاطب کر کے کہنے لگی۔

عم نظام الدین میں اور خان کی بے حد ممنوں اور شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے میری محبت کا جواب چاہت سے دیا ہے اور اس کے لئے میں ان کی بے حد شکر گزار ہوں۔ نظام الدین کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اور خان بول پڑا اور کہنے لگا۔

بزرگ نظام الدین اس وقت میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ طیان کہاں رکھا جائے۔ میں اسے اپنے لشکر میں نہیں رکھ سکتا۔ اس وقت میرے ساتھ لشکر میں کوئی لڑکی یا کوئی عورت نہیں ہے۔ اس لئے میں طیان کو تو اپنے ساتھ

اصفہان شہر تک پہنچا دیں۔ اس پر نظام الدین فوراً بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے
میرے ساتھ جوان بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے کہ اگر ہم منگولوں کے بیچ میں سے گزریں گے تو وہ طیان کی وجہ
مجھے بھی کچھ نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ طیان کے متعلق سارے منگولوں کو پتہ
کہ یہ اپنے منگیتراؤنان کے قاتلوں کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ اور اگر ہم دونوں
بیٹی مسلم علاقوں میں سے گزریں گے تو میری وجہ سے طیان سے کوئی کچھ نہیں
گا۔ اس لئے کہ تقریباً سبھی شہروں کے لوگ ایک مسلم مبلغ کی حیثیت سے
جانتے ہیں۔ دیکھ بیٹے تو ہم پر ایک مہربانی کر۔ ہمارے لئے سواری کے دو گھوڑے
انتظام کر دے۔ پھر ہم تیری موجودگی ہی میں یہاں سے کوچ کرتے ہیں

اس پر اورخان فوراً حرکت میں آیا تھا۔ میدان جنگ میں شکست کھا کر ہمارے
والے منگولوں کے جو گھوڑے اس کے لشکریوں کے ہاتھ لگے تھے ان میں سے
گھوڑے اورخان نے نظام الدین اور طیان کو مہیا کر دیئے۔ اور وہ فوراً اپنے
گھوڑوں پر بیٹھ کر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر
اورخان بھی اپنے لشکر کو لے کر متسلخ شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔



سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ابھی تک منگولوں کے آگے بھاگا بھاگا اور مارا مارا
اگرچہ نیشاپور سے نکل کر شکار کے بہانے وہ رے شہر پہنچا اور رے سے قزوین
کے قلعہ میں جو ہمدان اور اصفہان کے درمیان واقع تھا جا چکا تھا۔ اس موقع پر سلطان
علاؤ الدین کا بیٹا رکن الدین تیس ہزار سپاہی لے کر سلطان علاؤ الدین کے پاس پہنچ
گیا اور اسے منگولوں کے سامنے ڈٹ جانے کی تجویز پیش کی۔ لیکن چونکہ ایسی تجویز
پلے سلطان اپنے بڑے بیٹے جلال الدین کی بھی رد کر چکا تھا۔ لہذا رکن الدین کا کہا
بھی اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔

آخر سلطان کے لشکر میں شامل کچھ سرداروں نے مشورہ دیا کہ اگر ہم ساری
نہایت کوششوں کے قلعہ میں محصور ہو کر منگولوں کا مقابلہ کریں تو ہم منگولوں کے
مقابلے میں کامیابی کی توقع رکھ سکتے ہیں لیکن سلطان نے جب اس قلعہ کا معائنہ کیا تو
سے بھی غیر تسلی بخش قرار دے کر اس میں قیام کرنے سے انکار کر دیا۔

قلعہ شیراکوہ سے سلطان علاؤ الدین نے لوہے کے دس بڑے بڑے صندوق جو
نہایت جواہرات اور دولت سے بھرائے ہوئے تھے۔ اپنے ایک سردار کے حوالے
کے اور اسے حکم دیا کہ دولت سے بھرے ان دس صندوقوں کو شیراکوہ کے قلعہ میں
رک کر ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔ وہ سردار جواہرات کے ان دس صندوقوں کو شیر
اکوہ کے قلعہ میں لے گیا جو رے شہر کے نواح میں واقع تھا اور بے حد محفوظ اور
مضبوط شمار کیا جاتا تھا۔

دولت سے بھرے ہوئے دس صندوق شیراکوہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد
سلطان علاؤ الدین شیراکوہ کے قلعہ سے بھی کوچ کر گیا اور دولت آباد کی طرف بڑھا۔
اس کے چند ہی دنوں بعد چنگیز خان کو بھی شاید زر و جواہرات سے بھرے ہوئے ان

جواہرات کا علم ہو گیا تھا لہذا چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ شیرا کوہ نام کے ار حملہ آور ہوا اور ان دس صندوقوں پر قبضہ کر لیا جو جواہرات اور دوسری چیز سے بھرے ہوئے تھے۔

سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ دولت آباد میں کچھ دن قیام کیا اس دوران اچانک منگول سردار سوبدائی اور جی نویان نے سلطان کے لشکر پر حملہ یہ حملہ بے خبری کے عالم میں ہوا تھا جس کی وجہ سے سلطان ایسا حواس پنج پر بمشکل چند وفاداروں کے جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔ اس صورتحال میں شامل سرداروں نے پھر یہ تجویز پیش کی کہ سلطان جنگستکو کے قلعہ میں مضبوط و محفوظ خیال کیا جاتا تھا محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے لیکن سلطان تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔

اب حالت یہ تھی کہ سلطان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، آنا جانا غریبہ ہر روز مقصد تھی۔ چنانچہ اسے اسی بے مقصدی میں قارون کے قلعہ کو روانہ ہوا اور رے شہروں کے درمیان واقع تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جس دن قلعہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو ایک اور منگول لشکر سے سلطان کی ٹھہر بھڑا چند سلطان علاؤ الدین کے ساتھ خاصی جمیعت تھی اور اگر دجمعی سے لڑا تو یاب ہوتا لیکن معمولی نوک جھونک کے بعد سلطان علاؤ الدین بھاگ کھڑا ہوا علاؤ الدین کے بھاگنے کے بعد لشکری بیچارے کیا کرتے اور کیسے اور کیوں انہوں نے بھی سلطان کی پیروی کی اور سلطان کے ساتھ فرار اختیار کر لیا۔ سلطان ایک بار پھر اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا قلعہ منگولوں سے جان بچانے کے بعد سلطان علاؤ الدین بنیرو عافیت قارون تک پہنچ گیا۔ اور رات وہیں بسر کی۔ اب اس کے ذہن میں منگولوں کا خوف سوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ صبح وہ بیدار ہوا تو لشکر کو بغداد کی سمت کوچ کرنے کا تاہم اس نے اپنے حرم اور ساری شہزادیوں کو قارون کے قلعہ ہی میں رکھا۔ حاکم قلاوڑان کو حکم دیا کہ وہ اس قلعے اور اس کے حرم کی حفاظت کرے طرف روانگی کے وقت قلعہ حاکم قلاوڑان تھوڑی دور تک سلطان کے ساتھ

اپنی لٹ گیا۔

آگے جا کر سلطان علاؤ الدین پھر لٹ آیا اسی دور اس پر اپنے لشکر کے ساتھ آگے لٹا ہوا۔ جہاں سے اس نے قلعہ قارون کے حاکم قلاوڑان کو واپس جانے کی اجازت دی تھی۔ پھر وہ سر جاہان نام کے قلعے کی طرف روانہ ہوا جو ولیم کے کوستانی ملے کے اندر تھا۔

دوسری طرف قلاوڑان سلطان کے ساتھ بغداد کی طرف جانے والی شاہراہ پر فوری دور سفر کرنے کے بعد جب واپس لوٹا تو منگولوں کا ایک لشکر جو سلطان کے نقاب میں تھا حاکم قلعہ قلاوڑان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اور قلاوڑان سے انہوں نے سلطان کے بارے میں دریافت کیا۔ تو قلاوڑان نے انہیں بتا دیا کہ سلطان بغداد کی طرف گیا ہے۔

چونکہ سلطان کے تعلقات عباسی خلیفہ سے اچھے نہ تھے اور منگول سرداروں کو بھی اس کا علم تھا اس لئے انہوں نے قلاوڑان کو ساتھ لیا اور سلطان کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ حاکم قلعہ نے سلطان کو بغداد ہی کی طرف جانے دیکھا تھا اس لئے وہ مطمئن تھا کہ اس نے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔

لیکن چند میل آگے جانے کے بعد جب منگولوں کو سلطان کے لشکر کے کہیں بھی آثار دکھائی نہ دیئے تو منگولوں کو یقین ہو گیا کہ قلاوڑان نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے قلعہ قارون کے حاکم قلاوڑان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان علاؤ الدین نے سر جاہان قلعے میں ایک ہفتہ بسر کرنے کے بعد گیلان شہر کا رخ کیا۔ اور ایک ہفتہ گیلان میں قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد پھر اسے جب اضطراب کا لہر پڑا تو وہاں سے اسپیدار اور اسپیدار سے مازندران کی طرف روانہ ہوا۔ مگر چونکہ مازندران کی دولت سے محروم ہو چکا تھا اس لئے کسی مقام پر بھی دو ایک دن سے زیادہ قیام نہیں کر سکا تھا۔

مازندران کا محل وقوع ایسا تھا کہ وہاں تک مغلوں کی رسائی ہو سکتی تھی علاوہ ازیں سلطان کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ دیکھ کر سرداران لشکر بھی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے تھے اور سلطان سے زیادہ حساس ہو گئے تھے

۷ میں تم باہمی کی موت مرنا نصیب نہ ہوتا۔ بہر حال میں اپنے بیٹے جلال الدین کو
۸ عہد مقرر کرتا ہوں اور سب کو حکم دیتا ہوں کہ اس کا اتباع کریں۔

اس موقع پر سلطان کا سردار قتلخ خان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اور میرے
۹ جلال الدین کو ولی عہد تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی
۱۰ ہاتھ دھار سے نکل گیا اور سلطان کے ساتھ سفر کرنے والے لشکر میں جو اسی ہزار
۱۱ کے مانتی تھے انہیں لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کی روانگی کے تھوڑی
۱۲ بعد سلطان علاؤ الدین نے دم توڑ دیا تھا۔

اس عظیم المرتبت سلطان کی وفات ایسی حالت میں ہوئی کہ کفن کے لئے کپڑا
۱۳ میر نہ تھا۔ اور مرتے وقت جو لباس جسم پر تھا اسی میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اس کم
۱۴ ب سلطان کے حالات زندگی حد درجہ عبرت انگیز ہیں۔ اس نے اپنے باپ سلطان
۱۵ سے وراثت میں زمین کا جو ٹکڑا حاصل کیا تھا اس سے کئی گنا بڑے متعدد علاقے
۱۶ نے چار سال کی جدوجہد کے بعد فتح کر لئے تھے۔

اگر زرافاتح ہونے کے بجائے وہ تھوڑی سی سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہوتا تو اس کا
۱۷ انا عبرتاک نہ ہوتا۔ اور نہ عالم اسلام کو ایسے دلدوز مصائب سے دوچار ہونا

خود سری۔ عاقبت نا اندیشی اور ہٹ دھرمی ایسے مصائب ہیں جو سلطان کے اکیس
۱۸ دار حکومت میں ہر مرحلے پر کسی نہ کسی شکل میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

جس وقت سلطان علاؤ الدین کے باپ سلطان نکش کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت
۱۹ لاکھ قسور میں بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ صرف بیس سال کے قلیل عرصے کے
۲۰ سلطنت جو اس نے اور اس کے باپ دادا نے سلجوقی سلطنت کے کھنڈرات پر
۲۱ رکھی تھی منہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گی۔ اور خونخوار اور وحشی منگولوں کا
۲۲ اب ہلاکت آہستہ آہستہ تمام عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اور یہ کہ
۲۳ اسے تمدن اور تہذیب کو ایسی عظیم الشان تباہی سے پالا پڑے گا کہ تمام اقوام عالم اس
۲۴ تاریخی مثال نہیں پیش کر سکے گی۔

۲۵ چھ سو سال کے عرصے میں ملت اسلامیہ نے تہذیب و تمدن علوم و فنون کا جو

چنانچہ انہوں نے تجویز پیش کی کہ جب تک حالات پورے طور پر سارا
۲۶ ہو جاتے اس وقت تک یہی بہتر ہے کہ جھیل کیسٹن کے متعدد جزائر میں
۲۷ ایک محفوظ ترین جزیرے میں پناہ لے لی جائے۔ چونکہ سلطان منگولوں کے
۲۸ خوف سے از حد پریشان تھا لہذا اس مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ اور جھیل
۲۹ کے ایک جزیرے میں اپنے لشکر کے ساتھ جا کر جاگزیں ہوا۔

جب منگول سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو گرفتار کرنے میں ناکام
۳۰ انہوں نے قارون نام کے قلعے پر حملہ کر دیا۔ یہاں سلطان کی بیگمات شہزادہ
۳۱ کی دیگر عورتیں تھیں۔ قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوٹا سا ایک لشکر تھا جس
۳۲ منگولوں کو معمولی سی مزاحمت کرنا پڑی۔ اس کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ
۳۳ مکین گرفتار کر لئے گئے مرد اور لڑکے قتل کر دیئے گئے اور عورتیں اور لڑکیاں
۳۴ سرداروں میں بانٹ دی گئیں۔ ساری شہزادیاں چنگیز خان نے منغل سردار
۳۵ بانٹیں۔ شہزادی خان سلطان جس کی معنی اور خان سے کرنے کے بعد علاؤ
۳۶ توڑ دی تھی وہ چنگیز خان کے بیٹے دوشی کے حصے میں آئی تھی۔ یہ خبر سن
۳۷ سلطان علاؤ الدین کو ایسا دکھ اور صدمہ ہوا کہ وہ جھیل کیسٹن کے جزیرے
۳۸ صاحب فراش ہو گیا تھا جس میں اہل نے قیام کر رکھا تھا۔

جب سلطان کو اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تو اس نے اپنے سارے
۳۹ کو طلب کیا اور اپنے رشتہ دار اور لشکر کے سردار قتلخ خان کو بھی بلایا۔
۴۰ سارے لوگ سلطان کے پاس جمع ہوئے تو سلطان نجف سی آواز میں انہیں
۴۱ کے کہنے لگا۔

سنو میرے عزیز۔ زندگی میں مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی۔
۴۲ نے اپنے دل اور ضمیر کی آواز کو پہچانا ہوتا۔ چونکہ میں نے ایسا نہیں کیا لہذا
۴۳ و خوار ہو کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر رہا ہوں۔ دیکھو میرے عزیز
۴۴ سے پہلے میں اپنے بیٹے ازلاق سلطان کو اپنی ولی عہدی سے محروم کر کے جلال
۴۵ اپنا ولی عہد مقرر کرتا ہوں۔ کاش میں نے جلال الدین کا کما مانا ہوتا اور اس
۴۶ ساتھ منگولوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا تو شاید آج مجھے بحیرہ خزر کے اس

کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لے گا۔

لیکن اس موقع پر سلطان علاؤ الدین کے رشتے دار سردار قتلخ خان نے انتہائی اور ملت فروشی کا مظاہرہ کیا اس نے سلطان علاؤ الدین کے اس اعلان کو تو پہلے سے انکار کر دیا تھا وہ اپنی کمانداری میں کام کرنے والے لشکر کو لے کر

مہراچ چکا تھا اور اس لشکر کی تعداد نوے ہزار کے لگ بھگ ہو گئی تھی قتلخ خان کا کہنا تھا کہ ازلاق سلطان ہی سلطان علاؤ الدین کا صحیح جانشین ہے اور تک وہ زندہ یا خود سے تخت سے دستبردار ہونے کا اعلان نہیں کرتا کوئی دوسرا علاؤ الدین کی رعایا کے لئے واجب الطاعت نہیں ہو سکتا۔

چونکہ سلطان جلال الدین کی نسبت قتلخ خان کے لشکر کی تعداد اس وقت زیادہ بڑا اس تک حرام نے اس وقت سلطان جلال الدین کو قتل کرنے کی سازش کی سلطان اپنے گئے چنے ساتھیوں کے ساتھ خوارزم شہر میں داخل ہوا تھا۔ لیکن ان کے جاں نثار جو اس کے لئے جاسوسی کا کام کر رہے تھے انہوں نے بروقت ان کو اس سازش سے آگاہ کر دیا لہذا سلطان اب اپنے گئے چنے ساتھیوں کو لے کر بلخ شہر کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اور خان پہلے ہی اپنے لشکر کو تربیت دینے میں لگے تھا۔ اس موقع پر سلطان جلال الدین قطعاً "قتلخ خان سے ٹکرا نا نہیں چاہتا تھا لے کہ اس کی کمان میں نوے ہزار لشکری تھے اور اگر سلطان اس سے ٹکرا جاتا" مسلمانوں کا قتل عام ہوتا۔ اور سلطان جلال الدین قطعاً "ایسا نہ چاہتے تھے۔

چنگیز خان کو سلطان علاؤ الدین کی وفات کی خبر ہو چکی تھی اسے اس بات کا بھی پتہ چکا تھا کہ باپ کی وفات کے بعد جلال الدین۔ ازلاق سلطان اور دوسرا بھائی آق مان۔ حالات کا اندازہ لگانے کے لئے خوارزم شہر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چونکہ خان کو سلطان جلال الدین سے خطرہ تھا اس لئے کہ چنگیز خان سلطان جلال الدین بمادری اور جراتمندی سے آگاہ تھا۔ اس لئے اس کی خواہش تھی کہ چنگیز خان ان جلال الدین کو کہیں بھی جم کر بیٹھنے کا موقع نہ دے۔ چنانچہ ایک لشکر کو چنگیز نے خوارزم شہر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ لیکن منگولوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی سلطان جلال الدین اپنے ساتھیوں

فوج کی بھرتی کا بندوبست کون کرتا اور کہاں سے کرتا۔ دوسری طرف معلوم تھا کہ اگر سلطان علاؤ الدین کی وفات سے فوری اور پورا فائدہ کوئی عیب نہیں کہ کچھ عرصہ بعد سلطان جلال الدین جب اپنی تیاریاں مکمل ٹھونک کر اس کے سامنے آئے تو اسے شکست دینا مشکل ہو جائے۔ نے فیصلہ کر لیا کہ سلطان علاؤ الدین کی موت کے بعد اس کے لشکر چھوٹے گروہ ادھر ادھر بٹ گئے ہیں ان کا پیچھا کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے علاقوں میں پھر کوئی منگولوں کے خلاف سر نہ اٹھا سکے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ اپنے مرحوم باپ علاؤ الدین کی طرح ذلت اور رسوائی سے مصالحت کرنے ہی کی طرح منگولوں کے آگے آگے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانے پھرے۔ دوئم یہ کہ وہ جو انمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عزت کی موت کو ذرا پر ترجیح دے۔ اور چھاتی تان کر منگولوں کے سامنے آ جائے۔ ان کا مقابلہ الدین نے اپنے باپ کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور اس نے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ بحیرہ خزر سے اپنے باپ کی موت کے بعد اپنے بھائیوں اور بچے کھچے سپاہیوں کو لے کر سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم کو سلطان جلال الدین دار السلطنت پہنچا تو لوگ اس قدر خوش ہوئے نہ تھے۔ ہزاروں لشکری جو ادھر ادھر بغیر کسی کماندار کے بھیڑے بکریوں پھرتے تھے جب انہیں سلطان جلال الدین کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ دھڑا میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین کے والے ایسے لشکریوں کی تعداد سات ہزار کے لگ بھگ ہو گئی تھی۔

جب خوارزم شہر کے باشندوں کو علم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین پہلے اپنے بیٹے ازلاق سلطان کی ولی عہدی کو منسوخ کرنے کے بعد جلال ولی عہد اور جانشین مقرر کر دیا تھا تو خاص و عام سبھی نے اسے ایک اور انہیں امید ہو چلی تھی کہ اب نیا سلطان جلال الدین ہر صورت

ملہ آور ہونے کی جرات کر سکیں گے۔ اس لئے وہ سستانے کے لئے وہیں رک گئے۔ لیکن اتفاق سے بھاگنے والے لشکر کی مدد کے لئے منگولوں کا ایک اور لشکر ادھر آ گیا اور دونوں لشکروں نے متحدہ طور پر کاروائی کرتے ہوئے سلطان جلال الدین کے اردو بھائیوں اور ان کے ساتھ کام کرنے والے لشکریوں کو گھیر کر قتل کیا۔ جب سلطان کے دونوں بھائیوں کو اس گھیراؤ کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے ہوئے کوہستانی سلسلوں کے اندر گھسنا کارن پڑا۔ لیکن چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی لہذا سلطان کے دونوں بھائی ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور اپنے لشکریوں کے ساتھ تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اس متحدہ لشکر نے سلطان کے بھائیوں اور ان کے لشکریوں کا خاتمہ کیا تھا اس لشکر کی کمانداری منگول سردار قراچہ۔ تربائی و آق ملک کر رہے تھے۔

جلال الدین کے دونوں بھائیوں ازلاق سلطان اور آق سلطان اور ان دونوں کے لشکروں کا خاتمہ کرنے کے بعد واپس جاتے ہوئے منگول سردار قراچہ۔ آق ملک اور تربائی جس وقت اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے گھری ہوئی ایک وادی میں سے گزرنے لگے تھے تو اس وادی سے نکل کر آگے جانے کے لئے جو درہ تھا اس کے قریب اور خان اور غیاث الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روک کھڑے ہوئے درہ کے آگے اور خان کا لشکر خوب پھیلا ہوا تھا جبکہ اور خان اور غیاث الدین دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار اپنے لشکر کے آگے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے منگول سردار تربائی جو اپنے لشکر کے آگے آگے تھا چونکا اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس درہ کو روک دیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں منگول سردار قراچہ اور آق ملک بھی اپنے گھوڑوں کو روک چکے تھے اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان کے پیچھے آنے والے سارے منگولوں نے اپنے اپنے گھوڑوں کو روک لیا تھا۔

تربائی تھوڑی دیر تک اور خان اور اس کے لشکر کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تھوڑا سا آگے جا کر بلند آواز میں بولا اور کہنے لگا تم لوگ کون ہو۔ میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم لوگوں نے ہماری راہ کیوں روک لی ہے میں صرف یہ جانتا چاہوں گا کہ تم سب کون ہو تاکہ جب تم لوگ ہمارے

کے ساتھ خوارزم شہر سے کوچ کر چکا تھا جب منگولوں کے خوارزم شہر کی طرف قدمی کرنے کی خبر پھیلی تو سلطان کے بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان بھی الدین کے پیچھے پیچھے متشیغ شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جبکہ سلطان علاؤ الدین کا سردار قتلخ خان بھی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر خوارزم سے نکل کر کیس رو ہو گیا تھا۔

منگولوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین خوارزم شہر چھوڑ چکا ہے متشیغ شہر کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ایک مختصر سا لشکر ہے تو منگولوں کا یہ لشکر اس راستے پر گھات لگا کر بیٹھ گیا جس راستے سے گزرنے سلطان جلال الدین نے خوارزم سے متشیغ کی طرف جانا تھا۔

سلطان جلال الدین اپنے مختصر لشکر کے ساتھ جب وہاں سے گزرا تو درہ نے گھات سے نکل کر سلطان پر حملہ کر دیا۔ ہرچند یہ حملہ اچانک تھا لیکن سنبھل گیا اور ایسی بے جگری سے منگولوں کے ساتھ لڑا کہ منگولوں کے اس سلطان نے بدترین شکست دی اور منگولوں نے سلطان کے سامنے بھاگ کر اپنے بچائی۔

تین دن کے بعد سلطان کے بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان بھی اپنے لئے وہیں سے گزرے چونکہ منگولوں کو ان کے آنے کی بھی اطلاع مل چکی تھی لہذا وہ ان کے لئے بھی گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن سلطان کے خبردار شہزادوں کو منگولوں کے حملہ آور ہونے اور گھات میں بیٹھنے کی اطلاع کر دی تو سلطان کے دونوں بھائیوں نے منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کر لی منگولوں نے اپنی کمین گاہ سے نکل کر جب حملہ کیا تو چونکہ سلطان کے دونوں مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھے اس لئے جی توڑ کر لڑے اور یہ جنگ خونخوار تھی کہ اس میں منگولوں کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر گئے۔

اس کامیابی کے بعد سلطان جلال الدین کے دونوں بھائی یہ سمجھ بیٹھے کہ منگول ان کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ چکے ہیں لہذا اب وہ نہ بچتے اور نہ

ہاتھوں مارے جاؤ تو ہمیں خبر ہو کہ ہم نے کس کا قتل عام کیا ہے۔ اس پر اور بھی اسی کی طرح بلند آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

پہلے یہ تو بتا تو کون ہے اس پر تربائی بولا اور کہنے لگا دیکھ میں منگول سرور ہوں میرے ساتھ دو اور منگول سردار قراچہ اور آق ملک ہیں اور ہم تمہارے جلال الدین کے بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان دونوں کو قتل اور ان کے گاجر مولیٰ کی طرح کاٹنے کے بعد ادھر آئے ہیں۔ لگتا ہے تم علاؤ الدین کی طرف بعد اس کے منتشر ہونے والے لشکر کا ایک حصہ ہو۔ اور خود ہی اپنی موت کو دینے کے لئے ہمارے سامنے آن رکے ہو۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ تربائی میں تجھے تیرے دوسرے دو سردار قراچہ اور آق ملک تینوں کو کرنے کی قسم کھا چکا ہوں۔ اور اگر میرے خداوند نے جو جی و قیوم ہے مجھے دی تو میں یہ قسم ضرور پوری کروں گا۔ دیکھ تربائی میرا نام اورخان ہے میرے ہی نے تمہیں قراچہ اور آق ملک کو مروشر کے کھنڈرات کے قریب رات کی تاریکی بدترین شکست دی تھی۔ اور تم اپنے بچے کھجے لشکر کو لے کر بھاگ کرے تھے۔ آج ان وادیوں میں تربائی میں تیرا سر قلم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور لشکر کی حالت ایسی ہی کروں گا جیسی مروشر سے باہر ہوئی تھی۔

اورخان کے خاموش ہو جانے پر تربائی بڑی برہمی میں بولا اور کہنے لگا۔ اورخان میں نے تیری بہادری تیری شجاعت تیری جنگی مہارت کے بڑے چرچ ہیں پر سن۔ ہم منگول وہ لوگ ہیں جو سنولائی سنولائی فضاؤں میں ہنر و کب و با بن کر کھس جاتے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو بوئے ہمار میں آگ کے پھول۔ پانا پھنسی دھنک میں آتش فشاں کے سیال بن کر اتر جانے کا فن جانتے ہیں۔ وادیوں میں زمین کے حلم کو تیرے لئے وحشت۔ زوال شب کو تیرے لئے شکن اور جمود سنگ کو لخت لخت بنا کر رہوں گا۔ اب تو ہمارے سامنے سے جان بھاگنا بھی چاہے تو دیکھ ہم تمہیں بھاگنے نہ دیں گے۔

اس پر اورخان بھی بلند آواز میں کہنے لگا۔ دیکھ تربائی کون کم بخت تم لوگو سامنے سے بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ یوں بڑھ چڑھ کر گفتگو نہ کرو۔ جب تم

حملہ آور ہو گئے اور اس حملے کے جواب میں میں جوانی کاروائی کروں گا تو تم اپنے اور اپنے لشکریوں کو ہمارے لئے پانی کے بلبلوں۔ ہوا کے بگولوں۔ بجھی ہوئی آگ اور سیاہ رات کے سایوں کی طرح بے ضرر محسوس کرنے لگو گے۔

منگول سردار تربائی نے اورخان کی اس ساری گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی سرخ رنگ کی ایک جھنڈی فضا میں لہرا رہی تھی یہ اس کے حملہ آور ہونے کا اشارہ تھا سرخ جھنڈی کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ تربائی۔ قراچہ اور آق ملک تینوں منگول سردار غضب برہم آسیب۔ بدست قربانی۔ لیل مظلم اور بدی کے گرداب کی طرح آگے بڑھتے ہوئے اورخان کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اورخان اور غیاث الدین دونوں منگولوں کے اس حملے کے لئے پہلے ہی سے تیار تھے۔ جب منگول حملہ آور ہوئے تو بڑی جانفشانی۔ بڑی بے جگری کے ساتھ اورخان اور غیاث الدین نے منگولوں کے اس حملے کو روکا۔ کچھ دیر تک اورخان اپنے لشکر کے ساتھ کارگاہ جہاں کے کسی معلم۔ غیب و شہود کے سنگم، اتصال مدحت و ذم۔ حکمت و ادراک۔ اور رموز کن فیکون کے اندر بلند ہونے والی اللہ و اکبر کی صداؤں کی طرح منگولوں کے حملوں کو بڑی آسانی سے روکتا رہا۔ اس کے بعد اورخان نے اچانک فضا کے اندر سرخ جھنڈی بلند کی۔ سرخ جھنڈی کا یہ اشارہ دیکھتے ہوئے جہاں منگول دنگ رہ گئے تھے وہاں اورخان کے لشکر کا یہ اشارہ ملتے ہی دفاع سے نکل کر ذلت و شکست طاری کرنے والی کسی نقش گر تباہی کے انیس۔ بربادی کے آئینہ شکست و ریخت کے محرم۔ اور خوف و رجاء کے کسی ساتھی کی طرح ٹوٹ کر منگولوں پر خونخواری سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

جس وقت اورخان اپنے لشکر کے ساتھ دفاع سے نکل کر جارحیت پر آیا تھا اور وہ چڑھ کر اس نے منگولوں پر حملے شروع کئے اچانک منگولوں کی پشت کی طرف سے ایک کوستانی سلسلے کے اوپر پاسبانوں کا سالار نمودار ہوا اس کے پیچھے اس کے چوپان بھی تھے جو سب کے سب سرخ نقابوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے کوستانیوں کے اوپر ایک بار پاسبانوں کے سالار نے اپنے گھوڑے کی بائیں کھچیں تو اس کا گھوڑا کوستانی سلسلے کی چوٹی پر اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہوئے بری طرح

پاسانوں کے سالار کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ جلد ہی منگولوں کے سرداروں نے اندازہ لگایا کہ اورخان اور پاسانوں کا سالار دونوں طرف سے ان پر چھاتے ہوئے مکمل طور پر ان کا قتل عام شروع کر چکے ہیں۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے منگول سرداروں نے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہا۔ اورخان بھی شاید ان کے فرار کا اندازہ لگا چکا تھا لہذا وہ اب محافظ دستوں کے ساتھ بری تندی۔ بڑی خونخواری سے تربائی پر حملہ آور ہوا اور منگولوں کو کائتا مارتا تربائی کے قریب جا پہنچا پھر اچانک اورخان نے کند پھینکی پہلی ہی بار کند تربائی کے گلے میں جا کر پھنسی جب ایک جھٹکے کے ساتھ اورخان نے اپنی کند کھینچی تو تربائی اپنے گھوڑے سے گر کر بری طرح زمین پر گھسٹتے ہوئے شور و دواویلا کرنے لگا تھا اس موقع پر اورخان نے اپنے جنگلی اور وحشی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے پیچھے ہٹاتا چلا گیا تھا اس طرح اورخان تربائی کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے کافی پیچھے لے گیا تھا۔ پھر گھوڑے پر بیٹھے ہی پیچھے اورخان نے اپنے چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ تربائی کے گلے سے کند نکال دی جائے اور جنگ کے خاتمے تک اسے حراست میں رکھا جائے۔ اورخان کا یہ حکم سننے ہی اس کے چند لشکری حرکت میں آئے انہوں نے فوراً تربائی کے گلے سے کند نکال دی اور تربائی کو اپنی حراست میں لے لیا اس کے بعد اورخان پھر اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں پر ناقابل برداشت ضربیں لگانے لگا تھا۔

اورخان کے ہاتھوں منگول سردار تربائی کے گرفتار ہونے کی خبر لشکر میں آن کی آن میں پھیل گئی یہ خبر پھیلنے لگی تھی کہ منگولوں کے اندر جو پہلے ہی افرا تفری کا شکار تھے بدلی کے آثار نمودار ہوئے۔ منگول سردار قراچہ اور آق ملک نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اپنے لشکریوں کو جھنڈیوں کے اشارے دیئے اور یہ اشارے ہاتھ ہی منگول بائیں طرف سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ کو ہستانی سلسلے کے اندر اورخان اور پاسانوں کے سالار نے تھوڑی دور تک ان کا قتل عام کیا پھر وہ میدان جنگ میں لوٹ آئے تھے۔ دونوں منگول سردار قراچہ اور آق ملک اپنے بچے کچھ لشکریوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اورخان اور پاسانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اس وادی

پہنچا۔ اپنے پیچھے گھوڑوں کی ہینا ہٹ سن کر منگول پریشان ہو گئے تھے جبکہ اورخان اور اس کے ساتھیوں کے چروں پر سکون اور امیدیں ہی امیدیں تھیں۔ اس لئے کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ پاسانوں کا سالار ان کی مدد کے لئے پہنچا ہے۔

پھر اس کو ہستانی سلسلے کے اوپر اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے پاسانوں کے سالار نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ سنو بدر کے مقدس میدانوں۔ احد کی متبرک چٹانوں۔ صفا اور مروہ کی نورانی وادیوں کے امانت دارو! آج بڑھو اور ان منگولوں کو بتاؤ کہ مسلمان زندہ اور بیدار ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ اگر انہوں نے وقتی طور پر اپنی تلواروں کو ہمارے خون میں ڈبوایا ہے تو یہ ان کی شجاعت ان کی بہادری نہیں بلکہ ہماری اپنی قوم کی سہل نگاری اور حماقت و سستی ہے۔

اس کے بعد پاسانوں کے سالار نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑی تیزی سے وہ کو ہستانی سلسلے سے نیچے اترا اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی یا جوج مانجوج طرح کو ہستانی سلسلے سے اتر کر وادی کی طرف بڑھے تھے پھر منگولوں کے قریب آ کر پاسانوں کا سالار اپنے لشکر کے ساتھ لہروں کے ارتعاش۔ زمیں کے ٹھکانے۔ اور بے چین قوت ارادی کی طرح منگولوں پر ان کی پشت کی طرف سے ٹوٹ پڑا تھا۔ اس دو طرفہ حملے سے بھی منگول کچھ زیادہ فکر مند یا پریشان نہیں تھے اس لئے کہ پاسانوں کے سالار اور اورخان کے لشکر کو ملا کر بھی جب موازنہ کیا جائے منگولوں کے لشکر کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ لیکن تھوڑی سی جنگ کے بعد سامنے طرف سے اورخان اور پشت کی طرف سے پاسانوں کے سالار نے جب خونخواری انداز میں منگولوں کی حالت گناہ اور ظلم کی لٹنی کھیتی، مکاری کی پستی، جیلہ گری، زوال، مصلحت بے نوائی اور دل کے سکون زاروں میں جنم لینے والے سوز و سدم ہو کر رہ گئی تھی۔

پاسانوں کے سالار نے چونکہ پشت کی طرف سے منگولوں کو اویڑ کر رکھ دیا لہذا منگولوں نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ آدھے حصے کے ساتھ تربائی اورخان کا مقابلہ کرنے لگا تھا دوسرے آدھے حصے کے ساتھ قراچہ آق ملک پاسانوں کے سالار کے آگے جم گئے تھے لیکن وہ زیادہ دیر تک اورخان

اسکے تریائی کئی بل کھاتا ہوا دور جاگرا تھا۔ پھر پاسانوں کا سالار گرجتی ہوئی آواز سننے لگا۔

”تیرے چنگیز خان اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کی ایسی تہیسی۔ خدا کی آج اگر میری قوم انتشار اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بزدلی کا شکار نہ ہو تو ہم مسلمان تم منگولوں کا صحرائے گوبی تک ایسا تعاقب کرتے جس طرح بھیڑیے ضرور بیڑوں کے نزدیک کا تعاقب کرتے ہیں۔ سن تریائی یہ دھمکی تو کسی اور کو دینا۔ ایسی خالی خالی دھمکیوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ دیکھ مرو شہر کے اندر تو نے اسی ز اور خان کے بھائی طفل خان کو ختم کیا تھا۔ اور مرو شہر کے کھنڈرات کے باہر ہاتھوں اور خان کا دوسرا اور سگا بھائی قبیل خان مارا گیا۔ لہذا تجھے کیسے اور کیونکر باپ کیا جاسکتا ہے۔ دیکھ اگر اور خان نے تجھے قتل کرنے کی قسم نہ کھائی ہوتی تو قسم راوندو الجلال کی میں ابھی تیری گردن پر ایسا ہاتھ مارتا کہ تیری گردن توڑ کر تیرا نہ کر دیتا۔“ اس کے بعد پاسانوں کے سالار نے اور خان کی طرف عجیب سے انداز مار دیکھا جس کے جواب میں اور خان کے لیوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر نے اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ بے نیام کی اور بلند کر کے تریائی پر برسائی اور تریائی کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔



اور خان اس کام سے فارغ ہوا تھا کہ اس کا ایک مخبر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس کے قریب آیا اور خان کے قریب آکر وہ اپنے گھوڑے سے اترا پھر اور خان کو قلمب کر کے کہنے لگا۔

اے امیر میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لایا ہوں۔ یہ خبر تو ہمیں پہلے ہی پہونچنا ہے کہ بخیرہ کیسپٹین کے اندر سلطان علاؤ الدین مرچکا ہے اپنی موت سے پہلے سلطان علاؤ الدین نے اپنے بیٹے جلال الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اس طرح دواؤ الدین کی موت کے بعد اب جلال الدین ہی مسلمانوں کا سلطان ہے۔ باپ کی موت کے بعد جلال الدین اپنے بچے کھجے ساتھیوں کے ساتھ خوارزم آیا۔ چنگیز خان

میں داخل ہوئے جس میں جنگ ہوئی تھی پھر دونوں آنے سامنے آئے ایک ساتھ مسکراتے ہوئے وہ اپنے گھوڑوں سے اترے اور بھاگ کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے تھے اس موقع پر پاسانوں کے سالار نے اور خان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہنے لگا اور خان میرے بھائی میں تجھے اس کامیابی پر اس فتح پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس اور خان بولا اور کہنے لگا پاسان میرے بھائی جس طرح میں مبارک باد کا مستحق ہوں ایسے ہی تم بھی اس فتح میں برابر کے حق دار ہو۔ پاسان میرے بھائی میرے ساتھ ہیں میں نے منگول سردار تریائی کو زندہ گرفتار کیا ہے۔ جنگ کے دوران میں نے اس کند پھینک کر اسے زندہ پکڑا تھا۔ اس لئے کہ اس تریائی نے میرے بھائی طفل خان اور قبیل خان کو قتل کیا تھا میں نے قسم کھائی تھی کہ میں ان تینوں منگول سرداروں کو قتل کروں گا۔ دیکھ پاسانوں کے سالار ان تینوں میں سے ایک تریائی پر تو میں اپنی گرفت کر چکا ہوں باقی دو بھی مجھ سے بچ کر کہیں نہ جائیں گے ایک نہ ایک روز میں ان پر نزول ضرور کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اس طرف چل دیئے جہاں منگول سردار تریائی کو حراست میں رکھا گیا تھا۔

ایک بڑی سی چٹان کے پاس اور خان کے تین لشکری تریائی کو پکڑے کھڑے تھے وہاں آکر اور خان اور پاسانوں کا سالار اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ غیاث الدین اور پاسانوں کے سالار کے چند سرکردہ ساتھی بھی وہاں آج جمع ہوئے تھے۔ اور خان اور پاسانوں کا سالار جب تریائی کے نزدیک گئے تو تھوڑی دیر وہ باری باری غور اور پریشانی سے دونوں کو دیکھتا رہا۔ پاسانوں کے سالار کی عقابانی نگاہیں تریائی پر جمی ہوئی تھیں اس موقع پر تریائی بولا اور اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا

دیکھ اور خان تیری بہتری تیری بھلائی اسی میں ہے کہ تو مجھے چھوڑ دے اور مجھے جانے دے۔ دیکھ اگر تو نے مجھے نقصان پہونچایا یا مجھے قتل کیا تو تو اگر زمین کی تہ میں بھی اتر گیا یا آسمان پر بیڑھی لگا کر کیوں نہ چڑھ گیا چنگیز خان اور اس کے لشکری اور اس کے سالار سائے کی طرح تیرا تعاقب کر کے تجھے قتل کر کے رہیں گے۔ قتل اس کے کہ اور تھان اس گفتگو کے جواب میں کچھ کہتا۔ پاسانوں کا سالار حرکت میں آیا اپنے دائیں ہاتھ کا ایک طمانچہ اس نے اس زور اور قوت کے ساتھ تریائی کے

کو بھی اس کا علم ہو گیا تھا کہ جلال الدین خوارزم آیا ہے اس لئے کہ چنگیز خان الدین کو اپنے لئے ایک انتہائی خطرناک شخص خیال کرتا ہے۔ دوسری طرف الدین کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ منگول خوارزم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں لہذا ان سے اپنے بچے کھجے لشکر کے ساتھ نکل بھاگا اور منتشاغ کا رخ کیا اس نے سلطان جلال الدین کو خبر ہوئی تھی کہ آپ نے منتشاغ میں قیام کیا ہوا۔ منتشاغ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں یہی تینوں منگول سردار جن کی آپ نے وادیوں میں جنگ ہوئی ہے سلطان کی راہ روک کھڑے ہوئے لیکن سلطان نے شکست دی۔

اس طرح سلطان ان کے ہاتھوں سے بچ کر منتشاغ چلے گئے لیکن سلطان دونوں بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان کی بد بختی کہ سلطان کے پیچھے پیچھے نے منتشاغ کا رخ کیا تینوں منگول سرداروں نے ان پر بھی حملہ کیا اور ان کا قتل کر دیا۔ لیکن اے امیر آپ نے ان وادیوں میں کیا خوب ان منگول سرداروں انتقام لیا ہے۔

اے امیر جو اچھی خبر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ یہاں سے دل آگے کھلے میدانوں کے اندر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہے۔ ان کا عزم یہ ہے کہ وہ منتشاغ شہر میں آپ سے جا ملیں۔ یہ خبر سننے اور خان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پاسانوں کے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی اس جنگ میں جو کچھ بھی منگول یہاں چھوڑ بھاگے ہیں آدھا تقسیم کریں۔ اور یہاں سے کوچ کریں۔ تم بھی اپنے لشکر کے ہمراہ شہر طرف چلو۔ دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کی خدمت میں ہوتے ہیں اور اسے اپنے تعاون اور اپنی اطاعت کا اظہار کرتے ہیں۔ پاسانوں سالار نے اور خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اس جنگ میں جو کچھ بھی منگول ان کے ہاتھ لگا تھا انہوں نے آدھا آدھا تقسیم کیا پھر وہ اپنے متحدہ لشکر کو سلطان جلال الدین کی طرف کوچ کر رہے تھے۔



سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم شہر سے منتشاغ جانے والی راہ کے کنارے کھلے میدانوں میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ آدھے لشکر انہوں نے ستانے کا اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جبکہ لشکر کے باقی حصے کو دن کے بالکل مسلح حالت میں مستعد کر دیا تھا۔ تاکہ اگر بے خبری کی حالت میں حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تو اپنا دفاع کر کے جوابی حملہ کیا جاسکے۔ دوپہر ، قریب سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے اندر لشکریوں کے لئے پکنے والے کھانے کی مگرانی کر رہے تھے کہ ان کا ایک مخبر گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا لشکر گاہ میں داخل ہوا جہاں لشکر کے لئے کھانا پک رہا تھا اور سلطان قریب تھے اس مخبر نے اپنے بوڑے کو روکا پھر وہ نیچے اترا اور بھانکتا ہوا سلطان کے قریب آیا بڑی ارادتمندی کی اطاعت کے اظہار میں وہ سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا

سلطان محترم۔ میں آپ کے لئے ایک اچھی اور خوش کن خبر لے کر آیا ہوں گو آپ اپنے لشکر کے ساتھ اور خان کے پاس منتشاغ جانے کا رخ کر رہے ہیں۔ لیکن اور خان ان دنوں منتشاغ میں نہیں ہیں۔ اس پر سلطان نے چونک کر پوچھا اگر اور خان اپنے لشکر کے ساتھ منتشاغ شہر میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے اس پر وہ مخبر گراتے ہوئے کہنے لگا سلطان محترم میں آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب آپ منگولوں کے اچانک حملے سے بچ کر اس طرف نکل آئے تو آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دونوں بھائی ازلاق اور آق سلطان بھی اپنے اپنے لشکروں کو لے کر آپ کی طرف آئے تھے تاکہ آپ کے ساتھ شامل ہو کر منگولوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے سکیں۔ لیکن منگولوں کو بھی ان کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی لہذا منگولوں کے تین سردار قراچہ آق ملک اور تربائی گھات میں

لوں کا قتل عام کرتے ہوئے ان کے اندر موت کا رقص شروع کر دیا تھا۔ اس دوران منگول سردار تربائی کو کند کے ذریعے زندہ گرفتار کر لیا اور بعد میں روڈ مار دی گئی۔

سلطان محترم ان وادیوں میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تینوں منگولوں کو بدترین شکست دی اور ان کے لشکر کا قتل عام کیا۔ تربائی تو گرفتار ہو کر اٹھا لیکن دوسرے دو منگول سردار قراچہ اور آق ملک اپنے بچے کھجے کو لے کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں اورخان ان کے سالار کے ہاتھ وہ سارا سامان بھی لگا جو وہ چھوڑ کر بھاگے ہیں اور اب ان کو اس کے مخبروں نے آپ کے یہاں پڑاؤ کرنے کی اطلاع کر دی ہے جس بات میں اورخان اور پاسبانوں کا سالار دونوں ہی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آپ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

خبر سن کر سلطان جلال الدین کے لبوں پر خوشی اور سکون سے ملا جلا تبسم ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر سلطان کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد وہ نیت۔ بڑی ارادت اور شفقت میں کہہ رہا تھا۔

اورخان میرے بھائی تو نے کیا خوب نوائے پریشان اور صدائے بے ہنگم کی طرح ہاں کو اپنے سامنے سے ہانکا ہے میرے بھائی تو نے کیا خوب ان کے نفس کی۔ ان کی جوع قلب کو خون میں ڈبو کر رکھا ہے۔ سن اے دار السلام۔ نیت اور ہمت اور حریمت کے فرزند تو نے کیا عمدہ انداز میں منگولوں کو شکست دے لوگوں کی شجاعت کے سارے رنگ و روغن کو اتار کر ان کی حالت سراب ریگ بنا کر رکھی ہے۔

ان اورخان میرے بھائی۔ تو یقیناً "میری قوم کے ان فرزندوں میں سے ہے جو لشکر کو تیغ کی دھار اور نیزے کی چمکدارانی پر رکھ کر اسے خون میں ڈبو دیتے اور ان تو یقیناً" ان عظیم فرزندوں میں سے ہے جو اپنے دشمن پر الفاظ دریا کی ٹانگی طرح نزل کر کے چھا جانے کا فن رکھتے ہیں۔ سن میرے فرزانہ اور زیرک ہمیں تیری اس فتح مندی پر تجھے سلام کرتا ہوں۔ سن عالم اسلام کے حدود شناس

بیٹھے رہے اور جب آپ کے بھائیوں کے لشکر ان کی گھات کے پاس سے گزر تو وہ اچانک نمودار ہوئے اور آپ کے بھائیوں پر حملہ کر دیا۔ آپ کے بھائیوں ان کے سارے لشکریوں کو ان تینوں منگول سرداروں نے تہ تیغ کر دیا۔

یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین کے چہرے پر پریشانی اور تفکرات رقم لگے تھے پھر وہ بڑے غور سے سوالیہ انداز میں اپنے اس مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا یہ تم کیسی اچھی خبر لائے ہو کیا اس خبر کو اچھی خبر کہا جاسکتا ہے۔ اچھی خبر سے تمہاری مراد یہ ہے کہ ازلاق سلطان جسے ولی عہدی سے محروم کر میرے باپ نے مجھے ولی عہد بنایا تھا مارا گیا ہے تو یہ خوشی کی بات نہیں انتہائی بات ہے اس لئے کہ میں اپنے دو بازوؤں سے محروم ہو گیا ہوں۔ ازلاق سلطان ولی عہد کی حیثیت سے تسلیم کر چکا تھا اور اب اس نے اپنی زبان سے خود بخود کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس پر وہ مخبر فوراً "بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔ جو خوشخبری میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ ابھی باقی اس پر جلال الدین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو پھر کو کہنا چاہتے ہو۔ مخبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ منگول سردار قراچہ۔ تربائی اور آق ملک جب آپ کے ہاں اور ان کے لشکریوں کا صفایا کرنے کے بعد جس قدر سامان تھا اسے لوٹ کر جانے لگے تو اگلی صبح کو ہستانی سلسلے سے گھری ہوئی ایک وادی میں وہ سفر کر رہے کہ اورخان اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اورخان کو اس کے نے تربائی۔ قراچہ اور آق ملک کی نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا تھا لہذا اورخان ان سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سلطان محترم پھر ایسا ہوا کہ ان تینوں منگول سرداروں اور اورخان کی جنگ وادیوں میں ہوئی جس وقت جنگ اپنے زوروں پر تھی تو منگولوں کی پشت کی طرف پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اس کا یہ حملہ ایسا اندازہ کہ اس نے پشت کی طرف سے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ اس لمحہ وادیوں کے اندر ایک طرف سے اورخان دوسری طرف سے پاسبانوں کے سپہ

تھ دیا ہے۔ یہ جو لشکری ان کے پیچھے اپنے چروں پر نقاب ڈالے کھڑے ان کے ساتھی ہیں۔ خود بھی ہمیشہ اپنے چرے پر نقاب ڈال کر رکھتے ہیں یہ اس سے آتے ہیں اس کی ابھی تک مجھے بھی خبر نہیں ہے لیکن انہوں نے کر رکھا ہے کہ نہ ہی میں ان کا نام پوچھوں گا نہ ہی یہ جاننے کی کوشش یہ کون ہیں کہاں سے آتے ہیں اس پر سلطان جلال الدین مسکراتے ہوئے

نہ جس قدر تم پاسبانوں کے اس سالار کے متعلق جانتے ہو اتنا میں بھی اس لئے کہ تمہاری آمد سے پہلے میں اپنے چند مخبروں سے تمہارے اس سالار کے متعلق تفصیل حاصل کر رہا تھا۔ میرے بھائی اگر یہ عالم اسلام رزی عزت فرزند اپنے آپ کو راز ہی میں رکھ کر ہمارا ساتھ دینا چاہتا ہے نہ یہ شانہ منگولوں کے خلاف سینہ سپر ہونا چاہتا ہے تو ہمیں اس کی یہ ادا اور قبول ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سالار بولا اور کہنے لگا۔

نہ محترم اس سے پہلے میں اور اور خان اپنی طاقت اور قوت کے مطابق کے خلاف صف آرا ہوتے رہے ہیں اب آپ کی آمد سے اور منگولوں کے کا عدم کرنے سے ہمارے ولولوں ہماری ہمت اور ہماری جوانمردی میں اور گداہم ایک ضرب کی شکل میں منگولوں کے خلاف صف آرا ہوں گے۔ امید ہے کہ اگر سلطان علاؤ الدین کے بکھرے ہوئے سردار اپنے اپنے لشکر آپ سے آلیں تو ہم ہر شہر ہر قصبہ ہر بستی ہر وادی ہر میدان ہر کوستانی منگولوں کو آسانی سے شکست دے کر انہیں واپس اپنے صحرا کی طرف بھاگ مجبور کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا

یہ میری ملت کے عظیم فرزند۔ خدا کرے تمہارے یہ الفاظ حقیقت کا روپ نہا کرے کہ میرے مرنے والے باپ کے ساتھی سردار اپنے اپنے اختلافات نہاتوں کو فراموش کرتے ہوئے متحد ہو جائیں تو یہ منگول ہمارے سامنے چند ناز نہ کر سکیں گے۔ اور اگر ہم ان کے مقابلے میں اسی طرح منتشر اور پر آئندہ

اور ذوا لاحترام فرزند۔ میری تیرے لئے دعا ہے کہ دونوں جہان کا مالک ابدی عطا فرمائے۔ دیکھ میرے نیک خو بھائی۔ ایک بار پھر میں غائبانہ طاقت۔ تیری قابلیت۔ تیری قوت ارادی کو سلام کرتا ہوں۔

اسی روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے جب سلطان جلال گھوڑے پر سوار اپنے لشکر کے اطراف میں گھومتے ہوئے لشکر کے لئے را کے لئے انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے تو مغرب کی طرف سے انہیں اڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ دھول دیکھتے ہوئے سلطان کے چرے پر مگر ہوئی تھی۔ پھر وہ دھیمی آواز میں کہنے لگے اور خان یہ آنے والا تیرے علا ہو سکتا ہے میرے بھائی۔ مجھے بڑی بے چینی سے انتظار ہے۔ پھر سلطان دیکھتے دھول کے ان بادلوں سے اور خان اور پاسبانوں کا سالار نمودار ہوئے پیچھے پیچھے ان کے لشکری بھی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے چلے آ رہے تھے کے پڑاؤ کے قریب آ کر اور خان اور پاسبانوں کے سالار دونوں نے اپنے جھنڈیوں کے اشارے سے رک جانے کا حکم دے دیا تھا۔ جھنڈیوں کا اشارہ دونوں لشکر اور خان اور پاسبانوں کے سالار کے پیچھے رک گئے پر اور خان نے میں اپنے گھوڑے پر سوار پاسبانوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سن میرے بھائی وہ سامنے جو شخص سفید گھوڑے پر سوار ہے وہی سلطان الدین ہے۔ آؤ دونوں بھائی اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا بیہ عب کریں۔ اس کے ساتھ ہی اور خان اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ اس کی ہوئے پاسبانوں کا سالار بھی اپنے گھوڑے سے اتر پھر وہ دونوں بڑی تیزی بڑھے تھے ان دونوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سلطان بھی اپنے گم اتر گئے تھے۔ سلطان جلال الدین نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ پھر اور نمناک آنکھوں کے ساتھ وہ سلطان جلال الدین کے ساتھ بغل گیر اور خان سے علیحدہ ہونے کے بعد سلطان جلال الدین پاسبانوں کے سالار۔

وئے۔ اس موقع پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ یہ میرے بہترین رفیق کار ہیں۔ سلطان محترم۔ انہوں

بنتن سے مار نہ بھگائیں بشرطیکہ جو مسلمان سردار چھوٹے چھوٹے لشکروں کو لے کر
راہِ ہجرت میں رہے ہیں وہ ہمارے ساتھ آن لیں اگر وہ ایسا کریں تو میں منگولوں کو
سرزمین سے نکالنے کے لئے انہیں ضمانت تک دینے کے لئے تیار ہوں۔

سنو میرے دونوں بھائیو! بھونچال کے جھٹکوں سے وسیع اور بیکراں سمندر تک کا
کتاب اختصا ہے اگر ہم بھی سب متحد ہو کر صحرا میں اٹھتے بگولوں کی طرح سرگرداں
رنگولوں کے سامنے آئیں تو دشت و کساروں میں ہم ان کی خونخواری کا سارا
راہِ حاکمیت نکال کر رکھ دیں اگر ہم اپنے رب کو اپنی نصرت اور مدد کے لئے
ہوئے منگولوں پر حملہ آور ہوں تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مہینوں میں
بالکے ہتھوں کے اندر ہم جلی اور حرارت بن کر ان پر چھا جائیں گے انہیں شکم
نہ بھرنے تن؛ تشنہ جگر اور شجر بے ثمر کا سا کر کے رکھ دیں گے اور اگر ہم ایسا
نے میں کامیاب ہو گئے تو سنو میرے دونوں بھائیو آنے والے مورخ کا قلم ہماری
ناہوں کو سنہرے حروف اور آبِ شکر سے نقل کرے گا۔ کاش میرا باپ سلطان
الدین منگولوں کے خلاف بھاگتا نہ پھرتا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اب تک ہم
بل کا سارا نام و عنوان اور اوج و علا اعلیٰ ہنر آذر اور سوز و ساز نکال کر اپنے
نے جگا چکے ہوتے اب بھی میرے بھائیو ہمیں بہت کچھ کرنا ہو گا اپنی سرزمینوں
لئے اپنی مسلم قوم کے لئے جگہ جگہ شہر شہر منگولوں کے سامنے اپنی جرات مندی
اتحاد کی دیواریں کھڑا کرنی ہوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا تو اورخان پاسبانوں
اپنے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

سنو میرے پاسبان بھائی تو نے ایک بار مجھ پر یہ انکشاف کیا تھا کہ تیرا مستقر تیرا
لہ دریائے جیحون کے کنارے کہیں پر واقع ہے میں نہیں جانتا کہ دریائے جیحون
کے کنارے کو تو نے اپنی رہائش گاہ بنا رکھا ہے اب جبکہ ہم اس وقت دریائے
ٹائیک کے قریب ہی کھڑے ہیں کیا تم اشارہ کر سکتے ہو کہ تمہارا مستقر کس جانب ہے
اگر کوئی ناگمانی ضرورت آن پڑے تو ہم تمہیں آواز دے سکیں تمہیں اپنے ساتھ
اگلے اس پر پاسبانوں کے سالار نے تھوڑی دیر تک باری باری سلطان جلال الدین

رہے جس طرح اب ہیں تو پھر منگول کسی بھی میدان میں ہمارے قدم نہ
گے۔ جواب میں پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جس طرح میں اب تک
ساتھ دیتا رہا ہوں اسی طرح اب میں آپ کا بھی ساتھ دوں گا۔ سلطان
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے اس ساتھ دینے میں کوئی لالچ۔ کوئی دھوکہ
پنہاں نہ ہو گا۔ اس پر سلطان فوراً "بولے اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو
ہوئے کہنے لگے۔

دیکھ میری قوم کے محترم فرزند۔ یہ تم کس قسم کی گفتگو کرنے لگے ہو
اور اورخان پر ایک جیسا بھروسہ اور اعتماد ہے۔ تم دونوں کی فتح تم دونوں کی
کی خبریں مجھے اس وقت بھی ملتی رہی ہیں جب میں ایک ناکارہ انسان کی جگہ
اپنے باپ کے ساتھ منگولوں کے آگے ایک شہر سے دوسرے شہر ایک
دوسرے قریہ کی طرف بھاگتا رہا ہوں۔ سن اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
میری مجبوری کا دور تھا میں اپنے باپ کو ناراض کر کے اس کے ماتھے کی ٹکر
چاہتا تھا۔ اب جبکہ میرا باپ مر چکا ہے اور مجھے اپنا ولی عہد مقرر کر گیا۔
سے عہد کرتا ہوں کہ میں ہر وادی۔ ہر شہر میں منگولوں سے ٹکرانے کا عزم
ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں بھی میرے اس عزم اور میرے ان ارادوں
پورا پورا ساتھ دو گے۔

اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ میں پاسبانوں کا سپہ سالار
آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم صبح آزادی وطن اور شفق خاک شہیدانِ ہند
ساتھ دیں گے۔ حالت کی جھگڑائے میں ہم نفرت و مسرت بن کر آپ کے پاس
ملائیں گے۔ سلطان جلال الدین فوراً "اورخان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگے
اورخان مجھے تم اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں پر بھروسہ اور اعتماد
لوگ ایسے الفاظ نہ بھی ادا کرو تب بھی مجھے تم دونوں پر ایسا ہی بھروسہ ہے
خود اپنی ذات پر۔ سنو میرے دونوں بھائیو میرے دونوں عزیزو اگر ہم
جانفشانی سے منگولوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم

اور پھر اور خان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین کے آن ملنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہم اب ایک لمحہ متحد قوت بن کر منگولوں کے سامنے آسکتے ہیں سنو میں تم دونوں بھائیوں کے اپنے مستقر کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں اس شرط پر کہ کوئی میرے ٹھکانے میری مستقر کا بھید کسی پر ظاہر نہیں کرے گا اور نہ ہی اس سے زیادہ میرے سے متعلق کوئی تفصیل جاننے کی کوشش کرے گا اس کے بعد پاسبانوں کا سالار ہاتھ کے اشارے سے اپنے دائیں طرف کوستانی سلسلوں کی ایک بلند چوٹی کی اشارہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

اور خان میرے بھائی وہ جو بلند کوستانی چوٹی دکھائی دے رہی ہے یوں چوٹی میری مستقر کے اندر ہے اگر کوئی اس چوٹی اور اس کے آس پاس کھڑا ہو پکارے تو میں اس کی پکار کا جواب بھی دے سکتا ہوں اور باہر نکل کر اس سے بھی کر سکتا ہوں۔

پاسبانوں کے سالار کے اس انکشاف پر اور خان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر وہ آگے بڑھا اور پاسبانوں کے سالار سے گلے مل کر وہ کہنے لگا۔ دیکھ پاسبان بھائی تیرا شکریہ کہ تو نے ہم پر اتنا بھروسہ اور اعتماد کیا پھر جب اور خان ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم اب مجھے اجازت دیجئے میں اپنے مستقر اپنی پناہ گاہوں کی جاؤں گا جس قدر لشکر اس وقت میرے ساتھ ہے اتنا ہی لشکر میرے مستقر کرتا ہے پچھلی وادیوں میں جو ہم نے منگولوں کو شکست دی ہے اس کے میرے اور اور خان کے ہاتھ بہت سا سامان لگا ہے یہ سامان میں وقت ضائع اپنے مستقر میں پہنچانا چاہتا ہوں اور سلطان محترم میں آپ کو یہ بھی یقین دلانا میرے مخبر میرے اطلاع گر سائے کی طرح سے آپ کے آگے پیچھے رہیں گے سلطان محترم جہاں تک میرے ذاتی خیال اور میرے دل کی آواز ہے اس کے مجھے ان حالات میں آپ کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ کسی موقع پر منگول اگر آپ پر حملہ آور ہوں تو میں آپ کا ساتھ دے سکوں۔

بہن سلطان محترم میرے لئے جو سب سے بڑی دشواری اور مشکل ہے وہ یہ کہ ساتھ جس قدر مسلمان لشکر کام کر رہے ہیں ان کے بیوی بچے اور ان کے ساتھ ہی ان کے ساتھ ہیں ان کے اخراجات پورے کرنے کے لئے میرے پاس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں کہ منگولوں پر حملہ آور ہوتا ہوں اور ان سے چھین کر کے میں اپنے ساتھیوں کے لئے گزر بسر کا سامان فراہم کرتا ہوں۔ جب سے میں نے کام کرنا شروع کیا ہے تب سے میں اس کوستانی میں جس میں میرا مستقر ہے خوراک کے کچھ ذخائر بھی جمع کرنے میں کامیاب ہوا ہے اس سے پہلے جو کچھ ہمیں حاصل ہوتا تھا وہ ہم اپنے استعمال میں لے آتے سلطان محترم جو کچھ گزشتہ جنگ میں میرے حصے میں آیا ہے وہ میں اپنے مستقر میں رہنے والے اپنے ساتھیوں کے لئے چھوڑ کر بہت جلد آپ سے آن ملوں گا۔ ہم تینوں شانے سے شانہ ملا کر منگولوں کا مقابلہ کر سکیں اس کے ساتھ ہی دن کا سپہ سالار باری باری سلطان جلال الدین اور اور خان سے بغل گیر ہوا پھر وہ لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔



سلطان جلال الدین اور اور خان دونوں متحدہ لشکر کے ساتھ متشلائ شہر میں یہاں کوستانی سلسلے کے اندر اور خان نے جو اپنا مستقر قائم کر رکھا تھا اس میں رہنے والے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا خوراک اور ہتھیاروں کے جس قدر اٹتے وہ بھی سیٹے گئے اس کے بعد سلطان جلال الدین اور اور خان نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ متشلائ شہر سے کوچ کیا تھا۔

چنگیز خان اس وقت ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ طالقان شہر کے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا اسے جب خبر ملی کہ سلطان جلال الدین کے لشکر میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو وہ فکر مند ہو اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر سلطان جلال الدین بڑا لشکر جمع کر لے گا تو وہ کامیاب ہو گیا تو وہ واحد شخص ہے جو منگولوں کی شاندار فتوحات کو بدترین صورت میں تبدیل کر سکتا ہے لہذا اپنے بیٹوں کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر نیشا

پور شہر کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ سلطان جلال الدین اور اس کے لشکریوں کو گھیر کر ختم کر دیا جائے۔ چنگیز خان نے بڑی سختی کے ساتھ یہ بھی حکم جلال الدین کو ہر صورت میں زندہ یا مردہ اس کے سامنے پیش کیا جائے یہ ہی چنگیز خان کے بیٹے ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے نیشاپور طرف بڑھے تھے۔

سلطان جلال الدین اور اورخان کے پاس ابھی تک اتنا بڑا لشکر نہیں تھا میدانوں میں وہ منگولوں کا مقابلہ کر سکیں لہذا نیشاپور پہنچ کر انہوں نے نیشاپور لوگوں اور وہاں پر مقیم محافظ لشکر سے رابطہ قائم کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ اس ساتھ مل کر منگولوں کے خلاف دفاع کا بند باندھنے کی کوشش کریں۔

نیشاپور کے لوگوں کو خبر ہو گئی تھی کہ سلطان جلال الدین کے نیشاپور جانے کی وجہ سے منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر سلطان پر حملہ آور ہونے کے لیے پور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نیشاپور کے لوگ بڑے خوفزدہ ہوئے انہیں خدشہ ہوا نیشاپور شہر پہلے منگولوں کی طرف سے بڑی تباہی اور بربادی دیکھ چکا ہے اور اگر موقع پر انہوں نے سلطان کا ساتھ دیا تو منگول رہی سہی کسر بھی نکال دیں گے اور پور شہر کے لوگوں کو جو ادھر ادھر سے بھٹکنے کے بعد پھر وہاں پر آکر جمع ہو گئے ہیں کر کے رکھ دیں گے لہذا نیشاپور شہر کے لوگوں نے سلطان جلال الدین کو جواب دیا اور اس کا ساتھ دینے سے قطعی طور پر انکار کر دیا نیشاپور کے لوگوں سے باز کر سلطان جلال الدین اور اورخان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے اب کا ارادہ غزنی شہر کی طرف جانے کا تھا۔

بڑی تیزی کے ساتھ غزنی کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان جلال اور اورخان اپنے لشکر کے ساتھ جب زوزن کے مقام پر پہنچے تو ارادہ کیا کہ زوزن مقام پر قیام کر کے اپنے لشکروں کو آرام کرنے اور تازہ دم ہونے کا موقع فراہم کریں۔ لیکن جب سلطان نے زوزن شہر کے اس قلعے اور اس کی تفصیل کا جائزہ دونوں کی حالت اطمینان بخش نہ پا کر وہاں بکے قیام کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے اہل زوزن کو جب خبر ہوئی کہ سلطان کے پیچھے پیچھے منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر

ہے تو انہوں نے سلطان کو زوزن شہر میں قیام کرنے کی اجازت نہ دی۔ مجبور اور بے بس ہو کر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ زوزن شہر سے بست شہر کی طرف بڑھا تھا۔ بست شہر والوں نے سلطان جلال الدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس کے لشکریوں کو اپنے شہر اور اس کے نواح میں قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ دوسری طرف سلطان نے اپنے اطراف و اکناف میں اپنے اور اورخان کے خبردور دور تک پھیلا دیئے تھے اور وہ منگولوں کے ہر لشکر اور چنگیز خان کے ساتھ کام کرنے والے منگولوں کی نقل و حرکت سے انہیں پوری طرح آگاہ کر رہے تھے۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکریوں کو تازہ دم ہونے اور آرام فراہم کرنے لئے بست شہر میں قیام کر لیا تھا۔

بست شہر میں قیام کے دوران سلطان جلال الدین کی خوش قسمتی کہ اس کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا وہ اس طرح کہ ہرات کا سابق حکمران امین الملک جس کے ساتھ دس ہزار کا ایک لشکر تھا وہ ادھر ادھر منگولوں کے آگے بھٹکتا پھر رہا تھا اور ان دنوں وہ سیستان سے شمال کی طرف رخ کئے ہوئے تھا سلطان نے فوراً اپنے قاصد اس کی طرف بھجوائے اور اسے اپنی طرف آنے کو کہا امین الملک نے اسے غنیمت جانا پس وہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ سلطان کے ساتھ آ ملا تھا۔ اس طرح امین الملک کے آنے سے سلطان کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوا تھا۔

دوسری غیبی مدد جو سلطان جلال الدین کو ملی وہ ایک افغان سالار سیف الدین اغراق کی طرف سے تھی۔ سیف الدین ایک عمدہ بہترین اور جنگجو جرنیل تھا یہ بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ سلطان کے ساتھ آ ملا تھا۔ اس طرح سلطان کے لشکر کی تعداد تقریباً ساٹھ ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی تھی۔ اس طرح بست شہر میں سلطان کے لشکر کی حالت خاطر خواہ سدھر کر رہ گئی تھی۔

بست شہر کے قیام ہی کے دوران ایک روز سلطان جلال الدین اپنے خیمے سے باہر اورخان امین الملک اور سیف الدین اغراق کے ساتھ منگولوں کے ساتھ آئندہ جنگوں سے بچنے کے لئے صلاح و مشورہ کر رہے تھے کہ پاسانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ اس کے آنے پر سلطان جلال

الدین نے سوالیہ اور استفہامیہ سے انداز میں اور خان کی طرف دیکھا اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میرا پاسبان بھائی ٹھیک کہتا ہے۔ یہ منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ یہ جو میں نے اپنے لشکر کو جھنڈیوں کے ذریعے نقل و حرکت کی تربیت دی ہے یہ فن اور یہ طریقہ بھی میں نے اپنے اس پاسبان بھائی ہی سے سیکھا ہے۔ سلطان محترم اگر ہم سوہدائی اور جی نویان پر ضرب لگا کر ان دونوں کے لشکروں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس طرح چنگیز خان کی قوت میں واقعی خاطر خواہ کمی ہو سکتی ہے۔ اور آنے والے دور میں ہم سینہ تان کر ہر جگہ کھڑے ہو جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں کہ تم دونوں کا کیا ہوا فیصلہ بہترین اور خلوص پر مبنی ہو گا سنو۔ میرے دونوں بھائیو۔ جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کرو۔ میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ سلطان کا یہ فیصلہ سن کر پاسبانوں کا سپہ سالار اور اور خان دونوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اور اور خان دونوں اپنے اپنے لشکر کو لے کر بست شہر کے نواح میں سلطان کے پڑاؤ سے دریائے ولگا کی طرف کوچ کرے تھے۔



دوسری طرف چنگیز خان کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان جلال الدین بست شہر میں قیام کر کے منگولوں کے خلاف طاقت اور قوت کو جمع کرتا چلا جا رہا ہے یہ کہ آنے والے دنوں میں وہ منگولوں کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر چنگیز خان چاہتا تھا کہ اپنے سارے لشکروں کو ادھر ادھر سے سمیٹ کر بست شہر کی طرف کوچ کر لے اور سلطان جلال الدین کا مقابلہ کرے۔ لیکن جلال الدین کی خوش قسمتی کہ چنگیز خان جو ان دنوں طالقان شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا فی الفور بست شہر کی طرف پیش قدمی نہ کر سکا

الدین اور اور خان بے حد خوش ہوئے۔ سیف الدین اغراق اور امین الملک کے ساتھ پاسبانوں کا سپہ سالار کا بہترین اور پر جوش استقبال کیا۔ سلطان نے اس موقع پر چاہا کہ پاسبانوں کا سپہ سالار اس کے خیمے کے قریب اپنا خیمہ نصب کرائے اور سلطان کے لشکر کے پہلو میں اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے لیکن اس موقع پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے بڑی رازداری میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم۔ میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یوں جاننے کہ میں آپ کو ایک اچھی تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر اس تجویز پر عمل کیا جائے تو ہم منگولوں کی طاقت کے ایک حصے کو کاٹ کر ان کے لشکر کی تعداد کم کر سکتے ہیں۔ اس پر جلال الدین اور اور خان دونوں نے چونک کر پاسبانوں کے سالار کی طرف دیکھا جواب میں وہ پھر بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ آپ کو خبر ہوگی کہ چنگیز خان نے اپنے دو بہترین سپہ سالار سوہدائی اور جی نویان کو آپ کے والد محترم سلطان علاؤ الدین کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ ان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ بحیرہ کیسپین تک آپ کے والد کا تعاقب کیا۔ جب انہیں خبر ہوئی کہ آپ کے والد اپنی طبعی موت مر گئے ہیں تو انہوں نے شمال اور مغرب کی طرف مزید پیش قدمی کی اور وسیع علاقوں کو تباہ و برباد کیا۔

چنگیز خان کو جب خبر ہوئی کہ اس کے دونوں جرنیل بحیرہ کیسپین سے بھی آگے شمال مغرب کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں تو اس نے ان دونوں کی طرف قاصد بھجوائے اور انہیں واپس آنے کا حکم دیا۔ بس واپس لوٹتے ہوئے جی نویان اور سوہدائی ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے ولگا کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ یہاں کچھ بلغاری آباد تھے جن پر حملہ آور ہو کر ان جرنیلوں نے ان کی بستیوں اور شہروں کو خوب لوٹا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اور خان کو میرے ساتھ روانہ کر دیں تاکہ انہیں اپنے اپنے لشکر لے کر چنگیز خان سے ملنا نصیب نہ ہو۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس طرح چنگیز خان کی طاقت اور قوت میں خاطر خواہ کمی ہوگی۔

یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو سلطان جلال

اس لئے کہ ان ہی دنوں اہل ہرات نے منگولوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی تھی لہذا چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولائی کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر ہرات کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ پھر وہ طالقان شہر میں ہی قیام کر کے اپنے بیٹے تولائی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔ تاکہ متحدہ لشکر کو لے کر وہ بہت کی طرف قدم قدمی کرے جہاں سلطان جلال الدین نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔



رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ دریائے دولگا کے کنارے کی بچ بستہ وادیوں میں نمودار ہوئے۔ ان دونوں کے مقرر بڑی تیزی سے چنگیز خان کے سالار سوبدائی اور جی نویان کے خلق انہیں اطلاعات فراہم کر رہے تھے۔ دریائے دولگا کے کوستانی سلسلوں اور بزاروں میں داخل ہونے کے بعد مخبروں نے جو آخری اطلاع دی وہ یہ تھی کہ بدائی اور جی نویان دس میل آگے دریائے دولگا کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ ان مخبروں کی یہ بھی اطلاع تھی کہ جی نویان اور سوبدائی دونوں کے لشکروں نے اپنے درمیان صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ رکھ کر دریائے دولگا کے کنارے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ خبر ملنے ہی رات کی تاریکی میں اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی سے اس سمت بڑھے تھے جہاں منگولوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ راستے میں دونوں نے مل کر یہ طے کر لیا تھا کہ پاسبانوں کا سپہ سالار منگول سردار سوبدائی پر ضرب لگائے گا جبکہ جی نویان پر اور خان حملہ آور ہو گا۔

رات اپنے پر پوری طرح پھیلنے لگی تھی۔ اسی طرح تاریکی میں بھاگتی چلی جا رہی تھی کہ کئی اندھیرے میں سب سے پہلے پاسبانوں کا سپہ سالار حرکت میں آیا۔ وہ سو بہ سو گھومتے ہوئے کو بہ کو پھیلنے عذاب۔ ایک یگانہ آفاق اور قبلہ شوق کی طرح آگے بڑھا۔ فیل و دھم اور جٹائے رنج و غم آندھیوں اور توبہ نو تازہ بہ تازہ ارتقاہ ہم کی طرح وہ سوبدائی کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کا یہ حملہ ایسا خوفناک ایسا جاندار تھا کہ سوبدائی کے لشکر کے اندر اپنے جانبازوں کے ساتھ اس طرح کھٹکھٹایا گیا تھا جیسے سورج کی پہلی کرن اندھیرے کا جگر چیرتی ہوئی گھسی چلی جاتی ہے جس وقت رات کا اندھیرا، تاریکی، تاریکی، تاریکی کے ساتھ سالار نے بچ بستہ وادیوں

نے اپنے لشکر کے ساتھ منگول سردار جی نویان اور اس کے ساتھی منگولوں کو دریا کے کنارے کی ایک وادی میں گھیر رکھا تھا اور چاروں طرف سے ان کا قتل عام شروع کر رکھا تھا اس قتل عام میں پاسبان بھی آگے بڑھ کر شامل ہو گیا تھا۔ جلد ہی اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے مل کر جی نویان کے سارے لشکر کا صفایا کر دیا اور جی نویان کو انہوں نے زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

جی نویان کو اورخان کے لشکری جب پکڑ کر اس جگہ لائے جہاں جنگ کے بعد اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کھڑے تھے تو اورخان نے اسے مخاطب کر کے پوچھا کہ جی نویان تو گزشتہ کئی ماہ سے سلطان علاؤ الدین کے پیچھے اپنے ساتھی جرنیل سوہائی کے ساتھ لگا ہوا تھا تم لوگ خوش تھے کہ سلطان علاؤ الدین بیکر کیسٹین کے ایک جزیرے میں گمناہی کی موت مرچکا ہے اور یہ کہ اس کی موت پر تم لوگوں نے نہ صرف جشن منایا بلکہ دریائے دولگا اور اس کے شمال مغربی علاقوں میں تباہی اور بربادی کا میل کھیا۔ دریائے دولگا کے کنارے جی نویان تو نے دیکھا کہ تباہی اور بربادی ہمارے اور سوہائی کے لشکر پر بھی کھیل گئی ہے۔ سوہائی اپنے لشکر کے چند بچے کھچے دستوں کے ساتھ چنگیز خان کی طرف بھاگ گیا ہے جبکہ تو ہمارے سامنے ایک فدی کی حیثیت سے بے بسی کی حالت میں کھڑا ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ لگا کر کیا سلوک کیا جائے اس پر جی نویان نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے باری باری اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

کیا میں جان سکتا ہوں اس لشکر کا سپہ سالار کون ہے۔ جو میرے اور سوہائی کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا جس طرح تیرے اور سوہائی کے ہاتھ دو لشکر تھے اس طرح میرے اور میرے ساتھ کھڑے اس سپہ سالار کے ساتھ میں دو مختلف لشکر ہیں۔ رات کی تاریکی میں جی نویان میں تیرے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا میرا یہ ساتھی تمہارے سب سے اعلیٰ اور عمدہ جرنیل سوہائی کے لشکر پر عذاب بن کر لڑا تھا۔ تیرے تو سارے لشکر کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے تاہم سوہائی بزدل گیڈر کی طرح اپنے چند دستوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس پر جی نویان بوللا اور کہنے لگا۔

کے اندر منگولوں کے سردار سوہائی پر شب خون مارا تھا عین اسی وقت پہلے سپہ سالار کے ساتھ ہی ساتھ اورخان بھی سمندری موجوں کے شور کی طرح بلند کرتا ہوا بخ بستہ سطح مرتفع کے جاڑے میں دکھ کے جلتے چڑھتے قری سوہائی آگے بڑھا تھا پھر وہ قانون فطرت کے بدترین قہرملت، نفرت کے طوفان، عذاب اور افسوسناک باب کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اب ایک طرف سے کے سپہ سالار نے سوہائی اور اس کے لشکریوں دوسری طرف اورخان نے اور اس کے ساتھی منگولوں کو رات کی تاریکی میں خون آلود کرنا شروع کر دیا تھا جب تک جی نویان اور سوہائی سنبھل کر اپنے لشکروں کو اس شب بچانے کی کوشش کرتے اس وقت تک اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لشکروں کے اندر دور تک گھس کر اپنے آپ کو مہیب طاغوتی قوت کچھ منگولوں کے سارے خست باطن۔ حسد و نسلی تعصب کو ان ہی کے خون میں ڈال دیا تھا۔

دولگا کے کنارے یہ شب خون صبح کے قریب تک جاری رہا منگول سردار اور جی نویان یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ صبح تک حملہ آوروں کا مقابلہ کر اور صبح کی روشنی جب نمودار ہو گی تو دونوں لشکروں کو متحد کر کے حملہ آ مقابلہ کریں گے لیکن صبح تک ان کے لشکر کی خاصی بڑی تعداد کو اورخان اور کے سپہ سالار نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ سورج جس وقت مشرق کی طرف سے دولگا کے کنارے نمودار ہوا تو منگول سردار سوہائی نے دیکھا کہ حملہ آوروں کے لشکر کا بہت بڑا حصہ کاٹ کر رکھ دیا ہے اس نے اندازہ لگایا کہ اس نے جاری رکھنے کا عزم کیا تو حملہ آور اس کے سمیت اس کے باقی لشکر کا بھی منہ رکھ دیں گے لہذا وہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز وہیں چھوڑ کر اپنے بچے کھچے لشکر دریائے دولگا کے کنارے کنارے بھاگ کھڑا ہوا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار نے تک اس کا تعاقب کیا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹا ہوا میدان جنگ کی طرف تھا اس طرح منگول سردار سوہائی کو اپنی جان بچا کر نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار جب واپس میدان جنگ میں گیا تو اس نے دیکھا

ایسے بہادر ایسے شجاع ایسے زندہ دل ایسے منہلہ جوان اکثر
 ایک جی نویان۔ ایسے بہادر ایسے شجاع ایسے زندہ دل ایسے منہلہ جوان اکثر
 ایسے ہی دیکھنے کو ملتے ہیں تو نے بھی اس اعلیٰ اور ارفع شخصیت کو خوابوں ہی
 بھلا ہو گا۔ جی نویان کے جواب دینے سے پہلے ہی پاسبانوں کا سپہ سالار حرکت
 ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور جی نویان کو مخاطب کر
 کہہ دیا جی نویان اپنی تلوار سنبھال۔ تیرے ساتھ مقابلہ کر۔ پھر دیکھتے ہیں کس کی
 سس کی شہ رگ کو کاٹتی ہے اور دیکھ اگر تو اس مقابلے میں مجھے زیر کر گیا تو
 ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ تجھے رہا کر دیا جائے گا اور اگر تو ہار گیا تو میں تیری
 کاٹ دوں گا۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس گفتگو پر جی نویان بے حد خوش ہوا شاید اس طرح
 اپنی رہائی کی ایک امید ہوئی تھی۔ شاید اس کی خوشی کی دوسری وجہ یہ بھی ہو کہ
 اور خان کے بجائے پاسبانوں کے سپہ سالار سے مقابلہ کرنے کا موقع مل رہا تھا۔
 لے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر اور خان نے اس کے بھائی اوتان کو قتل کر دیا ہے تو تنگ
 کے مقابلے میں وہ اس کی گردن بھی کاٹ کر رہے گا۔ لہذا پاسبانوں کے سپہ سالار
 ماتھ مقابلے کی توقع اور امید پر وہ بے حد خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے
 ماتھ اپنی تلوار نکالی اور کہنے لگا میں تیرے ساتھ تیری پیش کردہ شرائط پر مقابلہ
 لے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا اور خان میرے
 ازار پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اور میرے سامنے اس جی نویان کی بے بسی اس
 اہلکار کی کا تمامہ دیکھو۔ اور خان فوراً پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا جبکہ جی نویان اور
 ان کا سپہ سالار دونوں اپنی تلواریں لہراتے ہوئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔

جی نویان جو منگولوں میں اپنے آپ کو ایک مغزو تنگ زن خیال کرتا تھا اور جس
 اہلکار اور شجاعت اور شمشیر زنی کی تعریف کئی بار چنگیز خان بھی کر چکا تھا اس کا
 یہ تھا کہ وہ بہت جلد اپنے سامنے آنے والے اس نقاب پوش کا خاتمہ کر دے گا
 پاسبانوں کا وہ سپہ سالار عجیب سی سحر طرازی میں مشیت الہی میں ڈوبے کسی

اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگوں نے میرے لشکر کا صفایا کیا ہے لیکن
 دونوں میں سے کسی میں اتنی اخلاقی جرات ہے کہ وہ انفرادی طور پر میرے ساتھ
 زنی کا مقابلہ کرے۔ اگر میں تنگ زنی کا مقابلہ جیت جاؤں تو تم مجھے رہا کر دینا
 جاؤں تو قتل کر دینا۔ یہاں تک کہنے کے بعد جی نویان رکا پھر وہ اور خان کی
 دیکھتے ہوئے کہنے لگا نو جوان تیرا نام کیا ہے اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا
 نے پہلے بھی سن رکھا ہو گا اس لئے کہ میں نے تیرے بھائی اوتان کو قتل کیا تھا
 کی نسبت سوبدائی کی بیٹی طیان سے ملے تھی اس پر جی نویان چونک سا پڑا اور
 کے چہرے پر وحشت اور جنگلی جذبے لہرا گئے پھر وہ کہنے لگا تو یقیناً اچھا تنگ زن
 اس لئے کہ میرا بھائی اوتان منگولوں میں تیسرے درجے کا تنگ زن تھا جبکہ میرا
 دوسرا اور سوبدائی کا پہلا ہے لگتا ہے تیرے ساتھ مقابلے میں بڑا لطف ہو گا۔
 تجھے ہی مقابلے کا دعوت دیتا ہوں اس بار اور خان کے بجائے پاسبانوں کا سپہ سالار
 اور اپنی گرجتی اور دھڑکتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

سن جی نویان۔ تو اس اور خان سے کیا مقابلہ کرے گا اگر تیرا بھائی اوتان
 کے اندر تنگ زنی میں تیری حیثیت رکھتا تھا تو اسے تو اور خان نے بڑی آسانی
 اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر دیا تھا اور اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ لہذا یہ
 تجھ پر بھی بڑی آسانی سے غالب رہ کر تیری گردن کاٹ سکتا ہے لہذا تیرا
 اور خان کے ساتھ نہیں میرے ساتھ ہو گا اور میں تجھے بتاؤں گا کہ تنگ زنی کیا ہو
 اور تلوار سے کیسے اور کس طرح موت کا طوفان کھڑا کیا جاتا ہے۔

یہاں تک کہتے ہوئے پاسبانوں کے سپہ سالار کو رک جانا پڑا اس لئے کہ
 آواز سننے ہوئے جی نویان چونک سا پڑا تھا پھر اس نے عجیب سی وحشت میں
 کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے تجسس بڑی پریشانی میں پوچھا۔ دیکھ ابھی
 چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ہے لہذا میں تجھے پہچان نہیں سکا لیکن تیری آواز
 ہے۔ میرے ذہن کے کسی کونے میں اس آواز کی شناسائی اور اس کی یادیں مجھے
 ہیں۔ پر دیکھ مجھے یاد نہیں آ رہا۔ یہ آواز میں نے کب کہاں اور کیسے سنی
 ہے تیری میرے ساتھ پہلے بڑی خوب جان پہچان ہے۔ اس پر اور خان بولا۔

نہ انہم چنگیز خان کے سارے ذوق و میلان کو اسی کے خون میں دھو کر

جی نوبان۔ تیغ زنی کے مقابلے میں ایک بار میں تمہیں اپنے سامنے زیر کر چکا
تکوار تیرے ہاتھ سے چھوٹ کر دیکھ کتنی دور جا گری ہے۔ پر میں ایک بار
اپنے سامنے بیٹھے اور مقابلہ کرنے کا موقع دیتا ہوں اپنی تکوار اٹھا اور میرے
پائے کے لئے تیار ہو جا۔ جی نوبان جھپکتے ہوئے اپنی تکوار کی طرف بڑھا۔ بار
کرچے بھی دیکھ لیتا کہ کہیں اچانک اور غیر متوقع طور پر پاسبانوں کا سپہ سالار
ملے اور ہو کر اس کا خاتمہ نہ کر دے۔ اس پر پاسبانوں کا سالار ہلکا ہلکا قہقہہ
بکھینے لگا۔

نوبان۔ بے دھڑک ہو کر اور بے خوف ہو کر اپنی تکوار اٹھاؤ۔ میں تیری قوم
کے باز۔ فریبی اور عیار نہیں ہوں۔ میں تجھے اپنی تکوار اٹھانے کا موقع فراہم
تا اور جب تک تو تکوار اٹھا کر میرے مقابل نہیں آتا اس وقت تک میں تجھ
کی طرح حملہ نہیں کروں گا۔ اس پر جی نوبان بے دھڑک آگے بڑھا اپنی
تکوار اور مقابلہ کرنے کے لئے وہ پھر تیار ہو گیا تھا۔

میری جی نوبان خم ٹھوٹ کر تکوار سنبھالتے ہوئے مقابلے پر آیا پاسبانوں کا سپہ
سالار پھر وحشی اور خونخوار قرون کے سہ۔ موت کے رقص۔ اور ارادوں کو
رہنے والی سحر آفریں قوت کی طرح جی نوبان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر
میں جی نوبان کے سر ٹوٹ رہے پھر اچانک پاسبانوں کے سالار نے نغمہ عبودیت کی طرح
رہنے والے آواز میں نکبیر پکاری پھر وہ کچھ اس تیزی اور خونخواری سے حملہ آور ہوا
اس کے آنکھوں میں ان گنت آتش فشاں پھٹ پڑے ہوں۔ اپنے تیز حملوں کے
جی نوبان کو پاسبانوں کے سپہ سالار نے تھکا کر رکھ دیا تھا اس کے بعد ایک بار
نوبان کے خلاف پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنا پہلا حربہ استعمال کیا اور جی
نوبان کو ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی تھی اس موقع پر بڑے
نوبان کو پاسبانوں کا سپہ سالار جی نوبان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

جی نوبان یہ دو لگا کے ان دیرانوں میں تو نے اپنی شجاعت اپنی تیغ زنی اور

درویش صفت مجاہد کی طرح جی نوبان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے حملوں میں
شوق طاق و طرم تھا۔ اور وہ ستم بالائے ستم بن کر لمحہ بہ لمحہ جی نوبان
رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد پاسبانوں کے سپہ سالار نے بڑے
میں جی نوبان کا وار اپنی تکوار پر روکنے کے بعد اس زور سے اس کے
ہاتھ پر اپنی ڈھال ماری کہ جی نوبان کے ہاتھ سے اس کی تکوار چھوٹ کر
تھی۔ جی نوبان بڑی بے بسی سے کبھی ذرا فاصلے پر گری ہوئی اپنی تکوار
اپنے سامنے تکوار لہراتے ہوئے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھنے لگا
کا سارا جسم خوف اور وحشت سے کانپ رہا تھا۔ اس موقع پر جی نوبان
کرتے ہوئے پاسبانوں کا سالار کہنے لگا۔

دیکھ جی نوبان میری مسلم قوم میں نہ سپاہ گرانہ قابلیت نہ بلند منزل
نہ قوی بازوؤں کا قسط ہے۔ دیکھ یہ وہ قوم ہے جو ہمیشہ زبردستوں کے لئے
زیر دستوں کے لئے پناہ گاہ بنی رہی ہے۔ جی نوبان دریائے دجلہ سے لے
نیل تک میری قوم کی علو ہستی۔ میری قوم کے بلند اخلاق کی داستانیں بھلی
دیکھ جی نوبان مسلم قوم کے فرزند نہ ہمت میں پست ہیں نہ عزیمت
ہیں جو دشمن کے ذہن افق اور زندگی معراج پر منطقی اثرات اور ہمت
رفتہ بن کر چھا جانے کا فن اور صنایع جانتے ہیں۔

جی نوبان۔ اگر میری قوم اور اس کے فرزندان نے اپنے دین کے
اصول بھلا کے ذلت و مسکنت۔ حد اور نسلی تعصب کو اپنا لباس نہ بنالیا
دین اور قوم کی شیرازہ بندی کے بجائے اپنے قصر اقتدار کی شیرازہ بندی
گئی ہوتی اور اس قوم نے دینی اور نسلی یک جہتی پر نقلی گروہی تقسیم کو
ہوتی۔ اگر میری قوم نے عمود مذہب۔ مدار ملت سے نکل کر سادہ بدوی
کرتے ہوئے تن آسانی اختیار نہ کر لی ہوتی تو آج ان کی ذہنی۔ عقلی قوت
ہوتی۔ اور تم جیسے پرستار ان باطل کی ہولناک یلغار کے سامنے ان کا
کا اتحاد عمل۔ پارہ پارہ ہو کے نہ رہ جاتا۔ دیکھ جی نوبان اگر میری قوم
شکار نہ ہوئی ہوتی تو یہ فرزندان توحید تم منکولوں کو سٹھن کی طرح

اپنی جو کچھ اب ہمارے ہاتھ لگے گا وہ اب تیرے اور میرے درمیان آدھا آدھا تقسیم نہیں ہوا کرے گا۔ اب ہم دونوں سلطان جلال الدین کے ماتحت رہ کر لڑنے والے بنائے گا جو کچھ ہمیں حاصل ہو گا وہ سلطان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ وہ اپنی رخصتی سے جیسا اور جس طرح چاہے تقسیم کا معاملہ کرے اس پر اور خان نے بڑے مہربانی انداز میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے عزیز تم واقعی عظیم اور ملت کا درو رکھنے والے انسان ہو آؤ اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر شے سمیٹیں پھر یہاں سے کوچ کریں۔ اس کے ساتھ ہی رخاں اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکروں کے ساتھ حرکت میں آئے منگولوں کے آؤ کی ہر چیز انہوں نے سمیٹی پھر وہ دریائے دوگلا کے کنارے کنارے واپسی کا سفر کر رہے تھے۔



چنگیز خان کا بیٹا تولائی ہرات شہر کی بغاوت فرو کرنے کے بعد واپس طالقان شہر آیا اپنے باپ چنگیز خان سے آن ملا تو متحدہ لشکر کے ساتھ چنگیز خان نے بست شہر کی طرف کوچ کیا جہاں سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ طالقان سے بست شہر کی طرف جاتے ہوئے کوہستان بابا کے اندر بامیان کا قلعہ پڑتا ہے یہ قلعہ اپنی مضبوطی اور اپنی فصیل کے استحکام کی وجہ سے مشہور تھا اور اس کے اندر ایک خاصا لشکر بھی تھا جو قلعہ اور شہر کی حفاظت پر مامور تھا۔ چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے پاس سے گزرنے لگا تو ناگہاں اسے خیال آیا کہ اگر بامیان کے اس قلعہ سے گزر کر بست شہر سے باہر سلطان جلال الدین کے لشکر سے ٹکرائے گا تو اس کے لئے آگے نکل جاتا ہے اور اگر بامیان کے قلعہ کے اندر محصور ہو جائے گا تو اس کے لئے صرف طرح طرح کے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے بلکہ اس کے لشکر کا بھی خاصا نقصان ہو گا لہذا بست شہر میں سلطان جلال الدین کے سامنے آنے کے لئے چنگیز خان نے قلعہ بامیان کو فتح کرنے کا تہیہ کر لیا۔

اپنی علو ہمتی کا اندازہ لگا لیا ہے تو کتنا تھا تو منگولوں کے اندر تیسرے نمبر کا کچھ نہیں کتا ہوں تو تیغ زن ہی نہیں ہے۔ اگر تو تجربہ کار اور مجھتا ہوا تیغ زن ہونا بار تیرے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کے ہرگز نہ گرتی۔ پاسبانوں کا سپہ سالار کچھ کہتا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے جی نویان کسی قدر حیرت اور غشی جذبات میں کسے لگا۔

دیکھ اپنے چہرے کو ڈھانپ کر میرے سامنے آنے والے جب بولے تو گفتگو کی ابتدا کی تھی اسی وقت میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تیری آواز شناسا اور جانی پہچانی ہے۔ اب میں تجھے پہچان گیا ہوں تو — تو — بعد شاید جی نویان پاسبانوں کے سپہ سالار کا نام بتانے لگا تھا کہ اسی لمحہ پاسبانوں نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے جی نویان کی گردن کاٹ دی تھی۔ ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اس کے بعد جی نویان کی لاش زمین پر گر کر رہ گئی حصہ کو خون آلود کرنے لگی تھی۔

قریب ہی کھڑا اور خان تھوڑی دیر تک زمین پر لاش کی صورت میں رہا جی نویان کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر وہ چاہت بھرے انداز میں آہستہ آہستہ پاسبانوں کے سپہ سالار کے قریب آیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کے نایاب فرزند لگتا ہے یہ جی نویان تجھے پہچان گیا تھا۔ میں نے یہ بھی اندازہ کیا کہ وہ تیرا نام بتانے لگا تھا پر تو نے جلد بازی کی اور اس کی گردن کاٹ کر پاسبانوں کے سپہ سالار کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

اور خان میرے بھائی میرے عزیز میرے دوست تمہارا اندازہ درست نویان مجھے عرصہ سے جانتا ہے۔ پہلے اسے مجھے پہچاننے میں شاید دشواری تھی لیکن اب یہ مجھے پہچان گیا تھا میرا نام بتانا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اسے کٹا دی۔ اس لئے کہ میں فی الحال اپنے نام کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ دیکھ اس میں بڑے فائدے پنہاں ہیں۔ اور اپنے نام کو راز میں رکھتے ہوئے اس منگولوں کے خلاف کام کر سکتا ہوں۔ دیکھ میرے بھائی آؤ اب سوڈانی کے اس پڑاؤ سے ملنے والی ہر شے کو سمیٹیں اور واپسی کا کوچ کریں۔

اپنے بڑے بیٹے جوچی اپنے دوسرے بیٹے اعدائی اور انے ایک بہترین جرنیل چارمغان نے ان کے حصے کے لشکر کے ساتھ بامیان قلعے کے اطراف میں دور دور پھیل کر اس کا حکم دیا اور انہیں اپنے لشکر کے لئے خوراک اور ضروریات دیگر سامان جمع کرنے کا حکم دیا۔ جبکہ چنگیز خان نے خود اپنے دوسرے دو بیٹوں چغتائی اور تولائی کے ساتھ بامیان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا۔

تین اطراف سے گھیرا گیا تھا ایک طرف چنگیز خان کا بیٹا چغتائی دوسری طرف اس کا دوسرا بیٹا تولائی تیسری طرف خود چنگیز خان تھا اس طرح تین اطراف سے بامیان کے قلعے پر حملہ کر دیا گیا تھا لیکن چنگیز خان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب منگولوں نے تین اطراف سے قلعے پر حملہ کیا تو قلعے کے اندر جو محافظ لشکر تھا اس نے کمال صبر و تحمل اور جراتمندی کا مظاہرہ کیا۔ جو منی منگول آگے فیصل کے قریب گئے۔ بلبل کے اوپر بنے برجوں کے اندر سے منگولوں پر اس قدر تیز تیر اندازی اور سنگباری ہوئی کہ منگول چلا اٹھے تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ تیروں اور پتھروں کے ساتھ ہی ساتھ منگولوں پر آگ کے انگارے اور کھولتا ہوا پانی بھی پھینکا گیا تھا۔ اس طرح منگولوں کو ناکام اور نامراد پیچھے ہٹنا پڑا۔

اس طرح چنگیز خان نے کئی روز تک بامیان کے قلعے پر اپنے حملے جاری رکھے۔ لیکن ہر حملہ ناکام اور نامراد رہا۔ اس طرح چنگیز خان اپنی ناکامی اور نامرادی پر تملاکر دیا گیا تھا۔ آخر اس نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ اس نے لکڑی کے بڑے بڑے برج بنائے۔ ان برجوں کے نیچے اس نے پہنے لگوائے پھر اپنے لشکریوں کو اس نے حکم دیا کہ ان برجوں کو گھسیٹتے ہوئے ان کی پشت پر رہتے ہوئے برجوں کو فیصل کے قریب لے جا کر ان کے ذریعے فیصل پر چڑھنے کی کوشش کی جائے۔ اس ترکیب سے چنگیز خان کو امید تھی کہ اس کے لشکری بامیان کی تفصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن منگول اپنے ان دیو پیکر اور بڑے بڑے چوبی برجوں کو دھکیلتے ہوئے جب بامیان کی تفصیل کے قریب لے گئے تو بامیان کے محافظ لشکر کی طرف سے ان پر ایک اور عذاب ٹوٹ پڑا اور وہ اس طرح کہ جوں ہی یہ برج تفصیل کے قریب گئے تفصیل

چنگیز خان چاہتا تھا کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر بامیان کو فتح کر کے جلال الدین سرکوبی کی جائے اسے قتل کیا جائے تاکہ آنے والے دور میں وہ منگولوں کے لئے بڑی مصیبت کا پیش خیمہ نہ ہو اس مقصد کے لئے اس نے اپنے تین بیٹوں چغتائی اور اعدائی کو بامیان کے قلعے کے تین اطراف میں پھیلا دیا اور چوتھی طرف اپنے چھوٹے بیٹے تولائی کے ساتھ خود خیمہ زن ہو گیا تھا۔ اس طرح چنگیز خان حکم پر چاروں طرف سے قلعہ بامیان پر حملے کی ابتداء کر دی گئی تھی۔

بامیان کے قلعہ میں جو مسلمانوں کا لشکر محصور تھا اس کا سپہ سالار بڑا دلدار و ذریک انسان تھا اسے خبر ہو چکی تھی کہ چنگیز خان اپنے متحد لشکر کے ساتھ ہر طرف پیش قدمی کر رہا ہے اور وہ وہاں اس کے قلعہ بامیان کے پاس سے گزرتے ہوئے منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے پہلے سے پیش قدمی کر لی تھی۔ منگولوں نے اس سے پہلے جس قدر بھی شہر۔ بڑے بڑے قصبے اور قلعے تھے وہ انہوں نے منجینقوں کے ذریعے سنگ باری کر کے قلعوں اور تفصیل کے شکاف ڈال دیئے تھے جس کی بناء پر وہ قلعوں اور شہروں میں داخل ہونے میں ناکام ہو جاتے تھے۔ ان کی اس تدبیر کو بامیان کے قلعہ دار نے ناکام بنانے کا عزیمت کیا۔ اور وہ اس طرح کہ قلعہ دار نے اپنے قلعے کے اطراف میں سب سے تک پورے علاقے کو دیران کر دیا تاکہ منگولوں کو کھانے پینے اور ضروریات دوسری چیز میسر نہ ہو۔ اس کے بعد قلعہ دار نے دوسرا کام یہ کیا کہ قلعے کے اندر جس قدر پتھر منجینقوں میں استعمال ہو سکتے تھے وہ قلعے کے لوگوں اور عساکر سے اس نے چنوا کر کچھ قلعے کے اندر ڈھیر کروا دیئے اور کچھ اتنی دور ہٹا دیا کہ وہاں سے لائے میں منگولوں کو کافی وقت درکار ہو۔ ایسا کرنے سے قلعہ دار کا مقصد تھا کہ منجینقوں میں استعمال کرنے کے لئے منگولوں کو پتھر نہ مل پائیں۔ اور بامیان کے قلعے پر سنگباری کر کے اس میں شکاف ڈالنے کا موقع نہ مل سکے۔ دوسری طرف چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ بامیان پہونچا۔ اس نے دیکھا کہ اطراف کے علاقے کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا کہ اطراف میں کھاد اور ضروریات کی کوئی چیز میسر نہیں ہے۔ لہذا اس نے سب سے پہلے کام:

مگلوں پر شب خون مارنے کا بہترین موقع ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم دونوں
کر لیا کریں تو اس میں ہم کامیاب بھی رہیں گے۔
اس پر قریب ہی کھڑا وہ مخبر جس نے یہ اطلاع دی چونک جانے کا انداز میں بولا
اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لیکن اے امیر سارے سامان کو چند دستوں کے ساتھ بست شہر میں سلطان کی
لڑائی روانہ کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ چنگیز خان نے اپنے بیٹے
وہی۔ اوندائی اور ایک نامور جرنیل چارمغان کو بامیان کے اطراف کے علاقے میں
بلا رکھا ہے تاکہ وہ لوٹ مار کر کے اپنے لشکر کے لئے خوراک اور ضروریات کا دیگر
سامان حاصل کریں اور اگر اس سامان کے بست شہر جانے کی اطلاع ان میں سے کسی
کو مل گئی تو وہ حملہ آور ہو کر ضرور اس سامان پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔
اور خان نے مخبر کے اس انکشاف پر اس کی طرف تو صیغی انداز میں دیکھا پھر وہ
انہوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن میرے پاسان بھائی۔ مخبر ٹھیک کہتا ہے اس طرح یہ سارا سامان ہمارے
ہاں سے چھین جانے کا خطرہ ہے اس پر پاسانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔ اگر
اللہ یہ ہے تو پہلے اس سارے سامان کو بست شہر تک پہنچایا جانا چاہئے۔ اس کے
رہائے لوٹ کر بامیان کے نواح میں مگلوں پر شب خون مارا جانا چاہئے۔ اور خان
نے پاسانوں کے سپہ سالار کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ بڑی تیزی سے بست شہر کی
لڑائی پیش قدمی کر رہے تھے۔

بست شہر سے صرف ایک میل دور اور خان اور پاسانوں کا سپہ سالار رک گئے۔
سارے سامان کو چند دستوں کی حفاظت میں انہوں نے سلطان کی طرف روانہ کر دیا۔
اور خود بڑی تیزی سے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ وہ پلٹ کر بامیان کے قلعے کی طرف
بڑھتے تھے۔



کے اوپر سے ان برجوں پر روغن نطف پھینکا گیا جس کی بناء پر فی الفور ان برجوں
آگ لگ گئی اور وہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اس طرح کئی روز تک چنگیز خان
چوہی برجوں کے ذریعے فیصلہ پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن ہر بار قلعہ کا محافظ
روغن نطف پھینک کر چنگیز خان کے چوہی برجوں کو جلا کر راکھ کر دیتا اس طرح وہ
فتح کرنے کی چنگیز خان کی دوسری ترکیب بھی ناکام ہوئی تھی اب چنگیز خان بامیان
قلعے پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کرنے لگا تھا۔



اور خان اور پاسانوں کا سپہ سالار دریائے دولگا کے کنارے سوہائی کو نکلت
جی نویان کو قتل کرنے کے بعد سلطان سے آملنے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ
شہر کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے کہ راستے میں اور خان کے مخبروں نے یہ اطلاع
دی کہ بست شہر کے راستے میں پڑنے والے قلعہ بامیان کا چنگیز خان نے محاصرہ کر
لیا ہے اور یہ محاصرہ گزشتہ کئی دنوں سے جاری ہے اور چنگیز خان قلعے کو فتح کرنے
کامیاب نہیں ہو رہا۔ لہذا احتیاطاً وہ دونوں سالار بامیان قلعے سے دور رہ کر بست
کی طرف جائیں۔

اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے اپنے لشکر
روک دیا پھر اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار نے ایک عجیب سے انداز میں ایک
دوسرے کی طرف دیکھا جیسے وہ کچھ کہے بغیر بے زبانی میں ہی کوئی فیصلہ کرنے کا عزم
چکے ہوں پھر اور خان نے پاسانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شہر
کیا۔

سن میرے پاسان بھائی۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم لشکر کے ایک حصے کو سوہائی
اور جی نویان کے لشکر سے حاصل ہونے والا سارا سامان سلطان کی طرف روانہ
دیں اور خود بامیان کے قلعے کے باہر چنگیز خان کے لشکر پر شب خون مارنے کے
تیزی کے ساتھ سلطان کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس پر پاسانوں کا سپہ سالار
ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ اور خان میرے بھائی کی بات تو میں بھی تم سے کہنے والا

نے میں تو آؤ۔ سوار اس پر آمادہ ہو گیا اپنے گھوڑے کو اس نے باہر ہی باندھ دیا۔
نظام الدین کے ساتھ مکان کے دیوان خانے میں داخل ہوا۔ نظام الدین نے
ایک نشست پر بٹھایا پھر بڑی نرمی سے اس کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اب کو میرے عزیز اور میری قوم کے فرزند۔ اور خان نے تمہیں کس مقصد کے
لئے میری طرف روانہ کیا ہے۔ جواب میں اس سوار نے اپنے کندھے پر لٹکتی ہوئی
اپنی چمبی خنجر اتار لی پھر اس میں سے کچھ سامان وہ نکالنے لگا تھا اس موقع پر حسین
بجیل طیان بھی دیوان خانے کے پردے کے پیچھے آن کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اب
پوری طرح بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔ نسوانیت کی اولین کرنیں اس کے
ہونٹ پر جوش مارنے لگیں تھیں۔ اور اس کے شباب کی شخصیت کا الاؤ۔ خوب روشن
ہو چکا تھا۔ اور خان کا نام سنتے ہی طیان کی خاموش محبت دبی دبی چاہتوں میں ایک
انقلاب ایک ہلچل پیدا ہو چکی تھی۔ اس کی ذات کا مکمل اور بھرپور خاکہ خوشی کی
لہروں کے ارتعاش جیسا ہو کر رہ گیا تھا۔ اور خان کا نام سن کر اس کے چہرے پر ایسی
خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جیسے وہ اپنے محبت کے دیوتا کے حضور اپنا پہلا
مدنامہ پیش کر رہی ہو۔

اس سوار نے اپنی چمبی خنجر سے کچھ سامان نکال کر نظام الدین کے سامنے
دیا۔ نظام الدین اس سامان کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھنے لگا دیکھ میرے معزز مہمان یہ
اے جو تو اپنی خنجر سے نکال رہا ہے اس پر وہ سوار مسکراتے ہوئے کہنے لگا نظام
الدین میرے محترم آپ خود ہی دیکھ لیں۔ یہ جو کپڑوں کی گٹھری ہے اس میں آپ اور
امام بن طیان کے لئے کپڑے ہیں۔ چوڑے کی جو ایک بڑی تھیلی ہے اس میں طیان
کے زیورات ہیں چھوٹی تھیلی سکوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو آپ اور طیان کے
زینات کے لئے بھیجی گئی ہے۔ ان چیزوں کا جائزہ لینے سے پہلے نظام الدین نے اس
سوار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دیکھ عزیز کیا تم مجھے اور خان کی کارگزاری سے بھی
کچھ آگاہ کرو گے۔ اب تو اور خان۔ پاسبانوں کا سپہ سالار اور جلال الدین متحد ہو چکے
تھے میرے خیال میں اس طرح ان کی قوت میں اضافہ ہو گا۔ اور وہ منگولوں کے
سامنے بہتر طور پر اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کر سکیں گے۔ اس پر وہ سوار خوشی کا اظہار

غروب آفتاب کا آخری اجالا اپنے پر سیٹھا شروع ہو چکا تھا۔ اندھیرا
اترنے لگا تھا۔ پوری رات سنولانے لگی تھی۔ شروع سرما کی شام اپنے آپ کو
چادروں میں لپیٹتی چلی گئی تھی۔ ایسے میں اصفہان شہر کے آہنگروں کے بازار میں
سوار ایک مکان کے سامنے اترا۔ پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہی پکڑے
دروازے پر دستک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس مکان کا دروازہ کھلا تو
مسلم مبلغ نظام الدین کھڑا تھا۔ نظام الدین تھوڑی دیر تک سوالیہ سے انداز
سوار کی طرف دیکھتا رہا۔ سوار نے نظام الدین کے معنی خیز انداز کو بھانپ لیا تھا
فورا بولا اور کہنے لگا۔

آپ مجھے دیکھ کے پریشان نہ ہوں۔ میں امیر اور خان کا ایک مخبر
ہوں۔ اور ان کی ایک امانت آپ کے حوالے کرنے آیا ہوں۔ اور خان کا نام
نظام الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ دروازہ پورا کھول کر ایک
بہتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم اور خان کے مخبر ہو تو یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں
ہو۔ اندر آ جاؤ۔ اپنا گھوڑے میرے حوالے کرو میں اسے اصطبل میں باندھتا
میرے ساتھ دیوان خانے میں آؤ۔ اس پر وہ سوار بولا اور کہنے لگا۔

نظام الدین میرے محترم۔ آپ کا بڑا شکریہ آپ کی بڑی مہربانی۔ میں
نہیں۔ مجھے ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں ایک مہم پر روانہ ہونا ہے یا یوں
میں اور خان کا مخبر ہوں اور مجھے منگولوں کی نقل و حرکت پر مقرر کیا گیا ہے۔
یہاں رکے بغیر اپنی منزل کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ بس ان کی ایک
وہ آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔
اگر تم جلدی میں ہو بیٹے۔ گھوڑے کو یہیں باندھو۔ تھوڑی دیر کے

کرتے ہوئے بولا اور کہنے لگا

نظام الدین میرے محترم۔ سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اورنگ
پاسبانوں کے سپہ سالار نے دریائے وولگا کے کنارے منگولوں کے بہترین سپہ
سواروں اور جی نویمان کو بدترین شکست دی ہے ان کے سارے لشکروں کا مقابلہ
کیا بڑی مشکل سے سوڈائی اپنے چند دستوں کو لے کر دریائے وولگا سے چنگیز خان
طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا جبکہ جی نویمان کو اس کے لشکریوں سمیت موت
گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ یہ خبر سن کر نظام الدین کے چہرے پر گہری مسکراہٹ
ہوئی۔ دوسری طرف پردے کے پیچھے کھڑی طیان کی حالت بھی یہی تھی۔ اس
چہرے پر حیرت سے زیادہ خوشی اور اطمینان کا ایک جوالہ کبھی پھوٹ پڑا تھا۔ پھر
دبی زبان میں کہہ رہی تھی۔ اور خان آپ میرا قرار محبت۔ آپ میرا مرکز قریب
میں جو آپ سے متعلق خواب دیکھا کرتی تھی میں انہیں اپنا وہم گردانتی تھی لیکن
مجھے یقین ہوا کہ سب خواب جھوٹے نہیں ہوتے ہیں جو آپ سے متعلق خواب
وہ سب سچے اور حقیقت ثابت ہوئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سوار تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر وہ دوبارہ کہ
تھا۔ نظام الدین میرے محترم جبکہ سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ بت
سے باہر قیام کئے ہوئے ہیں اور چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ایک حصے کے
بامیان شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اب بامیان کی
گئے ہیں تاکہ رات کی تاریکی میں چنگیز خان کے لشکر پر شب خون تاریں اور مجھے
ہے کہ وہ دونوں اپنے اس شب خون کو بھی کامیاب بنا کر رہیں گے۔ اس پر
الدین فوراً بولا اور کہنے لگا خدا تیری زبان تیرے ارادوں کو مبارک کرے
مہمان۔

اس لشکری کے خاموش ہونے پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے
محترم میں اور خان کو بہتر طور پر جانتا ہوں کہ وہ ایک ایسا فرزند ہے جو منکرات
فواحش میں اس کی پرواہ کئے بغیر الم تعلم کا جذبہ بن کر گھس جائے والا
ہے۔ اور خان یقیناً گرم و سرد جنگی و فراخی۔ تلخی اور مایوسی اور دل شکستہ آوازوں

قلب و نظری تفسیر اور فکر و کردار کی ترتیب بن کر داخل ہو جانے والا ایک ان مٹ

ہنہ ہے۔ نظام الدین شاید مزید کچھ کہتا پر وہ سوار اٹھ کھڑا ہوا اور نظام الدین کو مخاطب کر
کے کہنے لگا۔ نظام الدین میرے محترم اب میں رخصت ہوں گا اس لئے کہ میری مہم
اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مجھے یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر نظام
الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا دیکھ بیٹے تھوڑی دیر کے لئے رک میں ابھی آتا
ہوں۔ اس کے ساتھ ہی نظام الدین بیچ کے دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے کی
طرف گیا۔ وہاں پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی طیان ساری گفتگو سن چکی تھی۔ طیان کو
وہاں کھڑے ہوئے دیکھ کر نظام الدین کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر
اس نے ہاتھ کے اشارے سے طیان کو اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ طیان نظام الدین کے
پیچھے پیچھے ہوئی۔ پھر دوسرے کمرے کے کونے میں لے جا کر نظام الدین شفقت بھری
مرکب میں طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان میری بیٹی کسی کپڑے میں خشک پھل باندھ تاکہ اس سوار کو پیش کریں۔
اور جس مہم پر جا رہا ہے اس کے کام آسکیں۔ اس پر طیان بھاگی بھاگی دوسرے کمرے
میں گئی اور ایک کپڑے میں مختلف خشک پھل باندھ کے لے آئی۔ نظام الدین پھلوں
کی وہ گٹھری لے کر پھر دیوان خانے میں داخل ہوا۔ وہ گٹھری اس نے اس لشکری کو
نہاتے ہوئے کہا دیکھ میرے عزیز اس وقت جبکہ تم عجلت اور جلدی میں ہو میں
تمہاری خدمت نہیں کر سکا۔ دیکھ یہ خشک پھلوں سے بھری ہوئی گٹھری ہے یہ اپنے
ہاں رکھ لو۔ جس مہم پر تم جا رہے ہو یہ تمہارے کام آئیں گے۔ اور ہاں نقدی کی جو
خفیل تم نے دی ہے اس میں سے کچھ نقدی بھی نکال لو۔ وہ بھی اس مہم میں تمہارے
کام آئے گی۔ اس پر وہ سوار کہنے لگا نہیں۔ میرے محترم میں یہ خشک پھل تو قبول کر
لیتا ہوں نقدی نہیں لوں گا۔ نقدی میرے پاس بہت ہے۔ اس لئے کہ گزشتہ جنگوں
میں منگولوں کے پڑاؤ سے ہمیں بہت کچھ حاصل ہوا ہے۔ لہذا آپ میرے لئے نقدی
کی کوئی فکر نہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس سوار نے آگے بڑھ کر نظام الدین سے
معافہ کیا۔ نظام الدین اسے دروازے تک چھوڑنے گیا پھر وہ سوار اپنے گھوڑے پر

نے کی ابتدا نہیں کی تھی۔ رات جب آدمی کے قریب گزر گئی تب جنگل کے اندر
پاؤں چلنے والے شکار کے متلاشی درندے کی طرح اور خان اور پاسبانوں کے سپہ
دار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے اس حصے کی طرف نمودار
ہئے جہاں چنگیز خان کا بیٹا چغتائی تھا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے اور خان اور پاسبانوں کا
سالار دائیں بائیں پھیل گئے پھر آن کی آن میں انہوں نے چغتائی کے لشکر کے
دو سو فوجیوں پر حملہ کر دیا تھا۔ ایک سرے پر اور خان دوسرے سرے پر پاسبانوں کا
سالار حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کے وقت اس شب خون کی ابتدا پاسبانوں کے سپہ سالار نے کی تھی اور وہ
آلے کے لشکر کے دائیں کنارے پر فطرت کے معلم کی طرح کرنٹک بیداری۔
وہاں کو ریزہ ریزہ۔ روح کو لخت لخت، غلٹوں کو غم گزیدہ اور قلب کو وریدہ کرنے
لے جہڑوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ دوسری طرف اور خان چغتائی کے لشکر کے
سرے پر سمندر کی سرگوشیوں میں زوال و فنا کے اترتے عناصر، کمر آلود
دل میں کرب کی ہولناک آوازیں اور اتھاہ خاموشی میں عمیق رازوں کے ترجمان
طرح نزول کر گیا تھا۔

لوگوں کے اندر اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے چغتائی کے لشکر کے ان
دلوں کا صفایا کر دیا جو جاگ کر اپنے سونے والے لشکریوں کی حفاظت کر رہے تھے۔
آگے بعد اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار چغتائی کے سوتے ہوئے لشکر پر عذاب
فرمان کر ٹوٹ پڑے تھے۔ چغتائی کے لشکر کے بڑے حصے کو انہوں نے تہ تیغ کر
دیا۔ اس قتل عام میں چغتائی کا بڑا بیٹا جس سے چنگیز خان بے پناہ محبت کرتا تھا وہ
آگے لڑ کر مر گیا۔ رات کی تاریکی میں چغتائی کے لشکر کا قتل عام کرنے اور اپنے شب
نا کو کمزور انداز میں کامیاب بنانے کے بعد اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے
محل کو سمیٹتے ہوئے بڑی تیزی سے بست شہر کی طرف بھاگ گئے تھے۔ شہر کے
دو طرف پڑاؤ کے لئے چنگیز خان اور اس کا بیٹا تولائی جس وقت چغتائی کے لشکر کی
کے لئے پہنچے جب تک اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے اپنے لشکر کو لے
کر اس سے جا چکے تھے۔ دوسرے روز چنگیز خان نے قلعہ بامیان پر آخری اور فیصلہ

سوار ہوا۔ جبکہ نظام الدین مکان کا دروازہ بند کر کے دیوان خانے میں آیا۔ جہاں پہلے
پہلے ہی ان چیزوں کا جائزہ لے رہی تھی جو سوار لے کر آیا تھا۔

نظام الدین مسکراتے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوا جب اس نے دیکھا
طیان ان ساری چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے بے حد خوش ہو رہی ہے تو وہ پوچھنے لگا۔
تم نے یہ ساری چیزیں دیکھیں ان میں کیا ہے۔ اس پر طیان بے پناہ خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے کہنے لگی اس میں بہت اچھا سامان ہے۔ اس میں میرے اور آپ کے
لئے گرم اور سادہ کپڑوں کے علاوہ پوشیدہ چیزیں بھی ہیں۔ اور پھر میرے لئے ڈھیروں
ہیں۔ اور نقدی اس قدر ہے کہ ہم زندگی کا ایک حصہ انتہائی خوشگوار طریقے سے گزار
سکتے ہیں۔ اس پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بیٹی۔ یہ اور خان کی بڑی مہربانی اور
احسان ہے کہ اس نے ہمارا خیال رکھا اور ہمیں بھولا نہیں۔ اس پر طیان گلوں اور
شکلوں سے بھرپور آواز میں کہنے لگی۔ بابا یہ آپ کیسی گفتگو کر رہے ہیں۔ ان کا ہم
کوئی احسان نہیں۔ اب وہ ہمارے لئے اجنبی۔ اب وہ ہمارے لئے نا آشنا تو نہیں
ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارا ایک رشتہ ہے اب وہ ہمارے اپنے ہیں۔ اپنے اہل
احسان تو نہیں کرتے۔ بلکہ حق ادا کرتے ہیں۔ اور خان کے ساتھ اب ہمارا عہد
نہیں۔ خون کا رشتہ ہے۔ میں اپنی ذات کو اپنے وجود کو ان کے ساتھ منسلک کر چکا
ہوں۔ لہذا اب وہ مجھ سے جدا نہیں ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے بہر حال اس
مجھے فخر ضرور ہے۔ نظام الدین خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا اچھا بیٹی۔
مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ سارا سامان سمیٹ اور سنبھال۔ پھر آؤ دونوں باپ بیٹے
مل کر مغرب کی نماز ادا کریں۔ طیان فوراً اٹھ کھڑی ہوئی وہ سامان اس نے سنبھالا
پھر دونوں نے وضو کیا پھر وہ مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔



رات گہری ہو چکی تھی۔ بامیان کے قلعے کے اطراف میں چنگیز خان کے لشکر
ایک حصہ گہری نیند سویا ہوا تھا جبکہ دوسرا حصہ جاگ کر پہرہ دے رہا تھا۔ بامیان کے
قلعے پر اپنی ابتدائی ناکامیوں کے بعد چنگیز خان نے قلعہ پر آخری اور فیصلہ کن جگ

نائبی برا اثر پڑا اور سلطان جلال الدین کی جرات مندی اور دلیری اس پر غالب آگئی
اس کے لشکری بھی کسی حد تک خوفزدہ اور کم ہمتی کا شکار ہو گئے تھے۔

سابق حاکم ہرات امین الملک۔ افغان سردار سیف الدین اغراق۔ حاکم بلخ ملک
غزاور حاکم افغانیہ کزنک چونکہ اپنے چھوٹے بڑے لشکروں کے ساتھ مل چکے تھے
اس سلطان کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا۔ جس کی بناء پر اب سلطان نے
غزلیوں کے ساتھ کھلے میدانوں میں منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔

ہزاراں شہر سے باہر منگول سردار چارمغان کی راہ روکنے کے بعد سلطان نے اپنے
لشکر کو جنگ کرنے کے لئے صف آرا کیا۔ لشکر کا درمیانی حصہ سلطان نے اپنے پاس
لگا اور اپنی مدد اور اپنی معاونت کے لئے اسی قلب لشکر میں پاسبانوں کے سپہ سالار
اور اورخان کو بھی رکھا گیا تھا۔ لشکر کا دایاں پہلو سیف الدین اغراق کی سرکردگی میں
ایمانیا تھا جبکہ حاکم بلخ ملک مظفر کو اس کا نائب مقرر کیا تھا۔ لشکر کا بایاں حصہ امین
ملک کی سرکردگی میں دیا گیا جبکہ حاکم افغانیہ حسن کزنک اس کی مدد کے لئے مقرر کیا
گیا تھا۔ سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے منگول سردار چارمغان نے بھی
اپنے لشکر کی صفیں درست کرتے ہوئے اسے جنگ کے لئے ترتیب دینا شروع کر دیا
نائب

تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوئی ابتدا منگولوں نے ہی کی تھی۔ منگول سردار
چارمغان اپنے ماتحت کام کرنے والے منگول سرداروں کے ساتھ دھوپ اور دھول میں
گھڑی درشتی اور تلخی، پت جھڑکی اندھی رت اور بیداری سے محروم کر دینے والے
غزلیوں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ منگولوں کا یہ حملہ انتہائی
فوزخوار اور درندہ صفت تھا۔ تاہم سلطان جلال الدین نے بڑی مہارت سے اس حملے
کو روک دیا تھا۔

منگولوں کے حملے روکنے کے بعد وسطی حصے سے جب اورخان اور پاسبانوں کے
سپہ سالار کے ساتھ سلطان زمیں کے روشن رخساروں کو دیرانوں اور دیولا خون میں
نہیل کر دینے والے حسرتوں کے انبار اور زندگی کی محرومیوں کی طرح حملہ آور ہونا
شروع ہوا اور دائیں طرف سے سیف الدین اغراق نے انتہائے کرب اور دکھ کی

کسی ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔ گزشتہ رات کے اورخان اور پاسبانوں کے
شب خون نے چنگیز خان کو زیادہ غضب ناک اور خونخوار بنا کر رکھ دیا تھا
فتح کرنے کے لئے چنگیز خان نے نئے سرے سے لکڑی کے برج تعمیر کرائے
برجوں کو روغن نعلت کی آگ سے بچانے کے لئے اس نے ان لکڑی
جانوروں کو ذبح کیا اور ان مویشیوں کی بیگی ہوئی کھالوں کو اس نے ان
برجوں پر آگ سے بچانے کے لئے منڈھ دیا تھا۔ اس طرح یہ کھال جڑ
بڑھتے ہوئے منگول بامیان کے قلعے کی فصیل کے قریب پہنچ گئے۔

پھر انہی برجوں سے کام لیتے ہوئے منگولوں نے بامیان کے قلعے کی فصیل
شکاف ڈال دیا تھا۔ بس یہ شکاف ڈالنا تھا کہ منگول اچانک بند توڑ دینے والے
کی طرح بامیان شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ منگولوں کا شہر میں داخل ہونا تھا کہ
اندر ایک عذاب اور قیامت کا سماں برپا ہو گیا۔ جو بھی سامنے آیا تہ تیغ کر
مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ بامیان شہر آنے والے دن
”غم کا شہر“ کے نام سے مشہور ہوا۔

قلعہ بامیان کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ساتھ دہلیں
لیا تھا پھر اپنے لشکریوں کو چند دن کا آرام دینے کے بعد اس نے اپنے ایک
چارمغان کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو
لئے روانہ کیا۔ دوسری طرف سلطان جلال الدین کو بھی چنگیز خان کے ان ارا
علم ہو چکا تھا اور ان کے جاسوس انہیں خبر کر چکے تھے کہ چنگیز خان کا جرنل
ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر
چنانچہ چارمغان کا مقابلہ کرنے کے لئے سلطان نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ
سے کوچ کیا اور بروان شہر کی طرف بڑھا تھا تاکہ راستے ہی میں چارمغان
دے۔

بروان شہر سے باہر ہی سلطان اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے جرنل
کی راہ روک کھڑا ہوا۔ چارمغان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین
اٹھ کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بروان شہر کے قریب آگیا ہے جب

محمودیوں، رنج اور کچلی خواہش کی طرح منگولوں پر ضرب لگانا شروع کی اور طرف سے امین الملک نے اپنی متنی کردار کی پوری خوانداری اور سکون بھرا کر والی حرص و ہوس کی تلخی کی طرح جب منگولوں پر نزول کرنا شروع کیا تو منگول شجاعت اور دلیری اور اپنے لڑنے کی ساری روایات بھول کر افرا تفری کا شکار لگے تھے۔

لڑائی اب اپنے عروج پر آگئی تھی۔ چاروں سمت اس طرح گردے پائے رہے تھے جیسے موشیوں کے چراگاہوں سے پلٹتے وقت گرد و غبار کے طوفان اٹھتے تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد سلطان اور اس کے ساتھی سپہ سالاروں نے طور پر منگولوں پر چھا جانا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کی مزید جنگ بعد منگولوں کی حالت سلطان کے سامنے زندگی کے قفس میں موت کے منظر کشیر اسیر ساعتوں اور دل آزار مکروہ دقیقوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

منگولوں کے سردار اور سالار چارمغان اور اس کے ماتحت کام کرنے والے چھوٹے سالاروں نے جب دیکھا کہ سلطان کی سپہ سالاری میں لڑنے والا مسلمان لشکر ان پر لمحہ بہ لمحہ غالب آتا چلا جا رہا ہے تو ایک بار انہوں نے اپنی پوری فوج یکجا کرتے ہوئے وحشی انداز میں نعرے مارتے ہوئے سلطان کے لشکر پر حملہ کیا ان کی یہ آخری کوشش بھی ناکام ہوئی بلکہ ان کی اس کوشش نے سلطان اور ان سالاروں کو زیادہ ہوانگیختہ کر دیا تھا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر جذبے کے ساتھ منگولوں پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ اس طرح جب جنگ تھوڑا تک اور جاری رہی تو منگولوں کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چارمغان نے جب دیکھا کہ اگر جنگ یوں ہی جاری رہی تو سلطان کے لشکر کی پوری طرح اس کے ماتحت کام والے منگولوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ لہذا وہ اپنے بچے کھجے لشکر کو لے کر جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ سلطان کے ہاتھوں منگولوں کی پہلی اور ایک بڑی شکست تھی۔ چنگیزخان اپنے باقی ماندہ لشکر کے ساتھ ابھی تک بامیان قلعے کے قریب میں قائم کئے ہوئے تھا۔ اسے جب اپنے لشکر اور جرنیل چارمغان کی بدترین حالت کی خبر ملی تو وہ چونکا ہوا۔ اسے احساس ہوا کہ جلال الدین سے لڑنا اتنا آسان

نہیں تھا جتنوں میں بڑی آسانی سے شہر فتح کرتے ہوئے انہیں آگ لگاتے رہے۔ چر جب چنگیزخان کو یہ بھی خبر ہوئی کہ چارمغان کے لشکر کے مقابلے میں سلطان کی لشکر کی تعداد کافی حد تک کم تھی تو چنگیزخان نے اپنے چند جاسوس اور مخبر اس کے روانہ کئے کہ وہ سلطان کی ذات اور اس کے لشکر کے متعلق مکمل بات چنگیزخان کو فراہم کریں تاکہ انہی اطلاعات کی روشنی میں چنگیزخان سلطان کے خلاف آخری اور فیصلہ کن ضرب لگائے۔

○

چند ہی یوم بعد چنگیزخان کے یہ چار مخبر سلطان اور اس کے لشکر سے متعلق بات فراہم کرنے کے بعد لوٹے۔ جب یہ چاروں مخبر چنگیزخان کے سامنے پیش کئے تو چنگیزخان نے پہلے ان چاروں کی خوب آؤ بھگت کی۔ پھر ان چاروں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اس وقت چنگیزخان کے ساتھ اس کے چاروں بیٹوں کے علاوہ سوبدائی، ارغناں اور دوسرے بڑے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر چنگیزخان اپنے دہل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اب تم مجھے ان اطلاعات سے آگاہ کرو جو تم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ سب سے پہلے میں جلال الدین کی ذات سے متعلق سننا پسند کروں گا۔ اس لئے میں نے عام لوگوں سے سن رکھا ہے کہ وہ بڑا شجاع، بڑا دلیر اور جری جوان ہے۔ یہاں چاروں مخبروں میں سے ایک کہنے لگا۔

خان اعظم! جہاں تک سلطان جلال الدین کا تعلق ہے، تو اس کا رنگ صاف، ارمان ہے، ترکی اس کی مادری زبان ہے لیکن فارسی بھی بڑی تیزی اور روانی سے کہتا ہے۔ وہ بڑا رحمدل اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرنے والا ہے۔ نیز وہ بڑا نف پند اور غریب نواز ہے۔ وہ فوج سے حد درجہ پیار کرتا ہے۔ اور جہاں تک تہذیب ہے، انہیں خوش و خرم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ خان اعظم! اس کے ساتھ ساتھ سلطان جلال الدین بہت کم گو ہے اور غیبت اور بد گوئی سے احتراز کرتا ہے۔ اس کی ناکوار بات سننا ہے تو صرف مسکرانے پر اکتفا کرتا ہے۔

اور عام لوگوں کا خیال ہے کہ جلال الدین کا باپ سلطان علاؤ الدین اپنی بد
ادب سے تمام قرب و جوار کے حکمرانوں میں حد درجہ بدنام تھا۔ اور جس قدر
ان میں بدنام تھا ویسے ہی یہ جلال الدین لوگوں میں ہر دلخیز ہے۔ لوگوں کا یہ
ہے کہ جلال الدین کے باپ سلطان علاؤ الدین نے اپنے عہد اقتدار میں سلجوقی
کی سلطنت کی خود مختاری ختم کر دی تھی۔ اور وہ معمولی باجگذار بن گئے تھے۔
علاؤ الدین بہت ذلیل عرصے تک ترکمان ختا کو تیس ہزار دینار سالانہ خراج
رہا تھا پھر بعد وہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت تک ان کا پیچھا نہ
ب تک علاؤ الدین کے وہ باجگذار نہ بن گئے۔ تقریباً "یہی صورت حال خلیفہ
پیش آئی۔ علاؤ الدین کا ارادہ بغداد پر حملہ آور ہونے کا بھی تھا۔ لیکن
ان کے لئے یلغار سے بغداد اس لئے بچ گیا کہ بعض قدرتی حوادث سلطان کی
آڑے آ گئے تھے۔

خان اعظم! لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ مرنے والے سلطان علاؤ الدین کے
میں مسلمانوں اور منگولوں کے درمیان جنگوں کے نتائج مختلف ہوں گے۔ لوگ
کہتے ہیں کہ سلطان علاؤ الدین نے اپنے دور حکومت میں امن پیدا کرنے اور
نازت کو دور کرنے کے لئے اپنے رویے میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنے کی
مانیں کی تھی۔ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جس وقت علاؤ الدین منگولوں کے
موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا، اڑوس پڑوس کے مسلمان حکمرانوں کو
تھا کہ وہ اس کی مدد کرتے۔ لیکن چونکہ علاؤ الدین کا رویہ ان کے ساتھ اچھا
نہ تھا وہ اس کی مدد کو نہیں آئے۔ اور نہ ہی علاؤ الدین نے مسلمان حکمرانوں
میں مراعات اور اپنائیت کا رویہ اختیار کیا کہ یہی حکمران ہمارے خلاف اس کے
دباؤ میں جاتے۔

علاؤ الدین کے غلط رویے ہی کی وجہ سے لوگوں کا خیال ہے کہ منگولوں کے
بشمول اس کی کسی بھی مسلمان حکمران نے مدد نہیں کی۔ علاؤ الدین کی رسوائی اور
ان کی مسرت اور شادمانی کا باعث بنی رہی۔ علاوہ ازیں ان میں سے کچھ ایسے
ہے کہ ان کی تمام ہمدردیاں ہم منگولوں کے ساتھ تھیں۔ اور وہ آپ کو خط لکھ

خان اعظم! اپنے باپ علاؤ الدین کے برعکس یہ سلطان جلال الدین غیلانی
کا حد درجہ احترام اور عزت کرنے والا ہے۔ وہ اپنی گفتگو کے دوران جب غیلانی
کا ذکر آتا ہے تو اسے امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، ہمارے آقا اور سردار کہہ
کرتا ہے۔ اور خود کو اس کا فرمانبردار اور غلام خیال کرتا ہے۔ خان اعظم! ہم
علاوہ نیا سلطان جلال الدین بڑا عالی ظرف، بلند حوصلہ مند اور مدبر انسان ہیں۔
زندگی میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جب بھی کسی شخص نے سر جھکا دیا، فی الواقع
کے تمام قصور اور کوتاہیاں معاف کر کے رکھ دیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ مخبر جب تھوڑی دیر کے لئے رکا تو اس بار دوسرا مخبر ہوا۔
خان اعظم! جہاں تک ہم نے سلطان جلال الدین کی ذات کا احاطہ کیا ہے
کے مطابق سلطان جلال الدین بڑا بہادر، جنگجو، شریف النفس سپاہی ہے۔ جب
اس کا باپ زندہ رہا وہ اپنے باپ کا انتہائی فرمانبردار اور اطاعت شعار بیٹا بن کر
لوگ کہتے ہیں کہ وہ مرنے والے سلطان علاؤ الدین کے تاج و تخت کا ایک نمائندہ
اور تابدار ہیرا ہے۔ لوگ اسے جرات اور بہادری میں رستم اور اسفندیار کا
کہتے ہیں۔ اسے فنون حرب کا ماہر اور حد درجہ بیدار مغز انسان خیال کرتے ہیں۔
لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صرف سلطان جلال الدین ہی منگولوں کا بے ہنگم
ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ جلال الدین کے مقابلے میں اس کے بھائی حد درجہ
غرض، کوتاہ اندیش اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں۔ خان اعظم! میں یہاں
گزارش کرتا چلوں کہ ہر چند سلطان نہیں چاہتا تھا کہ اس کے باپ کے دور
عضو معطل کی طرح باپ کے ساتھ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی
ہم منگولوں کے آگے بزدلوں کی طرح بھاگتا پھرے اور دھکے کھاتا پھرے۔ بلکہ
خواہش تھی کہ وہ کسی محاذ پر ٹٹ کر ہم لوگوں کا مقابلہ کرے۔ اور فیصلہ اپنے
کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن خان اعظم! باپ کے احترام کے پیش نظر سلطان
الدین نے اپنے باپ کی غلط خواہش سے سرتابی تک کی جرات نہ کی۔ کہتے ہیں
ایک انتہائی فرمانبردار اور انتہائی تابع دار بیٹا ہے۔
اس کے بعد چنگیز خان کا تیسرا مخبر ہوا۔ خان اعظم! سلطان جلال الدین

دوسری قوت کا نام پاسبانوں کے سپہ سالار کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کوئی نہیں بتاتا۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی بلا کا زیرک، دانشمند اور موت اور آگ میں کود جانے والا ہے۔ جب یہ حملہ آور ہوتا ہے تو اپنے خون آلود اور جان لوں میں مصیبت کی مصیبت الٹ دیتا ہے۔ ان دو طاقتوں کے شامل ہونے کے بعد لے متشاغ شہر سے غزنی کی طرف کوچ کیا اور بست کے مقام پر اس نے پڑاؤ

سلطان جلال الدین کی خوش قسمتی کہ بست میں قیام کے دوران سلطان جلال کی عسکری قوت میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ اس طرح کہ ہرات کا سابق حکمران امین، ایک بڑے لشکر کے ساتھ آکر سلطان جلال الدین سے مل گیا۔ اس کے علاوہ افغان سپہ سالار جس کا نام سیف الدین اغراق ہے وہ بھی ایک خاصے لشکر کے سلطان سے آن ملا۔ اس کے علاوہ سابق حاکم بلخ ملک مظفر، سابق حاکم اغانیہ نونک اور کچھ غوری اور سلجوقی چھوٹے چھوٹے سالار بھی اپنے اپنے دستوں کو سلطان کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ اس طرح متشاغ سے بست تک پہنچنے سلطان کے لشکر میں خاصہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اور اپنی اسی طاقت اور قوت کو لہ کرتے ہوئے سلطان نے ہردان شہر سے باہر ہمارے سردار چارمغان کو شکست

اپنے ان مجبوروں سے یہ سارے حالات سننے کے بعد چنگیزخان کچھ دیر تک بڑے اسے انداز میں سوچتا رہا۔ پھر اس نے چاروں مجبوروں کو جانے کے اجازت دے دی۔ اس کے بعد چنگیزخان نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تم میں سے جو کوئی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ میرا ساتھ دے گا میں ابھی اور اسی وقت لہ لہ کر کے اپنے بیٹے کے لئے ہردان شہر کی طرف کوچ کروں گا۔ جو جی، چغتائی اور تاتاریوں کے لئے تم پہلے کی طرح اطراف میں پھیل کر اپنے لشکر کے لئے خوراک اکٹھے کا کام شروع کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں جلال الدین کو ہردان شہر کے نزدیک شکست دوں گا۔ اس کے بعد اسے کہیں تک نہیں دوں گا۔ اور کوشش نہ کرے گا کہ اس کا خاتمہ کرے۔ اس لئے کہ میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ

لکھ کر سلطان علاؤ الدین کے خلاف اکسائے، جاسوسی کرتے اور اس کی روڑے اٹکاتے رہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے باوجود سلطان علاؤ الدین موقع پر بھی اپنی ذات کا احتساب نہیں کیا۔ کبھی بھی یہ نہ سوچا کہ اس طاقتور عمل کا نتیجہ کیا ہو گا۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ملک صرف سکواروں سے ہوا کرتے۔ مصلحت اندیشی اور حسن تدبیر سلاطین کا سب سے بڑا سبب ہتھیار رہا ہے۔ جنہوں نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اب جب کہ سلطان علاؤ الدین مرچکا ہے کی جگہ اس کا بیٹا جلال الدین سلطان بنا ہے تو وہ اپنے باپ کے رویے کی کوتاہیوں کی ضرورت طاقی کر کے رہے گا۔ اور علاؤ الدین نے جو منگولوں کے آہنگ کر مسلمانوں کے دامن میں صرف رسوائیاں ہی ڈالی ہیں، لوگوں کا خیال جلال الدین ایسا نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ جگہ جگہ ڈٹ کر اور جم کر منگولوں کرے گا۔ اور اپنے باپ کی رسوائیوں اور شکستوں کے داغ دھونے کی کوشش کرے گا۔

اس تیسرے مجبر کے خاموش ہو جانے کے بعد چنگیزخان کا چوتھا مجبور ملا۔ خان اعظم! اس وقت سلطان جلال الدین کے لشکر کی حالت بڑی مضبوط و مستحکم ہے۔ گو ہمارے آگے بھاگتے ہوئے سلطان جلال الدین خوارزم شہر سے نکلا تھا اس وقت اس کے ساتھ مٹھی بھر سپاہی تھے۔ لیکن کی طرف جانے کے بعد اس کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ سب سے پہلے اس کے لشکر میں دو قوتیں شامل ہوئیں۔ پہلی قوت کا نام اورخان اور دوسرا پاسبانوں کے سپہ سالار کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اورخان بنیادی طور پر اترار والا ہے۔ اس کا ماموں اترار کا قلعہ دار تھا۔ جو ہمارے ساتھ جنگ میں ہے۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان اسی اورخان کی منسوب تھی۔ یہ نوجوان بلا کا جنگجو، بہادر، دلیر، قوی اور دینی جذبہ رکھنے والا نوجوان اپنے لشکر کے ساتھ وہ سر پر کفن باندھ کر منگولوں کے سامنے آنے کی جرات رکھتا ہے۔

کام لیا۔ دوسری صبح کو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سلطان جلال الدین لشکریوں نے دیکھا کہ منگولوں کے لشکر سے تھوڑی دور ان کا ایک اور لشکر رتوں کو دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔

دراصل یہ سلطان جلال الدین کے لشکریوں کو مرعوب کرنے کے لئے چنگیزخان ایک چال تھی۔ چنگیزخان کے حکم پر منگولوں نے پہلے دن کی لڑائی میں جو اپنے لشکر میں بوجھے تھے۔ ان کے گھوڑوں پر راتوں رات کپڑے اور لکڑیوں کے بت بنا گھوڑوں پر جما دیئے تھے۔ دور سے یوں لگتا تھا گویا وہ بھی منگول سپاہی ہیں اور رات کے دوران ملک کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

سلطان جلال الدین کے لشکر نے جب دیکھا تو بددل ہو گیا۔ اس موقع پر کئی لشکریوں نے خوف اور ڈر کے مارے میدان سے ہٹنے کی کوشش بھی کی۔ بلکہ کئی سرداروں نے اس موقع پر سلطان جلال الدین کو مشورہ بھی دیا کہ ایسے خزانہ کا موقع پیچھے ہٹ کر اپنی جان بچانی چاہئے۔ لیکن سلطان جلال الدین چونکہ چنگیزخان کی فریب کاری کو سمجھ رہا تھا لہذا اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے لشکر کو ایک وقت زوردار حملہ کرنے کا حکم دیا۔

گزشتہ روز کی جنگ میں منگولوں نے سیف الدین اغراق کی فوج کو بہت سخت ہار پائی تھی۔ اس کا توڑ کرنے کے لئے انہوں نے اپنے بہترین سپاہی اس کے مقابلے پر مقرر کئے تھے لیکن سیف الدین اغراق نے اس قدر شدت کے ساتھ جوابی حملہ کیا کہ اپنے سامنے آنے والے منگولوں کے سر کاٹ کر رکھ دیئے تھے۔ اور وہ سیف الدین اغراق کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے حکم دیا کہ ہمارے پرچم لگائی جائے اور لشکر کا حوصلہ بڑھانے کے لئے زور سے لاکارا۔ چنگیزخان نے بھی بھاگتے ہوئے سرداروں اور منگولوں کو غیرت دلائی چنانچہ وہ بھی پلٹ پڑے۔ اور پھر سے سخت لڑائی ہوئی۔ اس روز بھی شام تک جنگ ہوتی رہی۔ پر فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔

تیسرے روز چنگیزخان نے پھر اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کیں۔ اس روز چنگیزخان نے اپنے لشکر میں کافی ردوبدل کیا تھا۔ شاید اس روز کی جنگ کو چنگیزخان

جب تک یہ جلال الدین زندہ ہے ان سرزمینوں میں منگولوں کے لئے کوئی دھاری تلوار جیسے خطرات اور اندیشے منڈلاتے رہیں گے۔ اب تم اٹھو اور اپنے کام میں لگ جاؤ۔ میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا۔ چنگیزخان کا یہ ہی اس کے بیٹے اور سالار خیمے سے نکل گئے تھے۔



سلطان جلال الدین نے منگولوں کو شکست دینے کے بعد ابھی تک ہار کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ چنگیزخان بڑی جوش و خروش اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا سلطان کے سامنے آن خیمہ زن۔ چنگیزخان کو چونکہ باہمان شہر میں اپنے پوتے کے مارے جانے کے علاوہ چار شکست کا بھی سخت صدمہ اور افسوس تھا۔ لہذا آتے ہی اس نے اپنے لشکر کو درست کرتے ہوئے جنگ کی ابتدا کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

دوسری طرف سلطان جو خم ٹھونک کر چنگیزخان کے سامنے اپنی صفیں کرنے لگا تھا۔ لشکر کی ترتیب اس نے پہلے جیسی ہی رکھی تھی۔ وسطی صف نے اپنے ساتھ اورخان اور پاسانوں کے سپہ سالار ہی کو رکھا۔ لشکر کے دائیں امین الملک اور لشکر کے بائیں بازو پر سیف الدین اغراق کو کماندار مقرر کیا گیا۔ حملے کی ابتدا بھی چنگیزخان نے ہی کی تھی۔ چنگیزخان کا یہ پہلا حملہ ایسا ایسا خونخوارانہ تھا کہ سلطان کے لشکر کی اگلی صفیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئیں۔ جب سلطان نے یہ حالت دیکھی تو سلطان اپنے چند دستوں کے ساتھ طوقانی دائیں بائیں اس سمت بڑھتا جہاں کمزوری کے آثار نمودار ہوتے۔ اس طرف نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے بھاگ کر ایک بار پھر اپنی اگلی صفوں کو مستحکم کر لیا تھا۔ شام تک چنگیزخان کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی لیکن فیصلہ دونوں ہی لشکر پسا ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ جب شام ہوئی تو جنگ بند کر کے کل پھر جنگ کر کے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوا جاسکے۔

دوسرے روز جنگ کی ابتدا کرتے ہی چنگیزخان نے بڑی عیاری اور فر

سنو میری ملت کے فرزند! میری قوم کے عجیب و ماجبوت سوارو۔ سنو رحیم و خدا ملوں اور استوں کی تباہی و بربادی کے فیصلے نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو قوموں کو ان مہموں کی سزا دیتا ہے۔ سنو! یہ میدان جنگ ہمارے لئے ایک آزمائش ہے۔ امتحان کا وقت ہے۔ اس وقت آس پاس کے سارے حکمرانوں کی نگاہیں ہم پر جمی ہیں۔ آؤ میرا ساتھ دو تاکہ ان وحشی منگولوں کے سامنے ہم تخریب کو تعمیر میں، اور گروہ بندی میں، دشمنی کو اخوت میں، اختلافات کو اتحاد میں بدل کر رکھ دیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اللہ اپنی خصوصی رحمت سے ہمیں نوازے گا۔ اور ان لوگوں میں ہمیں کامیاب اور سرخرو کر کے نکالے گا۔

سنو! میرے باجوت اور فرزاند سوارو۔ آؤ زمانے کی دھول میں دفن ہونے بجائے ان منگولوں کے خوفزدہ چہرے پر دکھ کے آثار ان کے لرزے وجود پر زلزلہ پڑی، ان کی پٹنی پٹنی آنکھوں میں خوں زاروں جیسا سماں باندھ کر رکھ دیں۔ آؤ ان کی اس رسد گاہ چشم میں رقت آگ کی طرح ان منگولوں پر چھا جائیں۔ میرے عزیز! میرے بھائیو! میرے عزیزو! میں دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنے لگا ہوں۔ اساتذہ دو اور جس طرح غیلے سمندروں میں اٹھتے بے اتھاہ بھنور ہر چیز کو نگل جاتے، جس طرح لالگوں سورج اپنی کرنوں سے ہر شے پر چھا جاتا ہے، جس طرح کڑے ہاتھ ہاروں طرف خوف کی لکیریں بچھاتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ہم زندگی و موت کے جذبوں سے بے پرواہ ہو کر ان منگولوں پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اگر اسی جذبے کے ساتھ میرا ساتھ دو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم بے موت کے طوفانوں، شام ہجراں کی طرح ان منگولوں پر چھا جائیں گے۔ اور ان کی لاشیں کر کے رکھ دیں گے جس طرح اونچے کوہساروں کے برف پوش سینے پر خونی ٹھک کی نمود ہر شے کو اپنے ہی رنگ میں رنگتی چلی جاتی ہے۔ میرے عزیزو! میرے بھائیو! اپنے آخری اور اپنے فیصلہ کن حملے کی ابتدا کریں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان لاپٹے سے اتر کر اپنے لشکر کے پاس آیا اور پھر ایک نئے دلولے، ایک نئے انداز سامان اس نے منگولوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔

اپنے سلطان کو اس طرح حملہ آور ہوتے دیکھ کر سلطان کے صاحب و سیف و

فیصلہ کن جنگ سمجھ کر لڑنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف جلال الدین نے اپنے لشکر کا مرکزی حصہ انہوں نے اپنے پاس رکھا۔ اور باہر پاسانوں کے سپہ سالار کو انہوں نے اپنے معاونوں کے طور پر دائیں بائیں رکھا۔ کادایاں پہلو پہلے کی طرح سیف الدین اغراق اور بایاں پہلو امین الملک کی رہ میں رکھا گیا تھا۔ جب کہ حاکم بلخ ملک مظفر اور حاکم اغانیہ حسن کزلک امین الملک سیف الدین اغراق کی مدد کر رہے تھے۔

تیسرے روز بھی جنگ کی ابتدا چنگیزخان نے ہی کی تھی۔ چنگیزخان نے اندر اندر سرخ جھنڈی بلند کی اور اس سرخ جھنڈی کا بلند ہونا تھا کہ منگول درندوں کی طرح چٹکھاؤتی ہوئی آوازیں نکالتے ہوئے عقوبت کے سمندر، چیتے چلاتے صحرائیں، دریدہ دہن وحشیوں اور کوہستانوں کے جگر شق کر دینے والے طوفانوں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین بھی عجیب مٹی کا بنا ہوا انسان تھا۔ منگولوں کے اس خونخوارانہ حملے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا وہ اس خزاں رسیدہ بوڑھے درخت کی طرح منگولوں کے سامنے جما رہا جو چیتے صحرا میں تہما کھڑا رہنے کا عادی ہو گیا ہو چنگیزخان کو امید تھی کہ اس کا پہلا ہی زور وار حملہ اس سلطان جلال الدین اور اس کے لشکریوں کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دے گا۔ لیکن اسے پوری طرح ناامیدی ہو گئی۔ اس لئے کہ سلطان جلال الدین اور اس کے ماتحت کام کرنے والے سالاروں نے بڑی جراتمندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں کے حملوں کو بڑی کامیابی کے ساتھ روک دیا تھا۔

سلطان نے جب دیکھا کہ اس کے لشکریوں نے منگولوں کے حملوں کو کامیابی سے روک دیا ہے اور منگول اپنا پورا زور، اپنی پوری طاقت صرف کرنے، باوجود بھی مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکے تب سلطان جلال الدین اپنے کے وسط میں ایک اونچے ٹیلے پر آیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس ٹیلے پر چڑھا پھر اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا تھا۔

کامل طور پر صفایا کر دیا تھا۔ اس کے بعد وسطی حصے سے اور خان اور پاسانوں کے ساتھ خود سلطان زور دار انداز میں حملہ آور ہوا۔ دائیں طرف سے طوفانوں کی طرح منگولوں پر نزول کرنا شروع کیا۔ اور بائیں سے امین الملک نے منگولوں کو خون آلود کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنگیز خان نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین اس کے لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا کرنے کے لشکر پر تین اطراف سے ضربیں لگانے لگ گیا ہے تو چنگیز خان کے لئے سے مٹی نکلنے لگ گئی تھی۔ اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ اگر تھوڑی دیر مزید جاری رہی تو سلطان جلال الدین اس سمیت اس کے سارے لشکر کا قتل عام کر رکھ دے گا۔ لہذا بروان کے اس میدان جنگ میں اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے خان نے اپنے لشکر کو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ہی منگول چنگیز خان کی سرکردگی میں میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

لیکن منگولوں کا یہ بھاگنا بھی اتنا آسان نہیں تھا۔ اس لئے کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ اب حالت یہ تھی کہ چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ لے آئے اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہا تھا جب کہ سلطان جلال الدین اپنی طاقت کو مجتمع کرتے ہوئے اس کے تعاقب میں تھا۔ یہ تعاقب کافی دور تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین نے چنگیز خان کے ساتھ بھاگنے والے اس لشکر کی اکثریت کو یہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ چنگیز خان بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر اپنے کچھ لشکر کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوا تھا۔

نوجن سے چنگیز خان بننے کے بعد یہ چنگیز خان کی زندگی کی پہلی اور بدترین ناکامی تھی۔ اسی شکست نے چنگیز خان پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ جہاں وہ پہلے بڑی آسانی سے ایک شہر سے دوسرے شہر پر جست لگاتے ہوئے انہیں فتح کرتا رہا ہے، جہاں وہ دشمن کے مقابلے میں ہر جگہ کامیاب رہا ہے۔ جلال الدین کے ساتھ مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جلال الدین کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے چنگیز خان پر ثابت ہوا تھا کہ جلال الدین جہاں اپنے باپ کا نہایت فرمانبردار اور ان کے شعار بیٹا ہے وہاں وہ جنگجو سپاہی، فنون حرب و ضرب کا ماہر، حد درجہ بیدار مغز

قلم ساتھی واقف دیر و حرم سالار، عارف آفاق رفیق اور اخوت و خاکساری کے سوار آندھیوں کی شدت، گردوں سے صاف آسمان پر فروغ آفتاب کے عروج کی آگے بڑھتے ہوئے وقت کے خمیر میں گندھے کذب اہلیست پر ہنگاموں کے زمزمہ سیال کی طرح ضرب لگانے لگے تھے۔ وہ لمحہ بہ لمحہ سلطان جلال الدین کی سرکردگی میں منگولوں پر تمدن کی کند اور طوفانی رفت کی طرح چھاتے چلے جا رہے۔ دوسری طرف جب چنگیز خان نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین آہستہ آہستہ انوکھا رخ اختیار کر رہا ہے تو اس کے لشکر کے اندر گھستا چلا جا رہا ہے اور یہ کہ اس کی اگلی صفوں کو اس نے تیس تیس کرنے کی ابتدا کر دی ہے تب وہ مضبوطی سے چلائے ہوئے اس نے اپنے لشکریوں کو پوری قوت کے ساتھ جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ چنگیز خان کا یہ حکم سنتے ہی منگول اساطیر، عقائد، قدیم رسومات اور کہنہ روایات سے بے پرواہ ہو کر وحشیوں کی طرح سلا لشکر پر ایک عجیب انداز سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے۔ لیکن چنگیز خان کی میں منگولوں کا کوئی حربہ ان کی کوئی چال، ان کا کوئی فریب سلطان کے سامنے نہ ہوا۔ اس لئے کہ خود سلطان ان کے سارے سالار اور لشکری سرکش آندھ طرح منگولوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور لمحہ بہ لمحہ مجروح اور حائل اور درماندہ اور فرماندہ کر دینے والے طوفانوں کی طرح منگول لشکر پر چھانا شروع تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ سلطان کی سرکردگی میں لڑنے والے اس لشکر نے بڑی ساتھ منگولوں کو اپنی ضرورت کا اسیر بناتے ہوئے میدان جنگ میں انہیں بے نصیب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔

سلطان جلال الدین کے ان جان لیوا حملوں سے خود چنگیز خان اور لشکری بوکھلا کر رہ گئے تھے۔ چنگیز خان نے اپنا ہر جنگی حربہ آزمایا۔ ہر فریب میں اس نے استعمال کیا، کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح سلطان جلال الدین کے لشکریوں کو اپنے سامنے نچا دکھانے میں کامیاب ہو جائے لیکن میدان چنگیز خان کا ہر حربہ، اس کی ہر دیکھاری اور اس کا ہر فریب ناکام رہا۔ اور ہم آگیا کہ سلطان نے بڑے عجیب سے انداز میں حملہ آور ہوتے ہوئے چنگیز

انسان، انتہائی جنگجو مجاہد بھی ہے۔ بہر حال بروان کے مقام پر چنگیز خان کو سلطان الدین کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی اور شاید یہ اس کی زندگی کی پہلی اور شکست تھی۔

چنگیز خان کا تعاقب ختم کرنے کے بعد سلطان جلال الدین اپنے لشکر اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ سلطان نے دیکھا کہ منگولوں کے پڑاؤ میں تک سامان بکھرا پڑا تھا۔ سامان میں خوراک اور ہتھیاروں کے ذخائر بھی تھے۔ اس میں کام آنے والا دیگر سامان بھی۔ اس کے علاوہ جنگ میں مرنے والے منگولوں کے گھوڑے اور مرد مرہٹے پھر رہے تھے۔ سلطان نے اپنے لشکر کے آگے بڑھ کر منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

()

ایک روز عمر کے قریب نظام الدین زور زور سے طیان کو پکارتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ طیان جب سامنے والے کمرے سے بھاگتی ہوئی نکلی تو اس نے دیکھا کہ نظام الدین اپنے آگے سامان سے لدے ہوئے ایک ٹوک کو ہانکتا ہوا گھر میں داخل ہوا ہے۔ طیان نے تھوڑی دیر تک پریشانی کے انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھا پھر پوچھنے لگی۔ بابا یہ ٹوک کس کا ہے اور اس پر سامان کس کا لدا ہوا ہے۔ اس پر نظام الدین فوراً بولا کہ میں اصفہان کی جامعہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ وہاں اور خان سے ملاقات ہو گئی۔ سامان سے لدا ہوا یہ ٹوک اس نے مجھے دیا ہے۔ اس میں تمہارے اور بے لے اور استعمال کی چیزوں کے علاوہ گھر کی ضروری اشیاء بھی ہیں۔ اور خان کی آمد اور اس کے بھیجے ہوئے سامان کا سن کر طیان کنکشاں کی پرچھائیوں، نغمہ بار آب جو جی شان، گل افشاں نخل بہار اور کر کے غلاف میں سحر کی کرنوں جیسی خوش کن و کر رہ گئی تھی۔

اور خان کی آمد کا سن کر وہ عالم عشق و مستی میں سرگرداں سحر، شہر خواہاں اور فیوں کی رسد گاہ پر جمال ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اور خان کی آمد سے لایہ لطف اندوز ہوتی رہی پھر اچانک اسے کوئی خیال آیا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

بابا اگر اور خان یہاں آئے ہیں تو آپ انہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے کر آئے؟ اس پر نظام الدین کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ تیز بولیاں طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ بیٹی۔ میں نے اسے بت کما کہ بلو طیان تمہیں بت یاد کرتی ہے۔ گھر چلو لیکن وہ کہہ رہا تھا مجھے بہت جلد لوٹ جانا ہے لہذا میں طیان سے مل نہیں سکوں گا۔ اس کے ساتھ، اس کے بہت سے لشکری

مانوں کی بھرپور خوشبو میں اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ اور خان آپ
 پہنچا کیا آپ اور بابا دونوں نے مل کر مجھے بے وقوف بنایا ہے۔ آپ یہاں چھپے ہوئے
 ہیں جب کہ بابا مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ اصفہان کی جامعہ مسجد سے ہی واپس اپنے
 پڑاؤ کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ اس پر اور خان نے آگے بڑھ کر طیان کے دونوں ہاتھ
 غام لے لئے اور خان کے ہاتھوں کے لمس سے طیان کی روح پر ایک غیر مرئی نشہ اس
 کے دل پر ایک وجدانی سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اور اس کی ہستی کے اسرار و رموز پر
 بہت آمیز لذت نزول کر گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اس سے سے لطف اندوز ہوتی
 رہی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے اپنی آواز کی پوری مٹھاس میں اور خان سے کہنے لگی۔

آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ میرے ساتھ آئیں۔ پھر وہ اور خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں
 لے کر زور سے دباتے ہوئے اسے اپنے ساتھ سامنے والے کمرے میں لے گئی۔ اتنی
 دیر تک نظام الدین نے ٹٹو کو چھوٹے سے اصطبل میں باندھ دیا تھا۔ اور اس پر لدے
 ہوئے سارے سامان کو بھی اس کمرے میں لے آیا تھا جس میں طیان اور خان کو لے
 کر داخل ہوئی تھی۔

نظام الدین اس کمرے میں جب طیان کے سامنے آکر بیٹھا تو طیان نے گلوں
 اور ٹکڑوں سے بھرپور آواز میں نظام الدین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ بابا آپ نے
 مجھے بے وقوف بنایا۔ آپ نے اور خان کو دروازے کے پیچھے چھپا دیا اور مجھے آپ
 رانے اور تنگ کرنے کے لئے کہنے لگے کہ اور خان جامعہ مسجد سے ہی واپس اپنے
 پڑاؤ کی طرف لوٹ گیا ہے۔ اس پر نظام الدین نے ایک بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے
 کہا۔ بیٹی! جو کچھ ہوا، ایسا چونکہ اور خان نے چاہا تھا اس لئے میری بیٹی میں نے ایسا
 ہوئے دیا۔ ورنہ تو جانتی ہے کہ میں نے کبھی اپنی بیٹی کو اس طرح بے وقوف بنایا ہے۔
 اس پر طیان نے گھورتے ہوئے انداز میں جب اور خان کی طرف دیکھا تو اور خان
 مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اچھا طیان جو کچھ ہوا اس پر مٹی ڈالو۔ پہلے یہ جو سامان میں
 تم لوگوں کے لئے لایا ہوں کھول کر دیکھ لو پھر میرے لئے کھانا تیار کرو۔ کھانا کھانے
 کے بعد میں یہاں سے رخصت ہوں گا۔ میں صرف تم دونوں سے ملنے کے لئے آیا
 تھا اس لئے کہ ابھی ہمیں منگولوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے بہت کچھ کرنا

بھی تھے۔ انہوں نے بروان کے میدان جنگ میں چنگیز خان اور اس کے لشکر کو ہار
 شکست دی ہے اور چنگیز خان شکست کھا کر ان کے سامنے سے بھاگ نکلا تھا۔ اس
 وقت سلطان اصفہان شہر کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہیں
 وہیں سے نکل کر اور خان سامان سے لدا ہوا یہ ٹٹو ہمارے حوالے کرنے آیا تھا۔
 جب میری اس کی ملاقات جامعہ مسجد میں ہو گئی تو وہ کہنے لگا اب میرے گھر جانے
 ضرورت نہیں ہے۔ یہ ٹٹو تم خود ہی لے جاؤ۔ لہذا میں اس ٹٹو کو ہانک لیتا ہوں
 اور خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا۔

نظام الدین کے اس انکشاف پر طیان نے بڑی تلخی اور بڑے غصے کا اظہار
 کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیا حماقت ہے۔ آپ انہیں کیوں ساتھ لے کر نہیں آئے؟
 انہیں جلدی تھی تو آپ زبردستی ان کو اپنے ساتھ لاتے۔ میں ان سے بات کرتی
 کیسے وہ یہاں آنے سے انکار کرتے ہیں۔ بابا آپ نے بڑا ظلم کیا ہے۔ جب وہ با
 مسجد میں تھے اور آپ کا کہا مانتے ہوئے نہیں آ رہے تھے تو کم از کم آپ مجھے آ
 اطلاع کر دیتے تو میں خود جامعہ مسجد کے باہر کھڑی ہو کر ان کا انتظار کرتی اور جب
 باہر نکلتے تو خود ان کو اپنے ساتھ لے کر یہاں آتی۔ اس پر نظام الدین بڑی بے بسی
 اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی! اب تو غلطی ہو گئی۔ اور خان اب واپس اپنے پڑاؤ کی طرف جا چکا ہے
 دیکھ دروازہ بند کر۔ اور اس ٹٹو پر لدے ہوئے سامان کو دیکھ اس میں کیا کیا چیزیں ہیں
 اس پر طیان غصے اور خفگی میں پاؤں زمین پر چبھتے ہوئے کہنے لگی۔ بابا اور خان کے
 میں اس سامان کو کیا کروں گی۔ مجھے اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں چاہئے۔
 بڑے غصے کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھی تاکہ دروازہ بند کرے۔

طیان نے آگے بڑھ کر جوں ہی دروازہ بند کیا وہ دنگ رہ گئی۔ دروازے
 ایک پرٹ کے پیچھے اور خان کھڑا تھا۔ اور خان کو دیکھتے ہوئے جہاں طیان تھوڑی
 پہلے افسردہ اور دیران ویران ہو رہی تھی۔ وہاں وہ دروازہ بند کرنے کے بعد حیات
 عجیب ز اور محبت سے عیش تر ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی حالت تھوٹکٹا اظہار
 مسکراتی عروس سحر جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ اپنے لہجے کی پوری حلاوت

ہے۔ سلطان جلال الدین تو مجھے آنے کی اجازت ہی نہیں دے رہے تھے۔ بڑی حد سے تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔

طیان! بروان کے مقام پر ہم نے چنگیزخان کو بدترین شکست دی ہے۔ یہ خیال میں اگر ہم اسی طرح ہمت اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے رہے تو منگولوں کی فوجیں کشتوں کا یہ سلسلہ طویل ہو جائے گا۔ اور میں انشاء اللہ گاہے بگاہے اب تم سے ملنے کے لئے آتا رہوں گا۔ یہ جو میں سامان لایا ہوں اس کو کھول کر دیکھو۔ اس کے کوئی اور بات کرتے ہیں۔ طیان چپ چاپ سامان نکال نکال کر باہر رکھ دیا۔ جب سارا سامان نکالا جا چکا تو طیان اور نظام الدین نے سارے سامان کا جائزہ لیا۔ اس سامان میں زر، ہفت کی پوشاکیں، فاختہ کی رنگ کی عباسیں، سونے کے گھنگھریلے، سنگ مرمر کے پیالے، چاندی کے چراغ، چمچے کی رسیاں، مٹی کے پائالے، کالے رنگ کے ادنی لباس، چاندی کے جھنڈے، بالوں سے بٹا کپڑا، خوشبو لگانے کے گلاب، چاندی کے عنبردان، سوتی کپڑے کی پوشاکیں، چرمی لباس، مشروب پینے کے گلاس، چاندی کے سینک، نقری روغن دان، تلوں کا تیل، روغن زیتون، دوہرے پل، کھانا، منقش ہاتھی دانت، سفید ٹوپی والے جعبے، جہیز کے آئینے، خواب کے لمبوسات شامل تھے۔

اس سارے سامان کا جائزہ لیتے ہوئے اچانک طیان کو کچھ یاد آیا اور اس نے بڑے پیار، بڑی محبت، بڑی چاہت میں اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: آپ گھوڑا کہاں ہے۔ اس پر اور خان سے پہلے ہی نظام الدین بول پڑا کہ اس نے گھوڑا باہر گلی میں ہی کھوٹے کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ تو خود بیٹھنے کے بعد چلا جائے گا۔ اس لئے گھوڑا اندر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طیان نے شکوکوں بھرے انداز میں اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ آپ جلد میں بھاگ بھاگ کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گھوڑا اندر لانے کی ضرورت کیلئے نہیں ہے۔ اسے اندر ضرور لانا چاہئے اور اس کے دانے چارے کا انتظام کرنا چاہئے۔ میں خود گھوڑے کو اندر لاتی ہوں۔ اس پر نظام الدین اٹھا اور کہنے لگا: نہیں بیٹی، بیٹھو میں خود گھوڑے کو اندر لاتا ہوں۔ نظام الدین اٹھا اور تیزی سے باہر نکلا۔

اور خان جواب میں مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ خود ہی کھول کر دیکھ لو۔ طیان نے باہر پھر غور سے مسکرا کر اور خان کی طرف دیکھا پھر اس نے جب تھیلی کھولی تو وہ اس سے بھری ہوئی تھی۔ طیان نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس قدر نقدی۔ اور خان کہنے لگا۔ اسے سنبھال کر رکھ لو۔ آنے والے دور میں یہ تمہارے کام آئے گی۔ اس پر طیان نے کہا۔ آپ نے اپنے پاس کیا رکھا ہے۔ اور خان کہنے لگا۔ تم میری عزت کرو۔ میرے پاس ضرورت کے لئے کافی نقدی ہے۔ میرے خیال میں اب تم کو اس کے لئے ہرگز کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ اس نے کہا۔ تمہارے ساتھ کھا کر یہاں سے فوراً رخصت ہوں گا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ پاسپانوں کے لئے سالار بھی گزشتہ جنگوں میں جو سامان اس کے ہاتھ لگا ہے وہ اپنے مستقر میں لے کر آئے گا۔ اس لئے میں سلطان کے ساتھ وعدہ کر کے آیا تھا کہ میں اس کے سامان میں قیام نہیں کروں گا۔ اور ہاں پاسپانوں کے سپہ سالار نے سلطان کی بری اور تمہاری چاہت کی کمائی تفصیل کے ساتھ کہہ دی ہے۔

اس موقع پر نظام الدین آگے بڑھا اور طیان کو اپنے ساتھ لپٹا کر اسے ڈھارس بنے لگا تھا۔ پھر طیان کے کان میں نظام الدین نے بڑی رازداری سے کہا۔ طیان! یہی بیٹی میری بیٹی دیکھ اور خان تم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اسے اپنے آنسوؤں اور ہونے چہرے کے ساتھ مت رخصت کرو۔ بیٹے اپنے آپ کو سنبھالو اور خان کو نکالتے ہوئے رخصت کرو۔ اور خان تمہاری زندگی کا ساتھی، تمہارے آنے والے رشتہ کا رشتہ اور تمہاری زیست کا مسافر ہے۔ دیکھ بیٹے اگر تم اسے روتے ہوئے رخصت کرو گی تو اس بیچارے کے دل پر لشکر میں کیا کیا کچھ نہیں بیتی رہے گی۔ اپنے آپ کو سنبھال بیٹی۔ اپنے چہرہ پر مسکراہٹ لا اور خود دلیری اور جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور خان کو رخصت کرو۔

نظام الدین کے ان الفاظ سے طیان نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اپنی ٹی پلکیں اس نے فوراً صاف کیں۔ پھر وہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے گئے یومی اور خان کے قریب آئی۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہنے لگی۔ یہی خداوند سے دعا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی جائیں، کامیابی اور فتح مندی آپ کے ذمہ چرے۔ اس گھر میں، میں آپ کا بے چینی سے انتظار کروں گی۔ طیان کو سنبھالتے ہوئے اور خان نے ایک الوداعی نگاہ اس پر ڈالی۔ پھر اپنے گھوڑے کو اس نے مکان سے نکالا۔ اس پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا دی۔ طیان اور نظام الدین دونوں درخان کو اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ گلی کا موڑ مڑ کر ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ پھر وہ دونوں مکان کا دروازہ بند کر کے اندر چلے گئے تھے۔



بدوان کے مقام پر چنگیز خان کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین نے ایک طرح سے مشکلوں پر اپنی شجاعت، دلیری اور غلبہ ثابت کر کے رکھ دیا تھا۔ لب چنگیز خان اس شش و پنج میں پڑ گیا تھا کہ وہ سلطان جلال الدین کے لشکر سے نپٹنے کے لئے کیا طریقہ، کیا حیلہ استعمال کرے۔ اس کے بیٹوں، اس کے سالاروں نے اسے طرہ دیا کہ اپنے ادھر ادھر بکھرے ہوئے سارے لشکروں کو یکجا کر کے سلطان کے

اور خان کی اس منتنگو سے طیان خوش ہو گئی تھی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی۔ آپ دونوں بیٹھ کر باتیں کریں میں مطلع میں اتنی دیر تک کھانا تیار کر لیا، پھر طیان بکھرے ہوئے سامان کو وہیں چھوڑ کر مطلع کی طرف چلی گئی۔

کھانا تیار کرنے کے بعد طیان نے سب سے پہلے وہ سامان سمیٹا۔ پھر تیز بڑے پرسکون ماحول میں کھانا کھایا۔ اس کے بعد اور خان اپنی جگہ سے اٹھا اور طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان! شام ہونے والی ہے، میں اب رخصت ہوا، مجھے مغرب کی نماز اپنے لشکر میں جا کر ادا کرنی چاہیے۔ طیان کچھ نہ کہہ سکی خاموشی سے اس نے گردن جھکا دی تھی۔ اس پر اور خان باہر آیا۔ اصل میں اس نے اپنا گھوڑا کھولا اور آہستہ آہستہ دروازہ کی طرف چل دیا۔ نظام الدین اور خان بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

بیرونی دروازہ کے قریب جا کر اور خان نے مڑ کر طیان کی طرف دیکھا۔ اسی اور خان کے جدا ہونے کی وجہ سے طیان کی پر خوار آنکھوں کی ساری غماری جاتی تھی۔ لگتا تھا نہ اسے اپنی حرکت پر قابو رہا ہو اور نہ گویائی پر چارہ وہ۔ بچاری غم نفس میں گرفتار کسی راہبہ کی طرح اداس منظوق کی اسیر دیو داس کی طرح طیان کا طفل شیر خوار جیسی بے بس اور زندان کی اسیر اور مجبور آغوش مادر جیسی دہان ہو کر رہ گئی تھی۔ اور خان نے دیکھا اس کی رنگت پیلی، آنکھیں بوجھل ہو چکی تھیں، چہرہ اتر چکا تھا۔ وہ ایسی لگ رہی تھی گویا کسی شاعر کا قصیدہ کھو گیا ہو۔ وہ اور خان کی جدائی کے باعث زخمی پرندے کی طرح بے قرار ہو رہی تھی۔ اور خان کی پلکوں پہ آنسوؤں کے قطرے چمکتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔

اور خان طیان کی اس حالت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ ایک ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور دوسرا ہاتھ طیان کے شانے پر رکھتے ہوئے اسے اور ڈھارس دیتے ہوئے کہا۔ طیان! فکر مند نہ ہونا۔ میں اب وقفہ وقفہ سے ملنے آتا رہوں گا۔ طیان میں کہیں بھی ہوں، تمہیں بھول نہیں سکتا۔ اس نے اور خان کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ طیان اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر سبک کر رونے لگی تھی۔

کی تلی، اس کی تشفی کے لئے اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔
سیف الدین! میرے عزیز، میرے بھائی، اس وقت جب کہ ہم ایک بار
جان کو بدترین شکست دے چکے ہیں۔ وہ ہم سے خوفزدہ اور مرعوب ہو چکا ہے۔
تم جانتے ہو کہ وہ حملہ پر حملہ کرنے کا عادی ہے۔ لیکن شکست کھانے کے بعد وہ
بشیش ہے۔ بالکل اس درندے کی طرح جو زخمی ہو کر اپنے زخم چاٹ رہا ہو تاکہ
سوج جان کر حملہ آور ہو۔

سیف الدین! اگر ہم آپس میں اتحاد اور اتفاق رکھیں تو ہم جادو کے عصاء، ساز
ن اور سیاح جہاں گرد کی طرح ان منگولوں پر چھا کر اپنی قوم کو ان کے اذیت ناک
سے نجات دلا سکتے ہیں۔ دیکھ سیف الدین میرے بھائی، ہمارے رسول مراد
دعراں تھے۔ وہ آرزوئے عیسیٰ و مریم اور ثمرۂ دعائے خلیل تھے۔ میں تمہیں
اسی رسول کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ امین الملک کے ساتھ اپنی اسی تکرار
کے کولت اور قوم کی بہتری کے لئے فراموش کر دو۔ یاد رکھو اس موقع پر اگر ہم
فاق کا اظہار کیا تو یہ منگول اور ان کا خان چنگیزخان ہمارے لیوں پر کوئی فریاد
یا آنکھوں میں کوئی مرہم نہ رہنے دیں گے۔ اور وہ ہمارے نفاق اور نا اتفاقی سے
اٹھاتے ہوئے گھمبیر سناٹوں میں زور سے چیخنے والے بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہو
یا گے۔ ہم پر غم و حزن طاری کریں گے اور ہمارے سارے ذوق جاہ و حشم، محکم
میں عزم اور طبل و علم کو اپنے غرور و فخر، تعصب اور گھمنڈ اور وحشت و استکبار
سامنے کھنڈر اور سنان بنا کر رکھ دیں گے۔

ن سیف الدین میرے بھائی اتفاق اور اتحاد امرت کا ایک خزانہ ہے جس سے
فرقوب کا کام لیا جاسکتا ہے۔ میں تم سے پھر التجا کرتا ہوں کہ امین الملک نے جو
اسے ساتھ زیادتی کی ہے اس کی میں تم سے معذرت طلب کرتا ہوں۔ دیکھ اس
نہ پر اگر میں نے امین الملک سے باز پرس کی تو یاد رکھنا وہ اپنے تئیں ہزار کے لشکر
ساتھ علیحدہ ہو جائے گا۔ اور یہ علیحدگی مسلم قوم کو بڑی ہنگامی پڑے گی۔ دیکھ سیف
الدین میرے بھائی اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو یاد رکھنا یہ منگول بھوکے درندوں اور
بھیڑیوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر ہماری حالت خانہ بدوشوں کی لٹی

مقابل آنا چاہئے اور اس سے نا ختم ہونے والی جنگ کی ابتدا کر دینی چاہئے۔
چنگیزخان نے اس خیال کو ترک کر دیا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور سالاروں کو چھوڑ
کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمیں جنگ کا کوئی اور ہی طریقہ اور رخ اختیار کرنا پڑے گا۔
چنگیزخان نے اپنے سالاروں اور بیٹوں کو یہ بھی تنبیہ کی کہ جلال الدین کوئی نام
جرنیل اور سردار نہیں کہ ہم اسے لہجوں کے اندر شکست دینے میں کامیاب
جائیں۔ اس نے اپنے سارے سالاروں کو سمجھایا کہ جلال الدین انتہائی درجہ کا
جراتمند حکمران ہے۔ بہترین جنگی مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ حملہ آور ہونے
سارے گر بھی جانتا ہے اور اگر اس نے ایک بار ہمارے سارے متحدہ لشکر کو
دے دی تو یاد رکھو پھر وہ صحرائے گوبی ہی نہیں، ہمارے مرکزی شہر قراقرم تک
تعاقب کرے گا اور اس دنیا میں کہیں بھی جینے کے لئے ہمارے پاس ٹھکانہ نہ
دے گا۔

اپنے ان خیالات کا اظہار کرنے کے بعد چنگیزخان سلطان سے پٹنے کے لئے
پر فریب اور ریاکارانہ طریقے سوچنے لگا تھا۔ دوسری طرف چنگیزخان کو شکست
کے بعد سلطان جلال الدین کے لشکر میں ایک انتہائی قابل افسوس واقعہ رونما
اس لئے کہ چنگیزخان کو شکست دینے کے بعد سلطان کے لشکر کے ہاتھ ایک انتہائی
گھوڑا لگا۔ اس نازک موقع پر سیف الدین اغراق اور امین الملک کے درمیان
گھوڑے کے بارے میں تو تو میں میں ہو گئی۔ دونوں میں سے ہر ایک اس گھوڑے
اپنی ہیکلیت بنانے پر تلا ہوا تھا۔ اسی تکرار اور بحث و تھکیص میں امین الملک نے
میں آکر اپنے گھوڑے کا چابک سیف الدین کے سر پر دے مارا۔

سیف الدین نے امین الملک کے اس رویہ کی شکایت سلطان سے کی۔
جلال الدین کو چونکہ امین الملک کی وفاداری پر اعتماد اور بھروسہ نہ تھا۔ اس لئے
خطرہ تھا کہ اگر اس نے سیف الدین اغراق کی طرف داری کرتے ہوئے امین
کے خلاف کوئی کارروائی کی تو امین الملک جیسا مطلب پرست انسان اپنے ہند
کے لشکر کو لے کر فوراً سلطان سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس بناء پر سلطان نے
الملک کے خلاف تو کوئی کارروائی نہ کی تاہم سیف الدین اغراق کو اپنے سامنے

بستیوں، ٹھماتے دیوں، درزیدہ نگاہوں جیسی بنا کے رکھ دیں گے۔ دیکھ سیف! امین الملک کی اس زیادتی کو فراموش کر دے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں مجھ تو اجنبی بن کر اپنی قوم کو گردبار صرصر اور اپنی ملت کو صحراؤں میں دفن ہونے چھوڑ جانا چاہتے ہو۔

سلطان کی اس تقریر کا سیف الدین اغراق پر خاطر خواہ اثر ہوا اور اس سلطان کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ ان کے پہلو سے پہلو اور ان کے شانہ سے شانہ منگولوں کا مقابلہ کرے گا۔ سلطان کے پاس سے اٹھ کر سیف الدین اپنے ہاتھ لٹکر میں چلا گیا تھا۔ پر دوسرے روز جس وقت سلطان اپنے خیمہ میں اور خان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان کا ایک مخبر خیمہ میں داخل ہوا اور سلطان کو جانب کر کے کہنے لگا۔ سلطان محترم میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں اس پر سلطان نے چونک کر اپنے اس مخبر کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا بری خبر سے تمہاری مراد یہ ہے کہ چنگیز خان ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اگر تم اسے بری خبر سمجھتے ہو تو میں اسے تمہاری نادانی پر مامور کر دوں گا۔ قسم خداوند کی میں تو اس افغان میں ہوں کہ چنگیز خان کب مجھے کس میدان میں لکارتا ہے۔ اور میں اسے شکست دے کر اس کا تعاقب کرتا ہوں۔ اس پر وہ مخبر بولا۔

سلطان محترم۔ جو خبر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ منگولوں یا چنگیز خان کی ہاتھ قدمی سے متعلق نہیں بلکہ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رات کی تاریکی میں سیف الدین اغراق اپنے لشکر کو لے کر ہمیں چھوڑ کر جا چکا ہے۔ یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین کا رنگ پیلا اور چہرہ اداس ہو گیا تھا۔ اور خان کی گردن بھی دکھ اور افسوس میں جھک گئی تھی۔ اس موقع پر سلطان گہرے دکھ اور افسوس بھری آواز کہنے لگے۔

اور خان میں سمجھتا ہوں کہ اب چنگیز خان ہمارے نفاق اور نا اتفاقی سے نہ پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ اور خان میرے بھائی اگر قدرت ہمارے گناہوں، ہماری نا اتفاقی اور ہماری بے نیجہتی کی سزا دینے کا ارادہ کرے گی تو میں قدرت سے تو جنگ نہیں کر سکتا۔ اور خان میرے بھائی، کاش! اس امین

سیف الدین اغراق نے اس گھوڑے کی وجہ سے جھگڑا نہ کیا ہوتا۔ کاش رات کی لپٹ میں سیف الدین اغراق لشکر چھوڑ کر جانہ چکا ہوتا۔ اور خان میرے بھائی قسم لے کر مجھے اپنی کوئی فکر اور پرواہ نہیں ہے۔ کسی صحرا، کسی دشت، کسی کوہستان، اور اپنے کسی سمندر کے ساحل پر گیلی ریت میں مجھے گور غریباں جیسا ٹھکانہ مل جائے گا۔ میرا دفن جہاں بھی بنے گا خدائے پاک کے آسمان کا نیلگوں شامیانہ لپٹ میں ہو گا۔

اور خان! ان منگولوں کے ہاتھوں کتنے کتنے بڑے جنگجو اور سورما مٹی میں سما رہے ہیں۔ رگوں میں مچلتا ہوا خون بیکار میں بہہ گیا۔ سینے دھواں دھواں، پریشان برباد، خمیہ ویران ہوئیں۔ چاروں طرف آزادی اور شرافت نسبی بے وقار ہوئی۔ بچوں ہاتھوں کی چھاتیوں پر قتل کیا گیا اور عورتوں کے پیٹ چاک ہوئے۔ اور ان سر ہونوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہر وہ فعل شیفہ ہوا جس کی امید تک نہ کی جاسکتی تھی۔ اور خان! بڑے بڑے اراکین سلطنت بلند پایہ پیشوائے مذہب تہ تیغ کر دیے۔ بڑے بڑے وطن پرست اور دین سے محبت رکھنے والے سینہ شب میں آوازوں اڑت کی طرح کھو گئے۔

کاش ایک قیمتی گھوڑے پر جھگڑا اور تکرار کر کے امین الملک اور سیف الدین نے اپنی قوم کی عزت و شرافت کو داؤ پر نہ لگایا ہوتا۔ اور خان میرے بھائی! اگر ابھی ہم نہ سنبھلے، اب بھی اگر ہم نے آپس میں اتحاد اور تعاون نہ کیا تو لکھ رکھنا، ہم ان سرزمینوں سے طلسم نصرانی، سحر اسرائیلی، جادوئے باطل، آرزوئے مانی، ہنر لائی کی طرح مٹ کر رہ جائیں گے۔ اب بھی اگر ہم نے اپنے عیوب و اوصاف، انطباعات، انصاف و رحم، شجاعت اور خصائص انسانی پر نگاہ نہ ڈالی تو منگولوں کی فٹ سے ہمارے لئے نفرت کے مزید باب کھلیں گے۔ اور خان میرے بھائی میرا کہنا ہے کہ شر کے خلاف انتہا پسندی خاموشی سے افضل اور برتر ہے۔ کوئی میرا کہنا نہ دے میں اپنی قوم اور اپنی ملت کی خاطر ان منگولوں کے خلاف سینہ سپر نہ رہوں گا۔ امین الملک، اور سیف الدین اغراق کے اس روڑے نے مجھے بے حد

بہائی جس وقت بروان کے مقام پر میں نے چنگیزخان کو شکست دی تھی اس
بہائی چنگیزخان کے متعلق میری رائے تھی کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام ضرور
کے گا پہلا یہ کہ وہ اپنے سارے لشکروں کو سمیٹ کر واپس صحرائے گوبی کی طرف
چلا جائے گا اور ہمارے ہاتھوں کسی دوسری شکست کی ذلت برداشت نہیں کرے گا۔
اس سے متعلق میری دوسری رائے یہ تھی کہ وہ اپنے ادھر ادھر بکھرے ہوئے
لشکروں کو جمع کرے گا اور پوری تیاری کرنے کے بعد کسی مناسب وقت
اور جگہ پر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا تاکہ بروان کے مقام پر ہمارے ہاتھوں
شکست کی ذلت کا داغ دھو سکے۔

لیکن اورخان اب معاملہ اور ہو گیا ہے۔ سیف الدین اغراق کے چلے جانے
کے بعد ہمارے لشکر کی تعداد آدھی رہ گئی ہے۔ اب چنگیزخان واپس جانے کے متعلق
نہیں سوچے گا۔ بلکہ وہ ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ اپنی شکست کا داغ دھونے کی کوشش
کرے گا۔ اورخان! آج نہیں تو کل چنگیزخان کو سیف الدین اغراق کے علیحدہ ہونے
کا خبر پہنچ جائے گی۔ اور یہ خبر ملتے ہی تو دیکھنا کس طرح چنگیزخان ہمارے خلاف
ت میں آتا ہے۔ اور سارے لشکروں کو یکجا کر کے ہمیں مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔
اورخان! سیف الدین اغراق علیحدہ نہ ہوا ہوتا تو قسم خداوند کی میں نے اپنے
میں ارادہ کر رکھا تھا کہ چنگیزخان کی طرف اپنا کوئی قاصد بھجواؤں گا اور اسے یہ
اڈوں گا کہ وہ خود اپنی مرضی کا کوئی بھی محاذ مقرر کر لے۔ وہاں میں آکر اس کے
تہ جنگ کرنے کے کو تیار ہوں۔ اور اسے بروان سے بھی زیادہ ذلت آمیز شکست
ما گا لیکن سیف الدین اغراق کی علیحدگی نے میرے سارے ارادوں، میرے سارے
اُم پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے۔ اب چنگیزخان ہم پر حملہ آور ہونے میں کچھ تاخیر
نہ کرے گا۔

اورخان گردن جھکا کر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ سلطان محترم! چنگیزخان آج
نہ آئے اور ہو یا کل بہر حال ہم اس کا مقابلہ ضرور کریں گے۔ سلطان محترم۔ آپ پہلے
یہ بتائیے کہ چنگیزخان سے جنگ کرنے کے لئے آپ کس جگہ کا تعین کرتے ہیں۔
اگر سلطان جلال الدین ایک آہ بھرتے ہوئے کہنے لگے۔

مایوسی اور دلبرداشتہ کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے رویے، اپنے سلوک سے اپنی قوم و ملکہ
نفقوش پا اور ختم ریزی سے خالی دشت و صحرا کی طرح بنا دینا چاہتے ہیں۔ جب کہ
ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنی چھوٹی سی بھی جمعیت کو لے کر چنگیزخان کے
جھوں گا اور اسے بتاؤں گا کہ ہم زندہ اور بیدار ہیں۔ اتنا کہنے کے بعد جب
الدین خاموش ہوا تو اورخان رقت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! حالات کچھ بھی ہوں میں اورخان آپ کا ساتھ دوں گا۔
میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے میں اپنا تن من دھن، اپنی ہر شے آپ
نچھاور کرنے کے لئے تیار رہوں گا۔ سلطان محترم اگر آپ منگولوں کے خلاف سینہ
ہونے کا عزم رکھتے ہیں تو وہاں میرا سینہ بھی منگولوں کے سامنے تیار رہے گا۔ اس پر
پر جلال الدین نے مسکرا کر اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگے۔ اورخان میں
تیرے جیسے ساتھی، تیرے جیسے رفیق، تیرے جیسے مہربان پر فخر کرتا رہوں گا۔ پر
اورخان اب ہمیں اپنا ٹھکانہ بدلنا ہو گا۔ اس پر اورخان نے چونک کر سلطان کی طرف
دیکھا اور پوچھا۔

سلطان محترم! ٹھکانے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ کھل کر کہہئے۔ اس
سلطان جلال الدین بولا۔ دیکھ اورخان میرے بھائی۔ سیف الدین اغراق کے علیحدہ
جانے کے بعد اب ہمارے لشکر کی تعداد آدھی ہو کر رہ گئی ہے۔ اپنی اس کی اور
کو تابی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں چنگیزخان کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی ایسی
کسی ایسی وادی کا انتخاب کرنا ہو گا جہاں ہماری پشت منگولوں کی طرف سے
رہے اور پسپائی کی صورت میں ہم بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس پر اورخان
نے تڑپ کر پوچھا۔

سلطان محترم! آپ اس قدر مایوسی کی باتیں کیوں کرنے لگے ہیں۔ اگر ہم
کے مقام پر چنگیزخان کو بدترین شکست دے سکتے ہیں تو آنے والے دور میں
اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کر سکتے ہیں۔ اس پر سلطان جلال الدین اپنے
زہریلی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہنے لگے۔
اورخان! تمہاری باتوں سے یقیناً میرے حوصلوں میں چنگی آتی ہے۔

اب معاملہ کچھ الٹ ہو گیا ہے۔ اگر سیف الدین نہ جاتا تو میں میدان پر تعین چنگیزخان پر چھوڑتا۔ اب سیف الدین کے جانے کے بعد میں نے سوچا کہ ہمیں اپنے اس بچے کھجے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے جا کر پناہ چاہئے۔ اگر ہم چنگیزخان کے ساتھ آئندہ جنگ میں کامیاب رہے تو ہمارے لئے نصیبی ہو گی۔ جس کی امید مجھے بہت کم ہے اس لئے کہ جو لشکر اس وقت ساتھ ہے چنگیزخان ہمارے سامنے اس سے بیس گنا بڑا لشکر لے کر آئے گا۔ لشکر کا مقابلہ اگر ناممکن نہیں اور خان! تو ہمارے لئے مشکل ضرور ہو گی۔ دریائے سندھ کے کنارے رہ کر منگولوں سے جنگ کرتے ہیں تو اس کے فائدے ہوں گے۔

اول یہ کہ ہماری پشت پر دریائے سندھ ہو گا۔ اس سمت سے ہم پر حملہ آور ہونے کا خطرہ نہیں ہو گا اور ہم بے دریغ منگولوں سے مقابلہ کر سکیں گے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ اگر منگولوں کے مقابلے میں ہمیں پسپائی اختیار تو دریائے سندھ کو عبور کر کے ہم ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہو کر سلطان سے منگولوں کے خلاف مدد کی التماس کر سکتے ہیں۔

سلطان جلال الدین کی اس گفتگو کے بعد اور خان تھوڑی دیر تک کچھ اور پھر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ اگر ہم نے دریائے سندھ پڑاؤ کر کے چنگیزخان سے مقابلہ کرنا ہے تو پھر ہمیں یہاں قیام کر کے وقت کرنا چاہئے۔ چنگیزخان ہم پر حملہ آور ہونے میں بالکل کوئی تاخیر نہیں کرے گا۔ ہمیں بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ سلطان نے اور خان کی اس تجویز پر کچھ پھر تھوڑی دیر بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان شہر کے نواح کیا اور دریائے سندھ کے کنارے بلند کوستانی سلسلوں میں سنگلاخ چٹانوں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

سلطان جلال الدین کے سارے خدشات درست ثابت ہوئے۔ اور جوئی چنگیزخان کو علم ہوا کہ سلطان جلال الدین کا ایک ساتھی سیف الدین اسے چھوڑ کر جا چکا ہے اور جلال الدین کے لشکر کی تعداد آدھی رہ گئی۔

۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵

وسطی حصے کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوا تھا جو چنگیز خان
تحت تھا۔ اور جس کی کمانداری وہ خود کر رہا تھا۔ چنگیز خان کو اپنے سامنے دیکھتے
سلطان جلال الدین ابدی آرزو، غیر فانی جذبے، درد و کرب کے خونی باب، خون
اشکوں میں نہائی ہوئی شام کی طرح چنگیز خان کے حصے کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔
سلطان جلال الدین کے حملہ آور ہوتے ہی اور خان بھی اپنے لشکر کے
منگولوں کے لشکر کے دائیں حصے پر پر اسرار جراتوں کی لائیں گہرائی، اقبالیہ
چمکتے وفا کے خونی دستور اور اپنے لہو سے فروزاں فتا کے آنچل کی طرح حملہ آور
تھا۔ جب کہ بائیں طرف سے دشمن کے پہلو پر امین الملک جدت و قدامت
امتزاج، سکت و سامت اور استادہ کر دینے والی کمر آلود شام، بے خونی سے پڑ
ہوئے دریائے وفا کی طرح منگولوں پر نزول کر گیا تھا۔

دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ وسطی حصے
کمانداری خود چنگیز خان کر رہا تھا۔ اور سلطان جلال الدین اس حصے سے لڑاؤ
منگولوں کے دائیں حصے کی کمانداری چنگیز خان کے بیٹے تولائی اور اندائی کر رہے
جب کہ دائیں حصے کی کمانداری چنگیز خان کے بیٹے چغتائی اور اندائی کر رہے
جس وقت لڑائی اپنے عروج پر آئی تو سب نے دیکھا کہ منگولوں کے لشکر کے اس
کے قریب جو اور خان سے برسرِ بیکار تھا، صدیوں کو لمحوں میں بدلتی تلخ لہجوں
تکبیریں بلند ہوئیں۔ پھر سلطان، امین الملک اور اور خان نے دیکھا کہ پاسبانوں کا
سالار کوستانی سلسلے سے نکل کر منگولوں کا لشکر جو اور خان سے برسرِ بیکار تھا،
اضطراب اور بیداری کے اثرات میں سر و خود فراموشی، خیالات کی گہرائی میں
وجدت اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جذبات کے ٹکراؤ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔
اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس مشترکہ اور زور دار حملے کا
چنگیز خان کے بیٹے تولائی اور اندائی نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد
طرح پسا ہوئے اور ان کے لشکر کی اگلی صفیں درہم برہم کر دی گئیں اور ایک
سے وہ حزیمٹ اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔
سلطان نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر کا دایاں حصہ جو اور خان اور پاسبان

سپہ سالار کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا وہ منگولوں کو اپنے سامنے سے بھگانے میں
بے ہوش ہو گیا ہے تو اس نے بھی زور دار حملے کرنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ
پانچ دستوں کے ساتھ سلطان اپنے سامنے آنے والے منگولوں کو بری طرح کاٹا
چنگیز خان کے سر پر جا پہنچا تھا۔ سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر اس زور کا وار
خان پر کیا کہ اگر چنگیز خان اپنے گھوڑے پر رہتا تو جلال الدین کے ہاتھوں مارا جاتا
چنگیز خان نے جب دیکھا کہ جلال الدین اس کے سر پر آن پہنچا ہے تو وہ اپنے
سے کود کر بھاگ نکلا۔ جلال الدین کی بلند ہوتی ہوئی تلوار گری اور چنگیز خان
گھوڑے پر گر کر گھوڑے کو کاٹی ہوئی نکل گئی۔ چنگیز خان کا گھوڑا میدان جنگ میں
کراہاں ہو گیا تھا۔ جب کہ چنگیز خان سلطان جلال الدین کے سامنے سے بھاگ کر
گھوڑے کی تلاش میں مارا مارا ادھر ادھر پھرنے لگا تھا۔ یہ جلال الدین کے سامنے
چنگیز خان کی بدترین اور ذلت آمیز پسپائی تھی۔

تیسری طرف امین الملک نے بھی چنگیز خان کے بیٹے چغتائی اور جوچی کو ناکوں
نہ جوا دیئے تھے۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے انہیں پسا کر دیا۔ اور انہیں
لہا ہوا پیچھے لے گیا تھا۔ لیکن اس موقع پر امین الملک سے یہ غلطی ہوئی کہ اپنے
نہ بائیں خیال رکھے بغیر وہ دشمن کے تعاقب میں کافی دور تک چلا گیا تھا۔ جس
ن سلطان جلال الدین نے یہ صورتحال دیکھی تو اس نے فوراً "قاصد بھجوا دیا اور
اور خان کو حکم دیا کہ پاسبانوں کے سپہ سالار کو منگولوں کے لشکر کے دائیں حصے کے
مانے بتا رہے دے جب کہ خود اپنے لشکر کے ساتھ امین الملک کی مدد کو جائے۔
لیکن امین الملک کافی آگے پیش قدمی کر چکا ہے۔ یہ حکم پاتے ہی اور خان اپنے لشکر
کے ساتھ بڑی تیزی سے امین الملک کی طرف بڑھا تھا۔

قریب تھا کہ دریائے سندھ کے کنارے چنگیز خان کے سارے لشکر کو تاریخ کی
ہرگز شکست ہوتی اور دنیا سے منگولوں کا نام و نشان مٹ جاتا۔ پر اس موقع پر ایک
لحاظ رونما ہوا جس نے جلال الدین کی اس شاندار فتح کو شکست میں بدل کر رکھ
بالفعل وہ اس طرح کہ امین الملک پیچھے دیکھے بغیر بڑی تیزی سے جوچی اور چغتائی کا
نوبت کرنا چلا گیا تھا۔ اس موقع پر منگولوں کے گھات میں بیٹھے ہوئے ایک لشکر نے

دریائے سندھ کی طغیانی میں کود گیا تھا۔

دوسری طرف جب سلطان کے لشکریوں نے دیکھا کہ سلطان دریائے سندھ میں اپنے گھوڑے سمیت کود چکے ہیں تو وہ بڑی تیزی سے پیچھے ہٹے اور دریائے سندھ میں کودنے لگے۔ اور خان نے بھی اپنے بچے کھچے لشکریوں سمیت اپنے گھوڑے کو دریائے سندھ میں ڈال دیا تھا۔ جب کہ پاسبانوں کا سپہ سالار کوستانوں کی بھولیلوں سے اپنے لشکر کو نکل کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جس وقت سلطان نے تیس فٹ کی بلندی سے دریائے سندھ میں چھلانگ لگائی تھی اس وقت تک چنگیز خان اور اس کے سارے بیٹے سلطان کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سلطان کی اس بہادری اور اس کے حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر عیش کر اٹھے تھے۔ اس موقع پر چنگیز خان نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ از پدر پسر چنین باند۔

دریا میں کودنے والے سلطان کے لشکریوں پر منگول برابر تیر اندازی کر رہے تھے۔ جب کہ چنگیز خان اپنے بیٹوں کے ساتھ دریا کے کنارے پر کھڑا سلطان جلال الدین کی طرف دیکھ جا رہا تھا۔ اس موقع پر وہ پھر کہنے لگا۔

وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا بیٹا اس بہادر جلال الدین جیسا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد چنگیز خان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ بڑے تأسف، بڑی آرزو، بڑی خواہش میں کہہ رہا تھا۔ جلال الدین کاش تو میرا بیٹا ہوتا۔ کاش تو میرا فرزند ہوتا۔ تو میں اپنی فتوحات کا دامن دنیا کے آخری کونوں تک پھیلاتا چلا جاتا۔ جلال الدین تو وہ جراتمند اور دلیر انسان ہے جس نے منگولوں کی تاریخ میں دو بار مجھے شکست دی۔ ایک بار مدائن کے مقام پر اور دوسری بار دریائے سندھ کے کنارے، اس کوستانی سلسلے کے اندر۔ جب تو تلوار سونت کر حملہ آور ہوا اور میں تیرے سامنے سے بھاگ کھڑا ہوا اور تو نے میرے گھوڑے کو کاٹ کر رکھ دیا۔

ایک بار پھر چنگیز خان خاموشی سے ٹھٹھکی باندھے سلطان جلال الدین کی طرف دیکھنے لگا۔ چنگیز خان نے دیکھا سلطان جلال الدین نے دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پہنچ کر اپنے کپڑے اتار کر جھاڑیوں میں سکھانے کے لئے ڈال دیئے۔ اپنا نیزہ

اچانک نکل کر امین الملک پر حملہ کر دیا تھا۔ اس وقت تک اور خان امین الملک کو نہ پہنچ سکا تھا۔ گھات میں بیٹھا ہوا یہ لشکر اس خوانخواری سے امین الملک کو آور ہوا کہ امین الملک کے لشکر کا ایک حصہ اس نے کاٹ کر رکھ دیا۔ اس حصہ سے امین الملک ایسی بدحواسی کا شکار ہوا کہ وہ پسپا ہو کر سلطان کی طرف بجائے اس نے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانے کی ٹھانی اور سلطان کو قتل حوالے کرتا ہوا وہ پشاور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن امین الملک کی بدبختی لشکر گھات میں سے نکل کر اس پر حملہ آور ہوا تھا وہ امین الملک کے تعاقب کیا اور پھر کوستانی سلسلے میں گھیر کر منگولوں نے امین الملک اور اس کے مار کا قتل عام کر دیا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اور خان نے امین الملک کی طرف پیش قدمی نہ تھی۔ دوسری طرف میدان جنگ سے بھاگتے اور پسپا ہوتے ہوئے منگول بڑ گئے۔ چنگیز خان ایک نئے گھوڑے پر سوار ہو کر پھر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بد تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ امین الملک اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا گیا یہ کہ سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد مزید آدھی ہو کر رہ گئی ہے تو اس پورے لشکر کو سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر پورے حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

امین الملک کے بھاگ نکلنے اور پھر قتل ہونے کے بعد زوال آفتاب بنا جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کے سامنے جم کر لڑا یہاں تک کہ سلطان کے لشکر کی کافی تعداد کٹ مری۔ یہ صورتحال دیکھتے ہو۔ پیچھے ہٹے۔ اس موقع پر منگولوں نے ایک زور دار حملہ کیا۔ ساتھ ہی چنگیز خان کر اپنے لشکریوں کو حکم دینے لگا کہ جلال الدین کو ہر صورت میں زندہ جائے۔ سلطان نے جب دیکھا کہ اب پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے کے علاوہ کوئی توجہ اپنے گھوڑے کو بچاتا ہوا کوستانی سلسلے کی ایک ایسی چوٹی پر لایا جہاں آیا ہوا دریائے سندھ۔ تیس فٹ نیچے بہہ رہا تھا۔ سلطان نے ایک بار حرت پیچھے دیکھا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کا گھوڑا تیس فٹ

اس نے زمیں میں گاڑ کر اس پر اپنا تاج رکھ دیا اور اس کے نیچے بیٹھ کر رہا تھا۔ اپنے گھوڑے کی زین کو اتار کر خشک ہونے کے لئے اپنے قریب ہی رکھ دیا تھا۔ کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر کھڑا چنگیز خان دوسرے کنارے پر سلطان جلال الدین کے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا پھر وہ مڑا اور اپنے ارد گرد جمع ہونے والے اپنے بیٹوں، سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں نے آج تک ایسا بہادر، دلیر، شجاع اور باہمت شخص نہیں دیکھا ہے۔ میرا بھی ایسے ہی بہادر ہیں۔ اتنے بڑے عظیم الشان دریا کو اس طرح عبور کرنا ہی لوگوں کا کام ہے۔ سنو! میرے بیٹو۔ میرے عزیزو! لکھ رکھو اگر یہ شخص زندہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دنیا سے منگولوں کا نام و نشان مٹا کر رہے گا۔ جس طرح ہم ہمیں اس جلال الدین کو قتل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس پر چنگیز خان دریائے سندھ کے کنارے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔

دریائے سندھ کے کنارے بیٹھا سلطان جلال الدین چونک سا پڑا۔ اس دیکھا، اس کے اوپری سمت دریا کے اندر اور خان کا وحشی سیاہ رنگ کا گھوڑا نر اس کنارے کی طرف آ رہا تھا جس کنارے پر سلطان بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان نے دیکھا کہ گھوڑے کی زین پر صرف اور خان کا بندر بیٹھا ہوا تھا۔ اور خان گھوڑے کی زین پر نہ تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا تھوڑی دیر تک وہ عجیب سے دکھ اور پریشانی میں اور خان کے خالی زین گھوڑے پر رہا پھر وہ بڑی رقت آمیز آواز میں کہہ رہا تھا۔

اور خان میرے بھائی، میرے عزیز، تو کہاں ہے۔ تیرے جیسے ساتھی کی نہ اور رفاقت تو میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک محسوس کرتا رہوں گا۔ اور میرے عزیز کیا تو منگولوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یا یہ کہ دریائے سندھ کی موجوں ہو گیا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ سیاہ رنگ جی گھوڑا دریائے سندھ کی لہروں کو کاٹتا ہوا کنارے پر چڑھ گیا۔ اپنے جسم دے کر وہ پانی جھاڑنے لگا تھا۔

سلطان نے یہ بھی دیکھا کہ گھوڑے کی زین پر بیٹھا ہوا بندر گھوڑے

کود کر دریا کی چٹانوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے ہوا وہاں آیا جہاں گھوڑا کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کنارے کے پتھروں کے اندر دریا پڑا ہوا تھا۔ سلطان بے چین ہو گیا۔ آگے بڑھا۔ پہلے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس لئے کہ اور خان زندہ تھا۔ سارا دے اور خان کو سلطان خشک کنارے پر لایا، پھر اس کے ہاتھ رگڑنے لگا۔ پھر سلطان نے اس کے جسم سے زرہ اتاری۔ دوسرے ہتھیار علیحدہ کئے۔ پاؤں سے اس کے جوتے کی اتار دیئے تھے۔ یہ سب کرنے کے بعد اور خان ہوش میں آگیا تھا۔ اور خان کو دل میں آتے دیکھ کر سلطان بے حد خوش ہوا۔ کہنے لگا اور خان میرے بھائی تیرے ہاتھ کیا بنی۔ یہ سن کر اور خان ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا۔ سلطان محترم! خداوند عظیم کا شکر یہ کہ میں آپ کو اپنے سامنے زندہ اور سلامت دیکھ رہا ہوں۔ سلطان محترم! جس وقت میں نے اپنے گھوڑے کے ساتھ دریا میں چھلانگ لگائی تو میں اپنا تاج کھو بیٹھا۔ اور اپنے گھوڑے سے دریا میں گر گیا۔ تاہم خداوند کریم کا شکر کہ میں دریا میں تیرا ہوا کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس پر سلطان جلال الدین کہنے لگا۔ میرے عزیز بھائی۔ دریا میں چھلانگ لگانے سے پہلے کم از کم تم نے اپنی اتنی زرہ اتار کر خود کو ہلکا کر لیا ہوتا۔ تب تجھے دریا عبور کرنے میں اس قدر دشواری نہ ہوتی۔ بہر حال اگر تم اٹھ سکتے ہو تو اٹھو ورنہ میں تمہیں اٹھا کے اس جگہ لے جاتا ہوں جہاں میرا سامان پڑا ہے۔ لیکن اور خان اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم! کوئی بات نہیں، میں خود آپ کے ساتھ جاؤں گا۔

پھر اور خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بندر پھر بھاگ کر گھوڑے کی زین پر آگیا تھا۔ اپنے گھوڑے اور بندر کو دیکھتے ہوئے اور خان کے چہرے پر مسکراہٹ لگ گئی تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ پھر سلطان کے ساتھ ہو لیا۔ اور دونوں اس جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں تھوڑی دیر پہلے اپنے زمین میں لٹے ہوئے نیزے کے قریب سلطان جلال الدین بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان جلال الدین ملاحظہ اور خان نے بھی اپنے کپڑے اتار کر جھازیوں پر ڈال دیئے تھے۔ اور گھوڑے کو لائین اتار کر خشک ہونے کے لئے دھوپ میں رکھ دی تھی۔

بالکل نئے تھے۔ سلطان جلال الدین کو منگولوں کے تعاقب کا ڈر اور خطرہ تھا اس علاقے کے حکمران کی طرف سے بھی خطرہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی اس علاقے کو سرحدوں سے بچ کر ادھر ادھر دریا کے ساتھ ساتھ چلے جائے۔ اس لئے کہ وہ ایک ہندو راجہ کا تھا۔ بہر حال سلطان کے پیچھے ہوئے ساتھی بھی اب آہستہ آہستہ سلطان کے ساتھ آکر شامل ہونے لگے تھے۔ روز بروز سلطان کی جمعیت میں اضافہ ہوتا گیا تھا۔

اس علاقے کے ہندو راجا کو جب وہاں سلطان کی موجودگی کا علم ہوا تو وہ ایک پانچ سو سوار لے کر سلطان پر حملہ آور ہو گیا۔ سلطان کی رفاقت میں مٹھی بٹائے تھے۔ اور اکثر زخمی اور بیمار بھی تھے۔ لیکن سلطان نے ایسی بہترین جنگی تakt اور ایسی بے مثال جانبازی کا ثبوت دیا کہ اپنے مختصر سے ساتھیوں کے ساتھ انہوں نے ہندو راجہ کو بدترین شکست دی کہ جنگ میں راجہ مارا گیا۔ سلطان کے لشکر روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ سلطان کے لشکریوں کی تعداد دن دن بڑھتی گئی تھی۔

ہندو راجہ کے مارے جانے کے بعد ایک روز سلطان کو خبر ملی کہ ایک ہندو لشکر ان کی قیام گاہ کے قریب ہی پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں مناسب موقع پر سلطان کے لشکر پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا۔ لہذا ان کے ہاتھ مارنے سے پہلے ہی سلطان ان پر حملہ آور ہوا اور انہیں بے خبری میں جالیا کر اکثر کو زندہ تھک کر دیا۔ اس ہندو لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ اپنے سارے بھڑو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس ہندو لشکر کی شکست، پھر ان کے بھاگنے سے یہ کہ اچھا خاصا خوراک کا ذخیرہ بلکہ ہتھیار بھی اس لشکر کی شکست سے خوب اس طرح سلطان کے پاس ہتھیاروں اور خوراک کا چھوٹا سا ایک ذخیرہ بھی جمع ہوا۔

جب سلطان جلال الدین کی ان یلغاروں کی خبر ارد گرد کے چھوٹے چھوٹے راجہ راجوں کو ملی تو انہیں بھی اپنا مستقبل خطرے میں گھرا نظر آنے لگا۔ چنانچہ انہوں نے سلطان کے ساتھ مل کر اس فتنے کا سدباب کیسے کیا جائے تاکہ سلطان کے قدم ان

سلطان جلال الدین اور اورخان دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پہنچ کر انتظار کرنے لگے کہ اگر ان کے ساتھی دریا کی موجوں سے بچ کر ادھر ادھر دریا کے دوسرے کنارے چڑھنے میں کامیاب ہوں تو ان سے آن لیں۔ جب سلطان اور ان کے ساتھیوں نے دریا میں چھلانگیں لگائی تھیں تو ان میں سے کچھ تو پانی میں ڈوب گئے۔ کچھ منگولوں کے تیروں کا نشانہ بن گئے تھے۔ بہر حال سلطان اور اورخان، تو دیر ہی دوسرے کنارے پر بیٹھے تھے کہ ان کے چھ سات ساتھی ان سے آن لے۔ اس سے ان کو کچھ حوصلہ ہوا اور کچھ دنوں نے دریا کے کنارے رکھا یہاں تک کہ ان کے مزید ساتھی آنا شروع ہو گئے اور کچھ دن بعد ان کی تو سو کے قریب ہو گئی۔ دن بدن دریا سے بچ کر ادھر ادھر پھیلنے والے ساتھی وہاں ہونے لگے اور سلطان کے ساتھیوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی۔

دریائے سندھ کے کنارے قیام کے دوران ایک روز سلطان جلال الدین کو کے ساتھیوں نے اطلاع دی کہ اس علاقے کے کچھ ہندو سپاہی ایک قریبی مقام جوئے بازی اور عیش و عشرت میں مشغول ہیں۔ سلطان کو یہ بھی خبر دی گئی کہ یہ پوری طرح مسلح ہیں اور ان کے پاس بہترین ہتھیار بھی ہیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کے ٹھکانوں پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سلطان کے ساتھ جس قدر ساتھی آکر تھے ان میں سے اکثریت ایسے سپاہیوں کی تھی جو نمتے تھے۔ اس لئے کہ وہ انہیں اپنے خود اپنی ڈھال پھینک کر دریا میں کودے تھے۔

سلطان نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے جنگل سے لاکھ لیں اور انہیں کے ذریعے ان ہندو سپاہیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ سلطان کے اس کے ساتھیوں نے جنگل سے لاکھ لیں پھر اچانک انہوں نے قریب ہندو سپاہیوں کی ایک خاصی بڑی تعداد پر حملہ کر دیا جو عیش و عشرت میں مصروف تھے۔ اس اچانک حملے سے وہ ہندو سپاہی ایسے بوکھلائے کہ اپنے ہتھیار چھوڑ کر بھاگ پڑے۔ سلطان نے ان کے سارے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح یہ ہتھیار سے سلطان کو ایک طرح کی تقویت اور قوت حاصل ہوئی تھی۔

سلطان کے لئے ایک طرح سے یہ بھی امداد تھی اس لئے کہ سلطان کے

اس طرح حملہ آور دشمن یہ خیال کرے گا کہ ہم اسے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر ان میں ایک طرح سے افراطی اور بدحواسی پھیلے گی اور اسی سے فائدہ اٹھا کر ہمیں امید ہے کہ ہم اس لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور خان سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ ہندو لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو

جنگ کی ابتدا خود سلطان نے کی تھی۔ تاکہ ان کے حملہ آور ہونے میں پہل رہے۔ ہندو لشکر میں ایک طرح کی بددلی پیدا ہو کہ اپنے لشکر کے حوصلے بلند ہیں۔ لہذا جنگ کی ابتدا کرتے ہوئے سلطان بے کراں اور بے پایاں سمندری فوجیں، شعلہ فشاں آگ اور تیز و تند ہنگامہ خیز طوفانوں کی طرح چھ ہزار کے اس ہندو لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی اور خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ حال و مستقبل کے خونی آہنگ، سوز و اضطراب کے ابال اور محرومیوں کی داستانوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دیباے سندھ سے ذرا ہٹ کر سلطان اور ان حملہ آوروں میں ہولناک جنگ طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اور خان اور سلطان آہستہ آہستہ دشمن کے پہلوؤں پر ہتھے چلے گئے تھے جس سے دشمن نے یہ اندازہ لگایا کہ شاید سلطان جلال اور ان کے لشکری انہیں گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہذا اس گھیراؤ سے بچنے کے لئے وہ افراطی کے عالم میں پیچھے ہٹے تھے۔ اسی افراطی سے فائدہ اٹھاتے سلطان جلال الدین اور اور خان نے دونوں اطراف سے ان پر جان لیوا حملے کر دیے تھے۔

سلطان جلال الدین اور اور خان کے ان نئے حملوں سے دشمن کا لشکر ابتری اور نفرت کا شکار ہو گیا تھا۔ اور پھر جلد ہی سلطان جلال الدین اور اور خان نے اپنے لشکروں سے اس ہندو لشکر کی حالت شب کی آخری ساعتوں، غم زدہ اور اشد ہلاکت میں روح کی ماندگی اور جسم کی قید اور زنجیروں میں جکڑے طور پر پکڑ کر رکھ دی تھی۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد اس ہندو لشکر کو شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان اور اور خان نے بھاگتے سپاہیوں کا

کی سرزمینوں میں جتنے نہ پائیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ سلطان جلال الدین کی کمان میں بمشکل پانچ سو سپاہی ہوں گے۔ لہذا یہ طے پایا کہ چھ ہزار فوج سے سلطان جلال الدین پر بلہ بول دیا جائے۔ اور اسے گھیر کر گرفتار کر لیا جائے اور پھر سلطان اور اس کے سارے لشکریوں کو یہ تیغ کر دیا جائے۔

لیکن ان ہندو راجوں اور مہاراجوں کو سلطان جلال الدین کی شجاعت اور جنگی مہارت، اس کی دلیری اور جراتمندی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ یہ اس کے آسمان اور معمولی سمجھنے لگے تھے۔ حالانکہ وہ بہت مشکل اور انتہائی دشوار کام بہر حال سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندو راجہ چھ ہزار کا لشکر لے کر آئے۔ یہ سلطان کے ساتھیوں کی تعداد صرف پانچ سو کے قریب تھی۔

جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے سلطان اور اور خان نے آپس میں طویل کی۔ سلطان اور اور خان جانتے تھے کہ مقابلے میں دشمن کی تعداد دس بارہ گنا ہے سوچ سمجھ کر ان کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ اور آخری فیصلہ دیتے ہوئے سلطان جلال الدین نے اور خان کو مخاطب کر کے کہا۔

دیکھ اور خان میرے بھائی۔ اس جلا وطنی اور اس کسمپرسی کی حالت میں زندہ رہنے کے لئے بہر حال تنگ و دو کرنا ہو گی۔ دیکھ ہندوؤں کا یہ چھ ہزار کا ہمارے مقابل ہے اور بہر حال ہم دونوں کو اس سے مقابلہ کرنا ہے۔ اس پر اور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم! خواہ غریب الوطنی ہو یا پردیس ہو، ڈر کا ہے کا ہے۔ ہم اس پہلے اس سے بڑے بڑے معرکے دیکھ چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم خداوند قدرت نصرت کے بل بوتے پر چھ ہزار کے اس ہندو لشکر کو نہ صرف درہم برہم کریں بلکہ اسے کاٹ کر رکھ دیں گے۔ سلطان جلال الدین اور خان کی ہمت افزا گفتگو خوش ہوئے پھر کہنے لگے۔

اور خان! لشکر کو آدھا آدھا تقسیم کرتے ہیں۔ ڈھائی سو سپاہی تیرے ڈھائی سو سپاہی میرے پاس ہوں گے۔ دونوں پہلے جم کر اس لشکر کا مقابلہ کریں تو ایسا کرنا آہستہ آہستہ دشمن کے پہلو کی طرف کھسکتے چلے جانا۔ میں بھی ایسا ہی

طیان نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو وہ پریشان ہو گئی اور بکھری ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔ بابا کیا ہوا؟ آپ اس قدر پریشان اور بدحواس کیوں ہیں؟ اس پر نظام الدین کہنے لگا۔ سن میری بیٹی! میں انتہائی بدترین خبر لے کر آیا ہوں۔ نظام الدین کے ان الفاظ سے طیان کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ وہ کہنے لگی بابا خبر کی خبر سنا۔ نظام الدین کہنے لگا۔ بیٹی! سندھ کے کنارے جلال الدین اور اورخان کو شکست ہوئی ہے۔ جو لوگ اس جنگ سے بچ کر اس طرف بھاگنے میں کامیاب ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے سلطان جلال الدین کو تو دریائے سندھ میں گھوڑے سمیت کودتے دیکھا لیکن اورخان کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ سلطان جلال الدین دریائے سندھ کی طغیانی کو پار کر کے کابل سے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ لیکن اورخان کے متعلق کوئی خبر نہیں۔

نظام الدین کے اس انکشاف پر طیان کی حالت کلی کلی کے دریدہ بدن، شجر شجر کے رکھتے بدن، نیندوں سے ابھی ویران شب، دل کی زخمی صداؤں اور اداس راہوں پر منزل لٹ جانے والے قاتلوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے آپ پر ضبط کرتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے۔ اور وہ ہونٹ کاٹتے لے نظام الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

بابا آپ جانتے ہیں اورخان میری منزل ہیں، اورخان میرے جسم کا ایک حصہ ہے۔ ان کے بغیر میں جینے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی۔ بابا میں آج ہی یہاں سے دل لے کر اورخان کو تلاش کروں گی۔ اگر وہ منگولوں کی قید میں ہیں تو میں ہر حال میں انہیں چمڑاؤں گی۔ اگر وہ کہیں چھپے بیٹھے ہیں تب بھی میں انہیں تلاش کروں گی۔ بابا آپ جانتے ہیں کہ طیان اورخان کے بغیر ادھوری ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان اورخان کے لئے ہی پیدا ہوئی اور اس کے لئے ہی جینے مرنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ بابا مجھے اورخان کو تلاش کرنے میں دقت پیش نہیں آئے گی۔ اگر میرا منگولوں کے ساتھ سامنا ہوتا ہے تو وہ مجھے جانتے ہیں کہ میں سوبدائی کی بیٹی ہوں اور اپنے عزیز اوتان کے قاتلوں کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں لہذا کوئی مجھ سے تعارض نہیں لے گا۔ بابا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ اگر مسلمان علاقوں سے ہم گزریں گے تو ایک

تعاقب کیا ان کی اکثریت کو یہ تیغ کر دیا اور جس قدر ان کے پاس ہتھیار اور خزانے کے ذخائر تھے ان پر قبضہ کر لیا۔

اس ہندو لشکر کو شکست دینے کے بعد سلطان کی قوت میں خاطر خواہ اضافہ اس لئے کہ اس کے پاس ہتھیاروں اور خوراک کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ سلطان وہیں رک کر انتظار کرنے لگا۔ اس لشکر کی شکست کی خبر دور و نزدیک پہنچ گئی۔ لہذا سلطان کے وہ لشکری جو دریائے سندھ کو پار کرنے کے بعد اوہڑے ہو کر دھکے کھا رہے تھے۔ ان کو بھی سلطان کے محل وقوع کا علم ہو گیا اور وہ بھی تھوڑی تھوڑی تعداد میں آ کر سلطان سے ملنے لگے تھے۔ اس طرح چند ہی روز میں سلطان کے لشکریوں کی تعداد لگ بھگ چھ ہزار کے قریب ہو گئی تھی۔

دوسری طرف چنگیز خان نے ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور سلطان کی ان چھوٹی موٹی فتوحات اور کامیابی کی خبر سن کر بڑا غضبناک اور جربز ہو رہا تھا۔ آخر اس نے ایک بھاری لشکر سلطان کے تعاقب میں روانہ کیا اور اس لشکر کے کماندار کو حکم دیا کہ ہر حالت میں سلطان جلال الدین کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کرے۔

سلطان جلال الدین کے حالات ابھی تک چونکہ نامازگار تھے۔ اور اس علاوہ ان کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر تھا لہذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان حالات میں جزار منگول لشکر کا مقابلہ نہ کیا جائے جو چنگیز خان نے ان کے تعاقب میں روانہ ہے۔ اس لئے دریائے سندھ کے کنارے سے ہٹ کر سلطان جلال الدین نے دلو رخ کیا تا کہ سلطان شمس الدین التمش سے جو اس وقت ہندوستان کا بادشاہ منگولوں کے خلاف مدد طلب کی جائے۔ چنگیز خان کا بھیجا ہوا لشکر سلطان جلال الدین کے تعاقب میں شاہ پور تک آیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلطان بہت آگے گیا ہے تو یہ منگول شاہ پور شہر کو لوٹ کر واپس لوٹے اور دریائے سندھ کو عبور کر دوبارہ چنگیز خان کے پاس پہنچ گئے تھے۔



ایک روز نظام الدین بھاگا بھاگا گھر میں داخل ہوا۔ وہ بڑا پریشان اور بدحواس

یعنی ہی دیکھتے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔
اس خبر پر طیان اور نظام الدین دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔
پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اصفہان شہر سے باہر
اپنے لشکر کے ساتھ آ ملا تھا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور اس
کی سرکردگی میں اس کا لشکر شمال کی طرف اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہا تھا۔



سہ پہر کے قریب ایک روز جب کہ پاسبانوں کا سپہ سالار مرو شہر کے پاس سے
مڑنے کے بعد دریائے جہوں کی طرف بڑی تیزی سے گزر رہا تھا ایک منگول لشکر
اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ شاید یہ وہی لشکر تھا جو پاسبانوں کے سپہ سالار کے تعاقب
میں لگا ہوا تھا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار بغیر کسی توقف اور جھجک کے راہ روکنے والے
اس منگول لشکر پر پت جھڑکی رتوں، زندگی کی دشواریوں میں جوش مارتی شعلہ فشاں
آگ، اور کرب کی فضاؤں میں اڑتی جانسوز کراہوں کی طرح حملہ آور ہوا۔ لمحوں کے
انداز میں اس نے روکنے والے منگولوں کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹ کر رکھ دیا اور پھر وہ
بارہ اپنی منزل کی طرف بھاگ نکلا تھا۔ اتنی دیر تک پشت کی طرف سے تعاقب کرتا
وا ایک منگول لشکر نمودار ہوا جس لشکر کو پاسبانوں کے سپہ سالار نے شکست دی تھی
سے اپنے ساتھ ملا کر تعاقب میں لگ گیا تھا۔

اب چونکہ تعاقب کرنے والے منگولوں کی تعداد پاسبانوں کے لشکر سے کئی گنا
زائد ہو گئی تھی لہذا پاسبانوں کے سپہ سالار نے مڑ کے نہیں دیکھا اور نہ اس نے ان
کا مقابلہ کرنا مناسب سمجھا کہ وہ بڑی تیزی سے دریائے جہوں کے کنارے اپنے مستقر
کی طرف بھاگتا رہا۔

منگول برابر پاسبانوں کے سپہ سالار کا تعاقب کرتے رہے اور وہ آگے آگے
کوستانی سلسلے میں بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ دریا کے کنارے ایک وسیع درے میں
داخل ہو گیا۔ منگول اس کے پیچھے پیچھے جب تعاقب کرتے ہوئے اس درے کے
نہیں گئے تو تعاقب کرنے والے منگولوں کو اچانک رک جانا پڑا، اس لئے کہ کوستانی

مبلغ کی حیثیت سے آپ کو لوگ جانتے ہیں۔ مسلمان مجھے کوئی کچھ نہیں کے گدلو
منگولوں کا سامنا کرتے ہوئے میری وجہ سے آپ کو کوئی کچھ نہیں کے گا۔ نظام الدین
جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ اس پر طیان
سوالیہ سے انداز میں نظام الدین کو دیکھا اور پوچھا بابا اس وقت اس انداز میں
شناسا دستک ہمارے گھر کے دروازے پر کون دے سکتا ہے۔ اس پر نظام الدین
کہنے لگا تو یہیں کھڑی رہ بیٹی۔ میں دیکھتا ہوں کون ہے۔

نظام الدین نے جب آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ گھر کے
دروازے پر پاسبانوں کا سپہ سالار کھڑا تھا۔ طیان نے بھی اس کی جھٹک دیکھ لی تھی۔
لہذا وہ بھاگ کر دروازے پر آگئی تھی۔ بڑی خوش طبعی سے کہنے لگی میں آپ کو پہچان
چکی ہوں۔ آپ اور خان کے ساتھی، رفیق اور پاسبانوں کے سپہ سالار ہیں۔ آپ یوں
اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہیں۔ اندر آئیے۔ میں آپ سے اور خان کے متعلق
کچھ سنتا پسند کروں گی۔ پاسبانوں کا سپہ سالار وہیں کھڑا رہا اور طیان کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

طیان میری بہن! میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ میں تمہاری تسلی و تشفی کے لئے اس
سمت آیا ہوں۔ اور خان سے متعلق ہی تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ دیکھو میری بہن!
دریائے سندھ کے کنارے ہمیں شکست ہوئی ہے۔ میں بڑی مشکل سے اپنے ساتھیوں
کو لے کر اس سمت بھاگا ہوں۔ میرے پیچھے منگولوں کا ایک بڑا لشکر لگ گیا تھا۔ مگر
اسے چمکے دے کر اصفہان شہر کی طرف آیا ہوں۔ وہ اب بھی مجھے تلاش کرتے ہوئے
رہے ہوں گے۔ اور کسی بھی وقت وہ میرا پھر تعاقب کر سکتے ہیں۔ لہذا میں بیٹھوں
نہیں۔ میری بہن! میں تمہیں بتا دوں کہ اور خان زندہ سلامت ہے اور وہ دریا
سندھ کو پار کرنے کے بعد دوسرے کنارے جلال الدین سے جا ملا ہے۔ تم اور خان
کے بارے میں فکر مند مت ہو۔ مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد لوٹ کر اصفہان شہر
تم سے ملے گا۔ بس میں یہی خبر تمہیں دینا چاہتا تھا۔ اب میں کوچ کروں گا اس
کہ منگول لشکر کسی بھی وقت دوبارہ میرا تعاقب شروع کر کے مجھے نقصان پہنچا سکتا۔
لہذا میں جلدی میں ہوں اور تمہیں الوداع کہتا ہوں اور نظام الدین اور طیان۔

میں سے بغیر اس کو ہستانی سلسلے سے نکل جانا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غول
اس کو ہستانی سلسلے میں ہمارے آگے آگے داخل ہونے کے بعد غائب ہو گیا
پھر کہیں نمودار ہو کر کسی آتش فشاں اور کسی خونی طوفان کی طرح ہم پر ٹوٹ

اس کے بعد دونوں متکول سردار اپنے اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور اس
نکلتے سے نکل کر واپس چنگیز خان کی طرف جا رہے تھے۔



سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ دہلی کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کر گئے۔
انہوں نے اپنے ایک ساتھی عین الملک کو آتش کے دربار میں اس غرض کے
باندہ کیا کہ وہ تمام واقعات آتش کے گوش گزار کر کے درخواست کرے کہ
ہندوستان اپنی قلمرو کے کسی دور دراز کونے میں اسے تھوڑی سی جاگیر عطا کر
شاید اس طرح وہ حالات کا رخ بدلنے میں کامیاب ہو جائے۔

لیکن چونکہ سلطان جلال الدین اپنی جنگی مہارت اپنی جراتمندی، شجاعت اور
کی وجہ سے اس پاس کے سارے علاقوں میں ایک ہوا اور طوفان بنا ہوا تھا۔
لے آتش عجیب مخمضے میں پھنس گیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، کئی دن تک
الملک کی آمد کے بعد اراکین سلطنت کے ساتھ کھسر پھسر ہوتی رہی اور کسی نتیجے
پہنچا جا سکا۔

چونکہ یہ ساری بست و کشاد عین الملک کے سامنے ہوتی رہی تھی اور سلطان
نہیں چاہتا تھا کہ جو کچھ فیصلے رازدارانہ انداز میں کئے گئے ہیں ان واقعات کا علم
سلطان جلال الدین کو ہو۔ اس لئے اس نے عین الملک کو مروا دیا اور کہلا بھیجا کہ
لال الدین کا مقصد پیٹھے سے مر گیا ہے۔ اس کے علاوہ سلطان آتش نے اظہار
دل کرنے کے علاوہ سلطان جلال الدین کے لئے قیمتی تحائف اور رسد کا کافی ذخیرہ
تیار کیا۔

نیز سلطان آتش نے یہ مشورہ پیش کیا کہ چونکہ ہندوستان کی آب و ہوا صحت

سلسلے کے اوپر سے ان پر تیر اندازی کی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے متکول رک گئے
انہوں نے اپنی ڈھالیں اپنے آگے کر لیں تاکہ کو ہستانی سلسلے سے آنے والے تیر
سے بچ سکیں۔ تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا تیر برستے رہے اور متکول ان تیروں
اپنی ڈھالوں پر لیتے رہے۔ یہاں تک کہ تیر اندازی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد متکولوں
دائیں بائیں آگے پیچھے نگاہ ڈالتے ہوئے اس درے میں داخل ہونا شروع کیا۔ اور
درے میں داخل ہونے کے بعد متکولوں نے پورا کو ہستانی سلسلہ اور درے کے
حصہ چھان مارا لیکن انہیں پاسپانوں کا سپہ سالار یا اس کا کوئی لشکر نہیں بھی دکھائی
دیا۔ متکولوں کے دونوں سردار جو دو مختلف لشکروں کی کمانداری کرتے ہوئے پارہا
کے سپہ سالار کے پیچھے لگے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ خود بھی اپنے محافظ دستوں
ساتھ اس کو ہستانی سلسلے میں ادھر ادھر گھومتے رہے لیکن انہیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ ا
دونوں سالار ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ نقاب پوشوں پر مشتمل لشکر اور ان کا سالار ہمار
دیکھتے ہی دیکھتے کو ہستانی سلسلے میں داخل ہوئے پھر نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گئے
اور جن لوگوں نے تیر برسا کر ہمیں درے کے باہر تھوڑی دیر تک رک جانے پر
کر دیا تھا ان کا بھی کہیں نام و نشان نہیں مل رہا۔ کیا ایسا تو نہیں کہ یہ انسانوں
بجائے کوئی غول بیابانی تھا جو ہمیں اپنے تعاقب میں یہاں لے آیا ہے اور کسی سا
یا کسی جال میں پھانس کر مارنا چاہتا ہے۔ ہمارے سارے لشکر اس پاس کے سا
کو ہستانی سلسلوں کو چھان آئے ہیں۔ لیکن کہیں بھی اس درے میں داخل نہ
والے نقاب پوشوں کا سراغ نہیں ملا۔ سامنے دریا ہے، اس کو وہ پار نہیں کر سکتے
دوسری طرف درہ ہے اس سے ہم آئے ہیں۔ اور اس سمت بھی وہ جا نہیں سکتے۔ آ
وہ کہاں گئے۔ کیا وہ زمیں میں سما گئے ہیں یا آسمان کی طرف صعود کر گئے ہیں۔ لگتا
یہ کوئی غول بیابانی ہے۔ جس کے تعاقب میں ہم آئے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ یہ
سے نکل چلیں۔ اسی میں ہماری بہتری اور بھلائی ہے۔

دوسرے متکول سردار نے تھوڑی دیر سنجیدگی سے اپنے ساتھی کی طرف
پھر وہ کہنے لگا میں تمہاری تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں

درویشی کو قیمتی تحائف کے ساتھ جن میں ایک جنگی ہاتھی بھی شامل تھا سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کے اس سلوک پر سلطان جلال الدین بہت خوش ہوا۔

لیکن حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ بڑی عیاری، بڑی فریب کاری سے کام لے رہا تھا۔ اس لئے کہ جہاں اس نے امین الملک کی بیٹی کو تحائف سے نواز کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا وہاں اس نے قطعاً اس بات کا ذکر نہ کیا کہ سلطان کے دو نامور ماتمیوں شہاب الدین اور خرمیل نے اس کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔

جس وقت منگولوں سے بچتے ہوئے سلطان نے دریائے سندھ میں چھلانگ لگائی تو شہاب الدین اور خرمیل بھی دریائے سندھ میں کود گئے تھے۔ لیکن وہ دریا کی لہروں سے لڑتے بچتے بہت آگے نکل گئے تھے۔ اور حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کے پاس پہنچ گئے تھے۔

ان دونوں میں سے شہاب الدین بڑا قابل آدمی تھا۔ اس لئے قباچہ اس کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور چونکہ قباچہ کو سلطان کے بچ نکلنے کی ابھی خبر نہیں ملی تھی اس لئے ایک ملاقات میں بے تکلفی میں ایک موقع پر اس نے شہاب الدین سے سلطان کے قتل چاہی باتیں کہہ دیں جو حد درجہ قابل اعتراض تھیں۔

امین الملک کی لڑکی کے بچنے کے بعد سلطان کو خبر ہوئی کہ اس کے دونوں ماتمیوں شہاب الدین اور خرمیل نے بھی قباچہ کے پاس قیام کر رکھا ہے لہذا سلطان نے ہر ایک قاصد ناصرالدین قباچہ کی طرف بھیجا۔ قباچہ کو حکم دیا کہ بغیر کسی توقف کے اس کے دونوں جانثاروں کو اس کی طرف روانہ کر دیا جائے۔

جونہی ناصرالدین قباچہ کو یہ پیغام ملا اسے یہ فکر دامگیر ہوئی کہ اگر شہاب الدین نے سلطان کو وہ قابل اعتراض باتیں بتا دیں جو اس نے سلطان سے متعلق کی ہیں تو یقیناً سلطان ناصرالدین قباچہ کو سزا دینے سے نہیں رکے گا۔ اس لئے کافی سوچ بچار کے بعد ناصرالدین قباچہ کے ذہن میں یہ شیطانی تجویز آگئی کہ کیوں نہ شہاب الدین کو ہلاک کر دیا جائے۔ اور اس کی ہلاکت پر وہ قابل اعتراض باتیں جو سلطان سے متعلق اس نے کی ہیں، سلطان تک نہ پہنچ سکیں گی۔ اس فیصلے کے بعد ناصرالدین

کے لئے چنداں سازگار نہیں رہتی اس لئے اندیشہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے ناصرالدین اور اس کے لشکر کی صحت پر بہت برا اثر پڑے گا۔ لیکن اس پر بھی اگر کچھ ارادہ بدلنے پر آمادہ نہ ہوں تو نواح دہلی میں زمین کا ایک ٹکڑا پیش کیا جاسکتا ہے سلطان جلال الدین کو سلطان التمش کے قاصد کے ذریعے جب یہ پیغام اس نے اندازہ لگا لیا کہ سلطان دہلی التمش اس کی آمد سے ناخوش ہے۔ اس لئے مزید قیام نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ دہلی سے کچھ فاصلے تک سلطان کی کمان میں اس کے دس ہزار جانثار جمع ہو چکے تھے۔

دہلی کے نواح سے کوچ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین اپنے دس ہزار لشکر کے ساتھ پھر دریائے سندھ کے شرقی کنارے سے ملحقہ علاقوں میں آیا۔ حکومت دہلی کی بالادستی سے آزاد ہونے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تھا۔ اور مختلف راجے، مہاراجے اس پر حکومت کرتے تھے۔ جب سلطان جلال ادھر واپس لوٹا تو مقصد یہ تھا کہ ان ریاستوں پر قابو پا کر یہیں ٹھہرائے اور بالادستی کا انتظار کرے۔

ان راجاؤں میں سے سب سے بڑے راجا کا نام رائے کوکا تھا۔ جب اسے چلا کہ سلطان ان علاقوں کو فتح کرنے کے ارادے سے چلا آ رہا ہے تو سب اس نے سلطان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر اظہار فرمانبرداری کیا۔ نیز انہی ترین لڑکی کو اس نے سلطان کے حرم میں داخل کر دیا اور اظہار اطاعت کے۔ بیٹے کو سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان نے اسے خلعت شہانہ سے کر کے قلع خان کے خطاب سے نوازا۔

انہیں علاقوں میں قیام کے دوران سلطان جلال الدین کو اطلاع ملی کہ جرنیل اور ساتھی امین الملک کی بیٹی جو باپ کے قتل ہونے کے بعد بے یار و مددگار تھی، کسی نہ کسی طرح دریائے سندھ کو عبور کر کے اس سمت آگئی ہے اس کے حاکم ناصرالدین قباچہ کی تحویل میں ہے۔ یہ خبر ملتے ہی سلطان جلال الدین سندھ ناصرالدین قباچہ کو ایک قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ مذکورہ لڑکی کو قتل کے پاس بھیج دیا جائے۔ حاکم سندھ قباچہ نے سلطان جلال الدین کے حکم کو

ہر آیا تھا۔ یہ بات ناصرالدین قباچہ کے لئے بہت حوصلہ افزا تھی۔ لہذا جوں ہی جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ سامنے آیا۔ ناصرالدین نے سلطان کو سنبھلنے نہ دیا۔ شاید اپنے لشکر کی زیادتی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ لہذا سلطان کو دیکھتے ہی وہ اس پادشاہوں میں آہنی بیڑیوں کی جھنکار اور تہر جیسی خاموش غلٹ میں بے عکس ہونے کی طرح ٹوٹا ہوا حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان نے پہلے کی طرح اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا، دوسرا اور خان کی سرکردگی میں دے رکھا تھا۔ دونوں نے اس کی بڑی جراتمندی، بڑی مہارت سے ناصرالدین قباچہ کے اس حملے کو روکا اور اس کو روکنے کے بعد جب سلطان اور اورخان عزم راسخ کو عہد محکم اور عظیم اعتماد کے وقت کی طرح یلغار کرتے ہوئے ناصرالدین قباچہ اور اس کے لشکریوں پر ہلچلے شعلوں، بارش انگاروں اور آگ بن کر جھلستے پانی کی طرح حملہ آور ہوئے۔ ناصرالدین قباچہ کے لشکر کی اگلی صفوں کی حالت اشکوں کے جزیروں میں یادوں کے پانی، دشت عقوبت میں خوابوں کی شام جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ناصرالدین قباچہ نے جب دیکھا کہ اس کی اگلی صفیں سلطان کے حملے سے درہم درہم ہونا شروع ہو گئی ہیں تو اس نے چلا چلا کر پکارتے ہوئے اپنے لشکروں کو حوصلہ دے دیا۔ سلطان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ لیکن دوسری طرف سلطان جلال الدین اور اورخان نے بھی اپنے حملوں میں ایسی تیزی پیدا کر دی تھی کہ وہ ناصرالدین قباچہ کے لشکر کے سامنے اور دائیں بائیں حصوں پر خوابوں کو مسمار کر دینے والی پت پت توڑوں اور لہراتی تاریکی میں زہریلی آوازوں کی طرح اپنا راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ اور ناصرالدین قباچہ کا جو بھی لشکری ان کے سامنے آتا موت کے لٹک اترتے چلے گئے تھے۔ اس طرح ناصرالدین قباچہ کا لشکر مزید درہم درہم کا ٹکڑا ہو کر رہ گیا تھا۔ اپنے ان تیز حملوں سے جلال الدین اور اورخان نے ایک طرح سے ناصرالدین قباچہ کے لشکروں کی آنکھوں سے منزل کا غبار اور پاؤں سے امیدوں کے کراب تک اتار کر رکھ دیئے تھے۔ اور قباچہ کا ہر لشکری کچھ اس طرح سلطان کے لشکریوں کے ساتھ ٹکرائے سے بچ رہا تھا جس طرح کوئی قیدی، کوئی اسیر قسمت کے

قباچہ نے شہاب الدین کو زہر دے دیا۔ چنانچہ شہاب الدین کا خاتمہ کرنے کے بعد ناصرالدین قباچہ نے خرمیل کو یہ پیغام دے کر سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کر دیا کہ شہاب الدین اپنی طبعی موت سے انتقال کر گیا ہے۔

لیکن خرمیل کو ناصرالدین قباچہ کی کارستانی کا علم تھا اس لئے جب خرمیل سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا تو قباچہ کی ساری کارستانی اور شہاب الدین کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی سازش کے متعلق اس نے سلطان کو آگاہ کر دیا۔ اس کے علاوہ خرمیل نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی بتایا کہ جب امین الملک کے قتل کے بعد اس کا بیٹا اور بیٹی دونوں بہن بھائی حوادث کے چھبڑے کھاتے وار سندھ ہوئے تھے تو امین الملک کے بیٹے قارن خان کے کان میں ایک قیمتی موتی جیسے دیکھ کر ایک دھوبی کا جی لپٹا تھا۔ اس دھوبی نے یتیم قارن خان کو قتل کر کے موتی حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کو بطور تحفہ پیش کیا۔

خرمیل نے سلطان جلال الدین پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اس خدا نازک قباچہ نے قاتل دھوبی کو سزا دینے کے بجائے الٹا اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ قارن خان کے کان سے جو قیمتی موتی اس دھوبی نے قباچہ کو پیش کیا تھا وہ قباچہ نے غصہ قبول کر لیا۔ سلطان جلال الدین نے جب یہ واقعہ سنا تو غصے سے کانپ اٹھا اور فیصلہ لیا کہ وہ حاکم سندھ قباچہ کے خلاف لشکر کشی کر کے اسے قتل و قمار سے روک دے اور دوسری طرف حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کو بھی سلطان کے ان ارادوں کا علم ہو گیا۔ لہذا وہ بھی سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی تیزی سے تیاریاں کرنے لگا تھا۔



سلطان جلال الدین نے جب ناصرالدین قباچہ کی طرف پیش قدمی کی ناصرالدین قباچہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر سے نکلا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس مرکز سے دور ہی سلطان جلال الدین کو روک کر مقابلہ کرے۔ کھلے میدانوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو ناصرالدین قباچہ نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ جو لشکر تھا اس کی تعداد اس لشکر سے کہیں کم تھی جو ناصرالدین

سلطان جلال الدین جب اس لشکر کے قریب پہنچا تو سلطان کے مجبوروں نے اطلاع دی کہ سلطان التمش جلال الدین سے جنگ کرنے اور اسے ہندوستان سے نکالنے کے ایک لاکھ پیادہ، تیس ہزار سوار اور تین سو جنگی ہاتھی لے کر بڑی تیزی سے خانہ رن بڑھ رہا ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سلطان نے بھی خانہ شہر کے باہر لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

سلطان التمش نہیں چاہتا تھا کہ سلطان جلال الدین ہندوستان میں رہے۔ اس نے اس طرح اس کی اپنی حکومت ڈانوا ڈول ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اسی لئے وہ جلال الدین کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے ہر حربہ اختیار کرنے کو تیار تھا۔ اتنے بڑے لشکر کو دہلی کا بادشاہ التمش سلطان جلال الدین کے مختصر سے لشکر کے سامنے آیا اور دقت ہندوستانی سپاہیوں کے حوصلے بڑے بلند تھے کہ وہ سلطان جلال الدین کے لشکر کو بہت جلد مار بھگائیں گے۔ پہلے دن سلطان التمش نے سلطان جلال الدین کی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اپنے ہراول دستوں کو جنگ کی ابتدا کے لئے حکم دیا۔ دوسری طرف جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اسے ہراول کا نام دیا اور اورخان کو اس کا کماندار بناتے ہوئے سلطان التمش کے ہراول دستوں سے نکلنے کا حکم دیا۔

اورخان اس جوش، اس جذبے، اس وحشت کے ساتھ سلطان التمش کے ہراول دستوں پر حملہ آور ہوا کہ سلطان التمش کے ہراول دستوں کے اس نے سارے ہراول دستوں کو ہلاک کر رکھ دیئے تھے۔ گو سلطان التمش کے ہراول دستوں کی تعداد اس لشکر کی گنتا زیادہ تھی۔ جو جلال الدین نے اورخان کی سرکردگی میں دیا تھا۔ لیکن پہلے ایک جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا بلکہ سلطان التمش کے ہراول دستے کے بہت زیادہ لوگ مارے گئے تھے۔

اپنے ہراول دستوں کی ناکامی پر سلطان التمش نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جلال الدین کو شکست دے کر ہندوستان سے نکالنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ہر ہاتھ کی کمان میں بہت بڑا لشکر تھا اور مقابلتہً سلطان کا پہلو دیتا تھا لیکن ہراول دستوں کی جنگ کے نتائج کو دیکھتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سلطان جلال الدین

پیالوں کے زہر اور تہ تیغ ہوتی تدبیروں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے ہراول دستوں کے حملوں سے سلطان جلال الدین اور اورخان نے ناصرالدین قباجہ کا سارا دم ڈال دیا تھا۔ تھوڑی دیر مزید جنگ جاری رہی تو ناصرالدین قباجہ کو بدترین فکر اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ناصرالدین قباجہ کی اس شکست نے جلال الدین کے خوراک اور ہتھیاروں کے ذخیرے میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ حاکم سندھ ناصرالدین قباجہ کو شکست دینے کے بعد سلطان نے سندھ پر کیا جہاں قباجہ کا بیٹا حکمران تھا۔ اور اپنے باپ کے ساتھ بغاوت کرنے خود مختار بن بیٹھا تھا۔ اور اکثر اس کی اپنے باپ کے ساتھ جنگیں ہوتی رہتی قباجہ کے اس بیٹے کو جب سلطان کے ان ارادوں کا علم ہوا تو سلطان کی خدشہ تحائف روانہ کر کے اس نے اظہار اطاعت کیا۔ اور اپنے مرکزی شہر میں ایک فخرالدین سالاری کو اپنا جانشین مقرر کر کے خود خوف و ڈر کے مارے ہندوستان تھا۔

جب سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ نماور شہر پہنچا تو فخرالدین نے بڑے احترام کے ساتھ سلطان کو خوش آمدید کہا۔ سلطان نے فخرالدین یا شہر سے کوئی تعارض نہیں کیا۔ اس لئے کہ فخرالدین نے سلطان کی اطاعت تو تھی۔ سلطان نے چند یوم تک اس کے شہر میں قیام کیا۔ اس کے بعد سلطان شہر کا رخ کیا۔ اوج شہر کے لوگوں نے سلطان جلال الدین کی اطاعت قبول کر انکار کر دیا۔ اور وہ سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ بند ہو گئے تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے اوج شہر کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ شہر کے اندر جو محصور لشکر تھا۔ اس نے جب اندازہ لگایا کہ اگر محاصرہ مزید تک جاری رہا تو سلطان ہر صورت میں اوج شہر کو فتح کر لیں گے۔ لہذا شہر کے لوگ شہر سے نکل کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معافی مانگی اور درخواست کی۔ سلطان نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ان سے بھی کوئی ہرجا نہیں کیا۔ اوج سے نکل کر سلطان نے خانہ شہر کا رخ کیا۔ وہاں ہندوستان کے ہاتھ کا ایک سالار ایک کافی بڑا لشکر لے کر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ خانہ شہر

سے نکراتے ہوئے مزید خونریزی نہیں کرے گا۔

چنانچہ التمش نے اپنے کچھ سرکردہ لوگ سلطان کے صلح کی گفتگو کرنے روانہ کئے۔ اس کے علاوہ سلطان جلال الدین کے ساتھ تعلقات کو مزید بہتر اور کرنے کے لئے سلطان التمش نے اپنی بیٹی کا نکاح سلطان جلال الدین کے ساتھ کی پیش کش کی۔ بہر حال یہ صلح و صفائی کی گفت و شنید کامیاب رہی۔ سلطان نے اپنی بیٹی کا نکاح سلطان جلال الدین سے کر دیا اور اس کے بعد وہ اپنے وطن کر دہلی روانہ ہو گیا تھا۔ سلطان جلال الدین نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ سلطان نہیں چاہتا کہ وہ ہندوستان میں مزید قیام کرے۔ لہذا اس نے بھی ہندوستان سے کر واپس اپنی سرزمینوں کی طرف جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ یہ فیصلہ کرتے کرتے سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ خاں شہر سے کوچ کیا اور دریائے سندھ کے کناروں کی طرف بڑی تیزی سے بڑھا تھا۔



بہ ہفتوں تک چنگیز خان نے دریائے سندھ کے غربی کنارے پر اپنے لشکر کے فوج پکڑ رکھے رکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ سلطان جلال الدین اب اس کے بس کا نہیں رہا تو اسے بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔ اس لئے کہ اسے خطرہ اور خدشہ تھا کہ یہ اس کے آنے والے دور میں ضرور منگولوں کے لئے تباہی کا باعث بنے گا۔ دریائے سندھ کے غربی کنارے پر قیام کے دوران شاید چنگیز خان، سلطان جلال الدین کے ہاتھ کوئی اور قدم اٹھاتا، اس دوران اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ صحرائے بلخ کے کنارے منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم میں کچھ منگول سردار بغاوت اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

چنگیز خان کے لئے یہ صورتحال بڑی تکلیف دہ تھی۔ لہذا وہ بڑی تیزی سے دریائے سندھ کے کنارے سے کوچ کر گیا اور اپنے مرکزی شہر قراقرم کی طرف بڑھا۔ دریائے سندھ تک مسلمانوں کا جس قدر علاقہ چنگیز خان نے فتح کیا تھا وہ سارا اس نے اپنے بڑے بیٹے چغتائی کی تحویل میں دیا۔ اپنے ایک سردار قراچار برلاس کو اس کا نائب مقرر کیا۔ چنگیز خان اپنے ساتھ مختصر سا لشکر لے کر واپس گیا تھا۔ سارے لشکر کو اپنے چغتائی کے پاس چھوڑا اور ان سارے لشکروں کا سپہ سالار چنگیز خان نے اپنے نائب چارمغان کو بتایا تھا۔ اس کے بعد چنگیز خان بڑی تیزی سے اپنے مرکزی شہر قراقرم لوٹا۔

واپس جاتے ہوئے چنگیز خان جب بخارا پہنچا تو حکم دیا کہ مسلمانوں میں جو شخص سے زیادہ صاحب علم اپنے مذہب سے واقفیت رکھنے والا ہو، اسے میرے سامنے بلائے تاکہ میں اس سے اسلام سے متعلق حقیقت اور ماہیت معلوم کروں۔

ممالک اسلامیہ میں سات سال کی خون ریزی اور کشت و خون سے چنگیز خان کو

یہ محسوس ہو گیا تھا کہ اگرچہ مسلمان اس وقت کمزور ہو گئے ہیں مگر اسلام فی نفسہ کوئی معمولی مذہب نہیں۔ وہ ایک عظیم الشان نظام اور اعلیٰ ترین اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل میں بخارا کے قاضی اشرف الدین اور دیگر اور جید عالم کو چنگیزخان کے سامنے پیش کیا گیا۔

جب یہ دونوں عالم چنگیزخان کے سامنے آئے تو چنگیزخان نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اسلام سے متعلق تفصیل دریافت کی۔ اس پر ان دونوں علماء نے سب سے پہلے چنگیزخان کے سامنے خداوند قدوس کی توحید کا عقیدہ پیش کیا جو اب میں چنگیزخان کہنے لگا کہ میں اس عقیدے کو تسلیم کرتا ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے چنگیزخان کے سامنے رسالت کا عقیدہ پیش کیا چنگیزخان نے کہا میں اس بات کو بھی قبول کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت کے لئے اپنے ایلچی اور پیغمبر بھیجا کرتا ہے۔

اس کے بعد دونوں علماء نے چنگیزخان کے سامنے نماز و روزہ کے لازمی ہونے کا حال بیان کیا۔ چنگیزخان نے کہا کہ اوقات معینہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت بجالانا گیارہ مہینے کے بعد ایک ماہ کے روزے رکھنا بھی بڑی معقول بات ہے۔

اس کے بعد ان دونوں بخارا کے علماء نے چنگیزخان کے سامنے حج بیت اللہ فرض ہونے کا حال بیان کیا۔ چنگیزخان نے کہا اس کی ضرورت میں تسلیم نہیں کرتا چنگیزخان کے اس جواب کے بعد قاضی اشرف الدین نے چنگیزخان کی نسبت اپنا ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ لیکن قاضی اشرف الدین کے دوسرے ساتھی عالم نے کہا چونکہ اس نے حج بیت اللہ کا انکار کیا ہے اس لئے وہ مسلمان نہ ہوا۔

بخارا سے نکل کر چنگیزخان سرقتہ پہنچا۔ وہاں کے مسلمانوں پر اس نے مہربانیاں کیں۔ توجہ کا مقام ہے کہ سات برس کے بعد جو فاتح بہت سے اسلامی کو فتح کر کے اور لاکھوں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا کر اپنے وطن کو واپس لوٹا تھا وہ اپنے عقیدے کو اسلام کا ماتحت بنا کر جا رہا تھا۔ اور اگر وہ مادی طور پر مذہب تھا تو وہ مفتوح اور مغلوب ہو کر جا رہا تھا۔ چنگیزخان جب اپنے مسکن کے قریب

لے کے چھوٹے بیٹے تولائی کے دونوں بیٹے قبلائی خان اور ہلاکو خان جو دس سال اور اس کی عمر کے تھے۔ چنگیزخان کے استقبال کے لئے آئے اور راستے میں انہوں نے ہلاکو خان اور ایک ہرن کا شکار کیا۔ یہ ان لڑکوں کا پہلا شکار تھا۔ لہذا چنگیزخان اس خوشی میں ایک جشن ترتیب دیا اور بہت بڑی ضیافت اہل لشکر کو دی۔ بہر حال قبلائی خان اپنے مرکزی شہر قراقرم پہنچا اور جن سرداروں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی سرکشی کرنے کی کوشش کی تھی انہیں چنگیزخان نے قتل کروا دیا تھا۔

جوچی اپنے ماتحت کام کرنے والے لشکر کو لے کر چنگیزخان کی اجازت سے ہلاکو خان کی سمت چلا گیا تھا۔ دریائے ولگا اور روس کو اپنے زیر نگیں کرنے کے بعد طرح سے اس نے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ چنگیزخان نے بھی کچھ عرصہ مسکن میں آرام کیا۔ اس کے بعد اس نے دو مہموں کا انتخاب کیا۔ پہلی مہم تبت انتہائی جنگجو اور وحشی قبائل ہیا کے خلاف تھی اور دوسری جنوبی چین کے سنگ ن کے خلاف۔ جس وقت چنگیزخان سنگ خاندان کے خلاف مصروف پیکار تھا۔ مغرب میں اپنے بیٹے جوچی کے مرنے کی اطلاع ملی۔ بہر حال چنگیزخان نے اپنی باری رکھی۔ سنگ خاندان کو مغلوب کرنے کے بعد اس نے تبت کے وحشی ہیا کو بھی مغلوں کا زیر نگیں کر دیا اسی مہم کے دوران چنگیزخان اپنی طبعی موت مر گئے۔ پہلے اس نے اپنے بیٹے اغدائی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور سب سے پہلے تولائی کو اس کی افواج کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ چنگیزخان کا بڑا بیٹا جوچی اس کی زندگی ہی میں مر گیا تھا لہذا جو علاقے جوچی کے زیر نگیں تھے ان کا نام جوچی کے بیٹے باتو کو تسلیم کر لیا گیا۔ جب کہ مسلمانوں کے جو علاقے چنگیزخان کے ماتحت تھے ان پر پہلے ہی وہ اپنے بیٹے چغتائی کو حکمران مقرر کر چکا تھا۔ چنگیزخان کے بعد اس کی لاش منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم لائی گئی اور وہاں ایک درخت کے نیچے دفن کر دی گئی۔ اس جگہ کا انتخاب چنگیزخان نے خود اپنی زندگی میں کیا تھا۔



سلطان جلال الدین نے ہندوستان میں کم و بیش دو برس بسر کئے لیکن یہاں بھی

اسے اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہو سکا۔ ہر چند سلطان التمش نے اپنی لڑائی جلال الدین سے بیاہ دی تھی لیکن التمش نہیں چاہتا تھا کہ اس کے قریب رہ کر ٹھہر کر جلال الدین اپنی حالت درست کرے۔ اسے خطرہ تھا کہ جلال الدین اس کیسے غلبہ حاصل کر کے ہندوستان کے تخت و تاج سے ہی اسے محروم نہ کر دے۔ ان سب باتوں سے سلطان بہت بد دل تھا۔ اسی اثناء میں جب وہ بیاہ کے شرقی کنارے پہنچا تو اطلاع ملی کہ چنگیز خان واپس صحرائے گوبی کی طرف ہے۔ اور اپنے مرکزی شہر کی طرف جانے کے بعد اس نے مسلمانوں کے منظور پر اپنے بیٹے چغتائی کو حاکم مقرر کیا ہے۔ جب کہ اپنے ایک سردار قراچار راہ امیر الامراء اور چار مغان کو مسلمان علاقوں میں سارے منگول لشکروں کا سر مقرر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سلطان کو دوسری اطلاع یہ ملی کہ سلطان کے چھوٹے بھائی الدین نے عراق میں چنگیز خان کے جانے کے بعد اپنے قدم جمائے ہیں۔ اور الدین کی سپاہ کی بھی دلی خواہش ہے کہ اگر سلطان ہندوستان سے واپس آ کر کمان خود سنبھال لیں تو ممکن ہے کہ بگڑی ہوئی حالت کسی قدر سدھر جائے۔ اس کے علاوہ سلطان کو تیسری اطلاع یہ ملی کہ سلطان کے باپ علاؤ الدین ایک حاجب براق نے جو اشیر شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ یہ شہر سلطان کے بھائی الدین کی عملداری میں شامل تھا۔ سلطان علاؤ الدین کے حاجب براق نے اپنے بادشاہ کے وارثوں ہی کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دی تھی۔

یہ تین اطلاعات ملنے کے بعد سلطان ہندوستان سے نکل کر کمان کے عراق کو روانہ ہوا۔ جس وقت وہ کمان کے مقام پر سفر کر رہا تھا تو آب و ہوا سازگاری کی وجہ سے سلطان جلال الدین کے بہت سے لشکری مر گئے۔ ہر جا کے راستے سلطان عراق کے شہر جو اشیر کے قریب جب پہنچا تو پتہ چلا کہ جو محاصرہ براق نے کر رکھا ہے اور جو اشیر شہر کا حاکم جو سلطان جلال الدین غیاث الدین کا وفادار ہے وہ محصور ہو کر براق کا مقابلہ کر رہا ہے۔ یہ براق اعتبار اور منافق انسان تھا۔ سلطان جب اپنے بچے کھجے لشکر کے ساتھ

لوگوں نے سلطان کے گوش گزار براق کی منافقانہ کارستانیاں کیں تو سلطان نے براق کو گرفتار کر کے اسے قرار واقعی سزا دی جائے لیکن سلطان کے کچھ انہوں نے مشورہ دیا کہ اس طرح لوگ ہماری طرف سے بدگمان ہو جائیں گے۔ لہذا براق کے سلسلے میں درگزر سے کام لیا جائے۔

اس طرح اپنے ساتھیوں کے کہنے پر سلطان اپنے ارادے سے باز رہا۔ اور براق سے کوئی تعارض نہ کیا حالانکہ لوگوں نے بار بار سلطان جلال الدین سے کہا کہ براق میں خاص طور پر جو اشیر شہر میں براق اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ تاہم جب سلطان نے اسے معاف کر دیا تو براق نے جو اشیر کا محاصرہ اٹھالیا اور سلطان کی خدمت حاضر ہو کر اظہار فرمایا کہ یہ سارا علاقہ سلطان علاؤ الدین کے بیٹے غیاث الدین کو چونکہ بطور جاگیر دیا گیا تھا اور براق کا اپنے ولی نعمت کے بیٹے کے ساتھ اٹھ کر ہونا ناقابل معافی جرم تھا۔ جب سلطان کے سامنے پیش ہوا تو سلطان کے بگڑے دے تیر دیکھ کر براق کو اپنی گستاخی کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس نے سلطان کو خوش کرنے کے لئے اپنی لڑکی سلطان کی زوجیت میں دے دی۔ سلطان پہلے ہی اپنے ساتھیوں کے کہنے پر براق کے سلسلے میں نرم پڑ گیا تھا۔ اب اس رشتے کی وجہ سے براق کے سلسلے میں وہ مزید ڈھیلا ہو گیا تھا۔

سلطان جلال الدین اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ جو اشیر شہر میں داخل ہوا۔ کچھ دن اس نے شہر میں قیام کر کے آرام کیا اس دوران لوگوں نے پھر سلطان کو یہ فرائض پہنچائیں کہ براق مخلص نہیں ہے اور وہ ہر صورت میں جو اشیر شہر کی حکومت حاصل کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ ساری خبریں سننے کے بعد سلطان جلال الدین براق سے کی قدر بدظن ہو گیا تھا۔ اسی دوران سلطان نے چند سرداروں اور امراء کی بمعیت لشکر کا ارادہ کیا اور براق کو بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن وہ چونکہ ساتھ دینے پر رضا مند نہ تھا۔ اس لئے یہ بہانہ کر کے کہ اس کے پاؤں میں درد ہے وہ ٹال گیا جب کہ سلطان اور خان اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو لے کر شکار کے لئے نکل گئے تھے۔

شکار کے دوران جو اشیر شہر کے کچھ امراء نے سلطان کو پھر آگاہ کیا کہ وہ براق کے سلسلے میں، اس لئے کہ براق کسی بھی بہانے کسی مناسب وقت پر جو اشیر

عہدہ سی کے استقبال کے لئے نہیں جائے گا۔ وہ مجبور ہے۔ اور سلطان کے اخلاق
بلند سے امید ہے کہ وہ اس معذرت کو قبول کریں گے۔

سلطان شیراز کے حاکم سعد بن زنگی کے بیٹے سنور شاہ سے بڑی شفقت اور
نہ سے پیش آیا اور اسے فرزند خان کا خطاب عطا کیا۔ جب سلطان نے شیراز شہر
باہر اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو شہر کے حاکم سعد بن زنگی نے بیش
نہ خوف کے علاوہ اس کے لئے رسد کا مناسب انتظام کیا۔ اور صلح کے ایک
ہفتے پر دستخط کرنے کے علاوہ سعد بن زنگی نے اپنی لڑکی سنوری خاتون کو سلطان
حرم میں داخل کر دیا تھا۔

شیراز میں چند روز قیام کرنے کے بعد سلطان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ
نہان کا رخ کیا۔ شہر سے باہر سلطان نے پڑاؤ کیا۔ جس وقت سلطان کے لشکر کے
نصب کئے جا چکے تو سلطان نے اپنے خیمے میں اور خان کو طلب کیا۔ اور خان جب
ان کے خیمے میں داخل ہوا تو سلطان نے اور خان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر سلطان
اور خان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اور خان میرے بھائی، میرے عزیز! میں آج تمہارے ساتھ ایک انتہائی اہم
دعوت پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اور خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اگر ایسا معاملہ ہے تو
نہ کیا میں آپ کو منع کرتا ہوں۔ سلطان جلال الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
نہان میرے بھائی! تجھے اپنے ساتھ یوں اکیلے بھیجتے ہوئے میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں
اہل کہ تم اور سودائی کی لڑکی طیان ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔ میں نے
نہ اس لئے بلایا ہے کہ تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ اصفہان شہر چلو وہاں
طیان سے بات کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج ہی شام سے پہلے پہلے تمہاری اور
نہان سودائی کا اہتمام کروں۔ سلطان کے اس انکشاف پر اور خان عجیب سے انداز
سلطان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس پر سلطان نے مسکراتے ہوئے پھر پوچھا اور خان
نہان کرنے پر تمہیں کوئی اعتراض ہے۔

اور خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔
نہان جلال الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر ایسا ہے تو چلو میرے ساتھ شہر۔ میں

شہر پر قبضہ کر کے سلطان کے خلاف بغاوت کر سکتا ہے۔ سلطان نے جب ان امر
خبروں کی تصدیق کے لئے شکار گاہ سے ایک قاصد براق کی طرف روانہ کیا۔ اور
کو کھلا بھیجا کہ سلطان عراق کی مہم کے سلسلے میں براق سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں
لہذا براق فوراً شکار گاہ پہنچے۔

براق نے پھر وہی بات دہرائی اور حاضر نہ ہو سکنے کی معذرت چاہی نہ
گزارش کی کہ چونکہ جواشیر کی آب و ہوا سلطان کو راس نہیں آئے گی۔ اور
جگہ ایسی نہیں کہ سلطان اسے انتخاب کا شرف بخشیں اس لئے سلطان کے
مناسب یہی ہے کہ وہ فوراً آگے کو روانہ ہو جائیں۔ رہ گیا جواشیر تو اتنا ہی
خاکسار سلطان کی طرف سے اس شہر میں نیابت کے فرائض انجام دیتا رہے کہ
سلطان کو معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ قابل اعتبار اور وفادار اور کون ہو سکتا ہے۔
سلطان کا قاصد جب براق کا یہ پیغام لے کر چلا گیا تو جواشیر شہر کے اندر
جلال الدین کا جو مختصر لشکر تھا اسے براق نے حکم دیا کہ وہ فی الفور شہر سے نکل
ورنہ ان کا قتل عام کر دیا جائے گا۔ لہذا سلطان جلال الدین اور اور خان کی غیروہ
میں ان کے لشکری شہر سے نکل گئے۔ اس کے بعد براق نے شہر کے دروازے بنا
لئے اور محصور ہو گیا۔ یہ ایک طرح سے سلطان جلال الدین کے خلاف بغاوت
سرکشی کا اعلان تھا۔

براق کی اس بغاوت اور سرکشی پر سلطان سوائے خاموشی کے اور کچھ
کر سکتا تھا اس لئے کہ مکران میں ان کے لشکر کا خاصہ بڑا حصہ موسم کی سختی
برداشت نہ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔ ان کے ساتھ مختصر سا ایک لشکر تھا لہذا
کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ مجبوراً سلطان نے رخت سنبھالا
شیراز کو جہاں ان دنوں سعد بن زنگی کی حکومت تھی، روانہ ہو گیا۔
سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب شیراز شہر کے قریب پہنچا تو شیراز شہر کے

سعد بن زنگی نے اپنے بیٹے سنور شاہ کو پانچ سو سپاہی دے کر جن میں امر
اور سالاران لشکر بھی شامل تھے۔ سلطان کی پیشوائی کے لئے روانہ کیا۔ اور اپنے
آنے کا یہ عذر پیش کیا کہ کچھ عرصہ پیشتر اس نے ایک موقع پر قسم کھائی تھی کہ

مادی سلامتی اور تمہاری واپسی سے متعلق فکر مند تھے۔ قبل اس کے کہ اس بوڑھے سے کچھ پوچھتا سلطان جلال الدین پہلے ہی بول پڑا۔ اور اس کو غائب کر کے پوچھنے لگا۔

میرے بزرگ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ نظام الدین اور طیان کہاں چلے گئے ہیں۔ اس بوڑھے کی گردن جھک گئی۔ پھر اس نے باری باری سلطان جلال الدین اور ان کی طرف بڑے دکھ سے دیکھا۔ اور خان بہت فکر مند ہو رہا تھا۔ اس نے آپ خاموش کیوں ہیں؟ ان کے ساتھ کیا کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟ اس پر وہ کہنے لگا۔ اور خان تمہارا اندازہ درست ہے۔ نظام الدین ایک انتہائی نیک، ایک اچھا اور بااخلاق انسان تھا۔ اس بے بیچارے کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ لہذا اپنی بیٹی کی حیثیت سے طیان کو ہی اپنی توجہ کا مرکز بنا رکھا ہوا تھا۔

لیکن براہو ان منگولوں کا ایک روز کچھ مسلح جوان یہاں آئے اور نظام الدین دوازے پر دستک دی۔ نظام الدین اور طیان دونوں جب دروازہ کھول کر ان کے سامنے آئے تو منگولوں نے طیان کو پکڑ لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ طیان، ان کا سوبدائی کی بیٹی ہے۔ اور اسے واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ طیان خود بھی کے لئے تیار نہ تھی اور نظام الدین بھی آڑے آ رہا تھا۔ اور وہ منگولوں کو طیان جانے نہ دینا چاہتا تھا۔ منگولوں نے جبر کیا۔ جب نظام الدین نے طیان کو ان کے جانے سے روکا تو منگولوں نے ظلم و بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظام کو قتل کر دیا اور طیان کو اپنے ساتھ لے گئے۔

جس وقت وہ مسلح منگول طیان کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے اس وقت وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لیکن یہاں اس آہنگروں کے بازار میں کسی کو جرات نہ تھی کہ منگولوں کا راستہ روک کر طیان کو بچائیں۔ مرنے سے پہلے نظام الدین نے دلوں سے بہت کہا کہ طیان اب چونکہ اسلام قبول کر چکی ہے، وہ واپس منگولوں کو رہنا چاہتی۔ اور میں اسے اپنی بیٹی بنا چکا ہوں، پر ان منگولوں نے اس کی زندگی اور وہ کہنے لگے کہ طیان واپس جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے لشکر میں سے مسلمان بھی رہتے ہیں۔ وہ منگول کہہ رہے تھے کہ طیان کا باپ سوبدائی

اس معاملے کو فی الفور نپٹانا چاہتا ہوں۔ اور خان چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دونوں خیمے سے باہر آ کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں کو سنبھال کر دوڑاتے ہوئے اصفہان شہر میں داخل ہو گئے تھے۔



نظام الدین کے مکان کے سامنے اور خان نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ یہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئے تھے۔ اور خان نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر تک دونوں انتظار کرتے رہے۔ جب اس دستک کے جواب میں کہ نے دروازہ نہ کھولا تو اور خان پھر آگے بڑھا اور دروازے پر دوبارہ دستک دی۔ اسی دفعہ اور خان نے تین چار بار دروازے پر دستک دی لیکن پھر بھی کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ اور خان کو فکر مندی ہوئی۔

اور خان کو فکر مندی سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے سلطان نے کسی قدر پریشان سے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور خان میرے بھائی کیسے ایسا تو نہیں! نظام الدین اور طیان کہیں اور چلے گئے ہوں۔ کیا اس مکان کے علاوہ نظام الدین کہیں اور بھی ٹھکانہ ہے۔ اس پر اور خان بولا۔ سلطان محترم! نظام الدین کا اصل گھر مرو شہر میں تھا جو منگولوں کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔ یہ مکان جس کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں یہ اسے اصفہان کے کسی رئیس نے اس کی دینی خدمات کے صلے دیا تھا اور یہیں اس نے قیام کر رکھا تھا۔ میرے خیال میں اس کے علاوہ اس کا کبھی اور ٹھکانہ نہیں ہے۔

اور خان مزید کچھ نہ کہہ پایا اس لئے کہ ساتھ والے مکان کا دروازہ کھلا ہوا ایک بوڑھا جس کی داڑھی اور سر کے بال چاندی ہو رہے تھے، نکلا آہستہ آہستہ سلطان جلال الدین اور اور خان کے پاس آیا۔ تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اور خان کو دیکھتا رہا پھر وہ مدھم سی آواز میں شفقت آمیز لہجے میں کہنے لگا۔ بیٹے! اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام اور خان ہے، اس لئے کہ تم ایک اس مکان میں آچکے ہو۔ اس کے علاوہ نظام اور طیان تمہیں بڑا یاد کیا کرتے تھے

خلاف حرکت میں آنے کے لئے اس کا ساتھ دے۔

سلطان جلال الدین نے غیاث الدین کو یہ بھی کلا بھیجا کہ یہ وقت ماضی کے اختلافات کھڑے کرنے کا نہیں۔ سارے اختلافات بھول کر ہمیں منگولوں کے خلاف ایک ہو جانا چاہئے۔ دوسری طرف جب سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کو علم ہوا کہ اس کے بھائی جلال الدین نے اپنے چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ اصفہان شہر سے باہر قیام کر رکھا ہے تو اس نے اپنے تین ہزار کے لشکر کو رے شہر سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور بڑی تیزی سے وہ اصفہان شہر کی طرف بڑھا تا کہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو کر اسے وہاں سے مار بھگائے۔ اصل میں غیاث الدین چاہتا تھا کہ ان سرزمینوں میں دوبارہ جلال الدین کے قدم نہ بٹنے پائیں۔

سلطان نے بڑی کوشش کی قاصدوں کے ذریعے کہ بھائی کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اپنے کوتاہ اندیش بھائی کو سمجھایا کہ حالات کے تقاضے کو سمجھے اور منگولوں کے خلاف مہم میں اس کا دست و بازو ثابت ہو۔ لیکن سوئے فہم سے غیاث الدین منگولوں سے زیادہ اپنے بھائی سلطان جلال الدین کا بدخواہ ثابت ہو رہا تھا۔

ادھر سلطان جلال الدین اپنے بھائی غیاث الدین کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف تھا۔ اور ادھر غیاث الدین کے لشکر کے کچھ سرداروں نے خفیہ ہی خفیہ سلطان جلال الدین کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا اور سلطان جلال الدین کو یقین دلایا کہ غیاث الدین کی زیر کمان کام کرنے والا لشکر غیاث الدین کی کمانداری اور اس کے ملک سے بالکل غیر مطمئن ہے۔ اور یہ لوگ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تاکہ آپ کمانداری اپنے ہاتھ میں لیں اور منگولوں کے خلاف حرکت میں آئیں۔ ان سرداروں نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی کلا بھیجا کہ سلطان غیاث الدین کے لشکر کی تعداد سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ اس لئے کہ یہ تمام لشکر اس کے تختہ آمیز سلوک سے ٹالاں ہے۔ اور آپ کی طرف سے ایک اشارہ کا منتظر ہے۔ اس لئے آپ کو چاہئے کہ بلا کسی مزید توقف کے حملہ آور ہو جائیں۔ لیکن اس کے باوجود سلطان نے حملہ آور ہونے میں پہل نہیں کی۔

اسے تلاش کرتے کرتے پاگل ہو گیا تھا۔ وہ واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن چینی کھنڈے پر وہ مجبوراً اپنے مرکزی شہر قراقرم کی طرف چلا گیا۔ جس وقت منگول لے جا رہے تھے اور وہ بے چاری چینی چلاتی رہی اور مدد کے لئے پکارتی رہی وقت میرا دل چاہا تھا کہ میں آگے بڑھ کر ان منگولوں پر ٹوٹ پڑوں، پر میں نہ بوڑھا کچھ نہ کر سکا۔ اور وہ منگول طیان کو اپنے ساتھ لے گئے۔

اتنا کہنے کے بعد جب وہ بوڑھا خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین اور تھوڑی دیر تک چپ اور غم سم کھڑے رہے پھر سلطان جلال الدین نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بزرگ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں نظام الدین کے متعلق تفصیل بتائی۔ خدا نے چاہا تو ہم ان منگولوں سے انتقام لیں گے۔ جنہوں نے نظام الدین جیسے نیک انسان کو قتل کیا ہے۔ اس کے بعد سلطان نے آگے بڑھ کر اس بوڑھے سے مصافحہ کیا، اور خان بھی اسی طرح دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر وہ وہاں سے چل دیئے۔

راستے میں سلطان اپنے گھوڑے کو اور خان کے گھوڑے کے قریب لایا اسے تسلی دینے کے انداز میں کہنے لگا۔ اور خان میرے بھائی فکر مند نہ ہونا چاہئے ہے کہ ہم نہ صرف یہ کہ نظام الدین کے قاتلوں کو ڈھونڈ نکالیں گے بلکہ طیان تلاش کر لیں گے۔ اور خان منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے اثبات میں گردن تھکی۔ اس کے بعد وہ دونوں اصفہان شہر سے نکل کر اپنے گھوڑوں کو سہاگے ہوئے اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔



جن دنوں سلطان نے اپنے مختصر سے تین ہزار لشکر کے ساتھ اصفہان میں قیام کر رکھا تھا اس وقت سلطان جلال الدین کے چھوٹے اور سوتیلے بھائی الدین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ رے شہر میں قیام کئے ہوئے تھا۔ ہر چہ بھائیوں کے تعلقات اچھے نہ تھے لیکن اس کے باوجود سلطان جلال الدین نے بھائی غیاث الدین سے رابطہ قائم کیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ منگولوں

خبر اس لئے کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی اور اس کا امیر الامراء قاچار برلاس اور لار چارمنان سلطان کی آمد سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اور وہ کسی بھی وقت اچانک کے خلاف حرکت میں آسکتے تھے۔ لہذا سلطان ماس تگ و دو میں تھا کہ کسی مکران کے ساتھ ان کا تعاون ہو جائے جس کے ساتھ مل کر وہ منگولوں کا مقابلہ کرے۔ لیکن اس سلسلے میں سلطان کو بڑی دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔

اس لئے کہ سلطان کے باپ علاؤ الدین نے اپنے زمانہ اقتدار میں قرب و اب چھوٹی موٹی حکومتیں ختم کر دی تھیں۔ اور صرف حسن اتفاق سے خلافت سلطان علاؤ الدین کے دست برد سے بال بال بچ گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ خلیفہ کی نااہلی سے وہ حکومت بھی چند دنوں کی مہمان رہ گئی تھی۔ لیکن اس کا تھوڑا بہت وقار باقی تھا۔ ہندوستان سے واپسی اور اصفہان شہر اپنے بھائی کو شکست دینے کے بعد سلطان کو سوائے دربار خلافت کے اور بے پناہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

اگرچہ اس ناخوشگوار سلوک کے پس منظر میں جو سلطان علاؤ الدین نے اپنے ہمت میں بغداد کی خلافت کے خلاف روا رکھا تھا۔ اس بات کا بہت کم احتمال تھا کہ سلطان جلال الدین کے باپ کے گھناؤنے جرائم آسانی سے معاف کر دے۔ ان مرتاکمیا نہ کرتا، امید موہوم کے سہارے جلال الدین کو اپنے چھوٹے سے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہونا پڑا کہ ممکن ہے کہ خلیفہ عام عالم اسلام کی پیش نظر تعاون پر آمادہ ہو جائے۔ لیکن دل کی رنجشیں یوں آسانی سے نہیں مٹتی۔

اس لئے کہ سلطان علاؤ الدین کو مرے ہوئے ابھی چار برس گزرے تھے اور ماہیت تک اس کے ہمسائے میں ہر مسلمان حکمران اس سے نالاں تھا۔ اور وہ اسے اپنا بدترین دشمن خیال کرتا تھا۔ گو چار سال کے اس مختصر عرصے میں علاؤ الدین کی عظیم الشان سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا تھا، جو شمال میں کی حدود سے شروع ہو کر جنوب میں دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور لاکھوں کم و بیش ستر اسی لاکھ مسلمان تلوار کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ قتل و

سلطان کا بھائی غیاث الدین جب اپنے تیس ہزار کے لشکر کو لے کر اچانک اور سلطان پر حملہ آور ہوا تو اس کو اس موقع پر سلطان جلال الدین کے صرف تین ہزار کا لشکر نظر آیا۔ لیکن تین ہزار کے لشکر کو لے کر بھی سلطان الدین تیس ہزار کے لشکر کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔ اصفہان شہر کے باہر غیاث کے تیس ہزار اور جلال الدین کے تین ہزار دونوں کے درمیان ہولناک جنگ اور اس جنگ میں جلال الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین کو بدترین شکست حالت یہ تھی کہ غیاث الدین اپنے لشکر کو تقدیر کے حوالے کرنے کے بعد سلوک کے قلعے کی طرف اپنی جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔

اس شاندار فتح کے بعد سلطان جلال الدین جب اپنے نامہرائی بھائی غیاث الدین کے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے غیاث الدین کی سگی اور اپنی سوتیلی ماں وہاں پایا جسے غیاث الدین گھبراہٹ میں وہاں چھوڑ گیا تھا۔ سلطان اپنی سوتیلی والد نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا۔ بھائی کی نامہرائی اور ناعاقبت اندیشی کی شکایت اس پر سوتیلی ماں نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بھی برا بھلا کہا۔ تاہم سلطان نے سوتیلی ماں کو بحفاظت سلوک اور قلعے کی طرف بھجوا دیا تھا۔ جہاں غیاث الدین لے رکھی تھی۔

اس شاندار فتح کا نہایت خوشگوار اثر پڑا۔ خراسان، مازندران اور عراق کے دروازے کے علاقوں کے تمام بھولے بھٹکے سپاہی جو کسی قابل اعتماد عسکری سالار کے اہم گھڑیاں گن رہے تھے۔ سلطان کے گرد جمع ہو گئے چنانچہ تھوڑے عرصے کے ہی کرمان، فارس، عراق، خراسان، اوزبک، آذربائیجان، تہران کے علاقوں کے لوگ بے چینی سے سلطان کا انتظار کرنے لگے تھے۔



سلطان جلال الدین کا سفر ہند چونکہ ناکام ہو چکا تھا اور جن علاقوں کو نے روندنا تھا ان کے گرد نواح میں کوئی ایسا حکمران نہ تھا جس سے سلطان منگولوں خلاف مدد طلب کرے۔ سلطان کو اپنے لئے دن بدن خطرات بڑھتے ہوئے دکھائی

کردانہ کرنے کے ساتھ اس نے تیز رفتار قاصد اربیل کے حاکم مظفر الدین کی اطلاع کیا۔ اسے تاکید کی کہ وہ بھی اپنا ایک جہاز لشکر لے کر خلیفہ کے جرنیل کی مدد کو فوراً پہنچے۔ اور ساتھ ہی ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے خلیفہ بغداد اپنے جرنیل کشتور کو تاکید کی کہ جب تک حاکم اربیل اپنے لشکر کے ساتھ تم نہ آئے اس وقت تک تم سلطان سے جنگ کی ابتدا نہ کرنا۔

سلطان کی کمانداری میں چھوٹا سا ایک لشکر تھا، چونکہ وہ خلیفہ کی افواج سے کوئی ارادہ نہ رکھتا تھا بلکہ وہ تو خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر منگولوں کے مدد کا طالب ہو رہا تھا۔ لہذا اس نے جنگ کے لئے کوئی خاص تیاری بھی نہ کی۔ جب خلیفہ بغداد کے جرنیل کشتور نے سلطان جلال الدین کے لشکر کی راہ روکی سلطان کے خلاف صف آراء ہو گیا تب سلطان نے کشتور کو کہلا بھیجا کہ میں نے اسے ارادے سے نہیں آیا بلکہ اس لئے بغداد کا رخ کر رہا ہوں کہ اسلام زمین دشمن منگولوں کے خلاف دربار خلافت سے امداد طلب کروں۔ اس لحاظ سے خلیفہ بغداد کا مہمان ہوں اور مہمان سے ایسا سلوک خلاف مروت ہے۔

خلیفہ بغداد کے جرنیل کشتور پر اس لئے ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ اس طرف سے اسے سلطان پر لشکر کشی کرنے کے احکامات ملے ہوئے تھے۔ تاہم اس کو یہ بھی حکم تھا کہ جب تک حاکم اربیل مظفر الدین اپنے لشکر کے ساتھ اہل اس وقت تک کشتور سلطان جلال الدین پر حملہ آور نہیں ہو گا۔ جب سلطان مظفر الدین کے آنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو کشتور کی بے صبری بڑھتی چلی گئی۔ اس نے سوچا کہ سلطان کے پاس ہے ہی کیا۔ چھوٹا سا ایک لشکر ہے جو لمحوں کے میں جائے گا۔ یا وہ اسے بھگا دے گا۔ خواہ مخواہ میں مظفر الدین کی آمد کا انتظار کرتا رہے۔ اس لئے مجھے بلا تامل سلطان پر حملہ کر دینا چاہئے۔ اور اگر اسے کوئی فائدہ ہوتا ہے تو اس فتح کا سرہ اسی کے ہی حصے میں آئے گا لہذا کشتور نے باوجود سلطان کے ساتھ جنگ کی ابتدا کر دی۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین بھی بہت محتاط تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ لڑنے کا چارہ نہیں تو ابتدا سے ایک روز پہلے اور خان کو اپنے خیمے میں بلایا۔ اور خان

غارت کی یہ آندھی اور کشت و خون کا یہ سیلاب ابھی تک اسی شدت سے یہاں آ رہا تھا۔ اور تمام عالم اسلام انتہائی خطرناک طور پر اس کی زد میں تھا۔ اس نے ابھی تک ان علاقوں میں چنگیز خان کا بیٹا چغتائی اپنے امیر الامراء قرقچار بدلاں کو سالار چارمغان کے ساتھ موجود تھا۔ اور وہ بڑے بڑے شہروں کی لوٹ مار کر رہا تھا۔ علاوہ انہیں اپنے ہدف کا نشانہ بنائے ہوئے تھا۔ ان حالات میں سلطان جلال الدین مدد حاصل کرنے کے لئے کوئی اور نظر نہ آیا۔

تاہم جلال الدین کی خوش قسمتی جس وقت اس نے خلیفہ بغداد سے مدد کرنے کے لئے جنوب کی طرف پیش قدمی کی تو ادھر ادھر بھولے بھٹکے سپاہی ہیں اس کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور اس کے لشکر کی تعداد تیزی سے بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ اصفہان سے کوچ کرنے کے بعد سلطان قسطنطنیہ آیا۔ موسم سرما چونکہ اپنے عروج پر آچکا تھا لہذا سردی کا موسم سلطان نے نہت میں بسر کیا اور آغاز بہار میں وہاں سے کوچ کر کے شاہ پور خواست آیا۔ جہاں پر ماہ کے قیام کے بعد بغداد کو روانہ ہو گیا تاکہ خلیفہ کو حقیقت حال سے آگاہ کرے اور امداد کا طالب ہو۔

جب خلیفہ بغداد کو سلطان جلال الدین کے سفر کی غرض و علت کا علم ہوا اسے وہ تمام رسوائیاں یاد آئیں جو دربار خلافت کو جلال الدین کے باپ علاؤ الدین کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ بغداد نے اتنا بھی گوارہ نہ کیا کہ سلطان جلال الدین اس کے حدود سلطنت میں قدم رکھ سکے یا یہ کہ وہ سلطان الدین کا اوپر دل سے استقبال ہی کرے۔ چنانچہ اس نے بدترین رد عمل کا اظہار کیا کہ اس طرح کہ خلیفہ بغداد نے بیس ہزار سپاہ پر مشتمل ایک تربیت یافتہ لشکر جمع کیا اور اپنے ایک بہترین نامور اور مانے ہوئے جرنیل کشتور کو اس لشکر کی سپریم سونپ کر سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اپنی پوری طاقت قوت کے ساتھ سلطان جلال الدین پر حملہ کیا جائے۔ اور اسے کوشش کر کے مار دیا جائے۔

خلیفہ بغداد نے بیس اکٹاف نہیں کیا کہ اپنے جرنیل کشتور کو بیس ہزار کا

جب خیمے میں آیا تو سلطان نے اورخان کو اپنے سامنے بٹھایا اور بڑی ہنس اورخان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ اورخان! خلیفہ بغداد کی طرف سے جو سلوک ساتھ کیا جا رہا ہے تم دیکھ رہے ہو۔ تمہارا کیا اندازہ ہے کہ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔

سلطان محترم! جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ لڑے بغیر چارہ نہیں ہے۔ احساس ہوتا ہے کہ خلیفہ بغداد نے کشتور کو ہم پر حملہ آور ہونے کے واضح ارادے جاری کر رکھے ہیں۔ تب ہی وہ بڑی بے دردی سے ہماری راہ روک کھڑا ہوا ہے ہمارے کچھ جاسوسوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ کشتور اربیل کے حاکم مظفر الدین کا کر رہا ہے جس نے اپنے لشکر کے ساتھ مل اس کی مدد کو آتا ہے اور حاکم اربیل الدین کو خلیفہ بغداد نے ہی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین کے مقابلے میں کشتور کی مدد کرے۔ سلطان محترم میرا خیال ہے کہ اگر کشتور ساتھ ہمیں جنگ کرنی ہے تو مظفر الدین کے آنے سے پہلے ہی ہمیں کشتور لینا چاہئے۔ اس پر سلطان بولا۔ اورخان میرے بھائی! تمہارا اندازہ درست ہے؟ میں نہیں چاہتا کہ جنگ کی ابتدا میری طرف سے ہو۔ میں سارے معاملے کو لے کر سپرد کرتا ہوں۔ اگر خلیفہ بغداد کو جرنیل کشتور نے ہم پر جنگ مسلط کرنے کی کوشش کی تو ہم پیٹھ نہیں پھیریں گے۔ اسے بتائیں گے کہ اگر وہ ہم پر حملہ آور رہے ہیں تو لڑنے کا فن ہم بھی جانتے ہیں۔ میرے بھائی! کشتور اور اربیل کے مظفر الدین سے پنپنے کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری تجویز سے اتفاق کرو گے۔ اس پر اورخان فوراً کہنے لگا۔ سلطان محترم! کہہئے، آپ کی ہر تجویز پر میں عمل پیرا ہو کر دکھاؤں گا۔ اس پر سلطان جلال الدین بڑی نرمی، بڑی شفقت میں اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اورخان! تم جانتے ہو کہ ہمارے پاس مختصر سا لشکر ہے۔ اسی سے ہم نے قوت کے خلاف کام لیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آج رات گزرنے کے بعد کل تا کشتور ہمارے خلاف جنگ کی ابتدا کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج رات ہی میں اور تم دونوں بھائی مل کر لشکر کو آدھا آدھا تقسیم کر لیں۔ تم آدھے لشکر کو

مات میں بیٹھ جانا۔ کل صبح اگر جنگ ہوتی ہے تو میں اپنے لشکر کے آدھے حصے کو فوج پھیلا کر خلیفہ بغداد کے جرنیل کشتور کے سامنے صف آرا ہو جاؤں گا۔ اور جنگ کی ابتدا کر دوں گا۔ جب جنگ اپنے عروج پر آئے تم اپنی گھات سے نکل کر کشتور پر ضرب لگانا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم کشتور کے لشکر کو جو ہمارے قتلے کئی گنا بڑا ہے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سلطان جلال الدین کے خاموش ہونے پر اورخان بولا۔ سلطان محترم! یہ بہترین فیصلہ ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس پر عمل درآمد کر کے ہم نہ صرف کشتور بلکہ اربیل کے حاکم مظفر الدین کو بھی اپنے سامنے سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔ اس کے بعد سلطان اور اورخان دونوں خیمے سے باہر نکلے۔ لشکر کو انہوں نے آپس میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد اورخان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلا گیا تھا۔



دوسرے روز جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئے تو بغداد کا سپہ سالار کشتور بڑا خوش تھا کہ اس کے سامنے سلطان جلال الدین کی رکنی میں صرف مٹھی بھر لشکری تھے جن سے متعلق اس نے یہ اندازہ لگایا کہ انہیں پہلے بے میں ہی بے پناہ سیلاب کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ کشتور سلطان کے مختصر سے لشکر کو دیکھ کر بڑا مطمئن تھا۔ لہذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل کر لی۔ اس نے لشکر کو حکم دیا اور اپنی سرکردگی میں اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کے مختصر لشکر پر لڑائی تارکیوں میں خوفزدہ آوازوں، اندھیارے غاروں میں زہریلی دھواں، آگوں میں نزع کے وقت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف سلطان بھی پہلے سے طے شدہ تدبیر کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اس نے بھی جوابی حملہ کیا۔ گہرے ساگر میں ڈوب کر ابھرنے والی یادوں کے رنگوں سے وابستہ پت جھڑکی مار، لحوں کے طوفانوں کی طرح وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ پھر ایسا ہوا کہ آہستہ آہستہ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ اور ان کا سالار کشتور یہی سمجھا کہ سلطان ان کے حملے کی سختی کو

طرف سے سلطان کشتور کی سپاہ کو بری طرح کاٹ رہا تھا۔ اور پشت کی طرف سے
بغداد کے لشکر کی حالت اداس رتوں کی زردیوں، یادوں کے سوکھے
مرا حرا اٹھتی پیاس، غربت کی تصویر اور سوکھی خشک زبان جیسی ہونا شروع ہو
گئی۔

جنگ جاری رہی۔ سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین، پشت کی طرف
اور خان کشتور کے لشکر پر نزول کرتے رہے۔ کشتور کو اب یقین ہو چلا تھا کہ
اس کی شکست یقینی ہے لہذا وہ اپنے لشکر کے اگلے حصے سے سمٹ کر اپنی حفاظت
لے اپنے بچے کھجے لشکر کے وسط میں آ گیا تھا۔ لیکن اب چاروں طرف سے
نفری مچی تھی۔ اور اس کے لشکر کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان
لال الدین بڑی تیزی سے یلغار کرتے ہوئے کشتور کے سر پر پہنچے۔ اور اس کی
ن کاٹ کر رکھ دی۔ بچی کچی سپاہ کا اور خان نے صفایا کر دیا تھا۔

جب خلیفہ بغداد کو اپنے سالار کشتور کے قتل اور اپنے لشکر کی بدترین شکست
قل عام کا علم ہوا تو خلیفہ بغداد تلملایا۔ لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔
مرو شکر کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ لہذا اس نے کسی قسم کے رد عمل کا
نہیں کیا اور خاموشی سے اس حادثے کو پی گیا۔ کشتور کے لشکر کا پوری طرح
کرنے کے بعد سلطان اور اور خان ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان کے چروں پر خوش
اور اطمینان بخش مسکراہٹ تھی۔ پھر سلطان نے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے
شروع کیا۔

اور خان میرے بھائی! اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ خلیفہ بغداد کے لشکر کے
ساتھ ہماری ہمارا ایک بہترین کارنامہ ہے۔ اس سے نہ صرف ہمارے لشکریوں
بلکہ ہمیں بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ خلیفہ بغداد کے اس لشکر کی شکست
بمراہم بکھرے ہوئے مزید لشکری ہم سے آئیں گے اور ہمارے لشکر میں اضافہ
اس کے علاوہ خلیفہ بغداد کے اس لشکر کے پڑاؤ سے خوراک اور ہتھیاروں کی
نمیں جو کچھ ہمیں ملے گا وہ ہمارے لئے انتہائی فائدہ مند اور سود بخش ہو گا۔ یہ
اور خان بولا۔

برداشت نہیں کر سکا اور اب پیچھے ہٹتے ہوئے وہ پسا ہونے اور بھاگنے کے پکار
ہے۔ لہذا انہوں نے پہلے کی نسبت اور تیزی سے اپنے حملے شروع کر دیے تھے
حملوں کے جواب میں سلطان نے بھی تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا
سلطان خلیفہ بغداد کے لشکر کو اس جگہ لے آیا تھا جہاں اور خان اپنے حصے کے
کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔

کشتور کا اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے تعاقب کرتے ہوئے
جگہ پہنچنا تھا کہ اس کی پشت کی طرف سے اور خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ
صدائوں کے کھنڈروں میں سانٹوں کی گونجوں، رگوں میں اداسی طاری کر دینے والی
حدتوں اور عذاب رتوں کے گرم لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ یہ حملہ
بروقت، ایسا تیز، ایسا خونخوار اور تند تھا کہ خلیفہ بغداد کا لشکر چکرا کر رہ گیا تھا۔
بات یہ کہ یہ حملہ چونکہ خلیفہ بغداد کے لشکر کی پشت کی طرف سے ہوا تھا اور
اور اس کے لشکری ایسی کوئی امید پہلے سے دل میں نہیں رکھتے تھے لہذا ان کے
ایک افزا تفری برپا ہو گئی عین اسی وقت سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ
ہوتے ہوئے مڑے اور جس طرح اور خان پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا
طرح سامنے سے وہ بھی حملہ آور ہو گیا تھا۔

کشتور کے لشکر کی تعداد چونکہ سلطان کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی
کشتور اب بھی بڑا مطمئن اور پر امید تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سلطان جلال
کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین اور اور خان بھی کشتور کے لشکر کے
سامنے ایسی ہی پامردی اور جراتمندی کا اظہار کر رہے تھے جیسے ظلم کی اندھی فوج
سامنے صبر کی چٹان، جیسے سات سمندر کے طوفانوں میں شور میں ڈوبے ہوئے بند
جنگ جب طول پکڑنے لگی تو کشتور پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی اور وہ خیال
لگا کہ سلطان جلال الدین اور اور خان کو شکست دینا اتنا آسان نہیں جتنا اس نے
لیا تھا۔ پھر جب باری باری سلطان جلال الدین اور اور خان نے نئے انداز، نئے
کے ساتھ حملے شروع کئے تو کشتور کے لشکر کی حالت عجیب ہونے لگی تھی۔

سلطان محترم! خداوند قدوس کا بے حد شکر ہے کہ اس نے میدان جنگ میں دونوں کو سرخرو رکھا۔ میرے خیال میں اب ہمیں ارتیل کے حاکم مظفرالدین کی فکر کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ کشتور کی مدد کے لئے ضرور آئے گا۔ اور میل فارغ ہونے کے بعد ہمیں اس شاہراہ کی طرف جانا چاہئے جو ارتیل کی طرف سے ہے۔ اس شاہراہ پر چونکہ دور دور تک کوستانی سلسلے ہیں اور ہمیں کسی کوستانی میں گھات میں بیٹھ جانا چاہئے۔ مظفرالدین اپنے لشکر کے ساتھ کوستانی سلسلے گزرنے والی شاہراہ پر آئے تو ہم اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے ماہ اور مغلوب کر لیں۔

جواب میں سلطان جلال الدین بولا۔ تمہاری تجویز بہت اچھی ہے اور غار ہی ہو گا۔ پہلے یہ سارا سامان سمیٹیں۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس میں تمہارے پاسبانوں کے سپہ سالار نے حصہ نہیں لیا۔ دریائے سندھ میں ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد اس کی ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ خدا کے منگولوں کے ہاتھوں سے بچ نکلا ہو اور زندہ و سلامت ہو۔ اس لئے کہ وہ شخص ہے جو اپنی ملت کے لئے ہمدردی اور اپنی مسلم قوم کے لئے اپنے دل رکھنے والا ہے۔ اتنا کہتے کہتے سلطان جلال الدین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ سلطان جلال الدین کے فوج ان سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد اور خان سے ہاتھ ملایا۔ پھر وہ کہنے لگا۔ آپ یقیناً میرے متعلق متفکر ہوں گے کہ اس جنگ میں میں نے کیوں حصہ نہیں لیا؟

پر سلطان جلال الدین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے بھائی تمہارا انداز ہے۔ ابھی میں اور خان سے تمہارے متعلق ہی گفتگو کر رہا تھا کہ کیا وہ پاسبانوں کا سپہ سالار اس جنگ میں شامل نہیں ہوا۔ میں تمہاری سلامتی اور خیریت سے متعلق فکر مند تھا۔ اس لئے کہ جتنا عرصہ میں اور اور خان ہند رہے ہمیں تمہارے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار سلطان محترم! میں معذرت خواہ ہوں کہ یہاں آنے میں کچھ تاخیر ہو

ہوئی ایک وجہ ہے ورنہ میں دونوں بھائیوں کے شانہ بشانہ کشتور کے لشکر کے ہم کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مجبور نے یہ اطلاع دی تھی کہ خلیفہ اپنے سالار کشتور کی سرکردگی میں بیس ہزار کا ایک لشکر آپ پر حملہ آور کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرے مجبور نے یہ اطلاع بھی دی۔ بغداد کا سالار کشتور اس وقت تک آپ پر حملہ آور نہیں ہو گا جب تک حاکم مظفرالدین بھی اپنے لشکر کو لے کر کشتور سے نہیں مل جاتا۔ مجھ سے ہوئی کہ سیدھا آپ کی طرف آنے کی بجائے میں ارتیل کی طرف چلا گیا۔ میں دہا تھا کہ جس وقت ارتیل کا حاکم مظفرالدین اپنے لشکر کے ساتھ ارتیل سے آپ کی طرف پیش قدمی کرے گا اس کے پیچھے پیچھے میں بھی آپ کی طرف جاؤں گا۔ جس وقت ارتیل کا حاکم مظفرالدین آپ سے ٹکرائے گا تو میں اس کی طرف سے حملہ آور ہو کر اس کے سارے دم خم نکال باہر کروں گا۔ لیکن ننتی کہ مجھے اس جنگ میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے کہ کشتور کا انتظار کئے بغیر ہی آپ سے ٹکرا گیا۔ بہر حال آپ دونوں بھائیوں کو بتا ہوں کہ آپ دونوں نے اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ کشتور کا خاتمہ کر کے لشکر کو بدترین شکست دی۔

ہاؤں کا سپہ سالار تھوڑی دیر رک کر پھر کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! میں آپ خبر کروں کہ ارتیل کا حاکم مظفرالدین بھی اسی میدان جنگ کی طرف بڑی پیش قدمی کر رہا ہے۔ جس رفتار سے میں نے اسے ادھر آتے دیکھا ہے اسی اگر وہ ادھر بڑھ رہا ہے تو اب تک وہ یہاں سے دس میل آگے ایک سلسلے کے اندر سے گزر رہا ہو گا۔

پر سلطان جلال الدین نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار نے اس میں اور اور خان نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مظفرالدین کو یہاں نہ پہنچنے بلکہ راستے میں کوستانی سلسلے کے اندر گھات میں بیٹھ کر اس پر حملہ کیا اس کی حالت بھی کشتور جیسی کی جائے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً بولا۔

نہا میں آپ دونوں کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس پر سلطان جلال

الدین نے کہا اگر یہ بات ہے تو آؤ کشتور کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر شے کو اور اربیل کی طرف سے آنے والی شاہراہ کی طرف کوچ کریں تاکہ مظفر الدین جاسکے۔ کشتور کے پڑاؤ سے ہمیں جو کچھ ملا ہے اس کی تقسیم کا فیصلہ مظفر الدین نے بعد کیا جائے گا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان دونوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ انہوں نے کشتور کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا پھر وہ اسے اربیل کی طرف سے آنے والی شاہراہ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔



جس جگہ اربیل سے آنے والی شاہراہ کو ہستانی سلسلے میں سے ہو تھی۔ اس کو ہستانی سلسلے کے اندر تین اطراف میں سلطان، اورخان اور پاسبان سالار اپنے اپنے لشکر کو لے کر گھات میں بیٹھ گئے تھے تاکہ جوئی ارزہ مظفر الدین وہاں سے گزرے تو اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اسے بدریں جائے۔

اس مقصد کے لئے سلطان اور اس کے ساتھیوں کو زیادہ انتظار نہ اس لئے کہ جلد ہی اربیل کا حاکم مظفر الدین اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ ہوا۔ جوئی وہ سلطان کے لشکر کے پاس سے گزرا سب سے پہلے پاسبانوں حرکت میں آیا۔ اور وہ مظفر الدین کے لشکر پر جنگل کی کالی رات، آتش دشت و دشت درد غریبی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے تھوڑی ہی دیر بعد اورخان بھی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ بھی صدیوں کے سرست راز، مضرب اور حادثوں اور عجیب سے شعور فن حرب کی طرح مظفر الدین کے لشکر پر نازل میں خود سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس طرح حرکت پیا۔ مشیت میں مکاں کو لامکاں، ستاروں کو کمکشاں، ذروں کو صحرا، اس سمندر میں بدل دینے والے جذبے جوش مارنا شروع کرتے ہیں۔ مظفر الدین پر اب تین طرف سے ہولناک حملے ہونا شروع ہو گئے۔

جلال الدین، اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار۔ مظفر الدین اور اس کے لشکر پر طعنہ چھانا شروع ہو گئے تھے جس طرح مسجدوں میں دیر و حرم میں کلیساؤں میں۔ دی میں بیکوں اور معبدوں میں اٹھنے والی دعاؤں کی صدا میں پھیل بکھر جاتی

اس جنگ میں حاکم اربیل مظفر الدین کو بدترین شکست ہوئی۔ اس کے لشکر کا مکہ کاٹ دیا گیا اور مظفر الدین کو اورخان نے زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ مظفر الدین کو باغی میں جکڑ کر جب اورخان نے سلطان جلال الدین کے سامنے پیش کیا تو جلال الدین نے دیر تک اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر مظفر الدین کو مخاطب کر کے تھوڑی دیر تک اسے خود ہی بتاؤ تیرے جیسے باغی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ تو مظفر الدین تم خود ہی بتاؤ تیرے جیسے باغی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ تو ہے کہ اس وقت عالم اسلام کو اتحاد، تعاون کی سخت ترین ضرورت ہے۔ تو جانتا ہوں چاروں طرف دندناتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے ان گنت کو لوٹا، قتل عام کیا۔ آگ لگائی۔ پھر بھی تم جیسے مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلتی۔ تم لوگ امت کے اندر اتحاد و اتفاق کو جنم نہیں دیتے۔ تم لوگ نہیں چاہتے کہ کو ایک قوت بن کر منگولوں کے سامنے کھڑا ہو جانا چاہئے۔ سنو صرف ان ہی یہاں سے لوٹا ہے۔ اس کے سارے لشکر ابھی یہاں ہیں۔ اس کے لشکر کی کمانداری خود اس کا بیٹا چغتائی اور ان کا ایک بہترین امیر الامراء قرچار اور چارمغان کر رہے ہیں اور اب بھی وہ چھوٹے موٹے قصبوں پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ خون اور لوٹ مار کا کھیل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے موقع پر ناظرانوں کا آپس میں اتحاد اور تعاون نہ کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس قوم کی ہمت کی برہمستی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو یاد رکھو منگول ہٹنے شروع کی طرح ہر قصبے اور ہر بستی کو لوٹ کر خون اور بربریت کا کھیل مارے گا۔

اس پر حاکم اربیل مظفر الدین بڑی عاجزی، انکساری سے سلطان جلال الدین کو کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ آپ کا جو بھی چاہے میرے ساتھ سلوک کریں۔ بات میں گزارش کروں، خدا جو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے وہ گواہ ہے کہ

میں قطعاً" آپ کے خلاف اپنے لشکر کے ساتھ آنے والا نہ تھا لیکن خلیفہ نے
طرف سے مجھے دھمکی آمیز حکم ملا تھا کہ میں ہر صورت میں آپ کے خلاف کمر
مدد کے لئے پہنچوں۔ پھر بھی سلطان محترم! دیکھیں میں کشتموری مدد کے لئے
پہنچا۔ سلطان محترم! جو خبریں مجھے ملی تھیں اس کے مطابق مجھے پتہ چلا کہ آپ
پاس چھوٹا سا لشکر ہے اور یہ کہ آپ کسی بھی صورت خلیفہ بغداد کے لشکر کا مدد
کر سکیں گے۔ اور شکست اٹھا کر کسی سمت بھاگ جائیں گے اسی لئے میں خلیفہ
کے حکم اور دباؤ کے تحت حرکت میں آگیا تھا۔ سلطان محترم! میں آپ سے کمر
کرتا ہوں کہ آپ میرے اس جرم، میری اس غلطی کو معاف کر دیں۔ تو آپ
آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا۔

سلطان جلال الدین نے ارتیل کے حاکم مظفر الدین کی اس عاجزی اور ادا
پر مبنی گفتگو کو پسند کیا اور اسے معاف کر دیا۔ سلطان جلال الدین کے معاف کر
مظفر الدین ایسا سلطان سے خوش ہوا کہ اس نے سلطان کو اپنے مرکزی شہر ارتیل
قیام کرنے کی دعوت دی۔ جسے سلطان نے قبول کیا۔



جس وقت سلطان مظفر الدین کے ساتھ ارتیل کی طرف کوچ کرنا چاہتا
تھا پہلے سلطان نے خلیفہ بغداد کے لشکر سے جس قدر سامان ملا تھا اسے آدھا
کیا۔ آدھا سلطان نے اپنے اور اورخان کے استعمال کے لئے رکھا اور آدھا
کے سپہ سالار کو دینے کا ارادہ کیا۔ جب یہ آدھی آدھی تقسیم ہو چکی تو پاسبانوں
سالار سلطان جلال الدین کے پاس آیا اور بڑی عاجزی سے سلطان کو مخاطب کر کے
لگا۔

سلطان محترم! آپ نے جو اس سامان کی تقسیم کی ہے وہ انصاف پر مبنی
ہے۔ میں اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ سلطان محترم میں کسی بھی
آدھے کا حق دار نہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس سارے سامان کو تین حصوں
تقسیم کیا جائے۔ دو حصے آپ اپنے اور اورخان کے استعمال کے لئے رکھیں اور

مجھے دیں جسے میں بخوشی قبول کروں گا۔ سلطان نے پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس
بڑی بخوشی قبول کر لیا۔ جس طرح اس نے اظہار کیا تھا۔ اسی طرح سامان کی تقسیم
میں جب سامان تقسیم ہو چکا تو اس بار پاسبانوں کا سپہ سالار اورخان کے قریب آیا
اور بڑی نرمی اور ڈھارس دینے کے انداز میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
اورخان۔ پتہ چلا ہے کہ منگول اصفہان سے طیان کو اٹھا کے لے گئے ہیں۔
یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ منگولوں نے نظام الدین کو قتل کر دیا ہے۔ میرے بھائی!
بندہ نہ ہوتا۔ خداوند نے چاہا تو طیان تمہارے پاس واپس ضرور آئے گی۔ قبل اس
کہ اورخان پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس گفتگو کا کوئی جواب دیتا۔ سلطان جلال
دین لگا۔

میرے بھائی! تو نے جو ہمدردی اورخان سے کی ہے اس کے لئے میں تیرا شکر
ادا کرتا ہوں۔ ہم نے بھی طیان کی تلاش کے لئے کچھ مخبر روانہ کر رکھے ہیں۔ اور مجھے
پہلے کہ وہ طیان کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ
سالار کہنے لگا۔

سلطان محترم! آج سے میں بھی طیان کے لئے حرکت میں آ رہا ہوں۔ اور مجھے
پہلے کہ میں بہت جلد طیان کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ اور اسے ہم منگولوں سے ضرور
لاؤں گے۔

اس گفتگو کے بعد وہاں سے روانگی کا اہتمام کیا گیا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار
نے جنہوں کے کنارے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب کہ سلطان جلال
دین اور اورخان اپنے لشکر کے ساتھ مظفر الدین کے پاس قیام کرنے کے لئے ارتیل
کو پہنچ کر کوچ کر گئے۔



اچھے کرے۔ اس میں تم جانتی ہو، ہم میں سے کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ اس پر ابھریں۔

خان کے بیٹے! اگر مذہب کا مسئلہ ہر شخص کا انفرادی ہے تو پھر مجھے اصفہان میں اٹھایا گیا۔ کیوں اس محترم ہستی کو قتل کیا گیا جس کا نام نظام الدین تھا۔ اور میں اپنے باپ کا درجہ دے چکی تھی۔ چغتائی کہنے لگا۔ طیان میری بیٹی۔ تمہیں سے اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ تم اور خاں سے شادی کرنے کی راہ ہو۔ جبکہ اور خاں منگولوں کا بدترین دشمن ہے اور مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ اس کی مواقع پر منگولوں پر انتہائی ہولناک شب خون مارے۔ اس کے علاوہ جی نویان نے دوسرے مغل سرداروں کو قتل کرنے میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔ لہذا ایک لڑکی کی حیثیت سے تمہیں کسی بھی صورت یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ تم اپنے شخص سے شادی کرو جو منگولوں کا قاتل رہا ہو۔

اس پر طیان فوراً بولی۔ اس نظام الدین کا کیا جرم تھا جسے میں اپنا باپ سمجھتی ہوں اسے قتل کر دیا گیا۔ چغتائی کہنے لگا۔ جو لشکری تمہیں اصفہان سے اٹھا کر لائے ہیں ان سے دریافت کر چکا ہوں۔ چونکہ نظام الدین نے تمہیں وہاں سے نکالنے کی نکل سپاہیوں سے مزاحمت کی تھی۔ لہذا منگولوں کے سلسلے میں کسی کی مزاحمت برداشت خیال کی جاتی ہے۔ اس لئے نظام الدین کو قتل کر دیا گیا۔ نظام الدین کرنے میں وہ سپاہی حق بجانب تھے جو تمہیں اٹھا کر لائے۔ اس لئے کہ نظام کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ تمہیں روکنے کے لئے وہ منگولوں کی راہ روکتا۔

طیان میری بیٹی! یہ بات طے شدہ ہے کہ اب نہ تو اور خان کے پاس جائے گی اس سے تیری شادی ہوگی۔ میں آج ہی دو قاصد اپنے مرکزی شہر قراقرم روانہ ہوں۔ قاصد تمہارے باپ سوہدائی سے ملیں گے۔ اسے ساری صورتحال سے بتا دیں گے۔ میں یہ بھی تجویز پیش کر رہا ہوں کہ تمہاری شادی اپنے لشکروں کے لار چارمغان کے ساتھ کر دی جائے۔ اس لئے کہ چارمغان مجھ پر انکشاف کر کے وہ ایک عرصے سے تمہیں چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ پہلے وہ اس لئے خاموش تمہاری نسبت جی نویان کے بھائی ادنان سے طے تھی۔ اور جب ادنان کو اسی

طیان کو اصفہان سے نکالنے کے بعد منگول سرحد کی طرف لے گئے تھے۔ سرحد کے نواح میں چنگیز خان کے بیٹے چغتائی نے اپنے لشکر کے بڑے حصے کے قیام کر رکھا تھا۔ لشکر میں چغتائی کا امیر الامراء قرقار برلاس اور سپہ سالار اعلیٰ چارمغان بھی شامل تھے۔ جب کہ کئی دیگر چھوٹے چھوٹے لشکر منگول سرداروں کی سرکردگی چغتائی نے مسلمانوں کے چھوٹے شہروں اور قصبوں کی لوٹ مار کرنے کے لئے ادھر پھیلا رکھے تھے۔

اس لشکر میں لے جا کر طیان کو چغتائی کے سامنے پیش کیا گیا۔ چغتائی تھوڑی دیر تک بڑی شفقت سے بڑے پیار سے طیان کی طرف دیکھا پھر اس نے سامنے ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طیان کو بیٹھنے کو کہا۔ طیان چپ وہاں بیٹھ گئی۔ اس پر چغتائی کہنے لگا۔

طیان! تمہارے باپ سوہدائی کا جو میرے باپ کے ہاں وقار اور عزت ہے اسے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اس لئے کہ میرا باپ اور منگولوں کا خان اعظم اپنے سب سے زیادہ اہمیت تمہارے باپ کو ہی دیتا ہے۔ سوہدائی کی بیٹی کی حیثیت میری بھی بیٹی ہو۔ مجھے خبر ہوئی ہے کہ تم اسلام قبول کر چکی ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟ طیان فوراً بولی۔

خان کے بیٹے! میں نے جو نیا دین اختیار کیا ہے اس میں جھوٹ بولنا ہر گناہ ہے۔ لہذا میں سچ کہوں گی اور سچ یہی ہے کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ یہاں کا یہ جواب سن کر چغتائی کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ لگا۔ بیٹی تیرا سچائی پر مبنی جواب سن کر میں بے حد خوش ہوا ہوں۔ تیرا اسلام قبول کوئی جرم نہیں ہے۔ اس لئے کہ مذہب کا مسئلہ ہر انسان کا انفرادی ہے۔ وہ جیسا

سلطان کا مقابلہ کرنے لگے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مراغہ پر سلطان نے تیز و تند شروع کر دیئے۔ جلد ہی اہل مراغہ سلطان کے حملوں کی تاب نہ لا سکے۔ ہمت ہار گئی۔ آخر انہوں نے شہر کے دروازے اس خیال سے کھول دیئے کہ ان سے شریفانہ کیا جائے گا۔ سلطان مراغہ شہر میں داخل ہوئے اور جس قدر باغی شہر میں محصور ان سب کا انہوں نے قلع قمع کر دیا۔

مراغہ کی فتح کے بعد سلطان نے اپنی اگلی منزل آذربائیجان منتخب کی۔ آذربائیجان لوگ چونکہ اہل مراغہ کی حالت زار کے بارے میں سن چکے تھے اس لئے انہوں نے ہتھیار اسی میں دیکھی کہ سلطان کو بخندہ پیشانی خوش آمدید کہہ کر اپنا مال و اور عزت و ناموس بچالیں۔

آذربائیجان پر حملہ آور ہونے سے پہلے سلطان نے اپنے کچھ قاصد شام کے طرف بھجوائے تاکہ انہیں اطلاع دی جائے کہ سلطان آذربائیجان پر حملہ کرنے کی ابتدا کرنے والے ہیں۔ نیز شام کے مسلمان حکمرانوں کو یہ بھی اطلاع دی کہ آذربائیجان کے بعد سلطان گرجستان پر حملہ آور ہوں گے۔

غالباً ایسا کرنے سے سلطان کا مقصد یہ تھا کہ آس پاس کے مسلمان حکمرانوں کو جانے کہ انہیں سلطان جلال الدین سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سلطان جلال الدین کے باپ علاؤ الدین کے زمانہ اقتدار میں قرب و جوار کے حکمرانوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا اس لئے لوگ جلال الدین سے بھی سخت اور خوفزدہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس سارے ابتلا کے دوران کسی بھی نے منگولوں کے خلاف اس خاندان سے ہمدردی نہیں کی تھی۔ تاہم سلطان نے بڑی تیزی کے ساتھ آس پاس کے حکمرانوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کا یا تھا۔

پہلے کام کی ابتدا کرتے ہوئے سلطان نے سب سے پہلے تہریز شہر کی طرف توجہ دے کر حکمران اوزبک پہلوان کو سلطان جلال الدین نے ایک قاصد بھجوایا اور التماس کی کہ جس طرح منگولوں کے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے سے علاقوں میں مسلمانوں کی ایک مضبوط اور مستحکم حکومت تھی ایسی ہی حکومت

اور خان نے قتل کر دیا جس سے تم شادی کی خواہاں ہو تو تمہارے ساتھ چار منگول محبت اور چاہت نمایاں ہو گئی۔ اب اس نے اپنی چاہت اور محبت کا اظہار مجھ سے دیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمہاری شادی اس سے کر دی جائے۔ یہ سن کر طیان نے بولی۔ آپ لوگ میری رضا مندی اور مرضی جانے بغیر ہی ایسا کر دیں گے تو چہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

میں جو دو قاصد تمہارے باپ سوہدائی کی طرف روانہ کر رہا ہوں وہ چار کے سلسلے میں بھی اس سے بات کریں گے۔ اگر تمہارے باپ سوہدائی نے اس بات کی اجازت دے دی تو تمہاری شادی چار منگول سے کر دی جائے گی۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت اس شادی کو نہ روک سکے گی۔ طیان میری بیٹی! اب تو جا اور اپنے خیمے میں آ کر۔ اور اس وقت کا انتظار کر جب قاصد تمہارے باپ سے مل کر اس کا فیصلہ آئیں گے۔ طیان بے چاری چغتائی کی اس گفتگو سے اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ وہ انھی اور گردن جھکاتی ہوئی چغتائی کے خیمے سے نکل گئی۔



سلطان جلال الدین اور اورخان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ چند یوم ارتیل کے شہر میں قیام کیا۔ اس قیام کے دوران میں جہاں حاکم ارتیل مظفر الدین سلطان کے سامنے بہترین فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کیا وہاں اس نے سلطان اس کے رفیق کار اور خان اور اس کے لشکریوں کی بہترین مہمانداری بھی کی۔

ارتیل میں چند روز قیام کرنے کے بعد سلطان نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ مراغہ شہر پر حملہ آور ہوا۔ کچھ دنوں تک وہ اہل شہر کے مقابلہ میں سلطان برابر اہل مراغہ کو پیغام بھجواتے رہے کہ میرا اہل مراغہ سے کوئی بھڑاؤ عداوت نہیں ہے کیونکہ میں سارے اسلامی شہروں اور قصبوں کو منگولوں کے خلاف متحدہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ منگول اگر پھر دریائے جہوں کو پار کر کے مسلم علاقوں پر قتل و غارت کا کھیل شروع کرنا چاہیں تو انہیں روکا جاسکے۔

سلطان کی ان باتوں کا اہل مراغہ نے خاطر خواہ جواب نہ دیا اور وہ قلعہ بند

۷ ربار میں فتی نکاح کا دعویٰ کر کے اپنے حق میں فیصلہ کرایا۔

اس کے علاوہ تیمرز کی ملکہ سلطان جلال الدین کی جوانمردی، ان کی جرات، ان کی ہمت اور ان کے حالات سے بڑی متاثر تھی۔ وہ دل و جان سے سلطان کو پسند کرتی تھی۔ لہذا اس نے سلطان جلال الدین کے پاس پیغام بھجوایا کہ اگر سلطان اسے اپنے دم میں شامل کر لیں تو یہ ملکہ کی خوش قسمتی اور اس کے لئے باعث عزت ہو گا۔ چنانچہ سلطان جلال الدین نے ملکہ کی اس التجا کو قبول کر لیا اور ملکہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔

جب اوزبک پہلوان کو بیوی کی اس بے وفائی کا علم ہوا تو اسے ایسا دھچکا لگا کہ نہایت اضطراب سے اسی دن فوت ہو گیا۔ اس طرح بیوی کے علاوہ اپنی مختصر سی قلمرو بھی سلطان کے حوالے کرنا چلا گیا تھا۔ بہر حال تیمرز پر سلطان کا قبضہ ہو گیا اور چونکہ تیمرز کی ملکہ سلطان کے حرم میں داخل ہو چکی تھی لہذا سلطان نے اپنی طرف سے ایک مختص نظام الدین کو تیمرز کا حاکم مقرر کیا اور خود ملکہ کے پاس خوی شہر چلا گیا۔ اپنے سارے لشکر کو بھی اور خان سمیت سلطان خوی شہر ہی کی طرف لے گیا تھا۔

تیمرز پر قبضہ کرنے کے بعد جہاں سلطان کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوا وہاں اس کے لشکر کی تعداد بھی خاصی بڑھ گئی تھی۔ تیمرز جیسے بڑے اور عظیم شہر پر قبضہ کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ سلطان کو یہ دن بڑی صعوبتوں کے ساتھ دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ اس لئے قرب و جوار کے حاکم اور سلاطین، سلطان کی اس فتح کو اپنی بقا کے لئے خطرہ سمجھنے لگے۔ مگر جتھان کے حکمران بھی چونکہ تیمرز کے ہمسائے میں واقع تھے لہذا وہ بھی جلال الدین کو اپنے لئے خطرہ خیال کرنے لگے۔ وہ جانتے تھے کہ جو سلوک تیمرز نے سلطان جلال الدین کے باپ علاؤ الدین نے ہمسایہ حکمرانوں کے ساتھ روا رکھا تھا اگر جلال الدین کو بھی موقع مل گیا تو تاریخ یقیناً اپنے آپ کو دہرائے گی۔

لہذا مقابلہ بدتر حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس لئے مگر جتھان کے حکمران نے طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے سلطان کو اپنے نزدیک کے کسی بھی علاقے میں ٹھہرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ چنانچہ مگر جتھان کی ملکہ نے بڑی تیزی سے ایک عظیم لشکر تیار کر شروع کر دیا کہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو کر اسے کسی دوسری طرف

پھر قائم کر کے منگولوں کا مقابلہ کیا جائے جو ابھی تک مسلمانوں کے قتل اور غارتگری باعث بنے ہوئے تھے۔ تیمرز کے حاکم اوزبک پہلوان نے سلطان جلال الدین کی اس التجا کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ سلطان کے پاس نہ تو کوئی بڑا لشکر تھا اور نہ ہی اس کے پیچھے کوئی ایسی حکومت تھی جو بوقت ضرورت اس کی مدد سکے۔ لہذا اوزبک پہلوان نے سلطان جلال الدین کی کسی بھی تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

اوزبک پہلوان کا نفرت میں ڈوبا ہوا یہ جواب سن کر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ تیمرز کی طرف رخ کیا۔ تیمرز کے حاکم اوزبک پہلوان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ تیمرز کا رخ کر رہے ہیں تو وہ بے خوفزدہ ہوا کہ تیمرز سے اس نے بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی نے اسے لگا سمجھایا کہ تیمرز سے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تم سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے رویے کی معافی مانگو اور آئندہ کے لئے سلطان کا فرمانبردار اور مطیع بن کر رہنے کا عہد کرو تو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ لیکن اوزبک پہلوان بے بدحواس اور خوفزدہ ہوا کہ اپنی بیوی کو تیمرز میں ہی چھوڑ کر خود گنجا شر کی طرف بھاگ گیا۔

اوزبک پہلوان کی بیوی طفول سلجوق کی بیٹی تھی۔ اور اس کے تعلقات اپنے خاوند اوزبک پہلوان سے ہمیشہ کشیدہ ہی رہے تھے۔ دوسری طرف تیمرز شر کے لوگ بھی اوزبک پہلوان سے قطعی ناخوش تھے۔ جب انہیں خبر ہوئی کہ ان کا حکمران اوزبک سلطان جلال الدین کی آمد کا سن کر تیمرز سے فرار ہو گیا ہے تو تیمرز شر کے کچھ لوگ خود سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلطان کو شہر پر قبضہ کرنے کی دعوت دی۔

سلطان جلال الدین کو جب علم ہوا کہ اوزبک اپنی بیوی چھوڑ کر خود گنجا شر کی طرف بھاگ گیا ہے تو اس نے ملکہ کو عزت و احترام کے ساتھ خوی کے مقام پر بھیج دیا اور خوی شہر تیمرز کی اس ملکہ کو جاگیر کے طور پر عطا کر دیا۔ چونکہ ملکہ اپنے خاوند سے مانسی میں ہمیشہ ناخوش رہی تھی اس لئے اس نے تیمرز کے قاضی القضاۃ غزی الدین

بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔

لہٰذا جلد ہی اپنے لشکر کے ساتھ بلندی پر قائم کردہ اپنے مورچوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ دوسری طرف سلطان بھی غیر معینہ مدت کے لئے وہاں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس نے تہیز نیا نیا فتح کیا تھا اور اسے خطرہ کہ اس کی غیر حاضری میں کہیں تہیز میں بغاوت ہی کھڑی نہ ہو جائے۔

دونوں لشکر فراز و پستی پر ابھی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے کہ پانچ سالار بھی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر میں آ شامل ہوا اور اس نے سلطان کو بڑی تقویت ہوئی۔ پھر ایک روز صبح ہی صبح سلطان نے خان اور پاسبانوں کے سالار کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ جب وہ دونوں سلطان کے میں داخل ہوئے تو سلطان نے ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تو سلطان نے پہلے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی! تم عین وقت پر آئے ہو۔ قسم خداوند کی کہ میں تمہاری کمی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ میں دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ کاش پاسبانوں کا سپہ سالار اس موقع پر ہمارے ساتھ ہوتا۔ اس لئے کہ عام لوگوں کی نگاہوں میں یہ گرجی بھگت بڑے لڑاکا اور بڑے خونخوار خیال کئے جاتے ہیں اور یہ ماضی میں بھی ان کے لئے بڑی اذیت اور بڑی تباہی اور بربادی کا باعث بنے رہے ہیں۔ اس علاوہ ان گرجستانیوں کے لشکر کی تعداد بھی ہم سے خاصی بڑی ہے۔ پاسبانوں کے سالار میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم ہماری مدد کو پہنچے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار۔

سلطان محترم! آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اپنی قوم، ملت کی خدمت کرنا تو میرے لئے باعث سعادت ہے۔ بلکہ میں یوں خیال کروں گا کہ میں خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگ مجھے اس جہاد میں شامل ہونے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔

جواب میں سلطان جلال الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار! میں اور خان، دونوں ہی تیری عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنا سب کچھ دین و ملت کی بہتری اور حفاظت کے لئے

جن دونوں سلطان جلال الدین نے تہیز کو فتح کیا تھا ان دونوں گرجستان کے علاقے پر ایک عیسائی قبیلہ حکمران تھا۔ جسے گرجی کہتے تھے۔ اور جو آرمینیا کے عیسائیوں کی ایک شاخ تھا۔ گرجستان کی ریاست کوستان تھوار کے اندر آذربائیجان کے شمال میں واقع تھی اور جس کا صدر مقام تفلیس شہر تھا۔ یہ علاقہ اپنی بڑی اور بتے چشموں کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس گرجی قبیلے نے طفول سلجوقی سے تفلیس اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ چھین لیا اور اپنے قدم ان علاقوں میں جما لئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اپنی سلطنت کو دور دور تک پھیلایا یہاں تک کہ ان کی طاقت اور قوت اس قدر بڑھی کہ آرمینیا، شروان اور کچھ دیگر علاقوں تک کے حکمران ان کے ہاجکزاووں میں شمار ہونے لگے تھے۔

گرجستان کے حکمرانوں نے سلطان جلال الدین کو اپنے قریب کے علاقوں سے مار بھگانے کے لئے ساٹھ ہزار کا ایک بہترین مسلح اور عمدہ قسم کے ہتھیاروں سے لیس ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار انہوں نے ایک ایسے جرنیل کو بنایا جس نے اپنی زندگی میں کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ اس جرنیل کا نام شلوہ تھا۔ یہ شلوہ اپنے ساٹھ ہزار کے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ اور سلطان کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان کے مخبر بھی گرجستانیوں کے سپہ سالار شلوہ کی پیش قدمی سے متعلق اسے آگاہ کر چکے تھے۔ لہٰذا سلطان جلال الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھا تاکہ گرجستانیوں کی پیش قدمی کو روک دے۔ سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی شلوہ ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریائے ارس کے کنارے ایک بلند کوستانی سلسلے کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا تھا۔

سلطان جب دریائے ارس کے کنارے پہنچا تو شلوہ پہلے اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ لہٰذا سلطان کو اپنے لشکر کے ساتھ نشیب میں پڑاؤ کرنا پڑا۔ گرجیوں نے چونکہ کوستانی سلسلے کے اوپر مورچے سنبھال رکھے تھے۔ سلطان نشیب میں تھا لہٰذا ایسی صورت میں گرجی یقیناً "سلطان جلال الدین اور اس کے لشکریوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ رک کر نشیب میں ہی انتظار کرنے

یہ کہنے کے بعد اور خان جب خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کا سالار دونوں ہی اسے تحسین آمیز انداز میں دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر پاسبانوں کا سالار اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے بولنے سے سلطان جلال الدین نے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور خان! تمہاری تجویز بہترین اور انتہائی عمدہ ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم یقیناً جتھانوں کو ناقابل حلائی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم ان کے لشکر کی بڑی روک تھام اپنے سامنے پیچ اور پست کر کے رکھ سکتے ہیں۔ دیکھو میرے دونوں بھائیو! یہ معاملہ طے شدہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک ہم گرجتھانیوں سے جنگ کی کریں گے اور جنگ کرنے کا طریقہ کار یہی ہو گا جو ابھی اور خان نے بیان کیا۔ یہاں تک کہ بعد سلطان جلال الدین تھوڑی دیر تک رکے پھر وہ پاسبانوں کا سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

میرے عزیز! شاید تمہیں خبر ہوگی کہ میں نے اور اور خان دونوں مل کر تہمیز شہر فتح کر لیا ہے اور اب وہ ہمارے قبضے میں ہے۔ تہمیز شہر کا حاکم اوزبک پہلوان گنجابا طرف بھاگا تھا جب کہ اس کی بیوی یعنی تہمیز کی ملکہ نے مجھ سے التماس کی تھی میں اسے اپنے حرم میں داخل کر لوں لہذا میں نے اس کی تجویز کو منظور کیا اور وہ میرے حرم میں شامل ہے۔ دوسری بات میں تم سے یہ کہوں گا کہ اب چونکہ اور اور خان کی حالت پہلے کی نسبت کافی بہتر ہو گئی ہے لہذا ہم نے اپنا ایک وزیر مقرر کیا ہے جس کا نام شرف الملک ہے اور ایک کاتب بھی رکھا ہے جس کا نام احمد ہے۔ اور یہ ابن احمد انشا پر دوازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ میرے بھائیو! میں اللہ کر اپنی طے شدہ تدبیر کے مطابق گرجتھانیوں کے خلاف حرکت میں آ رہا ہوں اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے سلطان جلال الدین کی اس تجویز اتفاق کیا پھر وہ خیمے سے باہر آئے اپنے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے وہ جتھانیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نیشب سے بلندیوں کی طرف چڑھنا شروع ہوئے۔

داؤ پر لگا رکھا ہے۔ تم اور تمہارے ساتھی یقیناً قابل ستائش ہیں۔ دیکھو میرے دونوں بھائیو! میں نے تمہیں اس لئے طلب کیا ہے کہ تم دیکھتے ہو گرجتھانیوں کا سالار شلوہ اپنے لشکر کے ساتھ کوستانی سلسلے کے اوپر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ جبکہ ہم نیشب میں ہیں اور جنگ جاری ہوتی ہے تو بلندی پر ہونے کی وجہ سے گرجتھانی ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس پر اور خان بولا۔ سلطان محترم! میرے پاس ایک تجربہ ہے۔ اگر آپ کو پسند ہو تو اس پر عمل کر کے دیکھ لیجئے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار یہ کہہ کئے لگا کہ اور خان جلدی سے تجویز بتاؤ۔ یہ سن کر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ سلطان محترم! میرے خیال میں ہمیں آج ہی گرجتھانیوں کے خلاف جنگ ابتدا کر دینی چاہئے اور ہمیں ان پر حملہ آور ہونے کے لئے کوستانی سلسلے پر چڑھنا چاہئے۔ میرے خیال میں جب ہم کوستانی سلسلے پر چڑھنا شروع کریں گے تو گرجتھانی نیچے اترنا شروع کر دیں گے تاکہ نیچے اترتے ہوئے وہ ہم پر دباؤ ڈالیں اور ہم شکست سے دوچار کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ وہ اوپر رہ کر ہمارا انتظار نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان کے مصیبت کا باعث بن جائیں گے۔

سلطان محترم! جب ہم کوستانی سلسلے کے اوپر چڑھ رہے ہوں گے اور گرجتھانی نیچے اتر رہے ہوں گے اور جب دونوں لشکروں کی اگلی صفیں آپس میں ٹکرائیں گی تو تھوڑی دیر تک ہمیں گرجتھانیوں کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے اس بعد ہمیں ایک دم پسپا ہونا چاہئے۔ گرجتھانی یہ خیال کریں گے کہ ہم شکست اٹھا رہے ہیں۔ اس طرح وہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے کوستانی سلسلے سے میدان میں آن پہنچیں گے۔ اس طرح ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ کوستانی سلسلے میں جتھانی کے ساتھ ہی ہمارے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم ہو جانا چاہئے۔ سامنے کی طرف سلطان محترم آپ خود ضرب لگائیں گے۔ دائیں طرف سے میں اور بائیں طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار گرجتھانیوں پر حملہ آور ہو گا۔ اور مجھے امید ہے کہ گرجتھانیوں کے لشکر کی تعداد ہماری نسبت بہت زیادہ ہے پھر بھی ہم انہیں اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

گر جتھانیوں کے سپہ سالار شلوہ نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین آف جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے خثیب سے کوستانی بلندیوں کی طرف چڑھنا شروع ہوئے ہیں تو اسے شلوہ نے سلطان جلال الدین کی حماقت اور غلطی پر تعبیر کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ جب وہ ادنچائی کی طرف سے خثیب سمت حملہ آور ہو گا تو سلطان جلال الدین کا لشکر دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے صورت میں پسپا ہونے پر مجبور ہو جائے گا۔

بہر حال سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے چڑھائی چڑھتا ہوا اپنی گر جتھانیوں کا سپہ سالار تاک میں رہا۔ جب سلطان کوستانی سلسلوں کی آوی زائد بلندیوں کو چڑھتے ہوئے اوپر آئے تب شلوہ اپنے لشکر کے ساتھ انڈول سمندر اور کائنات کی نبضیں لرزا دینے والی نفرتوں کی اداس رت کی طرح حرکت آیا اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے زندگی کی بے کراں مسافتوں میں درد کے قہر اور صدیوں کے زنگ آلود صحرا میں شب کے اندھیروں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر نزول کر دیا تھا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین، اورخان، پاسبانوں کا سپہ سالار اور ان لشکری پہلے سے طے شدہ تدبیر کے مطابق اپنا اپنا کام سرانجام دے رہے تھے۔ شلوہ اپنے گر جتھانیوں کے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تو اس کے لشکر کی اگلی صفوں نے تھوڑی دیر تک اس حملے کو روکا اور اپنے آپ کو دفاع محدود رکھا۔ پھر سلطان کا اشارہ ملنے ہی اس کا لشکر اٹھے پاؤں پسا ہونا شروع ہوا۔ گر جتھانیوں نے دیکھا کہ ان کے اندازوں کے مطابق سلطان جلال الدین اختیار کر رہا ہے تو انہوں نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی۔ جب کہ اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر رہا تھا اسی تیزی سے سلطان اپنے لشکر کو لے آتے چلے گئے تھے یہاں تک کہ میدان میں اتر کر سلطان اپنے لشکر کو کھلے اور میدانوں میں اپنے پڑاؤ کے قریب لے گئے۔

ایسا ہونا تھا کہ ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اورخان اور پاسبانوں کا اپنے اپنے لشکر کو لے کر گر جتھانیوں کے دائیں اور بائیں طرف پھیل چکے تھے۔

سامنے سلطان اپنے لشکر کے ساتھ تھا۔ پھر سلطان اور اس کے سالاروں نے ردائی کی ابتدا کی تھی۔

سب سے پہلے ابتدا سلطان نے کی۔ سلطان ملوکیت عنکن جیسے بارود گر کی طرح رہا اور نفرتوں کو حسن مظہر، ناچیز ذروں کو درہمیں میں تبدیل کر دینے والے بن گیا۔ اور انسانیت کے ماحاصل جذبہ بحکیل جاں بن کر گھس جانے والے طرح سامنے کی طرف سے شلوہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان کے حملہ آور ہونے کے بعد اورخان حرکت میں آیا اور وہ دائیں جانب ام کے زنگار کھڑے کر جانے والے صورت گر تمثیل انسانیت میں کردار کی کر دینے والے گہرے مراقبے اور حصول رضائے رب کا ذریعہ بننے والے کی تمنا بن کر گر جتھانیوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جب کہ تیسری سمت سے پاسبانوں کا لار کردار کی رگوں میں فیضان عالم، شوق ادراک، عقل کی معراج اور تقدیر کے طرح گھس جانے والے کارکنان قضا و قدر کی طرح گر جتھانیوں پر نزول کر چکا تھا۔

گر جتھانیوں کا سپہ سالار شلوہ جو تھوڑی دیر پہلے بلندیوں سے اتر کر خثیب میں اپنا حملہ آور ہوتے ہوئے بڑا خوش، بڑا مطمئن تھا اور یہ امید لگائے ہوئے تھا بلندیوں سے سلطان کو پسپا کرتے ہوئے خثیب میں لے جائے گا اور اپنی فتح کو اٹے گا اب وہ چپچھتا رہا تھا کہ وہ کیوں کوستانی سلسلے سے اتر کر میدانوں میں ہوا۔ اس لئے کہ اب سامنے کی طرف سے سلطان، دائیں جانب سے اورخان اور بائیں جانب سے پاسبانوں کے سپہ سالار نے اس کے لشکر پر حملہ آور ہو کر اس کے اگلی صفوں کو مکمل طور پر اوھڑنا شروع کر دیا تھا۔ گو شلوہ کا لشکر تعداد میں کے مجموعی لشکر سے کہیں زیادہ تھا پھر بھی شلوہ اپنے لئے رونما ہونے والے حالات کا پہلے ہی اندازہ کر چکا تھا۔

کھلے میدانوں میں تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد شلوہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میدانوں میں سلطان اور اس کے سپہ سالاروں کا مقابلہ کرنا اس کے بس کا روگ ہے۔ اس لئے کہ اس کے لشکر کی اگلی صفیں آدھی کے قریب ختم ہو چکی تھیں۔

تھیں۔ اور باقی بچنے والے پھیلی صفوں کی طرف ہٹے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شلوہ کے لشکر کے وسطی حصے کی حالت بھی ٹوٹنے آگینوں، دوسرے سفینوں اور ہی مقدر اور اپنے ہی حصار ذات سے جنگ کرتے شکست و ریخت کے جھگڑا ہو کر رہ گئی تھی۔

شلوہ نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین کا لشکر تین اطراف سے اس لشکر کو گھیر کر اس کا مکمل طور پر قتل عام شروع کر چکا ہے تب وہ بڑا پریشان اور خائف ہوا۔ اسی پریشانی اور فکر مندی میں اس نے اپنے لشکر کو پسا ہونے کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم ملنا تھا کہ گر جتھانی اپنے پیچھے کوستانی سلسلے میں بھاگے اور اس عمل شلوہ سب سے آگے تھا۔ یہ بڑا نازک موقع تھا۔ جو گر جتھانیوں پر وارد ہوا اس کہ جو نہی گر جتھانی بھاگے سلطان، اور خان، پاسبانوں کے سپہ سالار نے پوری سے ان کا پیچھا کیا اور انہیں کاٹنا مارنا شروع کر دیا۔ یہ عمل تو کوستانی سلسلوں کی تک جاری رہا۔

یہاں تک کہ گر جتھانی لشکر اپنے پڑاؤ کو سلطان کے لشکر کے رحم و کرم چھوڑتا ہوا کوستانی سلسلے کی دوسری سمت اترنا شروع ہو گیا تھا۔ سلطان اور خان پاسبانوں کے سپہ سالار نے یہ تعاقب جاری رکھا۔ اس تعاقب میں گر جتھانیوں سپہ سالار شلوہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا تھا۔ جس سے شلوہ بے چارہ جو بھاگنے سب سے آگے آگے تھا۔ زمین پر گر گیا۔ اب وہ سب سے پیچھے رہ گیا تھا جس کا یہ نکلا کہ سلطان کے لشکریوں نے شلوہ کو گرفتار کر لیا۔ باقی بچنے والا گر جتھانی لشکر کوستانی سلسلے کے اندر اپنی جانیں بچانے کے لئے غاروں اور کھنڈروں میں جا کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

تعاقب ترک کر کے سلطان اس جگہ آئے جس جگہ گر جتھانیوں کا پڑاؤ وہاں سلطان، اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تینوں ایک بڑی چٹان پر بیٹھ گئے سلطان نے گر جتھانیوں کے سپہ سالار شلوہ کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم سلطان کے لشکری شلوہ کو پکڑ کر سلطان کے سامنے لائے تو سلطان نے تھوڑی دیر سے پاؤں تک بڑی گہری نگاہ سے اس کا جائزہ لیا۔ سلطان نے اسے مخاطب

شلوہ! قبل اس کے کہ تیری اس بغاوت، تیری اس سرکشی کی میں سزا تجویز دے تو خود ہی بتا دے کہ تو نے جو ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈالی ہے اس کی تجھے پڑاؤی جائے۔ اس پر شلوہ تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سلطان جلال الدین کو مارا بھروسہ آگے بڑھا۔ سلطان جلال الدین کے پاؤں پر گر گیا۔ پھر کھڑا ہوا اور بڑی ڈی اور اکساری سے کہنے لگا۔

سلطان محترم! میری زندگی کا یہ پہلا تجربہ ہے کہ تعداد میں کم ہونے والے لشکر میں ایسی بدترین اور ذلت آمیز شکست اٹھائی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کچھ مسلمانوں کے عزم اور ان کی نیک نیتی کے باعث ہے۔ سلطان محترم! شاید میرے عزم پر یقین نہیں کریں گے۔ آپ کے اس اخلاق اور کردار کو دیکھتے ہیں میں نے اسلام قبول کرنے کا سچا ارادہ کر لیا ہے۔ سلطان شلوہ کے اس اسلام کرنے کے اظہار کے جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ان کے لشکری ایک اور جتھانی کو پکڑ کر لائے اور سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ سلطان نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ یہ کون ہے جسے تم پکڑ لائے ہو۔ اس پر ایک لشکری بولا۔ اے محترم! یہ بھی گر جتھانیوں کا ایک سالار ہے۔ اور اپنا نام ایوانی بتاتا ہے۔ یہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہے۔ اس پر سلطان نے شلوہ کی طرف دیکھتے ہوئے یہ ایوانی نام کا جوان تمہارے لشکر کا سالار ہے۔ اس پر شلوہ نے اثبات میں سر دیا۔ چونکہ شلوہ اور ایوانی دونوں نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کر دیا تھا لہذا انہوں نے ان دونوں کے لئے کوئی سزا تجویز نہ کی۔ اس موقع پر شلوہ نے اظہار تشکر سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم! میں ہرگز اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے مقابل نہ آتا۔ لیکن آپ حکم ہو گا کہ گر جتھانیوں پر حکومت اس وقت ایک عورت کی ہے جس کا نام عورت ہے۔ یہ بڑی ضدی، بڑی ہٹ دھرم اور جنگجو قسم کی عورت ہے۔ یہ اپنے بھائی اور اپنے عسکریوں کو بیکار نہیں بیٹھا دیکھ سکتی۔ چاہتی ہے کہ کہیں نہ کہیں ہمارے کسی محاذ پر اس کے لشکری کسی حاکم، کسی حکمران کے ساتھ مصروف جنگ

رہیں۔ بس اسی بناء پر ہماری ملکہ نے ساٹھ ہزار کا لشکر دے کر آپ سے جنگ کے لئے مجھے روانہ کر دیا۔ میرحال میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں اور تم کے خلاف جنگ کرنے کی مجھ سے اور ایوانی سے جو غلطی ہوئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ سلطان نے شلوہ اور ایوانی دونوں کی معذرت کو قبول کیا اور دونوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔

مگر جستانوں کے اس سارے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے چند دن تک وہیں قیام کئے رکھا۔ اس دوران سلطان کو اطلاع ملی کہ مگر جستانوں کی ملکہ اپنی اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رہی ہے۔ سلطان کو ایک اور نہ ختم ہونے والی جنگ میں مبتلا کر دیا جائے۔ اسی دوران تیزی کی طرف سے ایک قاصد سلطان کے وزیر شرف الملک طرف سے آیا۔ اس قاصد کے ذریعے شرف الملک نے سلطان جلال الدین کو اطلاع دی تھی کہ تیزی میں نظام الدین جسے سلطان نے حاکم تیزی مقرر کیا تھا اب شخص شمس الدین کے ساتھ مل کر سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہا ہے۔ یہ سن کر سلطان بڑے فکر مند ہوئے اس لئے کہ دوسری سمت مگر جستانوں کی ملکہ ایک بھی سلطان جلال الدین کے خلاف ایک اور جنگ کی ابتدا کرنے کے درپے ہے۔ اس تکلیف وہ صورتحال میں سلطان نے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو ان لشکر کے ساتھ وہیں رہنے دیا اور خود وہ اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے تیزی طرف بڑھے تاکہ وہاں اٹھنے والی بغاوت کو فرو کیا جائے۔

سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ تیزی پہنچے تو سلطان کے وزیر شرف الملک سلطان کو نظام الدین اور شمس الدین کے خلاف اتنا بھڑکایا کہ سلطان نے تیزی سمجھے بغیر تحقیق کے حاکم تیزی نظام الدین کو قتل کرا دیا جب کہ شمس الدین نے لاکھ روپے تاوان ڈال کر مراغہ کے حاکم کے پاس روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ زندان میں ڈال دیا جائے۔

حقیقت میں نظام الدین اور شمس الدین نے تیزی میں کوئی بغاوت نہیں کی تھی بلکہ سلطان کے وزیر شرف الملک نے ذاتی رنجش کی بنا پر نظام الدین

اس موقع پر تیزی سے بھی حجاج کا ایک قافلہ حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ جب حج مکہ لوگ حرم کعبہ میں نماز سے فارغ ہوئے تو شمس الدین اٹھا اور قرآن مقدس کا ایک نوحہ ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے مسلمانان عالم میرا نام شمس الدین تیزی ہے۔ میں تیزی کا رہنے والا

ہدی سے جنگ آچکا تھا اور چاہتا تھا کہ انہیں مکمل طور پر اپنے سامنے زیر اور کر کے اپنے حالات اطمینان بخش بنائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہاتھوں کے سابق سپہ سالار شلوہ اور اس کے نائب ایوانی کو سلطان نے اس میں ملاح و مشورہ کرنے کے لئے طلب کیا۔

یہ دونوں اشخاص بظاہر اسلام لائے تھے لیکن دل سے اپنے اہل وطن کے سچے راہ تھے۔ جب سلطان نے ان سے اپنے ارادے کا ذکر کیا تو دونوں بڑے زور و شور سے سلطان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے لیکن خفیہ طور پر ان کے تعلقات اپنی ملکہ قیز کے ساتھ تھے۔ جب شلوہ اور ایوانی کے ملاح و مشورہ سے سلطان نے ہتھان پر حملہ کرنے کی ہم کی تیاری مکمل کر لی تو شلوہ اور ایوانی نے پورے اپنی ملکہ قیز ملک کو اپنے ایک خفیہ قاصد کے ذریعے بتا دیئے۔

گر جتھان کی ملکہ قیز ملک کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے سلطان نے ایک قاصد کو ملکہ کی طرف روانہ کیا۔ اس قاصد کا نام سلطان ملک تھا۔ اس کے بے سلطان جلال الدین نے پیغام بھجوایا کہ ملکہ اگر سلطان جلال الدین کی مطیع اور ہوار بن کر رہے تو اس طرح علاقے میں امن قائم ہو جائے گا اور بے مقصد بڑی سے بھی بچا جائے گا۔

سلطان جلال الدین کا قاصد جس کا نام سلطان ملک تھا جب وہ گر جتھان کے نئی شرفلس کی طرف جاتے ہوئے شرفلس شہر کے نواح میں دریائے کرنی کے کنارے پہنچا تو اسے بہت بڑا حادثہ پیش آیا۔

وہ یوں کہ سلطان ملک جب دریا کے کنارے پہنچا تو دریا کے کنارے ملکہ کا ایک بڑی بچی چل قدمی کر رہا تھا۔ وہ درباری سلطان جلال الدین کے قاصد سلطان کا جاننے والا تھا۔ اس وقت اس نے خوب شراب پی رکھی تھی۔ اور نشے میں تھا۔ جب سلطان ملک اس کے پاس پہنچا تو اسے دیکھتے ہی ملکہ کا وہ درباری سلطان جلال الدین کے قاصد کو بے لفظ سنانے لگا اور بکواس کرنے لگا۔ چونکہ وہ ایک کی مستی میں بدحواس ہو رہا تھا، وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بہر حال اہل فنل بکواس چلا گیا سلطان جلال الدین کے قاصد سے کہنے لگا ہمیں شلوہ اور ایوانی

ہوں۔ آج شہر کی اس عبادت گاہ میں کھڑا ہوں جس سے بڑھ کر اور کوئی قابل اح عبادت گاہ نہیں ہے۔ اور آج کا دن وہ دن ہے جس سے زیادہ متبرک اور کوئی نہیں۔ میرے ہاتھوں میں وہ کتاب ہے جس سے مقدس تر اور کوئی کتاب نہیں۔ آپ سب لوگوں کے سامنے اس عبادت گاہ اور اس کتاب کی قسم کھا کر کہتا ہوں میرے خلاف شرف الملک نے ناپاک سازش تیار کی تھی۔ میں اور مرنے والا ہوں الدین قطعاً کسی سازش میں مبتلا نہیں تھے۔“

تیمریز سے جانے والا حجاج کا قافلہ جب واپس تیمریز آیا تو سالار قافلہ نے واقعات سلطان کے گوش گزار دیئے۔ اس پر سلطان کو اپنی جلد بازی پر بڑی نرا ہوئی۔ اس نے اپنے وزیر شرف الملک کو برا بھلا کہا۔ سلطان نے شمس الدین کو معظم سے بلایا اور اس کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کی تلافی یافت کے طور شمس الدین کو سلطان نے تیمریز کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے وزیر شرف الملک کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہ کی اس لئے کہ سلطان کی ما ابھی مکمل طور پر سنبھلنے نہ پائی تھی۔ اگر سلطان اپنے وزیر شرف الملک کو مزاد اس کے حمایتی یقیناً سلطان کو چھوڑ کر چلے جاتے۔ اور ایسا کرنے سے سلطان عسکری قوت میں خاطر خواہ کمی ہوتی جب کہ ایسے نازک وقت میں سلطان ایسا چاہتے تھے۔ لہذا انہوں نے مصلحت آمیز خاموشی اختیار کر لی تھی۔

سلطان جلال الدین جب تک تیمریز کے حالات درست کرتے رہے اس تک گر جتھان کی ملکہ قیز ملک نے ایک اور بہت بڑا لشکر تیار کر لیا اور اورخان پاسانوں کے سپہ سالار کے ساتھ اس نے جنگ کی طرح ڈال دی تھی۔ جگہ معرکے ہوئے، جس میں اورخان اور پاسانوں کے سپہ سالار نے گر جتھان کی ملکہ کے لشکروں کو شکست دی تاہم قیز ملک بڑی ضدی اور ہٹ دھرم عورت اس نے لشکر پر لشکر تیار کرتے ہوئے اورخان اور پاسانوں کے سپہ سالار کے ایک طرح سے چھاپے مار جنگ کی ابتدا کر دی تھی۔

تیمریز کے حالات درست کرنے کے بعد سلطان پھر گر جتھان میں اورخان پاسانوں کے سپہ سالار کے ساتھ آ ملا۔ سلطان جلال الدین گرجیوں کی روز

کہ اگر ہم نے اس راہ سے پیش قدمی کی تو دشمن کی فوج مزاحمت کرے گی اور ہم
بل مقدم میں ناکام رہ جائیں گے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ نمبرس کے
لئے درہ مارکاب کا راستہ اختیار کیا جائے اگر ہم اس راستے سے لشکر کشی کرتے ہیں
ہیں راستے میں کوئی مزاحمت پیش نہیں آئے گی۔

چونکہ سلطان کو ان لوگوں کی بدنیتی کا علم ہو چکا تھا۔ جب شلوہ کی یہ بات سنی تو
سلطان بے ساختہ ہوا۔ بہر حال سلطان نے صبر کیا اور یہی سوال اس نے ایوانی سے بھی
پوچھا۔ ایوانی نے بھی وہی گفتگو کی جو شلوہ نے کی تھی۔ اس کے بعد سلطان نے ان
اپنے قیدیوں سے صلاح مشورہ کیا۔ ان سب نے بھی شلوہ اور ایوانی کی ہاں میں ہاں
ملائی۔ سلطان کو یہ صورتحال دیکھتے ہوئے انتہائی غصہ آیا لہذا اپنی تلوار انہوں نے بے
ہام کی اور ایک ہی وار میں انہوں نے شلوہ کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اس کے بعد
ہوں نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ایوانی اور باقی چالیس گرجستانی قیدی امراء کی
لوٹیں کاٹ دی جائیں۔

شلوہ، ایوانی اور چالیس گرجستانی امراء کا خاتمہ کرانے کے بعد سلطان پاسبانوں
کے سپہ سالار اور اورخان کو لے کر اپنے خیمے میں آیا۔ خیمے میں داخل ہوتے وقت
سلطان نے خیمے کے باہر پہرہ دینے والے اپنے ایک لشکری کے کان میں کچھ کہا جسے
نے ہی وہ ایک طرف بھاگ کر چلا گیا۔ سلطان، اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ ابھی گفتگو کا آغاز ہونے ہی والا تھا کہ ایک جوان جو
تیس سال کی عمر کے پھیرے میں ہو گا۔ خیمے میں داخل ہوا۔ اس جوان کو
کچھ ہوئے سلطان جلال الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر تک
ان سے دیکھتا رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے اسے اورخان کے قریب
بٹھنے کو کہا جب وہ اورخان کے قریب بیٹھ گیا تو سلطان جلال الدین کہنے لگا۔ 'سنو'
اورخان اور میرے بھائی پاسبانوں کے سپہ سالار! یہ جوان جو ابھی خیمے میں داخل ہوا
ہے اور اورخان کے ساتھ بیٹھا ہے اس کا نام بھی اورخان ہے۔ اسے میں تیرے سے
اپنے ساتھ لایا ہوں۔ اس کی شجاعت، اس کی دلیری سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔
لہذا مجھے سالار کی حیثیت سے میں نے اسے اپنے لشکر میں شامل کیا ہے۔ اور

کی معرفت سلطان کے عزائم کا علم ہو چکا ہے چنانچہ ہم درہ مارکاب میں کثیرالاعداد
لشکر کمین میں بٹھا رکھا ہے۔ سلطان کو ہم شلوہ اور ایوانی کی معرفت اس راستے
آنے کی ترغیب دیں گے اور جب وہ بے خبری کے عالم میں وہاں سے گزرے
گھات میں بیٹھا ہوا ہمارا لشکر سلطان اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہو گا اور ہر
خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔

سلطان جلال الدین کے قاصد نے جب یہ باتیں سنیں تو اس کے کان کو
ہو گئے۔ اسی وقت اس نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور ایک ہی وار میں اس نے
کے اس درباری کی اس نے گردن کاٹ دی پھر جو اس نے اپنے گھوڑے کو اڑا
گرجستان کے مرکزی شہر تفلس کی طرف جانے کی بجائے وہ اس سمت رخ کر
جہاں سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

سلطان کا قاصد لگا تار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا خوشی قسمت
کے وقت سلطانی پڑاؤ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ
قدمی شروع نہ کی تھی۔ چنانچہ اس قاصد نے جو کچھ اس گرجستان کی ماکہ
درباری سے سنا تھا سلطان کے گوش گزار کیا۔ جب سلطان جلال الدین کو
ایوانی کی غداری کا علم ہوا تو غصے میں سلطان لال پٹلا ہو گیا۔ اور تصدیق و
لئے شلوہ اور ایوانی کو مع ان چالیس گرجی امراء کے جو گزشتہ جنگ میں قید
تھے، سلطان نے اپنے سامنے طلب کیا۔

جب شلوہ، ایوانی اور دیگر چالیس گرجستانی قیدی سلطان کے سامنے
گئے تو سلطان نے شلوہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ میں گرجستان پر حملہ آور
ہوں۔ گرجستان کے مرکزی شہر تفلس کی طرف جانے کے لئے دو راستے
نمیرس شہر کی طرف سے جاتا ہے اور دوسرا درہ مارکاب کی طرف سے ہو کر
تم چونکہ گرجستان کے باشندے ہو لہذا بتاؤ کہ گرجستان کے مرکزی شہر
ہونے کے لئے کون سے راستے کا انتخاب کرنا چاہئے۔

شلوہ نے عرض کیا سلطان محترم! نمیرس کے راستے پر ایک مضبوط قلعہ
جس میں گرجیوں نے ہماری تعداد میں فوج متعین کر رکھی ہے اس امر کا

لوہ زمین ہلکت ہوئی۔ اس لشکر کے حصے کو سلطان نے تمہ تیج کر دیا اور اس لشکر
اتہ کرنے کے بعد سلطان نے بڑی تیزی سے پیش قدمی کی اور گرجستان کی ملکہ
بڑے شہروں لوری اور علیا آباد پر چڑھائی کر کے انہیں فتح کر لیا تھا۔
ان دو شہروں کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے اپنے تھکے ہارے لشکر کے آرام
پیش نظر وہیں پڑاؤ کیا اور متواتر دو ماہ تک قیام کئے رہا۔ ربیع الاول کی ابتدائی
ہفت میں ایک روز اپنے چند دستے لے کر سلطان اپنے پڑاؤ کے قریب ہی جنگل میں
کرنے کے لئے گیا۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنے پڑاؤ کی حفاظت
لے چھوڑ گیا تھا۔

گرجستان کی ملکہ قیز ملک کے چھاپہ مار دستوں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔
انہوں نے شکار کرتے ہوئے سلطان کو جنگل میں گھیر لیا اور کوشش کی کہ سلطان
مدا گرفتار کر کے ملکہ کے سامنے پیش کریں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو سلطان کا سر
کراہی ملکہ کو پیش کریں۔

دوسری طرف سلطان کو بھی خبر ہو گئی کہ دشمن نے اسے چاروں طرف سے گھیر
ہے۔ لہذا تنگ آمد جنگ آمد کے مصداق سلطان مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔
گرجستان کی ملکہ قیز ملک کے چھاپہ مار دستوں کی تعداد بہت زیادہ تھی پھر بھی
ناس بے جگری سے لڑا کہ محاصرہ کرنے والے گرجستانیوں کے اس لشکر کے
نہ پاؤں اکھاڑ کر رکھ دیئے تھے۔

اسی اثناء میں گرجستان کی ملکہ قیز ملک کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ اس کے چھاپہ
توں نے سلطان جلال الدین کا جنگل میں گھیراؤ کر لیا ہے لہذا ان چھاپہ مار دستوں
نکے لئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر روانہ کر دیا۔ دوسری طرف اور خان اور
الہ کے سپہ سالار کو بھی ان کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ گرجستان کی
لے لشکر نے جنگل کے اندر سلطان کا محاصرہ کر لیا ہے۔ لہذا اپنے لشکر کو لے کر
ان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی سے جنگل کی طرف بڑھے تھے۔

لوہ گرجیوں کے فوجی دستے بطور امداد اور کمک پہنچ رہے تھے۔ یہاں تک کہ
ملک سلطان کا گھیراؤ کرنے والے گرجستانیوں کی تعداد دس ہزار سے بھی تجاوز کر

آئندہ یہ شخص تم دونوں کے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہے گا۔ چونکہ اب میرا
لشکر میں دو اور خان ہو گئے ہیں لہذا ان میں امتیاز رکھنے کے لئے میں نے اور خان کو
اور خان نیشا پوری کہہ کر پکاروں گا۔ اس لئے کہ یہ نیا اور خان نیشا پوری کا راجہ
والا ہے۔ سلطان کے اس تعارف پر اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے باری
باری اٹھ کر اور خان نیشا پوری سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی نشستوں پر
گئے۔ اس کے بعد سلطان ان تینوں کے ساتھ گرجستان پر حملہ آور ہونے کے لئے
صلاح و مشورہ کرنے لگا۔

صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ چونکہ گرجیوں کو شلوہ اور ایوانی کے علاقہ
اپنے چالیس قیدی امراء کے انجام کا علم نہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ بے خبری
اس لشکر پر چڑھائی کر دی جائے جو درہ مارکاب کے راستے میں گھات لگائے بیٹھا
ہے۔ اور اس لشکر کو مکمل طور پر تھس تھس کر دیا جائے تاکہ گرجستان کی ملکہ
عسکری طاقت میں کسی حد تک کمی آئے۔ چنانچہ یہ صلاح و مشورہ کرنے کے بعد
سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے درہ مارکاب کا راستہ اختیار کرتے ہو۔
گرجستان کے مرکزی شہر تفلس کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

اپنے مخبروں کے ذریعے سلطان کو اس لشکر کے محل وقوع کا بھی علم ہو چکا
جو درہ مارکاب کے راستے میں گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ اس جگہ کے قریب جا
سلطان جلال الدین نے پورے لشکر کو گھوڑوں سے اتار کر پیدل کر لیا تاکہ گھوڑوں
کے ہنسنے، ان کی ٹاپوں کی آوازوں سے گرجستانیوں کی ملکہ قیز ملک کا گھات
بیٹھا ہوا لشکر سلطان کے اس حملے سے باخبر ہو کر سنبھل نہ جائے۔

یہ سارے انتظام کرنے کے بعد سلطان نے چاروں سمت اپنے لشکر کو
آگے بڑھنا شروع کیا اور عین اس وقت جب کہ مشرق کی سمت سے سورج طلوع
رہا تھا۔ سلطان نے گھات میں بیٹھے ہوئے ملکہ قیز ملک کے لشکر کو چاروں طرف
گھیر کر حملہ کر دیا۔ کوہستانی سلسلوں کے اندر گھمسان کا رن پڑا۔ گرجستان کی
بہت بڑا لشکر وہاں گھات میں بیٹھا ہوا تھا لہذا وہ سلطان کے سامنے جم گیا۔ لیکن
نے چاروں طرف سے ایسے ہولناک، جان لیوا حملے کئے کہ گرجستان کی اس ملکہ

آہستہ آہستہ پہا ہوتے ہوئے گرجستھانی لشکر کو سلطان اس جگہ لے آیا جہاں
اوپر کا سپہ سالار گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی گھات سے
گرجستھانیوں پر حملہ آور ہوا اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ سامنے کی طرف
سلطان جلال الدین اور اورخان بھی گرجستھانیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اور انہیں
ملح کاٹنے لگے تھے۔

گرجستھانیوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو ان میں ہڑبونگ مچ گئی اور وہ دوبارہ
میں داخل ہونے کے لئے بھاگے لیکن اس وقت تک سلطان جلال الدین کے لشکر
ان لوگوں کو مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لے لیا تھا اب بچاؤ کی کوئی صورت نہ
ہو سکتی تھی۔ جہاں تک بس چلا لڑتے رہے اور کٹ کر گرتے رہے۔ آخر سب ختم ہو گئے۔
ابھی تک دریائے کندی کے کنارے اس قلعے کی حفاظت کے لئے ٹھہرے
تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لشکر کے بڑے حصے کو سلطان جلال الدین نے
نہایت نیند سلا دیا ہے۔ اور یہ کہ ان کا انجام بھی قریب آگیا ہے۔ تو انہوں نے تمام
نی خزانہ جو اس قلعے میں محفوظ تھا دریا میں پھینک دیا تاکہ سلطان جلال الدین
شہر اور قلعے کو فتح کر لے تو شاہی خزانہ سلطان کے ہاتھ نہ لگے۔

بہر حال سلطان نے اس قلعے کا محاصرہ کر کے بڑے زور سے حملے شروع کئے اور
ایک دن کی لڑائی کے بعد سلطان نے قلعہ کو فتح کر لیا۔ قلعے کے محافظ دستے نے
اپنے محفوظ خزانے کو دریائے کندی میں پھینک دیا تھا۔ اس کے باوجود مال غنیمت کا
بھار اور شمار نہ تھا۔ جو اس قلعے سے سلطان کو حاصل ہوا۔ اس قلعے کی فتح سے
سلطان کی بیل اور عسکری قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ گرجستھان کی ملکہ تیز ملک
جب یہ خبر ملی کہ دریائے کندی کے کنارے قلعے پر سلطان نے قبضہ کر لیا ہے تو وہ
بہت حیران ہوئی تاہم جس قدر اس کے پاس عسکری قوت تھی۔ اسے لے کر وہ اپنے
مشرق فلس سے نکلی اور دریائے کندی کی طرف بڑھی جہاں سلطان جلال الدین
اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سلطان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ گرجستھان کی
تیز ملک ایک جوار لشکر لے کر جنگ کے لئے پیش قدمی کر رہی ہے لہذا ملکہ کی

گئی۔ اور پھر جو ملکہ کے نئے آنے والے لشکریوں کا تانتا بڑھا تو یہ تعداد بڑی تیزی
سے بڑھنے لگی۔ اس وقت تک سلطان کی مدد کے لئے پاسبانوں کا سپہ سالار اور
اورخان بھی پہنچ گئے تھے۔ لہذا ان کی آمد کے باعث سلطان کو بڑی تقویت ملی تھی۔
اب چونکہ سلطان جلال الدین کا پورا لشکر ایک طرح سے اس کے گرد جمع ہو
گیا تھا لہذا اس نے اپنے لشکریوں کی صف بندی کی اور گرجستھان کی ملکہ کے لشکر
بڑے زور دار انداز میں حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر تک گرمی بڑی جانفشانی میں
جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملہ آور ہوتے رہے لیکن جب سلطان جلال الدین نے
جوابی حملے کرتے ہوئے ان کے اکثر ساتھیوں کو کاٹ کر رکھ دیا تو گرجیوں کے قدم اکڑنے
لگے۔

یہاں تک کہ گرجستھانی سلطان جلال الدین کے سامنے سے بھاگ کر
ہوئے۔ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتے ہوئے گرجیوں کا تعاقب شروع کر دیا۔
سلطان کے لشکریوں کے ہاتھوں مارے جانے کے خوف سے ہزاروں گرجستھانی دریا
کندی میں چھلا نکلیں لگا گئے اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

جو لوگ دریا میں نہ کوئے اور سلطان کے آگے بھاگتے رہے وہ دریائے کندی
کے بالکل کنارے ایک قلعہ کے اندر محصور ہو گئے لگتا تھا کہ وہ اظہار اطاعت پر آمنا
نہ تھے۔ انہوں نے قلعے میں محصور ہو کر سلطان جلال الدین سے مقابلہ کرنے کا
کر لیا۔ سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر دریائے کندی کے کنارے اس قلعے
محاصرہ کر لیا۔ قلعہ میں محصور لشکر نے اپنے حواس درست کرنے کے بعد جب اندازہ
لگایا کہ محاصرہ کرنے والے سلطان جلال الدین کے لشکر کی کل تعداد سے ان کے
اس لشکر کی تعداد زیادہ تھی جو قلعے کے اندر محصور تھا۔ اس صورت حال کے
پر قلعہ کے محافظ لشکر کے سپہ سالار نے فائدہ اٹھانے کا عزم کر لیا۔ یہاں تک
اپنے لشکر کے ساتھ وہ قلعہ سے نکلا اور سلطان پر حملہ کر دیا۔ سلطان سوچے
منسوبے کے تحت آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہو گیا۔ ایسا سلطان گرجستھانیوں کا
کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس لئے کہ گرجستھانیوں کا مقابلہ وہ خود اور اورخان
رہے تھے۔ اور پاسبانوں کو انہوں نے اپنی پشت پر ذرا فاصلے پر گھات میں

آمد سے پہلے ہی دریا کے کنارے سے ذرا آگے جا کر سلطان نے اپنے لشکر کو منع کر دیا تھا۔

سلطان جلال الدین کے لشکر کے قریب آ کر جب قیز ملک نے اندازہ لگایا کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی حیثیت اس کے لشکر کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تو اس نے آتے ہی بڑے خونخوارانہ انداز میں سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک سلطان نے اپنے آپ کو دفاع تک ہی محدود رکھا۔ اس کے بعد جب اس نے وقت کا احتساب، جراتوں کا نیر تپاں بن کر کامیابی میں وحشت کی پت جھڑی۔ طیش کے انگاروں کی طرح گرجستھانی لشکر پر نظر کیا تو ملکہ کے لشکر کی حالت سبز پیڑوں کی کٹی شاخوں اور منڈیر میں پھنسے کسی شبنم کی طرح ہونے لگی تھی۔ جلد ہی سلطان نے تین اطراف سے حملے کرتے ہوئے گرجستھانی لشکر کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ اور خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گرجستھانیوں کا قتل عام شروع کر چکا تھا۔ جب کہ بائیں جانب سے اور خان جیسار پاسبانوں کا سپہ سالار بھی کھیل کھیل چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر جب جنگ اور جاری رہی تو گرجستھان کی ملکہ کو بدترین شکست ہوئی۔ میدان میں ہر چیز چھوڑ کر وہ بھاگی اور اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر نہ جانے کدھر رو پوش ہو گئی۔ سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر گرجستھانیوں کے مرکزی شہر قفلس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح سلطان جلال الدین نے گرجستھان کی ملکہ کو شکست دے کر اس کے سارے علاقے کو اپنے مقبوضہ جات میں شامل کر لیا تھا۔

سلطان جلال الدین گرجستھان کے اس تنازعہ سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے دو بدترین خبریں دیں۔ پہلی خبر یہ تھی کہ جنگلوں کا ایک لشکر اپنے جرنیل چارمغان کی سرکردگی میں بڑی تیزی سے سلطان کا رخ کر رہا تھا۔ چونکہ سلطان پر حملہ آور ہو کر یا تو اس کا خاتمہ کر دیں یا اسے ان سرزمینوں سے بھگائیں۔

دوسری بری خبر جو گرجستھانیوں کی فتح کے بعد سلطان کو ملی وہ یہ تھی کہ سلطان کے سر اور سلطان علاؤ الدین کے سابق حاجب براق نے بغاوت کھڑی کر دی تھی

کمان کا حاکم تھا۔ اس نے دیکھا کہ سلطان گرجستھانیوں کے خلاف جنگ میں مصروف ہے۔ اور بہت زیادہ دور ہے تو دوری اور مصروفیت کو وجہ بناتے براق نے نہ صرف یہ کہ سلطان کے خلاف بغاوت کی بلکہ عراق پر اس نے کردی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خفیہ طور پر ایک قاصد چنگیز خان کی طرف بیا۔ اس قاصد کو چنگیز خان کی طرف روانہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک بار پھر انوں میں لشکر کشی کرے اور سلطان جلال الدین کو ان علاقوں سے دوبارہ مار

براق نے چنگیز خان کو یہ بھی کھلوا یا کہ اگر فی الفور جلال الدین کے خلاف کوئی اقدام نہیں کئے تو پھر یہ ایسے سیلاب کی صورت اختیار کر جائے گا جو کسی کے نہ رک سکے گا۔

یہ حالات سلطان جلال الدین کے لئے بڑے پریشان کن تھے۔ اس لئے کہ ان کے دو طرفہ مصیبتیں اور اذیتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ تاہم سلطان جلال الدین اس سلسلہ میں اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ براق کو سیدھا کرنے کے لئے کمان کی طرف کوچ کرے۔ جب کہ متکول سپہ سالار چارمغان کے لشکر کو اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار مل کر روکیں گے۔

فیصلہ ہونے کے بعد سلطان جلال الدین نے بڑی برق رفتاری سے نائے کمان کی طرف کوچ کیا۔ سلطان نے اپنے آگے ایک قاصد کمان کے ناک کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک شاہی خلعت اس قاصد کے ہاتھ براق کے پاس کی تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور کسی قسم کا شک اسے نہ ہو کہ سلطان اس پر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

لیکن جو نبی یہ خلعت براق کے سامنے پیش کیا گیا وہ سلطان کے مقصد کو فوراً اور قبل اس کے کہ سلطان جلال الدین وہاں پہنچے۔ براق قلعہ بند ہو گیا۔ جلال الدین بھی اٹھارہ دن کی مسافت لگاتار طے کرتے ہوئے کمان کے قرب و بچھا گیا۔ اگرچہ اس وقت سلطان جلال الدین کی کمان میں صرف چھوٹا سا

سری بری خبر جو سلطان کو ملی وہ یہ تھی کہ اسماعیلیوں کے امام جلال الدین نے راین کے ساتھ ولیم، قزوین، طبرستان اور خراسان کے مختلف علاقوں پر حملہ کر مسلمانوں کے اندر منگولوں جیسی تباہی اور بربادی پھیلا کر رکھ دی ہے۔ یہ وقت تھی جو ایک طرح سے سلطان جلال الدین کے لئے خطرہ بن کر اٹھی

سری بری خبر جو سلطان کو ملی وہ سلطان کی بیوی کی طرف سے تھی۔ وہی بیوی جو نیز کی ملکہ تھی اور بعد میں اپنی مرضی سے سلطان کے حرم میں داخل ہوئی سلطان کی یہ بیوی سلطان کے مفروف ہونے کی وجہ سے خوی شہر میں ٹھہری ہوئی اس نے خوی شہر سے سلطان کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور سلطان کو پیغام کہ خوی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں کچھ بھولے بھٹکے سپاہیوں نے لاندائین کے ساتھ مل کر تباہی اور بربادی مچا رکھی ہے۔ وہ لوگوں کو لوٹ کر کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک تاجر جو بیس ہزار بکریاں فروخت کرنے میں تیرہ کی طرف جا رہا تھا اسے لوٹ لیا گیا۔

وام ان لوگوں کی چیرا دستیوں سے جاں بلب ہیں اگر آپ نے بروقت خبر نہ لی تو گان علاقہ ترک وطن پر مجبور ہو جائیں گے اور ملک میں الو بولنے لگیں گے۔ یہ خبریں سننے کے بعد سلطان نے کرمان سے کوچ کیا۔ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ سے پہلے وہ کرمان سے یزد، رے، سے ہوتے ہوئے جرجان اور ولیم کے درمیانی کی طرف بڑھے تھے جہاں ان کے مخبروں کے مطابق منگولوں کی راہ روکنے کے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

منگولوں کے پہنچ کر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی پہلے سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے آن ملا تھا۔ جنہوں نے اور جرجان کے درمیانی کو مستانی سلسلہ کے اندر ایک محفوظ جگہ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ ان پڑاؤ میں داخل ہوئے تو اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بڑھ کر سلطان کی استقبال کیا۔ سلطان اپنے گھوڑے سے اترا باری باری اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو وہ گلے لگا کر ملا۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے

ایک لشکر تھا اور لشکر کا باقی حصہ وہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے پاس بھروسہ آیا تھا۔ اس کے باوجود براق کو سلطان جلال الدین کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

براق نے جب دیکھا کہ وہ محصور ہو گیا ہے لیکن سلطان نے اس کا محاصرہ اور جب تک سلطان اس پر قابو نہیں پاتا سلطان محاصرہ اٹھانے والا نہیں ہے۔ قلعہ کا دروازہ کھول کر براق باہر نکلا۔ سلطان جلال الدین کے قدموں میں گرا کر مجبوراً مہر گزرا کر معافی مانگی۔ ہر چند سلطان اس غدار کو معاف کرنے پر آمادہ نہ تھا وہ براق کی گوثالی کے ارادہ سے ہی کالے کوسوں کی مسافت کاٹ کے آیا تھا۔ سلطان براق کو قتل کر کے اپنے دشمنوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ لوگوں کہنے پر سلطان نے بادل خواستہ براق کی معذرت کو قبول کر لیا۔ براق نے بھی آ سلطان کا وفادار اور فرمانبردار رہنے کا عہد کیا۔ دوسرے سلطان کو واپس لوٹنے میں جلدی تھی۔ اس لئے کہ اسے خبر مل چکی تھی کہ منگول، جرنیل چارمغان ایک بر لشکر لے کر مرگستھان کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ تاکہ سلطان کا قلع قمع کیا جائے وقت ضائع کئے بغیر سلطان جلال الدین اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے چاہتا تھا تاکہ وہ تینوں متحد ہو کر منگولوں کا مقابلہ کریں۔ اس مقصد کے تحت جلال الدین نے براق کو معاف کر دیا اور اسے بدستور کرمان کا حاکم رہنے دیا۔

کرمان کے حاکم براق کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کے بعد سلطان قادر تھے کہ کرمان میں ہی انہیں تین بری خبریں ملیں۔ ان کے مختلف قاصد یہ خبر آئے تھے۔ پہلی خبر یہ تھی کہ منگولوں کا لشکر اپنے جرنیل چارمغان کی سر مرو، مشر، نیشاپور سے ہوتا ہوا جرجان اور ولیم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لشکر کے پیچھے پیچھے ایک اور منگولوں کا لشکر بھی اسی راستے پر پیش قدمی کر رہا کہیں گھاٹ میں بیٹھ کر عین جنگ کے دوران کسی مناسب وقت اور جگہ پر کر اپنی فتح کو یقینی بنایا جائے۔

سلطان کو کمان کی مہم کامیابی سے نمٹانے کی مبارکبادی اس کے بعد سلطان ان دنوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھو میرے بھائیو! ان منگولوں کے علاوہ ہمارے لئے کچھ اور مسائل بھی کھڑے ہوئے ہیں۔ اس پر اورخان فوراً بولا۔ ان مسائل سے آپ کا مقصد اگر شہر کے اندر اسماعیلی فداہین کے ساتھ مل کر کچھ لوگوں کی تباہی اور بربادی ہے تو اس کا ہمیں علم ہے۔ ان مسائل سے آپ کا اشارہ اگر اس طرف ہے کہ اسماعیلیں امام جلال الدین نے اپنے آس پاس کے مسلمان علاقوں میں تباہی اور بربادی پھیلا ہے تو سلطان محترم ہمیں اس کا بھی علم ہے۔ ہمیں آپ کا ہی انتظار تھا اور مشورہ یہ ہے کہ سب سے پہلے منگولوں کے ساتھ پٹیا جائے اس کے بعد کسی اور رخ کیا جائے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے پرسکون لہجہ میں کہا اورخان میں دونوں بھائیوں کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن میرے پاس ایک اور خبر ہے۔ اس بار پاسبانوں کا سپہ سالار بولا۔ کیا اس خبر سے مراد آپ کی یہ ہے کہ منگول کا لشکر جو انکے جرنیل چارمغان کی سربراہی میں ہماری طرف بڑھ رہا ہے اس کے پیچھے ایک اور منگول لشکر بھی ادھر کا رخ کر رہا ہے تاکہ وہ گھات میں بیٹھے اور مناسب وقت پر ضرب لگا سکے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے باری باری پاسبانوں سپہ سالار اور اورخان کی طرف تو میٹھی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا سنو میرے بھائی واقعی قابل تعریف ہو۔ میں خوش ہوں کہ تم اپنے آس پاس رونما ہونے والے واقعات کی خبر رکھتے ہو۔ اب مجھے بتاؤ کہ منگولوں سے بچنے کے لئے تم دونوں لائحہ عمل اختیار کیا ہے۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔

سلطان محترم ہم دونوں بھائیوں نے مل کر جو لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ یہ ہے ہمیں سب سے پہلے اپنی پوری قوت کے ساتھ منگولوں کے جرنیل چارمغان کے ٹکراتا ہو گا۔ ان منگولوں کے پیچھے پیچھے آنے والے چھوٹے لشکر کے لئے اپنے کچھ رساں مقرر کئے جانے چاہئیں جو اس لشکر پر کڑی نگاہ رکھیں اور اس کے لحاظ نقل و حرکت کی ہمیں پوری اطلاع کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اس نے چھپ کر آور ہونے کے لئے کون سی جگہ گھات کے طور پر پسند کی ہے۔ لہذا جب وہ

نکل کر عین جنگ کے عروج کے موقع پر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا جس راستے سے آئے گا اس راستے کے دونوں طرف ہم اپنے تیر انداز بٹھادیں گے پیش قدمی کے وقت ان پر ایسی تیر اندازی کریں گے کہ وہ اچانک ہم پر حملہ آور نہ کا خیال تک فراموش کر دیں گے۔ سلطان نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس لائحہ عمل کو پسند کیا اس کے بعد سلطان نے ایک اور فیصلہ کیا اور وہ یہ سلطان نے اسی وقت اورخان نیشاپوری کو چند محافظ دستے دے کر خراسان کے ان دنوں کا حاکم مقرر کیا جو علاقے اسماعیلیوں کے قلعہ الموت کے ساتھ ملتے جلتے تھے۔ اورخان کو حکم دیا کہ وہ وہاں رہ کر لوگوں کے حوصلے بلند کرے اور انہیں یہ یقین دلائے کہ عنقریب سلطان جلال الدین اسماعیلیوں پر ضرب لگانے اور لوگوں کی رہائی کے لئے اس علاقہ کا رخ کرے گا۔ سلطان کا یہ حکم پا کر اورخان نیشاپوری دستوں کے ساتھ فوراً خراسان کے اس علاقہ کی طرف کوچ کر گیا تھا جو عیوں کے قلعہ الموت سے ملحق تھا۔



دو روز بعد منگول سپہ سالار چارمغان اپنے ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کو لے کر جگہ آن خیمہ زن ہوا جہاں سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لشکر رکھا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ سلطان کے مخبروں نے پیچھے پیچھے آنے والے منگولوں کے متعلق بھی یہ اطلاع دی کہ وہ جس جگہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑا کر گئے ہیں اس کے بائیں طرف ایک تنگ درے کے اندر گھات ڈھکایا ہے۔ مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ جس درہ میں منگول گھات میں بیٹھے ہیں اس درے سے نکل کر میدان جنگ کی طرف آنے کے لئے پہلے ایک کھلی پہاڑی وادی میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ پھر ایک اور تنگ درے سے ہو کر میدان جنگ میں آنے کا راستہ ہے۔ سلطان مخبروں کی یہ اطلاع سن کر بے حد خوش ہوا اور اس درہ جس سے نکل کر منگولوں نے میدان جنگ کی طرف آنا تھا۔ اس علاقہ کی طرف کوستانی سلسلہ کے اوپر سلطان نے منگولوں کے اس چھوٹے لشکر سے

نپٹنے کے لئے اپنے بہترین تیر انداز بٹھادیئے تھے۔

یہ درہ جہاں پر سلطان جلال الدین نے اپنے تیر انداز بٹھائے تھے میدان جنگ سے بمشکل تین فرلانگ کے فاصلہ پر ہو گا۔ جنگ کی صورت میں سلطان اس درہ مقرر اپنے تیر اندازوں کو بروقت کمک اور امداد بھی روانہ کر سکتا تھا۔



ایک روز آرام کرنے کے بعد دوسرے روز منگولوں کے سپہ سالار چارمنغان جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کیں تھیں چارمنغان نے جنگ کے لئے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی حصہ چارمنغان نے اپنے پاس رکھا۔ لشکر کا بایاں پہلو منگول سردار قراچہ کی سرکردگی میں گیا جبکہ لشکر کے دائیں حصہ پر دوسرے منگول سردار آق ملک کو کماندار مقرر کیا تھا۔ دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ قلب لشکر سلطان نے اپنی کمانداری میں رہنے دیا لشکر کا دایاں پہلو اور خان اور بایاں پہلو پاسبانوں کے سپہ سالار کی کمانداری میں کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد جنگ کی ابتدا ہوئی۔

جنگ کی ابتداء منگولوں کی طرف سے ہوئی منگول سپہ سالار چارمنغان سارے ضابطہ اخلاق کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے کردار کی پوری خونخواری میں ڈوب کر لہر بانہیں پھیلاتے بھنور ورق ورق پر حقیر لفظوں کی پھیلتی خاردار فسیل اور جڑوں سے الجھتی قدیم خونی سوچوں کی طرح سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو دفاع میں محدود رکھ کر منگولوں کی ہمت اندازہ لگاتا رہا کہ منگول تعداد میں سلطان جلال الدین کے لشکر سے زیادہ تھے لہذا ان کی طاقت اور قوت کا اندازہ کرنے کے بعد ہی سلطان دفاع سے نکل کر جارحیت اختیار چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد جب سلطان نے اندازہ لگایا کہ اس کی طاقت اور قوت کو جنگ کی بھٹی میں دھکیل دینے کے باوجود بھی چارمنغان اپنے فائدہ حاصل نہیں کر سکا اور یہ کہ وہ سلطان کے لشکر کو پسپا ہونے پر مجبور نہیں کر سکتا

سلطان دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتر آیا

اس جارحیت کی ابتداء بھی خود سلطان نے ہی کی تھی اور صحرا صحرا پھیلتی بکھرتی حالات بھرے کرب، ساعت سے نادرا آوازوں اور بصارت کے ادراک سے راجد کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے بائیں طرف سے پاسبانوں کے سپہ سالار بھی منگول ہاتھ آتے ملک کے لشکر پر آغاز و انجام کو بے علت و بے نتیجہ کر دینے والے جذبوں، خیالات کی خیم ریزی پر پھیلتی بیداری کی پر چھائیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اس نے اپنے پہلے ہی حملہ میں آق ملک کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

جبکہ تیسری سمت سے اور خان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے بایاں پہلو پر حملہ آور ہوا اس پہلو کی کمانداری اور خان کا بدترین دشمن قراچہ کر رہا اور خان قراچہ کے حصہ کے لشکر پر سانوں میں تحلیل ہو جانے والے الفاظ کی تہیز لہز، اتہا پندی، تصور پرستی پر حقیقت سے بھرپور لاریب کی مہر لگا دینے کی عناصر کی طرح نزول کر گیا تھا۔

نوری دیر تک گھسان کا رن پڑا جنگ جب اپنے عروج پر آئی تو منگولوں کا وہ دورہ میں گھات میں بیٹھا ہوا تھا درہ سے نکل کر پہلے وسیع وادیوں میں داخل ہوا اور درہ کی طرف بڑھا جس سے نکل کر وہ سلطان جلال الدین کے لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو سکتا تھا۔

منگولوں کا یہ لشکر جو نہی کھلی وادیوں سے دوسرے درہ میں داخل ہوا ان پر ایک شعلہ پڑی اس لئے کہ درہ کے دونوں جانب سے کو مستانی سلسلہ کے اوپر ان پر آگ لگی تھی برسات ہوئی کہ بے شمار گھوڑے اور لشکری چھد کر زمین بوس ہو گئے جو اس تیر اندازی سے بچے وہ اپنے گھوڑوں کو افزائش کے عالم میں موڑتے والے بھاگے پر اتنی دیر تک پھر ان پر تیروں کی بوچھاڑ آئی اور ان میں سے ہر ایک اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ باقی سب کو اس شعلہ سلسلہ کے اوپر گھات میں بیٹھے ہوئے سلطان جلال الدین کے لشکریوں نے کے رکھ دیا تھا۔

غائب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کیا۔ پھر وہ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی وہاں انہوں نے منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

یہ منگول سالار چارمغان کی سلطان جلال الدین کے ہاتھوں بدترین شکست تھی۔ چارمغان اپنے بچے کھجے لشکر کے ساتھ سرقت کی طرف بھاگ گیا تھا جہاں چنگیز خان پانچٹائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ دوسری طرف منگولوں رزمین شکست دینے کے بعد سلطان اپنی دوسری مہموں کی طرف متوجہ ہوا۔

سب سے پہلے سلطان نے اپنی بیوی کے فریاد کرنے پر خوی شہر کا رخ کیا۔ خوی میں جو عناصر شہروں کی لوٹ مار اور راہزنی کا کام کرنے والے تھے انہیں سلطان اچانک جالیا اور ان کا ایسا قتل عام کیا کہ پھر ان علاقوں میں نہ کسی کو بغاوت نے کی جرات ہوئی نہ راہزنی کی جسارت ہو سکی۔

خوی اور اس کے گرد و نواح میں عناصر کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین اسامیلیوں کے امام جلال الدین کے خلاف حرکت میں آیا اور اس پر حملہ آور اسامیلیوں کا پیشوا اور امام جلال الدین جانتا تھا کہ سلطان جلال الدین کا مقابلہ اس کے بس کا روگ نہیں اس نے صلح کی بڑی درخواست کی لیکن سلطان نے اس کی ہر درخواست کو ٹھکراتے ہوئے اس کے قلعوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔ تاکہ کہ سلطان نے قلعہ الموت کو چھوڑ کر اسامیلیوں کے سارے قلعوں کو فتح کر اپنے مقبوضہ جات میں شامل کر لیا تھا۔ سلطان کی ان فتوحات کا اسامیلیوں کے امام الدین پر ایسا منفی اثر ہوا کہ وہ بیچارہ مر گیا اور اس کی جگہ اسامیلیوں نے جلال الدین کے نائب بایغ بیٹے علاؤ الدین کو اپنا امام مان لیا تھا۔

سلطان جلال الدین نے چونکہ اسامیلیوں سے قلعہ الموت کے علاوہ سارے قلعہ بایغ میں چھین کر ان پر قبضہ کر لیا تھا لہذا ان کے قلعہ الموت کے اطراف میں جو قاس کا حاکم سلطان جلال الدین نے اپنے سردار اور خان نیشا پوری کو مقرر اور خان نیشا پوری وقفہ وقفہ سے قلعہ الموت کے اسامیلیوں پر حملہ آور ہوتا اور اپنے سامنے خوب دبا کے رکھنے لگا تھا۔

اس دوران سلطان جلال الدین کو یہ خبر ملی کہ اس کا چھوٹا بھائی غیاث الدین

چارمغان یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ جب جنگ اپنے عروج پر آئے گی تو ان گھات میں بیٹھا ہوا لشکر اپنی گھات سے نکل کر سلطان جلال الدین کے لشکر پر پڑے گا۔ جانب سے حملہ آور ہو گا اور اس طرح آگے پیچھے دو طرفہ حملہ سے سلطان کو کھربا دینا منگولوں کے لئے آسان ہو جائے گا۔

پر کافی دیر تک جب منگولوں کا لشکر گھات سے نکل کر سلطان کی پٹ کی طرف سے حملہ آور نہ ہوا تب چارمغان بڑا متفکر اور پریشان ہوا۔ اس لمحہ تک جنگ کی پوری طرح بھڑک کر چاروں طرف پھیل چکی تھی پھر اس پھیلتی آگ میں منگولوں بائیں حصے کا سالار قراچہ اور خان کے ہاتھوں مارا گیا جبکہ منگولوں کے دائیں پہلو کماندار آق ملک کو پاسبانوں کے سپہ سالار نے موت کے گھات اتار دیا تھا اپنے کمانداروں کے قتل پر چارمغان کے دائیں اور بائیں پہلو میں کام کرنے والے مکمل طور پر افراتفری کا شکار ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ جنگ میں ان کی کوئی کمان اور رہبری کرنے والا نہ تھا۔ ایسے موقع پر سلطان جلال الدین، اور خان اور باہا کے سپہ سالار نے اور زیادہ تندی اور تیزی کے ساتھ منگولوں پر حملہ آور ہونا کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں سلطان جلال الدین کے سامنے منگولوں کی حالت نہ بیٹھ میں رخصت ہوتی شب کی آخری سانسوں غلط فیصلوں کی زنگ آلود عمارت ظالموں کی زنگار زدہ روایتوں اور داستان چمن کی روا کو کفن کی دھجیوں میں بدلنے جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

قراچہ اور آق ملک کے مرجانے کے بعد چارمغان کے لئے بڑا مشکل ہو کہ وہ اپنے لشکر کو سنبھالتا اور پھر مزید یہ کہ تین اطراف سے سلطان جلال الدین خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایک طرح سے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ چارمغان نے جب دیکھا کہ لمحہ بہ لمحہ سلطان جلال الدین اور اس کے سپہ سالار کے لشکر کو کاٹتے ہوئے بڑی تیزی سے اس کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے ہیں تو نے شکست قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کو پسپائی کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی منگول سپہ سالار چارمغان کی سرکردگی میں اپنی جان بچانے کی خاطر میدان جنگ سے بھاگے۔ سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ دور

الدين کا انداز اور طريقہ کچھ انوکھا اور نرالا ہے اس کے اندر بلا کا اعتماد ہے لگتا ہے اس نے خود اپنی ذات اپنے ماتحت کام کرنے والے لشکریوں میں انسانی کی نئی روشنی بھری ہو۔ اس لئے کہ اس کے ماتحت کام کرنے والے کچھ اس ہمارے خلاف حرکت میں آتے ہیں جیسے ان کی رگ و پے میں ایک انوکھا تجسس رکھ دیا ہو۔

دیکھ خان گزشتہ جنگ میں سلطان جلال الدين اور اس کے دونوں سالاروں اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی سرکردگی میں کام کرنے والے مسلمان یوں ہم پر دہری سے حملہ آور ہوئے جیسے ڈھیلے ڈھالے ٹٹو پر کوئی بھوکا اور شکار کا مٹلاشی دھاڑتا ہوا حملہ آور ہوتا ہے۔ سلطان جلال الدين اور اس کے سپہ سالاروں اس حملہ میں ایک استعجاب آمیز کیفیت تھی۔ وہ ہم پر وقت کے دائروں میں مقید ہیں کے رستے لبو اور بے کراں خونی مناظر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے اور لمحوں کے انہوں نے میرے لشکر کی اگلی صفوں کی حالت بے آبروئی کی سلگتی زندگی اور تے انہی پر طلوع ہونے والے منحوس تاروں جیسی کردی تھی۔

اس موقع پر میری مزید بد بختی یہ نمودار ہوئی کہ سلطان جلال الدين کے سالار ان نے ہمارے سردار قراچہ کو جنگ میں قتل کر دیا جبکہ پاسبانوں کے سپہ سالار آٹل ملک کو موت کے گھاٹ اتار دیا اپنے ان دونوں سرداروں کے مرنے کی وجہ ہمارے لشکریوں کی ساری خود اعتمادی سارے نپے تلے جنگی حربے ناکام ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے زور دار حملے کرتے ہوئے ہمارے لشکر کی حالت بے سوچ کے منظر اور رنگ آلود آئینوں کی طرح کر کے رکھ دی اور پھر جلد ہی اڈل آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

بھال تک کہنے کے بعد چارمغان جب خاموش ہوا تو چغتائی نے اسے کھا جانے ٹیبلوں سے دیکھا پھر دوبارہ اس نے پوچھا اور وہ دوسرا لشکر جو ہماری مدد کے لئے نہیں بٹھایا گیا تھا اس کا کیا بنا۔ اس پر چارمغان بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے لگا دیکھ خان جنگ کے دوران تک مجھے اس لشکر کی کچھ خبر نہیں تھی تاہم کے بعد کچھ مخبروں نے مجھے بتایا کہ اس لشکر کا علم جلال الدين کو پہلے ہی ہو گیا

ایک بڑے لشکر کے ساتھ ادھر ادھر بھاگا بھاگا اور مارا مارا پھر رہا ہے سلطان جلال الدين نے اپنے کچھ قاصد اپنے بھائی غیاث الدين کی طرف بھجوائے اور دعوت دی کہ وہ سلطان کے ساتھ آئے تاکہ اپنی قوت کو متحد کر کے منگولوں کے خلاف قدم اٹھایا جائے اور اپنی مملکت کی عزت اور وقار کو بحال کیا جائے۔ غیاث الدين چونکہ کئی ایک دلیر شجاع، فہیم اور دانش مند انسان نہیں تھا اور ویسے بھی منگولوں کے ڈر اور خوف سے ادھر ادھر بھاگا بھاگا اور مارا مارا پھر رہا تھا لہذا اپنے بھائی جلال الدين کی اس دعوت کو اس نے بخوشی قبول کر لیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ سلطان جلال الدين کے ساتھ آن ملا تھا



سمرقند کے نواح میں خیموں کے شہر کے اندر چنگیز خان کا بیٹا اپنے محل نماجر کے اندر بیٹھا ہوا تھا جبکہ ایک مجرم کی حیثیت سے اس کا سپہ سالار چارمغان اس کے سامنے کھڑا تھا تھوڑی دیر تک چغتائی بڑے غور سے اور کھا جانے والی نگاہوں سے چارمغان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے امیر امراء قراچہ برلاس کی طرف لمحہ بھر کے لئے دیکھا اس کے بعد وہ اپنے جرنیل چارمغان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

میں کیا جانوں کہ تمہاری شکست کی وجہ کیا ہے۔ کیا مسلمانوں کے سلطان جلال الدين کے پاس تمہاری نسبت زیادہ بڑا لشکر تھا۔ اس پر چارمغان بولا اور کہنے لگا نہیں سلطان جلال الدين کے لشکر کی تعداد یقیناً میرے لشکر سے کم تھی اس پر چارمغان نے پھر کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

اگر جلال الدين کے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر کی نسبت کم تھی تو پھر چارمغان نے تمہیں شکست دینے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔ اس پر چارمغان بولا اور کہنے لگا خان میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہی بیان کروں گا۔

دیکھ خان اس سے پہلے بہت سے شہروں کے اندر اور باہر جنگی میدانوں میں مسلمانوں سے بدترین سلوک کیا اور انہیں ذلت آمیز شکست دی لیکن اس

سودائی کے پاس قراقرم بھیجے تھے۔ اسے میں نے یہ اطلاع کی تھی کہ تم مل چکی اور یہ کہ میں تمہاری شادی ایک مسلمان جوان اور خان کے بجائے اپنے جرنیل خان کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں جو دل و جان سے تمہیں پسند بھی کرتا ہے۔ دیکھ سودائی کی بیٹی وہ قاصد جو میں نے تیرے باپ کی طرف بھجوائے تھے وہ لوٹ آئے ہیں تیرے باپ نے اس بات کی منظوری دے دی ہے کہ تمہاری شادی چارمغان کے ساتھ کر دی جائے۔ اس پر طیان تڑپ کر بولی اور کہنے لگی۔ اگر میں چارمغان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دوں تب۔

طیان کے یہ الفاظ سن کر غصہ میں چغتائی کی حالت شعلوں کی لپک اور پریشان خراب جیسی مضطرب ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر غصہ اور غضبناکی کے لہجے ٹھٹھ اور انبوه کے انبوه ہجوم کر آئے تھے وہ عجیب سے دلدوز طریقہ سے ناکی طرف دیکھنے لگا تھا پھر وہ سحرالبیان کی طرح بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ سودائی کی زبانی ہے کہ منگول قانون میں اپنے حکمران اور خان کے سامنے ایسے سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے تو چونکہ سودائی کی بیٹی ہے اور سودائی کا مقام اس کا درجہ بے باپ کے ہاں بڑا اعلیٰ و ارفع ہے۔ لہذا میں تیرے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اٹھ اٹھ پر واضح کر دوں کہ یہ شادی بہر حال ہو کر رہے گی۔

یہاں تک کہ بعد چغتائی تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا تھا لگتا تھا وہ کوئی بڑی سوچوں میں گم ہو گیا ہو جبکہ اس کے سامنے طیان بچاری اداس رات ٹوٹے اداست اجل کے سامنے پکھلنے کے عمل اور ماتم کناں انداز کی طرح چپ اور اٹھ بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد چغتائی پھر بولا اور طیان کو یہ کہنے لگا۔

سودائی کی بیٹی تیرے متعلق میں نے آخری فیصلہ یہ کیا ہے کہ تجھے میں آج شادی کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تو چارمغان کے ساتھ شادی پر رضامند ہو جائے تو اسی صبح چارمغان کے ساتھ تیری شادی کر دی جائے گی اور اگر تو کل صبح بھی چارمغان کے ساتھ شادی سے انکار کر دے تب تو یہ بات اپنے دل پر لکھ رکھ کہ تیری شادی کر دی جائے گی۔ اب تو جا سکتی ہے۔ طیان نے چغتائی کی اس گفتگو اور فیصلہ

تھا۔ لہذا اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اس کے تعاقب میں لگا دیا تھا۔ جونہی ہمارا لشکر ایک درہ کے پاس سے گزرنے لگا اوپر سے سلطان جلال الدین کے لشکریوں نے اس پر ایسی تیر اندازی کی کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا بہت کم اپنی جانیں بچانا نصیب ہوا اور جو جانیں بچا سکے وہ اس وقت ہم سے آٹے جب، شکست کھانے کے بعد سر قند کی طرف بھاگ رہے تھے۔

یہاں تک کہ بعد چارمغان خاموش ہو گیا۔ چغتائی بھی کچھ دیر تک خاموش رہ کر کچھ فیصلہ کرتا رہا پھر چارمغان کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا دیکھ چارمغان تمہاری یہ ذلت آمیز شکست کا انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا ہے بہر حال ہم مسلمانوں یوں نہیں رہنے دیں گے۔ ہم سلطان جلال الدین سے اپنی اس شکست کا انتقام ضرور لیں گے۔ تم ابھی اور اسی وقت سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دو۔ چند یوم تک یہ خود اپنے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہوں گا پھر دیکھوں گا وہ کیسے منگولوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اب تم جاؤ جاؤ آرام کرو۔ اس کے ساتھ ہی چارمغان چغتائی کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

چارمغان کے جانے کے بعد چغتائی نے اپنے قریب ہی لکڑی کے ایک چوکے ساتھ بندھے ہوئے پیتل کے طشت پر لکڑی کی ہتھوڑی زور سے دے ماری جس سے آواز پورے خیمہ میں گونجی یہ آواز سننے ہی خیمہ کے باہر پھرا دینے والا ایک محافظ بھاگا اندر آیا اور گردن جھکا کر چغتائی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چغتائی نے تھوڑی دیر تک غور سے اسے دیکھا پھر وہ تحکمانہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا سودائی بیٹی طیان کو بلا کر میرے پاس لاؤ جواب میں اس پہرے درانے ایک بار پھر اپنی گردن چغتائی کے سامنے خم کی پھر وہ مڑا اور خیمہ سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد چغتائی کے خیمہ میں طیان داخل ہوئی اسے اپنے خیمہ دیکھتے ہوئے چغتائی نے اپنے سامنے چڑے کی ایک نشست کی طرف اشارہ کیا اور چپ کو آگاہ جس کے جواب میں طیان چپ چاپ بیٹھ گئی۔ خیمہ میں تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کے بعد چغتائی نے طیان کو مخاطب کرتے ہوئے کمانا شروع کیا۔ دیکھ سودائی کی بیٹی تو جانتی ہے۔ چند ہفتے پہلے میں نے اپنے کچھ قاصد

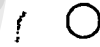
وہ جدا نہ ہونے دیں گے تیری خاطر ہم چغتائی کا چہرہ الفاظ اور اس کی آنکھیں
میں بدل کے رکھ دیں گے اور اگر تیری خاطر ہمیں شیر کی ران چیتے کی کمر بھی
پڑی تو ایسا ہم کر دکھائیں گے۔

شاید میرے متعلق تو کسی تجسس میں مبتلا ہوگی کہ میں کون ہوں جو تم سے یوں
ہوں۔ سن کچھ کہنے سے پہلے میں تجھ سے اپنا تعارف کراتا ہوں۔ میں کلمہ
پڑھنے والا ایک انسان ہوں۔ اس رسول عربی پر ایمان رکھتا ہوں جس نے
بت کی تاریکیوں میں ڈوبی روایات کو بدلا۔ اس خدا پر یقین رکھتا ہوں جو جمیل
اجل۔ مکمل و اکمل۔ کریم اور میر کرم ہے۔ اسی خدا پر یقین رکھتا ہوں جو
ان سے چھڑے مگر نگر دھکے کھاتے طیور کی رہنمائی کرتا ہے جو انسان کو طاقت
مات مفتگو عطا کرتا ہے۔ جو یاسے سراپوں کو دریا کی روانی اور ستاروں کے
ان سورج کو راستہ بنانے کا فن عطا کرتا ہے۔ وہی خدا جو چاند کو گھٹاتا بڑھاتا ہے۔
میں کو کھڑا رکھتا ہے جس نے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا وہی خدا جو ہوا کو
تیزی بخشتا ہے کہ وہ بادلوں کو اپنے آگے آگے ہانک لے جاتی ہے۔ وہی خدا جس
اپنی کارگیری سے روشنی سے تاریکی کو جدا کر رکھا ہے۔

سن طیان۔ میرے خیال میں تمہارے لئے اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ ایک
مان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ سب سے بڑا رشتہ آپس میں ہم مذہب ہونا ہی
ہے۔ باقی سارے رشتے ذیلی اور پچان کی خاطر تو ہو سکتے ہیں۔ بنیادی نہیں۔ دیکھ طیان
تو اومی کے قریب جا چکی ہے۔ تو ایسا کر یہ جو پوٹلی تیرے خیمے میں پھینکی گئی ہے
کے اندر جو منگول سپاہیوں جیسا لباس ہے اسے پہن لے۔ اس لباس کو پہننے کے
لئے اپنے خیمے سے نکل۔ تیرے خیمے کے دونوں جانب جو پہرہ دینے والے منگول
ہیں وہ تجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ تیرا ساتھ دیں گے۔ تو جانتی ہے کہ سرقد کے
بالی ہمارے میں چغتائی کے پڑاؤ کے اندر منگول سپاہی ادھر ادھر گھوم کر پہرہ دیتے
ہیں تو ابھی ان سپاہیوں کے بیچ و بیچ ہوتی ہوئی اس پڑاؤ کے دائیں طرف نکل
پڑاؤ کی آخری حدود کے قریب جا کر کسی دیکھنے والے کے شک و شبہ سے بچنے
لے تو زمین پر لیٹ جانا اور لیٹ ہی لیٹے آگے بڑھنا۔ تھوڑا سا آگے جا کر ایک

کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی جگہ سے وہ اٹھی اور چپ چاپ چغتائی کے خیمے سے داخل
گئی تھی

طیان کے جانے کے بعد چغتائی نے اپنے پریدار کو بلایا جب وہ آیا تو طیان
رازداری کے ساتھ چغتائی نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ جس کے جواب میں وہ
پریدار نکل گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد جس خیمے میں طیان کو رکھا گیا تھا اس کے دواں
طرف پہرے دار کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ شاید اس احتیاط کے تحت کہ طیان کمر
بھاگنے نہ پائے۔



آنے والی رات طیان کے لئے بڑی بھاری بڑی پریشان کن تھی وہ پوری رات
نہ سکی تھی بس اپنے خیمے میں بیٹھ کر اور خان اور اس کی یادوں میں وہ کھوئی رہ
تھی۔ رات جب آدمی سے زیادہ گزر گئی اور طیان ابھی تک ان سوچوں سے نبرد
تھی کہ وہ چونک سی پڑی اس لئے کہ خیمے کے ایک دروازہ کا پردہ ہٹا کر کسی نے ابا
پوٹلی خیمے کے اندر بالکل اس جگہ پھینکی تھی جس جگہ طیان لیٹی ہوئی تھی۔
صورتحال دیکھتے ہوئے طیان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پوٹلی کو پکڑ کر وہ خیمہ
اندر جلتی ہوئی چھوٹی سی مشعل کے قریب آگئی اس نے پوٹلی کو کھول کر دیکھا اس
منگول سپاہیوں کا سا ایک لباس تھا اور اس لباس کے اندر ایک کانڈ لپٹا ہوا تھا۔ کا
ہاتھوں سے جلدی جلدی طیان نے اس کانڈ کی تہہ کھولی اس نے دیکھا کانڈ پر
زبان میں ایک تحریر تھی لہذا طیان بڑی تیزی سے اس تحریر کو پڑھنے لگی لکھا تھا۔
سن طیان جہاں تو اس وقت ہے۔ اسے اجنبی ملک غیر سرزمین نہ خیال کرنا
تیرا تعلق ان سرزمینوں سے ہے ہم تجھے ڈال سے پھڑی ہوئی کونج نہیں ہے
گے بلکہ ہر وقت چوکنے وقت کی عقابلی نظر بن کر تیری حفاظت تیرا دفاع کریں گے
طیان محبت ایک سفینہ ہے اور تیرے اس سفینے میں ہم غموں کو جذب اور غم
ہونے دیں گے۔ عورت آدھا میوہ آدھا پھول ہے جو زندگی کی بہت بلندی اور غم
نیند اور سکون فراہم کرتا ہے ہم تیرے اس سکون فراہم کرتا ہے ہم تیرے اس

نہ کہا بس وہ فوراً زمین پر لیٹ گئی۔ اور چونکہ سامنے نشیب تھی اس میں لے گئی تھی۔ اس نے دیکھا اس کے پیچھے پیچھے وہ دونوں پریدار بھی زمین پر لیٹ جیب میں اترتے چلے آ رہے تھے۔

نشیب میں کافی نیچے جانے کے بعد وہ دونوں پریدار اٹھ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے طیان کو بھی اٹھنے کو کہا۔ طیان جب اٹھی تو ایک پریدار پھر بولا اور کہنے لگا۔ طیان رہی بہن۔ ہمارے پیچھے آؤ۔ جس قدر تیزی سے تم بھاگ سکتی ہو بھاگو تاکہ لوں کی گرفت سے جتنی جلدی ممکن ہو دور نکلا جاسکے۔ اس کے ساتھ نشیب میں لا پریدار بائیں ہاتھ کی سمت بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ طیان بھی ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے ان کا ساتھ دینے لگی تھی۔

نشیب میں تھوڑا سا آگے بھاگنے کے بعد دونوں پریدار رک گئے۔ طیان نے ار سامنے نشیب کے اندر ایک گھڑ سوار کھڑا تھا۔ شاید وہ طیان ہی کا غنہ تھا۔ ہاتھ ساتھ آنے والے دونوں پریدار ایک گھاٹی کے اندر گھسے اور پھر وہ دونوں ایک گھوڑا پکڑ لائے شاید وہ اپنے گھوڑوں کو وہاں کھڑا کر گئے تھے۔ پھر پریدار اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا طیان ہماری بہن۔ وہ جو سوار سامنے کھڑا ہے کے پیچھے جا کر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ یہاں سے بھاگا جائے ورنہ خطرات ہمارے سروں پر آسکتے ہیں گے۔ طیان چپ چاپ سامنے کھڑے سوار کی طرف بڑھی تھی۔

اب وہ اس سوار کے نزدیک گئی تو سوار ایک جست کے ساتھ اپنے گھوڑے پر اتر گیا پھر اس کی انتہائی سریلی آواز سنائی دی۔ طیان میری بہن تم گھوڑے پر اتر کر بیٹھو اور جلدی کرو تاکہ یہاں سے کوچ کیا جائے۔ طیان نے اندازہ لگایا کہ اس سوار کی آواز میں بڑی مٹھاس اور شیرینی ہے۔ طیان نے اس کے ساتھ بیٹھ کر وہ ایک عورت سوار کے پیچھے بیٹھ رہی ہے طیان کسی قدر مطمئن ہوئی۔ مگر وہ منہ سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر گھوڑے پر بیٹھ گئی تھی۔ لڑکی جو سامنے اتری تھی وہ بھی پاؤں رکاب میں جما کر گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ ایک سمت دوڑا دیا تھا جبکہ دونوں پریدار بھی ان کے پیچھے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

نشیب آئے گا اس میں داخل ہونے کے بعد تو بائیں طرف بھاگ کھڑی ہوئے۔ وہ غنہ تمہیں ایک گھاٹی میں لے جائے گا اس گھاٹی کے اندر ایک گھڑ سوار تمہارا غنہ گا۔ بس وہی گھڑ سوار تمہیں محفوظ جگہ پہنچا دے گا اب تم وقت ضائع نہ کرو۔ طرح طرح میں نے کہا ہے اسی طرح کرو اور سنو تمہاری تسکین تمہاری تسلی کے لئے یہ کہہ دوں کہ تم چارمغان کے لئے نہیں بلکہ اورخان کے لئے پیدا ہوئی ہو۔

تحریر یہاں ختم ہو گئی تھی خط پڑھنے کے بعد طیان تھوڑی دیر تک سوچوں میں کھوئی رہی۔ ایک بار پھر اس نے خط کی تحریر کو پڑھا پھر اس نے خط تمہ کر کے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ مزید کچھ سوچنے کے بجائے اس نے پوٹلی کے اندر سے لباس نکالا اور اپنے پہلے لباس پر وہ منگول سپاہی جیسا لباس پہننے لگی تھی۔ لباس پہننے کے بعد اس نے خیمے کا پردہ تھوڑا ہٹا کر باہر دیکھا خیمے سے باہر پریدار مستعد کھڑا پردہ دے رہا تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے طیان بے چاری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ باہر نظر ہوئے ہچکچا رہی تھی تاہم بڑے ضبط بڑی ہمت سے کام لیتے ہوئے اس نے پردہ ہٹا اور خیمے سے نکلی۔ طیان کو خیمے سے نکلنے دیکھ کر اس پریدار نے کسی قسم کا کوا اعتراض نہ کیا تھا۔ اس پر طیان کو کچھ حوصلہ ہوا لہذا وہ خیموں کے اندر دائیں طرف چل دی۔ تھوڑا سا آگے جا کر وہ چونک سی پڑی اس نے دیکھا کہ اس کے خیمے کے دونوں طرف پردہ دینے والے بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کے بالکل قریب آگئے تھے یہاں تک کہ ایک پریدار دائیں اور دوسرا بائیں طرف چلنے لگا تھا۔ تاہم دونوں خاموش تھے۔ اور ان کی اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طیان بڑی تیزی سے پڑاؤ کے دائیں جانب بڑھنے لگی تھی۔ راستے میں دو ایک بار لشکر کی حفاظت پر ہونے سپاہیوں نے انہیں روک کر ان سے کچھ پوچھنا بھی چاہا لیکن طیان کے ساتھ جو دونوں پریدار تھے انہوں نے شاید پردہ دینے والوں کے ساتھ گفتگو کر کے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ اس طرح ان دونوں پردہ داروں کے ساتھ طیان چغتائی کے پڑاؤ کی آخری حد تک پہنچ گئی تھی۔

اچانک ایک پردہ دار بولا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ طیان ہماری بہن اب تو یہاں زمین پر لیٹ جا اور نیچے نشیب کی طرف اترتی چلی جا۔ طیان نے جواب

منگولوں کے سپہ سالار چارمغان کو شکست دینے اسماعیلیوں کے قلعوں پر قبضہ کرنے اور کچھ دیگر مقام پر باغیوں کے سر اٹھانے اور بغاوت فرو کرنے کے ہر کام سے باز ہونے کے بعد سلطان نے تمبرز شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا۔ اور خان سلطان کے ساتھ تھا جبکہ پاسانوں کا سپہ سالار گزشتہ جنگوں میں مل ہونے والے اپنے حصے کے سامان کو اپنے مستقر میں پہنچانے کے لئے جا چکا

ایک روز سلطان جلال الدین اپنے خیمے میں بیٹھا اور خان کے ساتھ محو گفتگو تھے اس کا ایک مخبر اندر آیا۔ اس کی آمد پر سلطان جلال الدین اور اورخان دونوں تک پڑے۔ مخبر اپنے سلطان کے سامنے آن کھڑا ہوا اور بڑی عقیدت اور اطمینان میں جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں منگولوں سے متعلق ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں۔ منگول سپہ سالار چارمغان کی شکست پر چنگیز خان کا بیٹا چغتائی انتہائی برہم اور غضبناک ہوا ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ چغتائی نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ سمرقند شہر سے باہر پڑاؤ کر لیا۔ اب چغتائی نے اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند سے ان علاقوں کی طرف کوچ کیا ہے تاکہ آپ پر حملہ آور ہو۔ اور جو آپ نے چارمغان کو شکست دی ہے اس کا آپ سے انتقام لے سکے۔ سلطان محترم۔ میں یہ بھی آپ سے گزارش کروں کہ خود اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ آہستہ آہستہ اصفہان شہر کا رخ کر رہا ہے جبکہ اس نے چارمغان سے چھوٹے چھوٹے لشکر اپنے اپنے اطراف میں پھیلا دیئے ہیں تاکہ سمرقند سے اصفہان تک راستے میں جس قدر شہر اور قصبے پڑتے ہیں ان کو لوٹ کر منگول لشکر کے سامنے خوراک اور دوسرا ضرورت کا سامان فراہم کیا جائے۔

گھوڑے سپہ دوڑتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ صبح کے وقت لاہور لڑکی۔ طیان اور دونوں محافظ ایک کوہستانی سلسلے میں داخل ہوئے تھوڑی دیر تک کوہستانی سلسلے میں ادھر ادھر اپنے گھوڑوں کو بھاگتے رہے پھر ایک غار میں داخل ہوئے۔ اس غار میں داخل ہوتے ہوئے طیان بڑی گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار تھی میں جا کر جس لڑکی کے گھوڑے کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی وہ لڑکی نیچے اتر گئی۔ طیان چلا تک لگا کر گھوڑے سے اتر گئی۔ دونوں محافظ کسی دوسری سمت نکل گئے۔ طیان نے اس کوہستانی غار کا جائزہ لیا پھر اس سوار لڑکی کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی کیا میں جان سکتی ہوں تم کون ہو۔ اور یہ کون سا غار ہے جہاں مجھے لایا گیا۔ اس پر وہ سوار لڑکی بڑے مطمئن انداز میں بولی اور کہنے لگی۔ دیکھ طیان میری مطمئن رہ۔ یوں جان کہ تو پرایوں میں نہیں اپنوں میں ہے۔ یوں سمجھ کہ تو اپنے کے ساتھ ایک غار میں ہے۔ اس پر طیان بولی اور کہنے لگی اگر تم بہن ہوئے کا کرتی ہو تو پھر تم نے مجھ سے اپنے چہرے کو کیوں ڈھانپ رکھا ہے۔ اس پر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ طیان تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اس کو دیکھتی رہی پھر وہ پریشانی کے عالم میں اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

خدا جھوٹ نہ بلوائے میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے تمہارا چہرہ یقیناً میرا شناسا ہے۔ مگر افسوس میں تمہیں پہچان نہیں پا رہی۔ یاد نہیں آتا کہاں دیکھا اس پر وہ لڑکی بولی اور کہنے لگی ہاں میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ تم نے ضرور دیکھا ہو گا۔ لیکن ابھی اس معاملے کو راز ہی میں رہنے دو کہ تم نے دیکھا ہے۔ اور نہ ہی اس غار سے متعلق تفصیل جاننے کی کوشش کرنا۔ جس وقت تم ہو۔ بس یوں جانو کہ ہم تمہارے مخلص تمہارے چاہنے والے ہیں۔ عنقریب ہم تمہیں اپنے بھائی اور خان کے پاس پہنچا کر اپنے فرض سے باز جائیں گے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ۔ تاکہ میں تمہارے کھانے اور آرام کا کروں۔ طیان اس لڑکی کی باتوں سے مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر وہ چپ چاپ کے ساتھ غار کے دوسرے حصے کی طرف چل دی تھی۔ جہاں بہت سی عورتوں کاموں میں مصروف تھیں۔

سلطان جلال الدین پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ غیاث الدین میرے بانی تم فکر مند اور پریشان مت ہو۔ میں جانتا ہوں تمہیں منگولوں سے جنگ کرنے کا اس سے پہلے کوئی خاص تجربہ نہیں ہے۔ لیکن میں اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ان لوگوں سے کئی بار ٹکرا چکے ہیں۔ جن لوگوں نے ان منگولوں کو ہوا بنا رکھا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ منگول کچھ بھی نہیں ہیں۔ بس وہ ہماری کمزوریوں اور ہماری بے تدبیری کی وجہ سے اس قدر وحشیانہ صورت اختیار کر چکے ہیں۔ دیکھ غیاث الدین میرے بانی تو دیکھو گا کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی اگر اس سے بھی بڑا لشکر لے کر آ جائے۔ اب بھی ہم اپنے خداوند کی نصرت کے بل بوتے پر انہیں مار بھاگیں گے۔ اب تم لڑتاری کرو ہم اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف کوچ کریں گے۔ تاکہ منگول اصفہان شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ میرے عزیز بھائی جہاں تک پاسبانوں کے سالار کا تعلق ہے مطمئن رہو۔ جہاں کہیں بھی منگول ہم سے ٹکرائیں گے انشاء اللہ پاسبانوں کا سپہ سالار اس سے پہلے ہی اپنے جان نثاروں اور اپنے سرفردشوں کے ہم سے آٹے گا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین اپنی جگہ سے اٹھا کھڑا ہوا اور ارخان اور غیاث الدین کو ساتھ لے کر وہ لشکر کے تہیز سے کوچ کرنے کے قیام کرنے لگا تھا۔



سلطان جلال الدین نے جس وقت تہیز سے اصفہان کی طرف کوچ کیا تو راستے میں سلطان کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ منگولوں کا لشکر چغتائی کی سرکردگی میں دریائے جیحون کو عبور کرنے کے بعد عراق کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ جب اصفہان کے نواح میں آئے تو کچھ اور مخبر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ کچھ منگولوں کو اصفہان شہر کے نواح میں بھی پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے گھومتے دیکھا گیا ہے۔ مخبروں نے سلطان کو یہ بھی اطلاع کی کہ منگولوں کے رعب کا یہ عالم ہے کہ قرب و جوار کے کل حکمران۔ صوبہ داران قلعوں اور چھوڑ چھاڑ کر جہاں وہ متعین تھے پناہ لینے کے لئے سلطان کی طرف کوچ کر چکے

سلطان محترم۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں جس قدر آپ کے پاس اس لشکر ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے وہ مخبر خاموش ہو گیا اس لئے کہ اسی لمحہ سلطان جلال الدین کا چھوٹا بھائی غیاث الدین سلطان جلال الدین کے خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے اشارے سے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کو کہا۔ غیاث الدین چپ چاپ آگے کر جلال الدین کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ غیاث الدین کے بیٹھنے کے بعد مخبر پھر بولا کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ جس قدر میں نے اندازہ لگایا ہے کے مطابق جو لشکر اس وقت آپ کے پاس ہے چغتائی میرے خیال میں کم از کم لشکر سے دس گنا بڑا لشکر لے کے آپ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ اس نے ہر میں آپ کو شکست دینے اور آپ پر غلبہ حاصل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

اس مخبر کے اس انکشاف پر سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا چہرہ اور پریشانی میں پیلا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے سلطان جلال الدین نے اپنے چھوٹے بھائی غیاث الدین کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر وہ اپنے چہرہ ہلکا سا ابتسام بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ مخبر۔ تیری بڑی مہربانی کہ تو نے مجھے یہ اطلاع کی۔ سن تو کہتا ہے کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی ہمارے لشکر سے دس گنا بڑا لے کر آ رہا ہے میں کہتا ہوں اگر ہم نیک نیتی سے منگولوں کا مقابلہ کریں ہر کام خداوند قدوس کو اپنی نصرت کے لئے پکاریں تو میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر میرے لشکر سے بیس گنا بھی لشکر لے آئیں تب بھی میں ان سے ٹکرائوں اور اپنے خداوند کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے سامنے سے مار بھاگیں۔ اب تم آرام کرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھیل جاؤ۔ منگولوں کے لمحہ لمحہ حرکت کی بروقت اطلاع کرو۔ اس کے ساتھ ہی وہ مخبر خیمے سے نکل گیا تھا۔

مخبر کے جانے کے بعد غیاث الدین تھوڑی دیر تک پریشان حال بیٹھا رہا۔ پھر جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اپنے سے دس گنا بڑے منگولوں کے لشکر کے ساتھ ٹکرا جانا چاہئے۔ خصوصیت ساتھ ایسے وقت میں جبکہ آپ کا ساتھی پاسبانوں کا سپہ سالار بھی یہاں نہیں

نہ کا رخ کرے۔
جنگلوں کے دوسرے حصے کی طرف سلطان جلال الدین نے اور خان کو اس
فکر کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ اس پر حملہ آور ہو اور انہیں مسلمان علاقوں میں
دور جا ہی پھیلانے کی اجازت نہ دے۔

یہ دونوں لشکر بڑی بے پرواہی اور بڑی بے خبری میں مسلمان قصبوں اور
وہاں کو لوٹنے کا عمل شروع کر چکے تھے کہ ان کی بدبختی ان کے سروں پر منڈلا گئی۔
حصے پر پاسبانوں کا سپہ سالار حملہ آور ہوا اس حصے کو اس نے تیس تیس کر کے
دبا تھا دوسرے حصے پر اور خان نے اچانک حملہ کیا۔ اس حصے میں اور خان نے دو
سے زائد جنگلوں کو قتل کیا اور باقی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ تقریباً چار سو
ہاں کو اور خان نے گرفتار کیا اور اصفہان میں سلطان جلال الدین کے سامنے پیش
اس وقت تک پاسبانوں کا سپہ سالار بھی جنگلوں کے دوسرے حصے کا صفایا کر کے
ان بچے چکا تھا۔ اور خان کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے ان چار سو جنگلوں کو
سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان اور خان کی اس کارگزاری سے بے حد
ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ان سب جنگلوں کے سر قلم کر کے ان کی لاشیں
ان کے چوراہوں اور گزرگاہوں پر لٹکا دی جائیں تاکہ عوام کے دلوں سے
ان کا ڈر نکل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا چار سو جنگلوں کو موت کے گھاٹ
نے کے بعد اصفہان شہر کے چوراہوں اور گزرگاہوں میں لٹکا دیا گیا۔ اس طرح
جہاں سلطان کی اس کارگزاری سے خوش ہوئے وہاں جنگلوں کی وجہ سے جو ان
لوں پر وحشت چھائی ہوئی تھی وہ بھی کسی قدر جاتی رہی تھی۔

دوسری طرف چغتائی کو اپنے دونوں لشکروں کی تباہی و بربادی اور اصفہان شہر سے
چار سو جنگلوں کے سلطان کے حکم پر قتل اور چوراہوں پر ان کی لاشیں لٹکائی
کی خبریں چونیچیں تو وہ کسی خونی درندے کی طرح غضبناک ہو گیا تھا۔ سلطان پر
اور ہونے کے لئے اپنے دونوں لشکروں کی تباہی و بربادی اپنے چار سو جنگلوں کے
کے جانے کا انتقام لینے کے لئے وہ بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان
رف بڑھا تھا۔

ہیں۔ ان حالات میں مختلف حاکموں کی طرف سلطان نے اپنے قاصد بھجوائے اور
انہیں ہدایات اور تنبیہ کی کہ جنگلوں کے مقابلے میں حوصلہ ہارنے کے بجائے ان
لوگوں کی ہمت افزائی کریں۔ اور جنگلوں کی وجہ سے اپنی ذات پر کسی طرح کی
گھبراہٹ اور پریشانی طاری کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس کے بعد سلطان نے
جنگلوں پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لئے بڑی تیزی سے تیاریاں کرنا شروع کر دی
تھیں۔

دہلی نجوی جو اس سے پہلے سلطان علاؤ الدین کو جنگلوں کے خلاف حرکت میں
آنے سے منع کرتے رہے تھے اب سلطان جلال الدین کے گرد بھی جمع ہو گئے تھے
اس موقع پر چند نجوی سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان کو
مشورہ دیا کہ وہ تین دن تک جنگلوں کے خلاف لڑنے سے احتراز کرے۔ ہر چہ
سلطان جلال الدین ایسی باتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور یہ اس کی طبیعت کے خلاف
بات تھی۔ لیکن اپنے چند امراء کے اصرار کرنے پر سلطان جلال الدین جنگلوں کی
طرف پیش قدمی کرنے کے بجائے مزید تین دن تک رک گیا تھا۔

جنگلوں نے اس غیر متوقع توقف کو سلطان کی کمزوری پر محمول کیا اور وہ یہ سمجھ
بیٹھے کہ اب وہ ان پر حملہ آور ہونے کی جرات ہی نہیں کرے گا۔ جنگلوں کو یہ بھی
خیال گزرا کہ سلطان کے ہمراہ ایک چھوٹا سا لشکر ہے اور وہ چغتائی کے اتنے بڑے لشکر
کے سامنے آنے کی جرات نہیں کرے گا۔ چنانچہ سلطان کی طرف سے بے فکر ہونے
کے بعد چغتائی نے اپنے دو بڑے بڑے لشکر مختلف سمتوں کو روانہ کئے تاکہ وہ اپنے
لشکر کے لئے خوراک اور رسد کا سامان حاصل کر لے دوسری طرف سلطان جلال
الدین کو بھی چغتائی کے اس فیصلے کی خبر اس کے جاسوس بروقت دے چکے تھے۔

اس کے علاوہ سلطان کو عین اس موقع پر یہ بھی خبر ملی کہ پاسبانوں کا سپہ سالار
بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف رخ کر رہا ہے یہ خبر سننے
کے بعد سلطان نے اپنا ایک تیز رفتار قاصد پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف روانہ کیا
اور اسے حکم دیا کہ چغتائی کے بڑے لشکر سے جو دو حصے رسد اور خوراک جمع کرنے
کے لئے نکلے ہیں ان میں سے ایک حصے پر وہ حملہ آور ہو۔ اور اس کا خاتمہ کر کے

مرف بڑھ رہے ہیں۔ قتلخ خان کا ہم پر حملہ آور ہونا دو چیزوں کی غمازی کرتا ہلا خدشہ یہ ظاہر کر سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے اس نے اندر ہی اندر منگولوں کے ہمارے خلاف کوئی ساز باز کر لی ہو۔ اور منگولوں نے اس سے یہ وعدہ کیا ہو کہ بعد وہ اسے ان علاقوں کا حکمران بنا دیں اور قتلخ خان اس قریب میں آکر ہم آور ہونا چاہتا ہو۔ دوسرا خدشہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قتلخ خان جو اب تک اور گوشہ نشینی میں تھا اور جس کے پاس نوے ہزار کا بہت بڑا لشکر ہے اس پر ہم پر حملہ آور ہو کر شاید یہ چاہتا ہو کہ جس وقت منگول ہم پر حملہ آور ہوں وہ پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہو تاکہ ہمارا خاتمہ کر کے وہ یا کے سامنے جم جائے یا ان سے صلح صفائی کر کے اپنے ان علاقوں میں فوائد کر لے۔ بہر حال میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ وجہ کچھ بھی ہو ہمیں ان دونوں سے بچنا ہے۔

در ان سے بچنے کے لیے میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی ہے کہ جہاں تک مخبوں اطلاع دی ہے کہ منگول قتلخ خان سے پہلے یہاں پہنچیں گے لیکن اب ہم نا شمر سے باہر مزید پڑاؤ نہیں کریں گے اور یہاں سے کوچ کر کے آگے بڑھیں منگولوں کا سامنا کریں گے۔ اس طرح ہم پر حملہ آور ہونے میں قتلخ خان کو انفر ہوگی میری تجویز یہ ہے کہ منگولوں کے ساتھ عین جنگ کے عروج کے وقت پنے حصے کے لشکر کو لے کر پسپا ہونے کی کوشش کروں گا۔ جو منگول میرے ساتھ پیکار ہوں گے یہ سمجھیں گے کہ میں جنگ سے جی چرا کر بھاگا ہوں اور انہیں پتہ کہ اس حصے میں جلال الدین ہے وہ ضرور میرا تعاقب کریں گے۔ میں انہیں تعاقب میں لگا کر دور لے جاؤں گا۔ اور پھر اچانک پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوں در ان کا خاتمہ کر دوں گا۔ اور اس کے بعد میں قتلخ خان کی طرف بڑھوں گا۔

میرے اس طرح میدان جنگ سے نکلنے کے دو فوائد ہوں گے۔ اول یہ کہ جو اہمیرے ساتھ برسر پیکار ہوں گے ان کا اپنے اصل لشکر سے علیحدہ ہو جانے کے تم میںوں پر منگولوں کا دباؤ ویسا کا ویسا ہی رہے گا۔ اس میں کسی قسم کی زیادتی نہ دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ اس منگول لشکر کا جو میرے تعاقب میں ہو گا خاتمہ

سلطان جلال الدین ابھی تک اصفہان کے نواح ہی میں پڑاؤ کے انتظار کر رہا تھا کہ اسی دوران سلطان کو بری خبر ملی۔ ایک مخبر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کو اطلاع دی کہ باغی سردار قتلخ خان جس کی کمانداری میں اس وقت نوے ہزار کے قریب لشکر تھے وہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے اصفہان کا رخ کر رہا ہے۔ یہ خبر بڑی دلدوز بڑی حوصلہ شکن تھی اس لئے کہ ایک طرف سے چنگیز خان کا بیٹا چغتائی شمال کی جانب سے بڑے خونخوار انداز میں سلطان جلال الدین کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا دوسری سمت قتلخ خان جو سلطان جلال الدین کے باپ علاء الدین کے رشتہ داروں میں تھا وہ بھی سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے اصفہان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ خبر سلطان کے گوش گزار کی گئی اس وقت سلطان کے خیمے میں اس کا بھائی غیاث الدین، پاسپانوں کا سپہ سالار اور اورخان تینوں موجود تھے۔ یہ خبر سننے کے بعد سلطان نے کچھ سوچا پھر اس مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگے ابھی کہیں جانا نہیں۔ باہر لشکر میں انتظار کرو۔ میں تم سے بعد میں رابطہ قائم کر دوں گا۔ اس پر وہ مخبر باہر نکل گیا تھا۔ مخبر کے جانے کے بعد سلطان نے باری بارو پاسپانوں کے سپہ سالار اور اورخان کی طرف دیکھا اور پوچھا

میرے عزیز ساتھیو۔ تمہارا اس معاملے میں کیا خیال ہے۔ صورت حال ہمارے لئے انتہائی اہتر اور خراب لگتی ہے۔ شمال کی طرف سے وحشی منگول ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے امد رہے ہیں مغرب کی طرف سے قتلخ خان ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اور یہ منگولوں سے بھی زیادہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو گا اور لئے کہ اگر ہم قتلخ خان سے جنگ کرتے ہیں تو خون دونوں سمتوں سے مسلمانوں کا بے گناہ ہو گا جو مجھے کسی بھی صورت پسند نہیں ہے۔ سنو میرے دونوں عزیزو۔ اس مسئلہ پر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ شاید تم دونوں اسے پسند کرو۔ اس پر اورخان فوراً بولا اور پوچھنے لگا۔ سلطان محترم وہ تجویز کیا ہے۔ جس کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں۔ آپ کہتے۔ مجھے امید ہے کہ اس تجویز پر عمل کر کے ہم اس بحران سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔ میرے عزیزو۔ میرے بھائیو۔ سنو۔ اس نازک موقع پر جبکہ منگول بڑی تیزی سے

اور قتلخ خان کی پیش قدمی کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔ بعد میں جب ہم کو شکست دے چکیں گے تو قتلخ خان کے سامنے آتے ہوئے ہمارے لشکری چٹائی میں بیٹھ جائیں گے۔ بلکہ منگولوں کے شکست کھانے کے بعد قتلخ خان کے ان کے حوصلے مزید بڑھ چکے ہوں گے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے اور خان منگول کو پسند کرتے ہوئے کہا۔

اور خان میرے بھائی۔ تمہارے اندیشے درست ہیں یہ تجویز فی الحال ہم چاروں محدود رہے گی۔ کسی بھی لشکری کو یہ خبر نہیں ہونے دی جائے گی کہ منگولوں کے ساتھ قتلخ خان بھی ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی ہے۔ اور قتلخ خان کی آمد کی خبر جو جاسوس لے کر آیا ہے اس کو بھی آگاہ کر دیا جائے گا کہ یہ خبر کسی اور تک نہ پہنچے۔ اب میرے خیال میں تم لوگ اٹھو اپنی اپنی تیاری کرو اس لئے کہ ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے شمال کی طرف کوچ گئے اور آگے بڑھ کر چٹائی کے لشکر کی راہ روکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ان پاسبانوں کا سپہ سالار اور غیاث الدین اٹھ کر سلطان کے خیمے سے نکل گئے توڑی دیر بعد لشکر اصفہان کے نواح سے شمال کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



میری طرف چنگیز خان کے بیٹے چٹائی نے جس وقت طیان کو اس کے خیمے میں لے کر آئے تھے تنبیہ کی تھی کہ اگر صبح تک وہ چارمخان کے ساتھ شادی کرنے کی تیاری نہ ہوئی تو اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ چٹائی اس کام سے جلدی نہ چاہتا تھا اس لئے کہ دوسرے روز وہ سلطان سے جنگ کرنے کے لئے شرفیہ کی طرف کوچ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی چٹائی سو کر جب ایک پہرہ دار بھاگا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ خان میں آپ کے لئے ایک اچھا خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر چٹائی نے طنز سے انداز میں اس کی طرف اشارہ کیا شاید تم یہ بتانا چاہو گے کہ مسلمانوں کا سلطان جلال الدین اصفہان سے طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ اس پر وہ پہرہ دار بولا اور کہنے لگا نہیں۔ خان۔ میں

کرنے کے بعد میں قتلخ خان کی طرف بڑھوں گا۔ گو میرے پاس مختصر سا لشکر ہو گا مگر میرے حصے میں آتا ہے۔ جس سے میں قتلخ خان سے جنگ نہیں کر سکوں گا اور اس کی راہ بھی نہیں روک سکوں گا۔ میں اس کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کر دوں گا اور اس کی اس سمت بڑھنے کی رفتار کو ست کر دوں گا تاکہ تم تینوں کو منگولوں سے نپٹنے کے لئے معقول وقت مل جائے۔ منگولوں سے نپٹنے کے بعد پھر ہم متحد ہو کر قتلخ خان کی طرف بڑھیں گے اور اسے بتائیں گے کہ ہم میں ابھی دم خم ہے کہ منگولوں کے ساتھ ساتھ ہم اس کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر اپنے بھائی غیاث الدین۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ سنو۔ میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو۔ اس پر اور خان۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور غیاث الدین تینوں نے ایک بار بڑے اٹھاک سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ فیصلہ کیا اور پھر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ ہم تینوں اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے ہم نہ صرف منگولوں کا شکست دے سکتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ قتلخ خان کی رفتار میں کمی کر کے اپنے بہتر حالات کی امید بھی کر سکتے ہیں۔ پر اس تجویز کو استعمال کرتے ہوئے سلطان محترم ہمیں ایک احتیاط بھی کرنا ہوگی۔ اس پر سلطان جلال الدین نے چونک کر پوچھا کہ احتیاط۔ جواب میں اور خان کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ یہ تجویز صیغہ راز میں رکھی جائے۔ اس وقت اس راز سے میں پاسبانوں کے سپہ سالار اور آپ کا بھائی غیاث الدین آگاہ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تجویز بس ہم چاروں تک ہی محدود رہے اگر کسی لشکری کو خبر ہو گئی کہ ایک طرف۔ منگول ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور دوسری طرف سے قتلخ خان بڑھ رہا ہے میرے خیال میں کئی لشکری جی چھوڑ بیٹھیں گے اور جنگ میں اس کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے جو وہ ماضی میں کرتے رہے ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں فی الحال لشکریوں کے ذہن میں یہی بات رکھی جائے کہ ہمارا مقابلہ چنگیز خان کے بیٹے چٹائی

آئیں اس لئے کہ میں ابھی اور اسی وقت اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف
لے والا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہمارے آدمی کوشش کریں تو وہ ان لوگوں
یعنی جو طیان کو یہاں سے نکال کر لے گئے ہیں اس کے بعد چغتائی نے غصے
میں مزید کچھ نہ کہا اور اس نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دے
دیا۔ توڑی دیر بعد چغتائی کی سرکردگی میں منگول سرکردہ کے نواح سے جنوب کی
پہلی قدمی کر رہے تھے۔



پہلے کے کوہستانی سلسلوں کے اندر دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے آگے
آئے تو دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے پڑاؤ کر لیا تھا۔ جس
مکمل سلطان جلال الدین کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کر رہے تھے اس وقت خود
جلال الدین۔ اور خان۔ پاسبانوں کا سپہ سالار۔ غیاث الدین اور جلال الدین
ایک دوسرے کے سامنے چغتائی کی سرکردگی میں پڑاؤ کرنے والے منگول
بھائیوں کے اپنے لشکر سے کم از کم چار گنا بڑی ہو گئی۔ ان کے سامنے جہاں
کام کرتی تھی مغلوں کے خیمے ہی خیمے پھیل گئے تھے۔ اور منگول ادھر ادھر
لوڑوں کو بھگاتے ہوئے اپنے پڑاؤ کو آخری شکل دے رہے تھے۔ سلطان جلال
نے بھی اپنے مختصر لشکر کے ساتھ ان کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوسرے
لسان کی ابتدا کرنے کے لئے صبح ہی صبح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف
باندھے۔

لسان کی ابتدا کرنے کے لئے سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کی ترتیب کچھ
تبدیل کی کہ لشکر کے وسطی حصے پر اس نے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
لشکر کا دایاں پہلو غیاث الدین کی سرکردگی میں دیا گیا اور باایاں پہلو سلطان
جلال الدین نے اپنے پاس رکھا۔ سلطان نے اپنے آپ کو بائیں طرف اس لئے رکھا
کہ وہ بوقت ضرورت میدان جنگ سے نکل کر منگولوں کو اپنے پیچھے لگا کر قتلخ
مقابلہ آسانی سے جاسکے۔ کیونکہ وسطی حصے سے ایسا وہ آسانی سے نہیں کر

یہ نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سوبدائی کی بیٹی طیان اپنے
میں نہیں ہے۔ اس پر چغتائی چونک سا پڑا اور کھا جانے والی نگاہوں سے اس پہلو
کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ اگر وہ اپنے خیمے میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟
رات ہی رات ہمارے سپہ سالار چارمغان کے پاس چلی گئی۔ جس سے ہم اس
شادی کرنے کے خواہش مند ہیں۔ قبل اس کے کہ وہ پیریدار مزید کچھ کہتا اتنی دیر
چارمغان اور چغتائی کا امیر الامراء قراچار برلاس بھی وہاں آ گئے۔ جس سے ہمیں
پیریدار پھر بولا اور کہنے لگا

خان میں یہ تو نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے میں آپ سے کہوں کہ طیان اس
اپنے خیمے میں نہیں ہے۔ جو پیریدار اس کے خیمے کے دونوں جانب پہرہ دینے کے
مقرر کئے گئے تھے وہ بھی وہاں نہیں تھے اور جب انہیں تلاش کیا گیا تو خیمے کے
بائیں رست کے اندر ان کی لاشیں دفن کی ہوئی ملی ہیں۔ ان دونوں کو کوئی ہلاک
کے طیان کو لے گیا ہے۔ اس پر چغتائی کے بولنے سے پیشتر ہی چارمغان بولا اور
کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے لشکر سے کوئی طیان کو نکال کر لے جائے کیا
ممکن ہے۔ اسے تلاش کرنے کی کوشش کی جائے وہ ہمیں کہیں خیموں کے اندر
بیٹھی ہوگی اس پر چغتائی اپنا فیصلہ دیتے ہوئے سمجھنے لگا نہیں چارمغان۔ تمہارا اند
غلط ہے۔ وہ ان خیموں میں نہیں ہے۔ وہ یہاں سے بھاگ چکی ہے۔ اگر ان خیم
میں ہوتی تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی تھی کہ اس کے خیمے کے گرد پہرہ دینے وال
دونوں محافظوں کی نگاہ بچا کر ادھر ادھر ہو سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے۔ دونوں محافظ
کی تلاشوں کا رست میں دفن کیا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کوئی اسے لشکر
نکال کر لے گیا ہے۔ اور اگر یہ ہو چکا ہے تو سنو۔ یہ فعل یہ کام۔ ہماری بد ترتیب
اور اسے لے جانے والے کی بہترین جراتمندی کا اظہار ہے۔ بہر حال طیان کا
سے چلا جانا ہمارے منہ پر ذلت اور بے عزتی کا ایک بھرپور تنازعہ ہے۔ سنو چارمغان
کچھ تیز رفتار سوار مقرر کرو جو چاروں طرف پھیل جائیں اور طیان کو تلاش کریں
ان سواروں کو یہ بھی تنبیہ کرو کہ جب طیان مل جائے تو وہ طیان کو لے کر جنوب

بلکہ لشکر کے بائیں پہلو کی طرف سے وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس
تاجاں وسطی لشکر کے ساتھ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑوں پر
گھڑے تھے اور بڑے غور سے منگولوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلطان ان
کے پاس آیا اور بڑی رازداری میں ان دونوں سے مخاطب کر کے کہنے لگا

میرے دونوں بھائیو۔ لگتا ہے قدرت ہمیں کسی بہت بڑی آزمائش میں ڈالنے کا
کرچکی ہے۔ سنو میرے بھائیو تم دیکھتے ہو کہ میرا بھائی غیاث الدین اپنے لشکر کے
علیحدہ ہو رہا ہے۔ میں نے زندگی میں کبھی بھی ایسا جفا پیشہ بے مروت اور بد
بھائی نہیں دیکھا۔ یہ اس موقع پر ہم سے علیحدہ ہو رہا ہے جس وقت منگول ہم
کو اور ہونے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ غیاث الدین کا یہ فعل یقیناً "ہماری پیٹھ
پر گھونپنے کے مترادف ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرے عزیز میرے بھائیو۔ ہم
ان سے ٹکرائیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ غیاث الدین کے علیحدہ ہو جانے سے
میں اور منگولوں کے درمیان تعداد کا تناسب مزید بڑھ گیا ہے۔ لیکن میں اپنے
ذاتی نصرت کے سارے چغتائی سے ضرور ٹکراؤں گا اور اسے ہٹاؤں گا کہ ہم
اور بیدار ہیں۔ سلطان کو پریشان دیکھتے ہوئے اور خان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ غیاث الدین کی علیحدگی پر ہم پریشان اور فکر مند نہیں ہوں گے یہ
ممانعت ہیں اس سے پہلے غیاث الدین نے کسی بھی موقع پر منگولوں کے خلاف
ممانعت نہیں کی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ وہ منگولوں کے خلاف آپ کے ساتھ صف
ہوا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے ہم تینوں ہی مل کر منگولوں پر ضرب لگاتے رہے ہیں۔
نا محترم۔ ہم یہ سمجھیں گے کہ غیاث الدین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ہمارے
ممانعت نہیں ہوا تھا۔ اس پر سلطان کسی قدر سنبھلا۔ اپنے چہرے پر
ممانعت لائے ہوئے کہنے لگا۔ اور خان وہ باپ بڑا خوش قسمت تھا جس کے تم بیٹے
اور خان تمہارا کسی کا رفیق ہوتا بھی اس کے لئے قابل فخر اور قابل ستائش ہے۔
تمہارے اور پاسبانوں کے سپہ سالار جیسے جوانوں پر مشتمل میرے پاس ایک مختصر
گھوڑا تو میں دنیا کے ہر کونے میں ان منگولوں کو لکارتا اور انہیں کتا کہ وہ جہاں
ہمارے ساتھ قوت۔ اے اے کر لیں۔ اور خان میرے بھائی اب جبکہ غیاث الدین جا

سکتا تھا۔ اس لئے اس نے لشکر کے بائیں حصے کی کمانداری اپنے پاس رکھی تھی۔
دوسری طرف چغتائی نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب سلطان جیسی ہی رکھی تھی
وسطی حصہ چغتائی نے خود اپنی کمانداری میں رکھا لشکر کا دایاں پہلو امیر الامراء قرا
برلاس کی سپہ سالاری میں تھا اور بایاں پہلو چارمغان کے تحت کام کر رہا تھا۔

لڑائی شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث
الدین نے بدترین جفا اور انتہائی گھناؤنے فعل کا ارتکاب کیا اس لئے کہ جبکہ
ابتداء سے تھوڑی دیر پہلے غیاث الدین اپنے لشکر کو لے کر سلطان سے علیحدہ ہو کر
ایک طرف چل دیا۔ سلطان جانتے تھے کہ اگر لشکریوں کو یہ احساس ہو گیا کہ سلا
بھائی غیاث الدین منگولوں کے مقابلے میں سلطان کا ساتھ چھوڑ رہا ہے تو اس
لشکریوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور اس سے منگول خاطر خواہ فائدہ اٹھ
گے۔ لہذا سلطان جلال الدین نے غیاث الدین کے اس قاتل صد ہزار لخت نہ
کوئی اہمیت نہ دی تاکہ اس کے لشکریوں کا حوصلہ بلند رہے۔

بلکہ جب سلطان نے یہ دیکھا کہ اس کا بھائی غیاث الدین میدان جنگ چھ
جا رہا ہے اور منگولوں کے خلاف اس کا ساتھ نہیں دینا چاہتا تو سلطان کا رویہ کا
دکھائی دے رہا تھا گویا یہ سب کچھ سلطان کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ اور غیاث
کی علیحدگی منگولوں کے خلاف ضرور کوئی فوجی چال ہے۔ دوسری طرف منگول
سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کو علیحدہ ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ ہم
سمجھے کہ سلطان ان کے خلاف کوئی فوجی چال چل رہا ہے تاکہ ان کے خلاف
حاصل کر سکے۔ سلطان کے اس رویہ کا سلطان کے لشکر پر خاطر خواہ اثر پڑا اور
حوصلے پہلے کی طرح بلند رہے۔

اس موقع پر جبکہ غیاث الدین سلطان کے لشکر سے علیحدہ ہو رہا تھا سلطان
الدین نے اس کی راہ نہیں روکی۔ سلطان جانتا تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو اس
لشکری اور خود منگول یہ جان جائیں گے کہ غیاث الدین علیحدہ ہو رہا ہے اور
اسے روکنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے لشکری بھی بد دل ہو جائے اور جنگ
جی چراتے۔ سلطان اس موقع پر بالکل خاموش رہا۔ اس حادثے کو اس نے کوئی

سلطان محترم آپ بے فکر رہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم انشاء اللہ ان میدانوں پر منگولوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ سلطان محترم ہم دونوں میں سی کی ایک وسطی حصہ میں رہنے دیں اور دوسرے کو دائیں پہلو پر غیاث الدین کی خالی جگہ کرنے کے لئے مقرر کر دیں۔ اس پر سلطان جلال الدین بولے اور کہنے لگے۔ میرے دونوں بھائیو۔ میرے عزیزو۔ پہلے کی طرح لشکر کا بایاں پہلو میرے پاس ہی رہ گا۔ وسطی حصہ پاسبانوں کے سپہ سالار اور لشکر کے دائیں حصے کی طرف غیاث الدین کی جگہ اور خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جم جائے گا۔ چارمغان پر پہلے ہی اور نہ کا رعب اور دبدبہ بیٹھا ہوا ہے۔ میرے خیال میں اور خان بہت جلد چارمغان کو ہونے پر مجبور کر دے گا۔ اور خان میرے بھائی چارمغان کو پسپا کرنے کے بعد چٹا کے خلاف اپنے پاسبان بھائی کی مدد کرنا۔ میں شروع میں قراچار برلاس پر بھرپور مزہ لگاؤں گا۔ اس کے بعد پسپا ہو کر اسے اپنے پیچھے لگا کر میدان جنگ سے نکال۔ جانے کی کوشش کروں گا۔ تاکہ اسے دور لے جا کر نیٹ سکوں۔ میرے دونوں بھائیو

میری غیر موجودگی میں اگر تم منگولوں کو شکست دے کر بھگانے سکو تو انہیں اپنے ہاتھ جنگ کرنے میں مصروف رکھنا۔ اتنی دیر تک ہو سکتا ہے میں بھی قتلخ خان کی رفتار کرنے کے بعد دوبارہ تم دونوں سے آملوں۔ اور اس طرح ہم پھر ایک بار متحد ہو چنٹائی کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد سلطان نے اورخا اور پاسانوں کے سپہ سالار کے ساتھ دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اور آسمان طرف دیکھتے ہوئے اپنی فتح و نصرت کے لئے دعا کی اور پھر دوبارہ اپنے گھوڑے کو تھپتھپاتا ہوا اپنے لشکر کے بائیں حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

جنگ کی ابتدا چغتائی خان نے کی تھی۔ اپنے لشکر کو جھنڈیوں کا اشارہ دیتے ہوئے حرکت میں آیا۔ اور پاسباؤں کے سپہ سالار کے لشکر کے حصے پر وہ وحشیوں کے غبار اجنبی ہاتھوں کے سیاہ جادو ستاروں کو ڈبوتے تاریکی کے ساگر کی طرح آواز ہوا تھا چغتائی کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر اس کا امیر الامراء قراچار برلاس بھی لشکر کو حرکت میں لایا۔ وہ بھی سلطان جلال الدین کے لشکر پر امیدوں کے آواز میں خوابوں کے پھولوں کو بکھری پتیوں کے لاشوں میں تبدیل کر دینے والے زار عناصر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ چغتائی اور قراچار برلاس کے ساتھ چارمغان میں آئے۔ اور وہ اور خان اور اس کے لشکریوں پر بے امان رات کی روحوں کے دم رقص اور در و دیوار کی چانتی دھوپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

چٹائی۔ قراچار برلاس اور چارمغان کا خیال تھا کہ وہ جنگ زیادہ دیر جاری نہ رہے گی اس لئے کہ دونوں لشکر کے درمیان تعداد کا تناسب بہت زیادہ تھا۔ چٹائی کے کی تعداد سلطان جلال الدین کے لشکر سے کافی بڑی تھی۔ تاہم چٹائی۔ قراچار اور چارمغان نے ٹوٹ کر حملے کرنے شروع کئے تاکہ شروع ہی میں سلطان الدین کے لشکر میں پسپائی سے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

میں ان تینوں کو مایوسی ہوئی۔ اس لئے کہ ان تینوں کے حملوں کے جواب میں تاج الدین موت کی آندھی ریگ وقت کے قافلہ بے نوا میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح قراچار برلاس کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ دوسری طرف پاسبانوں پر سالار نے زندگی کے خمار میں پیاسے صحرا، ظلم و جور کی سیاہ فوج میں آگ و کھشت بدوش کھیل اور حدت کے دشت میں گھٹائیں کر برس جانے والے ابرو لے کر حملہ آور ہوتے ہوئے چغتائی کے لشکر پر چھانا شروع کر دیا تھا۔ تیسری طرف

اور خان بھی میل وقت کی طرح حرکت میں آیا مضطر اور خون بار سحاب ابرئیت، سو تہناؤں میں نکستوں کے غبار اور سوچوں کے ستاروں میں زخموں کے قوس و قزح کھڑے کر دینے والے عناصر کی طرح وہ چارمغان کے لشکر پر ضربیں اور زخم لگاتے تھے۔

کافی دیر تک ہولناک جنگ جاری رہی۔ جوں جوں جنگ طول پکڑتی جا رہی تھی چغتائی۔ قراچہ برلاس اور چارمغان پریشان ہوتے جا رہے تھے اس لئے کہ جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی وہ اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ بہت جلد سلطان جلال الدین کو اپنے سامنے سے مار بھگائیں گے۔ اور جب جنگ طول پکڑنے لگی اور ان تینوں کے لشکروں کی اگلی صفوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونے لگی تب وہ پریشانی اور فکر مندی شکار ہوئے تھے۔ عین اس موقع پر جبکہ منگولوں کے لشکر کی حالت سلطان جلال الدین۔ اور خان اور پاسپائیوں کے سپہ سالار کے سامنے مسافر بے وطن، لاش بے کمر، سربرید جگر دریدہ بدن جیسی ہو رہی تھی سلطان جلال الدین نے اپنی تجویز کے مطابق پسا ہو کر قراچہ برلاس کے لشکر کو اپنے پیچھے لگا کر علیحدہ کرنا چاہا تاکہ اسے دور لے کر اس کا خاتمہ کر دے اور قتلخ خان کی طرف بڑھے۔ لیکن سلطان نے دیکھا کہ وقت وہ پسا پائی کا ارادہ کر رہا تھا اس وقت منگول لشکر میں پسا پائی کے آثار نمودار گئے تھے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے سالاروں اور اپنے لشکریوں کو لگا کہ وہ زور دار حملہ کریں۔ سلطان کی اس للکار پر سارے کے لشکری اور سالار کفن باندھ کر مروانہ وار آگے بڑھنے لگے تھے۔ اب سلطان جلال الدین کے لشکر سامنے منگولوں کی حالت کا سنی رات کے تاریکی، کفن میں کھڑے برگد کے اور درخت اور مایوس ہواؤں کی مار برداشت کرتی ہوئی ویران گزر چکی تھی اور جب سلطان کے لشکریوں نے اپنے حملوں میں مزید اضافہ کیا تو منگول پسا ہوئے تھے۔

اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ منگولوں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ قدم جما کر سلطان جلال الدین کے لشکر کے سامنے جم جائیں لیکن انہیں ناکامی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چغتائی نے اپنے لشکر کو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جانے

اٹھا۔ یہ حکم ملتے ہی منگول میدان جنگ سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے بھاگتے ہوئے منگولوں کا تعاقب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اسے قتلخ خان سے بھی خطرہ تھا۔ وہ اسے ہی غنیمت سمجھ رہا تھا کہ اس کے مقابلے میں کو بدترین شکست ہوئی ہے۔ وہ دریائے جیحوں کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ لہذا چاہتا تھا کہ منگولوں کا تعاقب کرنے کے بجائے وہ متحدہ لشکر کو لے کر قتلخ خان پر بڑھنا چاہئے۔

لیکن اس موقع پر بعض نا عاقبت اندیش اور نا تجربہ کار امراء نے یہ تجویز پیش کی کہ لاکھ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اس لئے ہمیں اس کا تعاقب چاہئے۔ تاکہ قرب و جوار میں ان کے قدم نہ بننے پائیں۔ اور پھر تعاقب کے ان کے قتل و غارت گری سے خود اپنے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہوں تاکہ سپاہیوں اور عام لوگوں کے دلوں سے بھی یہ خیال نکل جائے کہ منگول لشکری شکست نہیں ہوتے۔ گو سلطان جلال الدین اس خیال سے متفق نہیں تھا اس نے قتلخ خان کی طرف سے بھی خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا لیکن امراء کے اصرار پر اخلاست سلطان نے تعاقب کرنے کی اجازت دے دی۔

میدان جنگ سے شکست کھانے کے بعد منگول چغتائی۔ قراچہ برلاس اور خان کے پیچھے دریائے جیحوں کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ کہ سلطان جلال الدین کے لشکر نے تعاقب نہیں کیا تو وہ کچھ دُور آگے جا کر نہ کا جائزہ لینے لگے۔ پھر چغتائی۔ قراچہ برلاس اور چارمغان نے سوچ بچار کے بعد حملہ کیا کہ جس بدحواسی میں منگول میدان جنگ سے بھاگے ہیں سلطان جلال الدین نے اسے ضرور فائدہ اٹھائے گا اور جب انہیں احساس ہو گا کہ انہوں نے تعاقب کے غلطی کی ہے تو تلافی کے لئے وہ پھر تعاقب میں نکل کھڑے ہوں گے اس منگولوں نے فیصلہ کیا کہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

چنانچہ صلاح و مشورے کے بعد طے پایا کہ آدھے منگول لشکر کو گھات میں بیٹھا جائے اور جب سلطان جلال الدین کا لشکر وہاں سے گزر کر دوسرے حصے پر حملہ آور ہوگا تو گھات میں بیٹھا ہو لشکر سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ کر دے جس سے

کے تعاقب میں تھا۔ سلطان میدان جنگ سے نکل کر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا۔ رے شہر سے ولیم شہر کی طرف جاتی تھی۔ اور یہ کہ اسی شاہراہ پر قتلخ خان بھی لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا آ رہا تھا۔

دس میل آگے جا کر سلطان نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے چند مخبر بھجوائے تاکہ قتلخ خان اور اس کے لشکر پر نگاہ رکھیں ان کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں۔ اس بار سلطان رے سے ولیم کی طرف جاتی ہوئی شاہراہ پر اچانک مڑا تعاقب کرنے والے قراچار برلاس کے لشکر پر اتفاق کے اسرار اور فطرت کو زبوں بننے والے ناظر کائنات، بزم ارواح پر چھا جانے والے صاحب ابدیت اور حقائق

آتشا شب تنہائی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ رے سے ولیم کی طرف جانے والی شاہراہ ہولناک جنگ ہوئی قراچار برلاس اور اس کے ماتحت لڑنے والے منگول زیادہ دیر سلطان جلال الدین کے حملوں کی سختی برداشت نہ کر سکے۔ سلطان نے توڑی ہی کی جنگ کے بعد قراچار برلاس کے لشکر کی حالت سنگم کی سنہری رتوں میں نگاہوں آئین کے آثار اور اس گھر جیسی کردی تھی جس میں کبھی کسی کا آنا جانا نہ ہوا۔ توڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد سلطان جلال الدین نے رے سے ولیم کی طرف جانے والی شاہراہ پر قراچار برلاس کو بدترین شکست دی اس شکست کے بعد قراچار نے اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا سلطان جلال الدین نے بڑی خونخواری تیزی سے منگولوں کا تعاقب کیا۔ منگولوں کے لشکر کی اکثریت کو سلطان نے تہ تیغ کیا۔ صرف اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ قراچار برلاس سلطان جلال الدین کی فٹ سے نکل کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس صورت حال میں سلطان اپنے لشکر کے ساتھ مڑا۔ بڑی تیزی سے وہ ولیم کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین کے میدان جنگ سے فرار ہونے پر چغتائی۔ مغولان اور ان کے ماتحت لڑنے والے منگول بڑے خوش اور بے حد مطمئن تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ سلطان جلال الدین کے میدان جنگ سے بھاگ نکلنے کے بعد اس کے دل سالار زیادہ دیر تک ان کا سامنا نہیں کر پائیں گے۔ لیکن معاملہ بالکل الٹ اس لئے کہ جوں ہی سلطان جلال الدین نے میدان جنگ کو چھوڑا اور قراچار

منگول اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

دوسری طرف جب سلطان نے اپنے امراء کے کہنے پر تعاقب شروع کیا اور منگولوں کے قریب گئے تو منگولوں کا جو لشکر گھات میں بیٹھا ہوا تھا وہ اچانک نکل کر سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو گیا اور سامنے کی طرف سے منگولوں کا دوسرا حملہ بھی شروع ہو چکا تھا۔ اس طرح سلطان کے لشکر پر دو طرف سے منگول ٹوٹ پڑے تھے۔ منگولوں کے لشکر کی تعداد ابھی بھی سلطان کے لشکر سے کئی گنا بڑی تھی۔ اس اچانک حملے سے سلطان کے کئی امراء اور ان گنت لشکری موت کی نظر ہو رہے تھے۔

جلد ہی سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کو سنبھال لیا اور لشکر کے ویسے ہی حصے بنا کر منگولوں کے سامنے جم گیا جس طرح میدان جنگ میں سلطان نے اپنے لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ پہلے کی طرح سلطان اپنے لشکر کی بائیں طرف رہا۔ میں پاسبانوں کا سپہ سالار اور دائیں طرف اور خان اپنے لشکر کی ترتیب درست کر ہوئے صف آرا ہو چکا تھا۔ اب جو سلطان نے اپنے لشکر کی ترتیب اور نظم و ضبط درست کیا، پھر اس نے پہلے کی طرح منگولوں پر زور دار حملے شروع کر دیئے تھے منگولوں نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین پھر اپنے لشکر کی تنظیم کو درست کر رہے اور پہلے کی طرح بدحواس کر دینے والے حملے شروع کر چکا ہے تو ان کے لشکر جی چھوڑنے لگے۔ اس موقع پر سلطان نے اپنی تجویز پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کیا۔ لئے کہ منگولوں کا جو لشکر گھات سے نکل کر اچانک سلطان جلال الدین کے لشکر پر آور ہوا تھا اس سے سلطان جلال الدین کے کافی لشکری مارے گئے تھے اور سلطان کے لشکر کی تعداد کم ہو چکی تھی۔ اس صورتحال میں سلطان نے منگولوں سے سردار قراچار برلاس کے سامنے پسپا ہونا شروع کر دیا تھا۔

قراچار برلاس نے جب دیکھا کہ سلطان پسپا ہو رہا ہے تو اس نے اسے تہہ جانا اور اپنی بہادری اپنی شجاعت اور اپنی دلیری کا مظاہرہ کرنے کے لئے اس نے شدت سے سلطان جلال الدین کے لشکر کا تعاقب شروع کیا۔ سلطان بڑی تیزی سے پیچھے ہٹا پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ قراچار برلاس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سلطان

کر قتلخ خان نے اپنے لشکر کے ساتھ کوستانی سلسلے کی وادی کے اندر پڑاؤ کر اپنے مخبروں کی اس اطلاع پر سلطان جلال الدین بے حد خوش ہوا اس نے ہم بڑھنے کی رفتار کم کر دی تاکہ وہ رات کے وقت اس کوستانی سلسلے میں جس میں قتلخ خان نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ تاکہ سلطان اس پر شب خون مار کر بڑھنے کی رفتار کو کم کر دے۔

آنے والی رات کو سلطان جلال الدین اس کوستانی سلسلے میں داخل ہوا جس قتلخ خان نے اپنے نوے ہزار کے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ یہ بد بخت ن اگر اپنے اس نوے ہزار کے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے ساتھ تو یقیناً سلطان نہ صرف یہ کہ منگولوں سے اپنے سارے علاقوں کو خالی کرا۔ صحرائے گوبی کو عبور کر کے منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم میں جا داخل ہوتا۔ قتلخ خان جیسے بد بخت غیر ذمے دار سالار ہی کی وجہ سے مسلمانوں کو وہ بد سے ان دیکھنا نصیب ہوا تھا۔

رحال اس کوستانی سلسلے میں داخل ہو کر سلطان جلال الدین گھات میں بیٹھ گیا ات آدمی کے قریب گزر گئی تب سلطان جلال الدین نے قتلخ خان کے لشکر پر دن مارا۔ اور وہ قتلخ خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر آندھیوں کے سفر میں ظالم دشت ویراں میں ابد کے مسافر اور آفاق کے اسرار میں غڈ ہال کر دینے دیکھوں کی تنخی کی طرح ٹوٹ پرا تھا۔ لہوں کے اندر سلطان جلال الدین نے درہوتے ہوئے قتلخ خان کے لشکر کے ایک پہلو کو خون میں ڈبو کر رکھ دیا تھا۔ آنا فنا اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹا اور غول بیاباں کی طرح کوستانی سلسلوں تاہ! پھر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جس شاہراہ پر ہوتے ہوئے ادھر آیا تھا۔ اب ناتیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ واپس رے شر کی طرف جا رہا تھا۔ قتلخ خان پنے دستے ادھر ادھر بھگائے تاکہ سلطان کا تعاقب کر سکے لیکن اس شب خون ل کے لشکر پر ایسی بد حواسی طاری تھی کہ ان میں سے کسی نے بھی شاہراہ پر سلطان جلال الدین کا تعاقب کرنے کی جرات نہ کی تھی۔ اس شب خون سے نواہ متانج نکلے۔ اور قتلخ خان پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا

برلاس کے سامنے وہ پسا ہوا اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کر دی تھی۔ اور وہ اپنے اپنے مقابل لشکر پر بیتے لہوں فتح دہر اور دشمن میں دشت ویران ہوا کے اندھے سفر میں ہر شے کو ادھورے خوابوں کی قبر بے چہرہ تصویروں اور ریت پر لکھی تحریروں میں تبدیل کر دینے والے عناصر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

چغتائی اور چارمغان نے جب دیکھا کہ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے ان کے لشکر کی اگلی صفوں کا قتل عام شروع کر رہا ہے۔ چغتائی نے اندازہ لگا لیا کہ جنگ اگر اسی طرح جاری رہی تو اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کی اگلی صفوں کا صفایا کرینے کے بعد منگولوں کے لشکر کے حصے پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر چغتائی کے اندیشے درست ہوئے اس لئے کہ اور خان پاسبانوں کے سپہ سالار نے منگولوں کے لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا کر یہ صورت حال دیکھتے ہوئے چغتائی نے اپنے لشکر کو پسا ہونے اور بھاگ جانے کا دیا۔ چغتائی کے حکم پر منگول بھاگ کھڑے ہوئے جبکہ اور خان۔ پاسبانوں کا سپہ بڑی تندی اور تیزی سے تعاقب کرنے لگے تھے۔ تعاقب دریائے جیخوں تک رہا۔ اور دریائے جیخوں تک چغتائی کے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے لشکر ان گنت منگولوں کو اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے قتل کرتے ہوئے کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اپنے بچے کچے لشکر کو لے کر چغتائی اور چارمغان دریائے کا پل عبور کر کے سرقد کی طرف چلے گئے تھے۔ دریائے جیخوں کے کنارے چغتائی کا تعاقب کرنے کے بعد اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار رک گئے تھے۔ واپس اس سمت جا رہے تھے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین قراچار برلاس کے لشکر کا خاتمہ کرنے بڑی تیزی سے رے شہر سے ولیم کی طرف جانے والی شاہراہ پر پیش قدمی کر کچھ آگے جانے کے بعد سلطان جلال الدین کے مخبروں نے اطلاع دی کہ

کی افواہیں اڑنے لگی تھیں۔ اس لئے کہ لوگوں کی بے چینی اور پریشانی بڑھنا
نفی عمل تھا۔

آخر اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار جب منگولوں کا تعاقب ختم کرنے کے بعد
ان پہنچے تو لوگوں کو کچھ حوصلہ اور ہمت بڑھی۔ اسی دوران عید کا دن آگیا۔
وقت عید کی نماز ادا کرنے کے لئے اصفہان شہر سے باہر لوگ عید گاہ میں جمع ہو
ئے۔ لوگوں نے دور سے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھا سب کی آنکھیں اس گرد و غبار
میں۔ طرح طرح کے ننھے دل میں جنم لینے لگے تھے۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے
کہ عید کے دن مسلمانوں کے اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منگول حملہ آور
لگے ہیں جبکہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو پہلے ہی منبر اطلاع دے چکے
تھے۔ سلطان جلال الدین قتلخ پر شب خون مارنے کے بعد اصفہان کی طرف لوٹ رہا
پھر اس گرد و غبار سے سوار نمودار ہوئے سب لوگوں نے دیکھا کہ سلطان جلال
اپنے لشکر کی رہنمائی کرتے ہوئے بڑی تیزی سے اس جگہ نمودار ہوا تھا جہاں
ید کی نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے۔

خوئی سلطان جلال الدین کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ بخیر و
برکات تھے تو وہ خوشی اور شادمانی میں اللہ و اکبر کی تکبیریں بلند کرنے لگے اور طرح
کے انداز اپناتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ سلطان نے اصفہان
باہر اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار بھی
اپنے لشکروں کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے چکے تھے۔ لوگوں کے ساتھ سلطان
بن نے نماز عید ادا کی اور پھر کافی دیر تک وہ لوگوں میں گھلے ملے رہے۔
کے حملوں کا ڈر اور خوف لوگوں کے دل سے جاتا رہا تھا۔ سلطان جلال الدین
نے اس آئے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو بھی انہوں نے اپنے خیمے
میں کیا۔

خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار سلطان جلال الدین کے خیمے میں اس کے
کر بیٹھے تو سلطان جلال الدین اس وقت بے حد خوش دکھائی دے رہا تھا
تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اورخان اور

تھا۔ جبکہ سلطان جلال الدین بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھے
اس کے ساتھ جنگ سے پہلے منگولوں کے ساتھ سلطان اپنا فیصلہ کر لے۔

سلطان ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے مزید اطلاع
اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے منگولوں کو بدترین شکست دی ہے اور یہ
ان دونوں نے چغتائی۔ چارمغان اور قراچار برلاس کا دریائے جیجوں تک تعاقب
ہے۔ اور بچے کچھ منگول لشکر کو لے کر چغتائی دریائے جیجوں کو عبور کر کے سرحد
طرف چلا گیا ہے۔ اور یہ کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اس میدان کی طرف
لوٹ رہے ہیں جہاں جنگ ہوئی تھی۔ یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین بے حد خوش
اس لئے کہ منگولوں سے بچنے کے بعد اب وہ پرسکون حالات میں قتلخ خان کا مقابلہ
سکتا تھا۔ لہذا اسی خوشی میں وہ بڑی تیزی سے اس سمت بڑھ رہا تھا جہاں جنگ
تھی تاکہ وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے جا ملے۔

چونکہ سلطان جلال الدین کی پسپائی کے راز سے صرف اورخان اور پاسبانوں
سپہ سالار ہی علم رکھتے تھے لہذا دوسرے لوگ سلطان کے یوں پسپا ہو کر روپوش
پر بڑے فکر مند تھے۔ منگولوں اور سلطان جلال الدین کے درمیان یہ جنگ با
رمضان المبارک کو لڑی گئی تھی اور اسی شام سلطان جلال الدین منگول سردار
برلاس کے پسپا ہوتے ہوئے روپوش ہو گئے تھے۔ اس طرح سلطان کے بارے میں
کو قطعاً "کوئی خبر نہ تھی کہ وہاں کہاں گیا ہے لوگوں میں عجیب گوگوں کا عالم تھا۔
دل مایوس ہر شخص پریشان اور ہم و تن ناکامی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ بالخصوص
اصفہان بڑے پریشان تھے۔ اس لئے کہ سلطان جلال الدین ہی کی وجہ سے ان
منگولوں کی شکست و ریخت سے بچا ہوا تھا۔

سلطان کے اس طرح روپوش ہو جانے پر لوگ بے حد پریشان تھے۔ اور
انہیں منگولوں کے حملے کا ڈر تھا اور بچاؤ کی کوئی سبیل دکھائی نہ دیتی تھی۔ جن
دن گزرتے جا رہے تھے مایوسی بڑھتی جا رہی تھی اس لئے کہ اورخان اور پاسبانوں
سپہ سالار بھی منگولوں کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے جیجوں کی طرف جا چکے
اصفہان اور اس کے گرد و نواح میں ادھر ادھر منگولوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر

پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بھائیو۔ میرے ساتھیو۔ آٹا جبکہ عید کا دن ہے خداوند قدوس نے ہمیں دو خوشیاں عطا کی ہیں۔ اس پر اورخان نے فوراً سلطان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم۔ دو نہیں تین خوشیاں عطا کی ہیں۔ اورخان جب چپ ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً بولا تین نہیں خداوند قدوس نے ہمیں چار خوشیاں عطا کی ہیں۔ اس پر سلطان جلال الدین باری باری مسکراتے ہوئے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھنے لگا پھر مسکرا کر پوچھا میرے بھائیو۔ میرے رفیقو۔ میری نگاہ میں تو دو ہی خوشیاں ہیں۔ اورخان تم کوئی تیسری خوشی کا اظہار کرنا چاہتے ہو۔ پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی چوتھی خوشی کون سی ہے اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے بولتے ہوئے کہا سلطان محترم پہلے اورخان تیسری خوشی بتائے پھر میں چوتھی بتاؤں گا۔ اس پر اورخان فوراً بولا اور سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم پہلے آپ دو خوشیاں بتائیں پھر میں آپ کو تیسری خوشی بتاؤں گا۔ اس پر سلطان جلال الدین نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا بھروسہ کہنے لگے۔

میرے خیال میں جن دو خوشیوں کا میں نے ذکر کیا ہے وہ پہلی خوشی تو عید الفطر کی ہے باہم ہم اکٹھے ہو کر عید منا رہے ہیں۔ اور دوسری خوشی منگولوں کو بدترین شکست دینے کی ہے۔ سلطان کے خاموش ہو جانے پر اورخان فوراً بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم جن تین خوشیوں کا میں اظہار کر رہا ہوں ان میں پہلی خوشی تو عید الفطر کی ہے۔ دوسری منگولوں کو شکست دینے کی اور تیسری اس بات کی کہ آپ نے قتلخ خان کے لشکر پر انتہائی کامیاب شب خون مارا ہے اور اس کی آگے بڑھنے کی رفتار کو کم کر دیا ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے ہار ماننے کے انداز میں کہا پلو دو نہیں تین ہوا سسی پر پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی چوتھی خوشی کون سی ہے اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ پہلی خوشی عید کی۔ دوسری خوشی منگولوں کو شکست دینے کی۔ تیسری خوشی قتلخ خان کے لشکر پر آپ کے کامیاب شب خون مارنے کی اور چوتھی ہماری بہن طیان کے ملنے کی۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس انکشاف پر جلال الدین اور اورخان دونوں نے اپنی چھٹی نگاہوں سے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر سلطان جلال الدین بولا کہنے لگا۔ پاسبان میرے بھائی یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم نے جو اپنے خیر طیان کی شان میں روانہ کئے تھے ابھی تک وہ ناکام ہیں اور انہیں طیان سے متعلق کچھ خبر مل لی کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی اسے تلاش کرنے اور منگولوں کے یہاں سے نکالنے کا کامیاب ہوئے ہیں۔ پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ وہ تجربہ ان کو تلاش کریں یا نہ کریں اس کا ٹھکانہ معلوم کر سکیں یا نہ کر سکیں پر میں طیان کو ٹلوں کے یہاں سے نکال چکا ہوں۔ اس پر بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے اورخان کہنے لگا کہ اگر تم طیان کو وہاں سے نکال چکے ہو تو تم نے اس کا لہو نہیں ذکر کیا۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

بھئیہ! مجھے یہ خوشخبری پہلے کہنا چاہئے تھی لیکن میں نے دل میں ارادہ کر رکھا تھا کہ منگولوں کی شکست کے بعد میں اس بات کا ذکر کروں گا تاکہ آپ دونوں کو دوسری خوشی نصیب ہو۔ لیکن اب دو کے بجائے چار خوشیاں ہمیں نصیب ہو رہی ہیں۔ اس لئے کہ عید بھی آگئی اور قتلخ خان پر ہم نے کامیاب شب خون بھی مارا۔ اس پر اورخان پھر بولا اور پوچھنے لگا۔ پاسبان میرے بھائی۔ تم نے طیان کو کہاں سے حاصل کیا اور اس وقت وہ کہاں ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی۔ میں نے اپنی بہن طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکالا اور اس وقت میری بہن طیان میرے مستقر میں محفوظ ہے۔ اس پر اورخان نے تعجب سے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا لیکن میرے بھائی تم نے منگولوں کے لشکر سے طیان کو کیسے نکالا۔ اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے باری باری اورخان اور سلطان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا آپ دونوں حضرات یہ نہ پوچھئے گا میں نے وہاں سے طیان کو کیسے نکالا اگر یہ بات بتا دوں تو پھر میں اور میرا راز تم پر لیا ہو جائے گا جبکہ ابھی میں اپنے آپ کو آپ لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ لہذا یہ دونوں حضرات کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اپنی بہن طیان کو منگولوں کے لشکر

کے غار میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ اب تم مزید مت پوچھنا کہ میں اور میری منگولوں کے لشکر میں کیسے داخل ہو گئے۔ یا یہ کہ منگولوں کے ساتھ ہمارا کیا کیا نسبت ہے جس کی بناء پر ہم طیان کو نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اس موقع پر ان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ پاسبان میرے بھائی۔ ہم تم سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔ کیا تمہاری بیوی بھی ری طرح اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر رہتی ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار ہلکا نقبہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میری بیوی کو اور خان نے دیکھ رکھا ہے یہ اسے شکل سے نہیں پہچانتا وہ بھی میری طرح اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر رکھتی۔ سلطان محترم۔ میری بیوی کوئی عام لڑکی نہیں ہے بلکہ وہ ایک بہت بڑی سلطنت شہزادی ہے۔ اگر وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے تو یقیناً پہچانی جائے کہ وہ کون اور اس کے پہچانے جانے سے میں بھی پہچانا جاؤں لہذا ہم نے تہیہ کر رکھا ہے ایک مقررہ وقت تک اپنے چہروں پر نقاب ڈال کر رکھیں گے اور جب ہمارا مقصد پایا جائے گا تو سلطان محترم۔ میں اور میری بیوی دونوں اپنے چہروں سے نقاب ہٹا آپ کے سامنے آ جائیں گے۔ ہماری طرح ہمارے ساتھی بھی آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے نقاب ڈال کر رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی پہچانے نہ جائیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگے۔ سنو۔ میرے دونوں بھائیو۔ میرا ارادہ ہے کہ ان شہر سے باہر چند دن پڑاؤ کر کے طیان کا انتظار کیا جائے۔ جس وقت طیان لشکر لے کر آئے اور خان اور طیان کی شادی کے بعد قتلخ خان کی طرف پیش قدمی کی جائے اس پر اور خان فوراً بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ اگر قتلخ خان اس سے پہلے پہنچ جائے گا تو اصفہان شہر کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل کر رہ جائے گا کیا تم نہیں کہ طیان کے آنے تک ہم قتلخ خان سے نپٹ لیں اور دوبارہ یہاں آکر قتلخ خان سے لڑیں۔ سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا اور خان میرے بھائی تم فکر مند نہ رہو میں نے اپنے جاسوس قتلخ خان کی ہر نقل و حرکت سے آگاہ کرنے کے لئے ایک پل کی ایک ایک پل کی اطلاع کریں گے۔ وہ قتلخ خان کی پیش قدمی کی ایک ایک پل کی اطلاع کریں گے۔

سے نکال کر اپنے مستقر پہنچا چکا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ طیان کو اس وقت تمہارے سامنے لاؤں جس وقت ہم منگولوں کو شکست دے دیں۔ دیکھ اور خان میرے بھائی۔ جس وقت دریائے جیخوں تک منگولوں کا تعاقب کرنے کے بعد ہم لوٹے تھے اسی وقت میں نے چند مسلح جوان اپنے مستقر کی طرف روانہ کئے تھے اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ طیان کو وہاں سے نکال کر اصفہان کی طرف لائیں۔ اس سفر میں میری بیوی بھی طیان کے ساتھ ہو گی میرے خیال میں چند دن تک وہ دونوں میرے محافظوں کے ساتھ اصفہان شہر پہنچ جائیں گے۔ اس پر اور خان اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر وہ بری طرح پاسبانوں کے سپہ سالار سے لپٹ گیا تھا۔ اس کی پیشانی کئی بار اس نے چوٹی پروردہ کہنے لگا پاسبان میرے بھائی۔ تم عظیم ہو۔ تم منبر کی سر بلندی۔ مسجدوں کے قاری کے پاسبان۔ صداقتوں کی امانتوں۔ آباد بستیوں کے محافظ ہو۔ تم یقیناً سرفروشی کی ایک جلد ایک کتاب۔ جاں نثاری کا ایک ورق اور ایک عنوان ہو۔ پاسبان میرے بھائی۔ میرے رفیق تم طاق میں جلتی ہوئی مشعلوں اور ریگ صحرا میں سفر کرتے ہو۔ تشنہ دہن مسافروں کے رہبر و رہنما ہو۔ انہوں کے لئے یقیناً تم ستاروں کا ترانہ۔ بہاروں کا افسانہ۔ ایمان افروزی کا خزانہ اور زندگی کا پر اثر نغمہ ہو جبکہ دشمنوں کے لئے تم زخموں کا پیوند۔ تیرگی کا گھاؤ اور دشت اندھیروں میں موت کا پیغام ہو پاسبان میرے بھائی۔ تم نے جو طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مستقر میں پہنچا ہے تو تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہ اتار سکوں گا نہ فراموش کر سکوں گا۔ اس پاسبانوں کے سپہ سالار نے کسی قدر سخت الفاظ میں اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اور خان میرا شکریہ مت ادا کرو۔ تم میرے بھائی ہو اس ناطے سے طیان میرا بہن بنتی ہے۔ سنو طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مستقر میں لے جا کر تم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ میرا فرض تھا جسے میں نے ادا کیا۔ لہذا میرے فرض کی ادائیگی پر تم کیوں میرا شکریہ ادا کرتے ہو۔ اور خان میرے بھائی۔ طیان کو منگولوں کے لشکر سے میں اور میری بیوی نے نکالا۔ اور یہ کام صرف ہم دونوں ہی انجام دے سکتے تھے۔ اس لئے کہ کسی عام شخص کا منگولوں کے لشکر میں داخل ہونا اپنی زندگی

جلال الدین کا کاتب ابن احمد بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خان خیمے میں داخل ہوا اور دن کے سپہ سالار کے قریب بیٹھ گیا۔ سلطان جلال الدین کچھ دیر تک اور خان کی بڑے شوق سے دیکھتے رہے پھر وہ بولے اور کہنے لگے۔

اور خان۔ میرے عزیز۔ میرے بھائی۔ شاید تم یہ خبر سن کر خوش ہو گے کہ طیان کے وقت لشکر میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی اور اس کے محافظ دستے کے پہنچ چکی ہے۔ تم سے ذکر اس لئے نہیں کیا کہ پاسبانوں کے سپہ سالار نے رکھی تھی کہ طیان کو نکاح سے پہلے تمہارے سامنے نہیں آنے دیا جائے گا۔ لہذا وقت تمہیں طیان سے نکاح ہی کے سلسلے میں میں نے اپنے خیمے میں بلایا ہے۔ کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے کاتب ابن احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ احمد اپنی کاروائی شروع کرو۔ ابن احمد مسکراتے ہوئے حرکت میں آیا اسی وقت نے اور خان اور طیان کا نکاح پڑھا دیا تھا۔ نکاح کی کاروائی کے بعد سلطان جلال نے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور خان اب تم اپنے خیمے میں جاؤ۔ طیان تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔ اس پر اور خان کچھ کہے بغیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔ سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کا سپہ سالار اسے خیمے یوں تیزی کے ساتھ نکلتے ہوئے مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔

اور خان جب اپنے خیمے کے دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے اندر کی غیر موجودگی میں کافی تبدیلی کر دی گئی تھی۔ خیمے کے اندر تین صندلی چھوٹی ٹی مشطیں روشن تھیں جنہوں نے خیمے کے اندر کا سماں خوشبو سے بھر دیا تھا۔ خیمے کے اوپر شب عروسی کے لباس میں طیان بیٹھی ہوئی تھی۔ اور خان ماقبل خیمے میں داخل ہوا۔ طیان اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے میں تھوڑا آگے جا کر وفور جذبات میں اور خان نے اپنے بازو پھیلا دیئے اس کے بازو پھیلائے تھے کہ طیان اپنی جگہ سے بھاگی اور بری طرح اور خان سے لڑ گئی تھی۔ اب وہ اس کی بیوی جو تھی۔



سلطان جلال الدین نے لگاتار تین روز تک اصفہان شہر سے باہر پڑاؤ کئے رکھا۔

قتلع خان اب پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے ادھر بڑھ رہا ہے۔ اور وہ یہاں تک پہنچنے میں دن نہیں ہفتے لگائے گا۔ کیونکہ اسے ڈر ہے کہ جو شب خون میں نے اس پر مارا تھا ایسا کوئی اور شب خون اس پر مارا گیا تو اس کے لشکر کی بد دل ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی تمہارا کیا خیال ہے۔ طیان کب تک یہاں پہنچ جائے گی اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ مجھے امید ہے کہ ایک یا دو روز تک طیان یہاں پہنچ جائے گی میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں طیان کے یہاں پہنچنے کے بعد پہلے اور خان اور اس کی شادی ہو گی اس کے بعد ہم قتلغ خان کی طرف کوچ کریں گے۔ سلطان محترم۔ اور خان اور طیان کی شادی سے متعلق میری ایک شرط بھی ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے مسکرا کر پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کسی شرط ہے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میری شرط یہ ہے کہ جب طیان یہاں پہنچے تو جب تک اور خان کے ساتھ اس کا نکاح نہیں ہو جاتا اس وقت تک اور خان اسے دیکھے گا نہ اور نہ طیان اس کے سامنے آئے گی۔ اس پر اور خان نے احتجاجی سے انداز میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا اس موقع پر سلطان جلال الدین مسکرا رہے تھے انہوں نے اسی مسکراہٹ میں کہا پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی تمہاری یہ شرط ہمیں منظور ہے۔ اب اٹھو سب مل کر لشکر کے ساتھ کھانا کھائیں اس کے ساتھ سلطان جلال الدین۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار خیمے سے نکل گئے تھے۔



دوسرے روز مغرب کی نماز کے بعد جس وقت اور خان اپنے خیمے میں اکیلا ہوا تھا خیمے کے دروازے پر ایک سپاہی نمودار ہوا اور اور خان کو مخاطب کر کے لگا۔ اے امیر آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے۔ اس پر اور خان اپنی جگہ سے اٹھ ہوا۔ چپ چاپ وہ سلطان جلال الدین کے خیمے کی طرف گیا جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا خیمے میں پہلے سے سلطان جلال الدین۔ پاسبانوں کا سپہ سالار

نی سلسلے میں گھیر کر بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پاسانوں سالار کے خاموش ہونے پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میں بھی اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ اس پر سلطان نے خوش ہوتے کہا اگر ایسا ہے تو اٹھو اور اپنے لشکر کے کوچ کی تیاری کرو۔ اور اور خان اور سالار سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

اور خان جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے وسط میں کے اندر اون بھر کر بنائے ہوئے گدے کے اوپر طیان اکیلی بیٹھی اور خان کے اپنی گود میں لئے اسے کھانا کھا رہی تھی۔ اور خان آگے بڑھ کر طیان کے بیٹھ گیا۔ اس موقع پر بندر طیان کی گود سے نکل کر اور خان کی گود میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اور خان نے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی محبت بڑے چاہت بھرے لہجے میں کہا۔

سنو۔ طیان تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تاکہ قتلخ خان سے پناہ ملے۔ تم لشکر میں میرے ساتھ رہو گی یا کسی علیحدہ پر امن جگہ رہنا پسند کرو گی۔ طیان نے تھوڑی دیر گھور کر اور خان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔ دیکھئے میں آپ سے علیحدہ اور دور رہ چکی ہوں اب تو میں ایک ساعت ایک دقیقہ بھی آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ جہاں کہیں بھی آپ جائیں گے میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ کے خیمے ہی میں رہوں گی آپ کی خدمت کروں گی۔ اس لئے کہ اب کو میری اور مجھے آپ کی ضرورت ہے لہذا جہاں کہیں بھی اپنے لشکر کے ساتھ نہیں گئے میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اس پر اور خان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا طیان اگر یہ بات ہے تو پھر کھڑی ہو جاؤ اپنی ضرورت کا سامان سمیٹو۔ تھوڑی دیر لشکر ہمارا خیمہ اکھاڑ لیں گے۔ اس لئے کہ لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا۔ اس پر طیان فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور خیمے کا سامان سمیٹ کر نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سلطان جلال الدین اسفہان سے کاشان۔ قم۔ طبران۔ طبرستان کی طرف جانے والی شاہراہ پر بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے اطلاع دینے پر سلطان ایک کوستانانی سلسلے میں گھات لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

شاید ایسا کر کے سلطان اپنے لشکر کو جو گزشتہ دنوں میں جنگوں میں مصروف رہا تھا آرام اور سکون فراہم کرنا چاہتے تھے۔ تیسرے روز شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان جلال الدین نے اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کو اپنے خیمے میں طلب کیا جب وہ دونوں سلطان کے خیمے میں آئے سلطان نے اٹھ کر دونوں کا استقبال کیا ان سے مصافحہ کیا۔ دونوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے۔

میرے بھائیو۔ سنو۔ تھوڑی دیر پہلے میرے مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ قتلخ خان اپنے لشکر کے ساتھ اس سمت پیش قدمی کرتے ہوئے یہاں سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر ہو گا۔ میرے دونوں رفیقان کار۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ جوں ہی آج سورج غروب ہو رات کی تاریکی میں ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ قتلخ خان کی طرف کوچ کر جائیں۔ سنو۔ میرے مخبروں کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق اگر قتلخ خان یہاں سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر ہے تو پھر اس فاصلے کے دوران راستے میں کسی ایک کوستانانی سلسلے پر پڑتے ہیں۔ میں نے اپنے جاسوسوں کو پھر قتلخ خان پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ راستے میں پڑنے والے کسی ایک کوستانانی سلسلے کے اندر ہم گھات لگا کر بیٹھ جائیں۔ قتلخ خان جب وہاں سے گزرے تو سامنے کی طرف سے میں اس کی راہ روک کھڑا ہوں گا اپنے نوے ہزار کے لشکر کے مقابلے میں قتلخ خان میرے چھوٹے سے لشکر کو دیکھ کر بے حد خوش ہو گا اور اسے امید ہو گی کہ وہ لحوں کے اندر مجھ پر چھا کر اپنی کامیابی کو یقینی بنا دے گا۔ جس وقت میں سامنے کی طرف سے قتلخ خان سے ٹکراؤں گا اس کے تھوڑی بعد اسی کوستانانی سلسلے کی دائیں طرف گھات میں بیٹھا ہوا اور خان اور پھر بائیں طرف سے گھات میں بیٹھا ہوا میرا پاسان بھائی جب باری باری اس پر حملہ آور ہوں گے تو قتلخ خان اپنی بغاوت اپنی سرکشی کی ساری چوکریاں بھول جائے گا اور اس کوستانانی سلسلے میں اسے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ کیا تم دونوں اس سلسلے میں مجھ سے اتفاق کرتے ہو۔ اس پر پاسانوں کا سپہ سالار فوراً بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں سمجھتا ہوں کہ قتلخ خان کے نوے ہزار کے لشکر سے بچنے کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ کار ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ اس طرح ہم اس کے لشکر کو

قتلخ خان ابھی تک یہی سمجھا بیٹھا تھا کہ جو لشکر اس کے سامنے ہے بس جلال الدین کا یہی لشکر ہے اس لئے اس نے پوری قوت اس لشکر کو پسا کرنے پر صرف کر لی تھی۔ عین اس وقت جس وقت قتلخ خان اپنے پورے لشکر کو سلطان جلال الدین کے لشکر پر چڑھ کر حملہ آور ہونے کے لئے لگا کر رہا تھا دائیں طرف سے اور خان اپنے لڑکے ساتھ کو مستانی سلسلے کی گھات سے نکل کر قتلخ خان کے لشکر کے بائیں پہلو پر ہم خزان کی سرد اور کمر آلود تاریک رات میں قوائے ذہنی پر ضرب اور چوٹ لے والے کالے نجار کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ اور خان کے حملہ آور ہونے سے قتلخ خان دہشت زدہ اور پریشان ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں سلطان کا کوئی راس کے دائیں جانب سے نکل کر عین جنگ کے عروج کے موقع پر حملہ آور ہو کر اس کے مقدر کو سیاہ اور کالا کرنا شروع کر دے گا۔

تاہم قتلخ خان نے اپنا حوصلہ بلند رکھا اپنے لشکریوں کو بھی اس نے لگا کر اور رکا ایک حصہ اس نے اور خان پر حملہ آور ہونے کے لئے علیحدہ کر دیا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے قتلخ خان اور خان کے حملہ کو بھی کرنے کے انتظامات کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن اب قتلخ خان کے لئے ایک بہت اور ایک اور دشواری کھڑی ہوئی اور وہ یہ کہ اور خان کے حملہ آور ہونے کے ٹوٹی ہوئی دیر بعد بائیں جانب سے کو مستانی سلسلہ کے اندر گھات میں بیٹھا ہوا ہاتوں کا سپہ سالار نکلا اور قتلخ خان کے لشکر کے دائیں حصہ پر ناامیدی و محرومی کی آواز کے امتزاج، دامن صحرا پر چھانے والی نیم کی گہری گھاؤں اور خدوخال کو بد قوت دیکھنے والے وحشیوں کی طرح قتلخ خان کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار کے حملہ آور ہونے سے قتلخ خان کی ذہنی صلاحیتیں درہم برہم ہو کر رہ گئیں اب وہ تین اطراف میں بٹ گیا تھا۔ سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین اس کے لئے مصیبت بنا ہوا تھا۔ دائیں جانب سے اور خان عذاب بن کر ٹوٹ آیا اور بائیں جانب سے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی پوری قربانیت کے ساتھ لمحہ بالمحہ قتلخ خان اور اس کے لشکریوں کو خون میں ڈبوٹا چلا جا رہا تھا۔

تین اطراف کے ان حملوں سے میدان جنگ شام غم کی طرح دھواں دھواں

اس کو مستانی سلسلے کے درمیان میں کھلی اور وسیع وادیاں تھیں۔ جن کے بچ و بچہ کی طرف جانے والی شاہراہ گزرتی تھی۔ ان وادیوں سے نکل کر جہاں درے کی صورت میں شاہراہ کھلے میدانوں کی طرف جاتی تھی وہاں سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ گیا تھا اس وادی کے دائیں طرف اور خان اور بائیں طرف پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ گھات بنا چکے تھے۔

دوسرے روز قتلخ خان اپنے جبار لشکر کے ساتھ وہاں سے گزرا جب وہ کھلی وسیع وادیوں میں آیا تو سامنے کی طرف سے جلال الدین گھات سے نکل کر قتلخ خان اور اس کے لشکریوں کی راہ روک کھڑا ہوا۔ سلطان کے ایسا کرنے سے قتلخ خان خوش اور مطمئن تھا اس لئے کہ جب اس نے دیکھا کہ سلطان کے ساتھ چھوٹا سا ایک لشکر ہے تو وہ بڑا خوش ہوا اسے یہ امید لگ گئی تھی کہ ان وادیوں میں اپنے اپنے بڑے لشکر کے ساتھ وہ ہر صورت میں سلطان کو شکست دے کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لہذا سلطان سے ٹکرانے کے لئے کو مستانی سلسلہ میں گھری ہوئی ان وادیوں میں اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر کے اس کی صفیں درہم برہم کرنا شروع کر دی تھیں۔ جبکہ سلطان جلال الدین بھی انہیں وادیوں میں اپنے لشکر ترتیب دینے لگے تھے۔

جنگ کی ابتدا قتلخ خان نے کی تھی۔ قتلخ خان اپنے لشکر کے وسط میں ہاتھ کے لئے ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کی اگلی صفوں کو سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ قتلخ خان کا یہ حکم سننے پر اس کے لشکر کی اگلی صفیں سلطان جلال الدین کے لشکر پر بھوکے درندوں اور خنڈوں کی بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہو گئیں انہیں دوسری طرف سلطان جلال الدین نے ہم کمال طرح کی ہمت مردانہ۔ جرات رندانہ کے سے انداز میں قتلخ خان کے حملے روکا۔ پھر سلطان جمود کے عہد، بحران کے دور اور آزاد زندگی کے جوہر میں جان نثار بن کر نمودار ہونے والے عناصر کی طرح آگے بڑھتا ہوا قتلخ خان کے لشکر پر چڑھا۔ حملہ کر چکا تھا۔ قتلخ خان کے لشکر کا وسطی حصہ اور پشتی لشکر بھی بڑی تیزی سے جانے والے بادل کی طرح جلال الدین کے لشکر کی طرف اڑنے لگے تھے۔

ہے سامنے قتلخ خان میدان میں بری طرح ناکام ہوا تھا اور سلطان جلال الدین اور
ان کے دونوں سالار قتلخ خان کے لشکر کی اگلی صفوں کو پوری طرح پامال کرنے کے
بآب بڑی تیزی سے لشکر کے وسطی حصہ پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ قتلخ
خان نے جب دیکھا کہ اس کا لشکر اب لمحہ بالمحہ گھٹنا چلا جا رہا تھا اور اگلی صفوں میں
لٹانی لشکر سے جنگ کرنے والے لشکر جی چراتے ہوئے پیچھے ہٹنے کی کوشش کر
رہے ہیں تو وہ شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان نے کچھ دور تک
قتلخ خان کا تعاقب کیا پھر اسے جانے دیا شاید ایسا کر کے وہ مسلمانوں کا مزید قتل عام
میں کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح قتلخ خان کو اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ جان
پاکر بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔ یوں سلطان جلال الدین نے بڑے عزم اور بڑی
نشدی سے کام لیتے ہوئے منگولوں اور قتلخ خان سے اٹھنے والے خطروں کے
دھان کو ایک بار پھر ٹال کے رکھ دیا تھا۔



جن دنوں سلطان جلال الدین منگولوں کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا اس کی غیر
موجودگی میں اسماعیلیوں کی طرف سے کچھ ناپسندیدہ سے واقعات رونما ہوئے تھے۔
سلطان جلال الدین نے اپنے مقبوضہ جات کا نظم و نسق چلانے کے لئے انتظامات اپنے
ایر شرف الملک کے سپرد کر رکھے تھے۔ اور شرف الملک نے ان دنوں تیزی میں قیام
رکھا تھا۔ انہی دنوں جبکہ سلطان منگولوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا اور شرف
الملک نے حمیزہ میں قیام کر رکھا تھا۔ اسماعیلیوں کی طرف سے شرف الملک کو اور خان
پاپوری کی کچھ شکایات ملیں۔

اور خان نیشاپوری کو سلطان نے خراسان کے اس علاقہ کا حکمران مقرر کر رکھا تھا
اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے ملتا تھا۔ اور خان نیشاپوری بڑا دلیر بڑا بہادر انسان
تھے جب موقع پاتا قلعہ الموت پر چڑھ دوڑتا اور اس کے اطراف میں اسماعیلیوں کی
بہلول مار کر کے واپس چلا جاتا۔ اسماعیلی اس صورت حال سے سخت نالاں تھے
نہایت فداکاری اس وقت سلطان کے پاس اور خان نیشاپوری کی شکایت لے کے گیا

دھول دھول، ڈوبتے سورج کے دھند لکوں، دیمک آلود در و بام اور نفرت کی بڑیا
میلان کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ سفلی خواہشات کا شوقین اور بدی کا محرک قتلخ
خان اپنے لشکر کے درمیان کھڑا ہو کر لمحہ بالمحہ لشکر کی حالت، ابر کا سایہ تلاش کر
پرندوں، شجر کی گود میں خزاں رسیدہ پتوں، غلامی کی دھند اور شام الم کے زور پر
ہوتی دیکھ رہا تھا۔ باوجود اس بدحواسی کے وہ تینوں اطراف چلا چلا کے اپنے لشکریوں
دشمن کے حملے روکنے اور جوابی حملہ کر کے دشمن کو پیچھے دھکیل دینے کے لئے لٹکار
تھا لیکن اس کی ہر لٹکار اس کی ہر تنبیہ اس کا ہر حکم رائیگاں جا رہا تھا اس لئے
اب تین اطراف سے سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار۔
قتلخ خان کے لشکر کے اندر تیز دھار کے خنجر کی طرح گھٹنا شروع کر دیا تھا۔

کو ہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس وادی میں قتلخ خان کے لشکر کی حالت ار
لمحہ بالمحہ بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ قتلخ خان ابھی تک اپنے لشکر کے
میں ایک بلند ٹیلہ پر کھڑا زور زور سے پکارتے ہوئے اپنے سالاروں اور لشکریوں۔
لئے احکامات جاری کر رہا تھا۔ لیکن اس کے اس طرح کے احکامات جاری کرنے اور
ہدایات دینے کے باوجود اس کے لشکر کی اگلی صفیں بری طرح پامال ہو کر پیچھے
شروع ہو گئیں تھیں۔ ایسے موقع پر سلطان نے زور دار تکبیریں بلند کرتے ہو۔
اپنے لشکریوں کو زور دار طریقہ سے حملہ آور ہونے کا اشارہ کیا۔ سلطان کی طرف۔
یہ تکبیریں بلند ہونا تھیں کہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی اپنی اپنی
جانب سے جھنڈیاں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو زور دار انداز میں حملہ آور
ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ اب سلطان جلال الدین کا لشکر اور خان اور پاسبانوں کے
سالار کے لشکر تینوں اطراف سے عجیب طرح سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے
ان کے اس نئے حملہ میں صحرائے کلمکشاں جیسی کشش، دف پر پڑتے کسی مفتی۔
ہاتھوں جیسی تیزی، حروف جلی کی سی شادابی، حروف خفی کا ساجتس، زیب داستان۔
نکھار، قطر سیماب کی سی جستجو، پھرے دریاؤں کا سا تلاطم خواہشوں کو بے اثر کر دینا
والا جلال اور امیدوں کی میٹھی گود میں چل نکلنے والی موج رواں کا سا تواتر تھا۔
سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے نئے اور تازہ جلوہ

پوری کو انہوں نے قتل کر دیا۔ شر کے لوگوں کو جب اسماعیلیوں کے اس گھٹاؤ نے کاظم ہوا تو انہوں نے ان اسماعیلیوں کو گھیر کر ان پر سنگ باری کی اور پتھر مار مار کر سب کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان جلال الدین کی غیر موجودگی میں اسماعیلیوں کی طرف سے دوسرا بڑا حادثہ یاد ہوا کہ جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین منگولوں کے خلاف برسر ہے اور جنگ کی تیاریوں میں بری طرح مصروف ہے تو انہوں نے سلطان کے راجت میں سے دامغان کے علاقے پر قبضہ کر لیا یہ علاقہ ان کے قلعہ الموت میں تھا۔ سلطان کے وزیر شرف الملک کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کو پیغام بھجوایا کہ یہ علاقہ فوراً واپس کر دیا جائے اور دونوں جانب سے کچھ عرصہ پیغام رسانی اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی طے پایا کہ دامغان کو اس شرط پر اسماعیلیوں کے قبضے میں رہنے دیا جائے سالانہ تیس ہزار دینار معاوضہ ادا کریں۔ اس طرح سلطان جلال الدین کی بھی متاثر نہ ہو گی اور اسماعیلیوں کو بھی اہل عالم کے سامنے شرمسار نہ ہوتا گا۔ اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین نے سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک کو تجویز کو پسند کیا اور دامغان کے علاقے کو عوض اس نے سالانہ تیس ہزار دینار کی شرط قبول کر لی۔

اس دوران اس معاہدے کے لئے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کا ایک سفیر بدر شرف الملک کے پاس آیا تا کہ شرف الملک کا شکریہ اس معاہدے کے سلسلے میں شرف الملک کے پاس قیام کے دوران ایک روز اس بدر الدین نے اپنی اور عالم بد مستی میں کہنے لگا کہ شرف الملک آپ کے لشکر میں فداؤ کی تعداد موجود ہے۔ جو مختلف فرائض کی بجا آوری پر معمور ہے۔ یہ لوگ صرف خطرہ رہتے ہیں۔ اور اس کے بعد کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہر وہ اہم دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جن کا انہیں ہمارے امام کی طرف سے حکم ملے۔

جن دنوں سلطان جلال الدین منگولوں کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا لہذا سلطان جلال الدین نے مناسب کارروائی کے لئے اور خان نیشا پوری کا یہ معاملہ اپنے وزیر شرف الملک کے سپرد کر دیا۔

شرف الملک نے اور خان کو اپنے پاس طلب کیا جب وہ حاضر دربار ہوا تو شرف الملک نے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے نمائندوں کو بھی بلایا اور اسے کہا کہ اسے جو شکایت ہے وہ اور خان کے سامنے بیان کرو۔ اسماعیلیوں کے نمائندے نے کہا کہ اور خان اکثر ہمارے علاقوں پر چڑھ دوڑتا ہے۔ لوگوں کا قتل عام بھی کرتا ہے اور لوٹ مار کر کے واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور اس کی یہ کاروائیاں ہمارے لئے سخت ناپسندیدہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی علاؤ الدین کے اس اسماعیلی نمائندے نے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر ان ناخوشگوار واقعات کی مناسب روک تھام نہ کی گئی تو مجبوراً انہیں بھی اور خان نیشا پوری کے خلاف کارروائی کرنا پڑے گی۔

اور خان نیشا پوری اس اسماعیلی کی یہ دھمکی سن کر آپے سے باہر ہو گیا اس نے فوراً اپنی آستینوں کے اندر سے کئی خنجر نکالے اور انہیں اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے سفیر کے سامنے پھینک دیئے اور بڑے غصے اور غضبناکی میں مخاطب کر کے اسے کہنے لگا۔ کیا تمہاری تلواریں میرے ان خنجروں سے زیادہ تیز ہیں۔ سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ بڑھتا جا رہا ہے تو اس نے اور خان نیشا پوری اور اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے نمائندے دونوں کو سمجھا بجا کر ان کا غصہ ٹھنڈا کیا اور دونوں کی آپس میں صلح کرا دی اور یہ کہ دونوں کو ناید کی کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں پر امن رہیں۔

اس کے چند ہی روز بعد جبکہ اور خان نے ابھی وزیر شرف الملک کے یہاں قیام کر رکھا تھا چند فداؤین شرف الملک کے دیوان خانے میں گھس آئے ان کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں جنہیں وہ لہراتے ہوئے دھاڑیں مارتے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا مقصد شرف الملک اور اور خان نیشا پوری دونوں کو قتل کرنا تھا۔ حسن اتفاق سے وزیر شرف الملک اس وقت اپنے گھر پر نہ تھا۔ صرف اور خان نیشا پوری وہاں قیام کئے ہوئے تھا اسماعیلی اچانک اس پر حملہ آور ہوئے اور اور خان

ان پانچ فدائیوں کے قتل ہونے کے بعد علاؤ الدین حاکم الموت کو اپنے ان کے دردناک انجام کا علم ہوا تو وہ چونکہ سلطان کے منہ آنے کی تو جرات نہیں کرتا تھا اس لئے اس نے اپنا ایک قاصد اور سفیر شرف الملک کی طرف روانہ کیا پانچ فدائیوں کے قتل کا الزام شرف الملک پر تھوپ دیا۔ شرف الملک کے ڈر سے پہلے ہی بدحواس ہو رہا تھا۔ علاؤ الدین کے اس پیغام نے رہی سہی بی نکال دی۔ مزید یہ کہ سلطان ابھی چونکہ شرف الملک کے پاس نہیں تھا وہ اس کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا چنانچہ فدائیوں کے امام علاؤ الدین کو خوش آمد کے لئے شرف الملک نے علاؤ الدین سے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا۔ معاملے کو رفع دفع کرنے کے لئے علاؤ الدین نے یہ شرط پیش کی کہ ہر فدائی کی کا تاون بحساب دس ہزار دینار ادا کیا جائے۔ شرف الملک نے یہ شرط تسلیم کر فدائیوں کو اختیار دے دیا کہ دامغان کے خراج سے ہر سال دس ہزار دینار وضع کریں۔ اس طرح سلطان جلال الدین کی غیر موجودگی میں شرف الملک نے تاون رکے اپنی جان بچالی۔



ادھر سلطان جلال الدین کا بھائی غیاث الدین جو نہایت نازک وقت پر منگولوں مقابلے میں سلطان کا ساتھ چھوڑ گیا تھا اور جس کے اس طرح ساتھ چھوڑنے پر سلطان جلال الدین کو بے حد رنج ہوا تھا۔ سلطان اس وقت اپنے بھائی کی غداری کی کوئی سزا نہ دے سکا تھا اس لئے کہ اس وقت وہ منگولوں کے ساتھ جنگ میں ہوا تھا۔ اور اس نے منگولوں تک کو یہ نہ پتہ چلنے دیا تھا کہ غیاث الدین ناراض سلطان کے لشکر سے علیحدہ ہو رہا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ غیاث الدین پر عقب سے حملہ کرنے کے لئے علیحدہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس غلط فہمی میں انہوں غیاث الدین کا تعاقب نہ کیا اور وہ بچ کر کہیں نکل گیا۔

کہتے ہیں کہ غیاث الدین بھی بے وجہ اپنے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین علیحدہ نہ ہوا تھا بلکہ وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا جس کی بناء پر وہ اپنے

سا پڑا اور پوچھا کیا آپ ان چند آدمیوں کے نام میرے سامنے پیش کر سکتے ہیں جو اس وقت ہمارے لشکر میں اسماعیلیوں کی حیثیت سے موجود ہیں۔ بدر الدین چونکہ شراب کے نشے میں عواقب اور انجام سے بے خبر تھا لہذا اس نے اس شرط پر اسماعیلی فدائین کو پیش کرنے کا وعدہ کیا کہ ان سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ شرف الملک نے وعدہ کیا کہ تم انہیں میرے سامنے لاؤ ان سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ اس بدر الدین نے پانچ فدائیوں کے نام بتائے۔ شرف الملک نے انہیں اپنے محافظ کے ذریعے بلایا وہ فوراً "شرف الملک کے دیوان خانے میں اس کے سامنے پیش ہو گئے۔

شرف الملک نے جب ان پانچوں فدائین سے گفتگو کی تو ان میں سے ایک۔ شرف الملک پر انکشاف کیا کہ اس کے ذمے شرف الملک کو قتل کرنے کی ذمہ داری لگائی گئی تھی وہ مزید کہنے لگا ایک دن مجھے آپ کے قتل کرنے کا نہایت موزوں موقع ہاتھ آ گیا تھا لیکن آپ اس لئے بچ گئے کہ مجھے ابھی تک اپنے امام کی طرف سے آپ کو قتل کرنے کے احکام موصول نہیں ہوئے تھے شرف الملک نے یہ انکشاف سنا گھبراہٹ سے پسینہ آ گیا۔ کہنے لگا مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تمہارا آقا علاؤ الدین مجھ سے اس قدر ناراض اور خفا کیوں ہے میں تو جس طرح سلطان کا غلام ہوں اس طرح تمہارے امام علاؤ الدین کا بھی خادم ہوں۔ اگر آپ لوگ مجھے خواہ مخواہ قتل چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے چاہو تو ابھی مار ڈالو۔ شرف الملک ان فدائیوں۔ ایسا خوفزدہ ہوا کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بجائے اس نے چھوڑ دیا جانے دیا۔

یہ خبر سلطان جلال الدین کو بھی پہنچ گئی۔ سلطان کو فدائیوں کی اس جرات اور شرف الملک کی اس بزدلی کا علم ہوا تو غصے سے جھلا اٹھا۔ فوراً "شرف الملک حکم روانہ کیا کہ اپنی وزارت کے دیوان کے سامنے چتا جلائی جائے اور پانچ فدائین جنہوں نے تمہارے دیوان خانے میں آکر تمہیں دھمکی دی تھی انہیں رسیوں میں جکڑ کر آگ میں پھینک دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی رندانہ جرات نہ کر پائے۔ سلطان کا یہ حکم پا کر شرف الملک نے ان پانچوں فدائین کو گرفتار کیا اور انہیں رسیوں میں باندھ کر آگ میں پھینک دیا اور انہیں ہلاک کر دیا۔

کھول دیئے تو قلی خان حسن کو دیکھتے ہی برہم ہو گیا۔ اس لئے کہ تین ماہ کے محاصرے نے قلی خان کو حسن سے سخت بیزار اور برہم کر رکھا تھا۔ جوں ہی قلی خان اور نیشاپور کے حاکم عزى الدین کی پیشوائی کے لئے آگے بڑھا۔ قلی بغض سے بے قابو ہو کر اپنی تلوار بے نیام کر کے حسن کو قتل کر دیا۔

فصل ہر پہلو سے غیر متحتم تھا لوگ دنگ رہ گئے جب حسن کے وزیر الصاحب افسوس ناک حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے حکم دیا کہ شہر کے دروازے بند کر ام حملہ آور سپاہیوں کو شہر سے باہر ڈھکیل دیا جائے اور شہر میں محاصرے کی اعلان کر دیا۔

رچہ لوگ اس بے یقینی کی حالت سے جان بلب ہو چکے تھے لیکن خراسان کے ہا خان کی زیادتی سے وہ اس قدر برا فروخت ہوئے کہ از سر نو ہر تکلیف کو معہ بٹانی خوش آمدید کہنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے قلی خان اور نیشاپور کے حاکم عزى الدین نے ایک بار پھر ہرات شہر کا کر لیا تھا۔

محاصرے پر مزید آٹھ ماہ گزر گئے اور قلی خان اور عزى الدین شہر کو فتح نہ کر سکیں۔ ہر حیلہ آزمایا۔ لوبجہ اور لالچ بھی دیا۔ دھمکی بھی دی پھر بھی شہر فتح نہ ہو سکا۔ بلکہ ان دھمکیوں سے محصورین کے عزم مصیم میں اور زیادہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تک آکر قلی خان اور عزى الدین نے صلاح مشورہ کیا اور سلطان جلال الدین سے درخواست کی کہ اگر آپ بہ نفس نفیس تشریف لے جائیں تو ہمارے سپاہ کے ولولے تازہ ہوں اور شہر بزرگ شمشیر فتح ہو جائے۔

سلطان کی موجودگی سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں۔ سلطان کو ان حالات کا علم ہوا تو وہ ایک بھاری لشکر لے کر فوج کی کمک لئے پہونچ گیا پہلے ہی اہل شہر اس طویل محاصرے سے تنگ آچکے تھے جب انہی اپنی افواج کو لے کر پہونچ گیا تو انہیں صاف نظر آنے لگا کہ ان کا انجام ہے لیکن چونکہ قلی خان اور عزى الدین پہلے ان سے زیادتی کر چکے تھے اور ان کے شہر کا اعتماد اٹھ گیا تھا اس لئے وہ کسی بھی حالت میں اطاعت کے لئے تیار

لشکر کو لے کر سلطان سے علیحدہ ہوا تھا۔ اسے خدا جانے کس نے کہہ دیا تھا کہ سلطان اسے قتل کرنا چاہتا ہے اور کسی موزوں موقع کی تلاش میں ہے۔ اسی بے سربا بدگمانی نے اس کی نیند حرام کر رکھی تھی امن کی حالت میں وہ اپنے لشکر کو لے کر علیحدہ ہو جاتا تو اس کے لئے خطرات تھے کہ سلطان اس پر چڑھ دوڑتا اور اس پر حملہ آور ہو جاتا۔ اس لئے اس نے ایسے وقت میں یہ اقدام کیا جب سلطان کے پاس اس سے مزاحم کرنے کا موقع نہیں تھا اور وہ خود منگولوں کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔

غیاث الدین کی سلطان جلال الدین کی طرف سے بدگمانی اور اس کی طرف سے قتل کئے جانے کے خدشے کی خاصی بڑی وجہ تھی اور وہ کچھ یوں کہ سلطان جلال الدین اور غیاث الدین کے والد علاؤ الدین نے اپنے دور حکومت میں ایک شخص حسن کو ہرات کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جب تک منگولوں نے سلطان علاؤ الدین پر حملہ نہیں کیا تھا۔ حسن سلطان علاؤ الدین کا مطیع اور فرمانبردار رہا جب منگول حملہ آور ہوئے تو سلطان علاؤ الدین ادھر ادھر مارا مارا پھرنے لگا تو حسن نے موقع پا کر آزادی کا اعلان کر دیا اور سلطان علاؤ الدین کے خلاف بغاوت کر دی۔

جب جلال الدین باپ کا جانشین ہوا تو اس نے حسن کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے خراسان کے حاکم قلی خان اور نیشاپور کے حاکم عزى الدین کو حکم دیا کہ وہ حسن پر حملہ آور ہوں اور اس کی سرکشی ختم کر کے اسے مطیع اور فرمانبردار بننے پر مجبور کریں۔

جب حسن کو سلطان جلال الدین کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور محصور ہو کر مقابلے پر ڈٹ گیا۔ اس حالت میں تین مہینے گزر گئے۔ ہر چند دونوں لشکر بھی اس حالت سے تنگ آچکے تھے لیکن اہل شہر کاروبار بند ہو جانے کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھے چنانچہ حسن نے اس ڈر سے کہ کہیں اہل شہر بغاوت نہ کر دیں مناسب سمجھا کہ اپنی اور اہل شہر کی حفاظت کی شرط پر خراسان کے حاکم قلی خان اور نیشاپور کے حاکم عزى الدین کے سامنے اظہار اطاعت کر کے شہر سلطانی لشکر کے حوالے کر دے

جب یہ شرائط طے پا گئیں اور حسن نے دونوں حملہ آور حاکموں کے لئے شہر کے

بارہویان خانہ اندر سے بند کر لیا اتنے میں غیاث الدین بھی وہاں پہنچ گیا دروازہ
 نکلتا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر دیوار پھلانگ کر اندر کود گیا اور نصرت الدین کو قتل
 کر دیا۔ جب سلطان کو غیاث الدین کی اس بے ہودگی کا علم ہوا تو وہ غصے سے لال پیلا
 ہو گیا اور اس قدر بیخاری کا اظہار کیا۔ غیاث الدین کو جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ
 اس نام میں رہنے لگا کہ مناسب موقع ملے تو وہ دربار سے بھاگ جائے۔ غیاث
 الدین اگر امن کی صورت میں بھاگتا تو خدشہ تھا کہ سلطان ضرور حرکت میں آئے گا
 کا قلع قمع کر کے رکھ دے گا۔ چنانچہ عین منگولوں کے ساتھ جنگ کے وقت
 الدین اپنے لشکر کو لے کر بھاگ نکلا تاکہ سلطان منگولوں کو سامنے دیکھتے ہوئے
 اروائی نہ کر سکے۔ سلطان جلال الدین سے علیحدہ ہونے کے بعد سلطان کا بھائی
 الدین ان علاقوں پر کہیں نہیں ٹھہر سکتا تھا جہاں سلطان جلال الدین کا قبضہ ہو
 - اس لئے کہ اسے خطرہ تھا کہ سلطان ان علاقوں میں ضرور اس کے خلاف
 میں آئے گا لہذا سلطان جلال الدین کے مقبوضہ علاقوں سے نکل کر غیاث
 اپنے لشکر کے ساتھ خورزستان کی طرف چلا گیا۔ خورزستان ان دنوں چونکہ
 خدا کی حکومت میں تھا لہذا غیاث الدین کو حوصلہ تھا کہ اگر وہ وہاں قیام کرتا
 سلطان جلال الدین اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرے گا۔ دوسری جانب
 خدا کے خلیفہ کو علم ہوا کہ جلال الدین کا بھائی اس کے خلاف بغاوت کرنے
 ر خورزستان میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام پزیر ہوا ہے تو اس نے غیاث الدین کو
 تان میں قیام کرنے کی اجازت نہ دی۔ مجبور ہو کر غیاث الدین خورزستان سے
 راسا عیلیوں کے امام علاؤ الدین کی طرف گیا۔ اور اس سے سلطان جلال الدین
 لاف پناہ مانگی۔ اس عیلیوں کا امام اور شیخ الجبل چونکہ دلی طور پر سلطان جلال
 کے خلاف ایک دشمنی اور عناد رکھتا تھا اس لئے کہ ماضی میں سلطان جلال
 نے اس پر حملہ آور ہو کر اس کے سارے قلعے چھین لئے تھے۔ صرف قلعہ
 ہی رہ گیا تھا اسی عناد کی بنا پر شیخ الجبل علاؤ الدین نے سلطان جلال الدین کے
 غیاث الدین کو اپنے یہاں سیاسی پناہ دے دی تھی
 منگولوں کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین کو اس کے مخبروں نے اطلاع

نہیں تھے۔ آخر تین دن کے سخت مقابلے کے بعد شرف ہو گیا۔ اور سلطان جلال
 الدین نے ہرات کے وزیر صاحب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔
 حاکم ہرات حسن اور اس کے وزیر صاحب کے قتل ہونے کے بعد شرف سلطان
 جلال الدین کا قبضہ ہو گیا تھا۔ حسن کا ایک بیٹا تھا جس کا نام نصرت الدین تھا۔ یہ
 غائبانہ طور پر سلطان جلال الدین کو بے حد پسند کرتا تھا۔ لہذا یہ سلطان سے ملا اور
 سلطان کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ سلطان اس نصرت الدین کے اخلاق اس کے کردار
 سے ایسا خوش ہوا کہ اسے اصفہان کی پولیس کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ چونکہ یہ نوجوان
 بڑا ہنس کھ۔ خوش اخلاق اور خوش اطوار تھا اس لئے جلد ہی سلطان کا منظور نظر ہو
 گیا۔ اور سلطان نے اسے ایک بڑی جاگیر عطا کر دی تاکہ فکر معاش سے بے فکر
 جائے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک روز غیاث الدین۔ نصرت الدین رات کے وقت
 اکٹھے بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ نصرت الدین شراب کے نشے میں کچھ غیر محتاط ہو
 تھا اس موقع پر غیاث الدین نے نصرت الدین کو مخاطب کر کے کہا۔ نصرت الدین
 میرے کچھ انتہائی اہم اہلکار میری ملازمت چھوڑ کر تمہارے پاس آگئے ہیں اور تم نے
 میری اجازت کے بغیر انہیں اپنے مشیروں میں شامل کر لیا ہے کم از کم تمہیں اس
 سلسلے میں مجھ سے پوچھنا تو چاہئے تھا۔

اس موقع پر چونکہ نصرت الدین جام پر جام چڑھا رہا تھا اس لئے حفظ مراتب کا
 خیال نہ رہا اور بڑے لاابالیانہ انداز میں کہنے لگا عزت ماب ملازم صرف ان لوگوں کے
 دربار میں ٹھہرا کرتے ہیں جو ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کی
 ضروریات کی کفالت کریں۔ جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔ ملازموں کو ایسے درباروں سے
 مجبوراً علیحدہ ہونا پڑتا ہے۔

غیاث الدین نے یہ سنا تو غصے سے تیج و تاب کھانے لگا۔ اس وقت تو وہ خاموش
 رہا۔ لیکن اس کے دل میں نصرت الدین کی طرف سے ایک انتہائی جذبہ ضرور پیدا
 گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ مجلس برخاست ہوئی اور نصرت الدین اٹھ کر اپنے گھر کی طرف
 جانے لگا۔ تو غیاث الدین بھی اس کے تعاقب میں چل دیا۔ نصرت الدین نے اپنے

یہاں قیام کئے رکھا تو سلطان جلال الدین اس کے آخری قلعہ الموت پر بھی چڑھ گئے اور پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے سلطان جلال الدین سے بچا نہ سکے گی۔ لہذا غیاث الدین کو اس کے بھائی جلال الدین کے پاس چلے جانے کی اجازت دے

غیاث الدین کے دل میں خود چور تھا لہذا اسے اب بھی شک تھا کہ کہیں ایسا نہ کہ سلطان جلال الدین اسے دھوکہ دے کر قتل کر دے چنانچہ جب وہ جبل الشیخ الدین سے رخصت ہونے لگا تو اس نے علاؤ الدین سے علیحدگی میں التماس کی کہ میں اپنے بھائی سلطان جلال الدین کی طرف سے پورے طور پر مطمئن نہیں ہوں اس لئے اگر آپ اپنی طرف سے کچھ محافظ میرے ساتھ روانہ کر دیں اور انہیں بتا کر دیں کہ وہ وقت ضرورت میری امداد سے دریغ نہ کریں تو میں اس طرح فی ملہ مطمئن ہو کر اپنے بھائی کی طرف جا سکوں گا

جبل الشیخ علاؤ الدین نے غیاث الدین کی اس التماس کو قبول کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنے چار سو بہترین جنگجو فدائین کر دیئے تاکہ وہ غیاث الدین کو بحفاظت سلطان جلال الدین تک لے جائیں اور وہیں غیاث الدین کے ساتھ قیام کریں۔ ان کے انتظامات کے بعد غیاث الدین بڑی بے فکری سے قلعہ الموت سے روانہ ہوئے سلطان جلال الدین کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت تک سلطان جلال الدین قلعہ الموت کو بدترین شکست دے کر فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کو کچھ دن آرام دینے کے لئے وہ اصفہان کی طرف جا رہا تھا۔



جس وقت قلعہ الموت سے نکل کر غیاث الدین اپنے بھائی سلطان جلال الدین کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں اچانک منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس پر حملہ آور ہوا۔ منگولوں کا یہ لشکر مسلم علاقوں کے اندر لوٹ مار کر کے ملک اور ضروریات کا سامان مہیا کرنے پر مقرر تھا گو غیاث الدین کے ساتھ اپنا تیس ہزار کا لشکر بھی تھا۔ الموت کے فدائی بھی تھے لہذا وہ اس منگول لشکر کے مقابلے

دی کہ اس کے باغی بھائی غیاث الدین نے جبل الشیخ علاؤ الدین کے یہاں سیاحی لے رکھی ہے چنانچہ سلطان جلال الدین نے جبل الشیخ علاؤ الدین کی طرف ایک ہاتھ بھجویا اور حکم دیا کہ چونکہ اس کے بھائی غیاث الدین نے نہایت اہم وقت میں رہا چھوڑا تھا اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ اسے اس کی بغاوت اور سرکشی مناسب سزا دی جائے۔ اور دوسرے سردار غیاث الدین کی سزا سے عبرت لیں۔ علاؤ الدین کو سلطان کی طاقت اس کے جاہ و جلال اور اس کی جرات مندی دیتا تھا لیکن پہلا ہی حکم آنے پر وہ غیاث الدین کو نہیں بھیجنا چاہتا تھا اس میں اس بے عزتی اور ہتک کا پہلو نکلتا تھا چنانچہ جبل الشیخ علاؤ الدین نے اپنے ایک قاصد ذریعے یہ کہلا بھیجا کہ غیاث الدین ہمارا مہمان ہے اور مہمان سے غداری ہمارا روایات کے خلاف ہے اس لئے ہم اسے سلطان کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ہاں اس امر کی ضمانت دیتے ہیں کہ غیاث الدین کو سلطان جلال الدین کے مفادات خلاف کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔

شیخ الجبل علاؤ الدین کا یہ جواب پا کر سلطان جلال الدین بڑا برہم ہوا اس نے اپنے دو سرداروں کو نام جن کے یعقوب الخوارزمی اور جمال الدین تھے جبل الشیخ الدین کی طرف بھجویا اور اسے دھمکی دی کہ اگر غیاث الدین کو فی الفور ہماری طرف روانہ نہ کیا تو پھر جبل الشیخ علاؤ الدین کی بھی خیر نہیں ہے ساتھ ہی ان سرداروں ذریعے جلال الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین کو بھی یہ پیغام بھجویا اور اس کے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ آٹھ لاکھ سواروں کے ساتھ جلال الدین کے یہ دونوں قاصد جبل الشیخ علاؤ الدین کے پاس پہنچے اور اسے سلطان جلال الدین کا غصہ سے بھرا ہوا خط پیش کیا تو قلعہ الموت کا حاکم امام اور شیخ علاؤ الدین سلطان جلال الدین کا یہ خط پڑھ کر کانپ اٹھا۔ اسی اثناء میں غیاث الدین نے اپنا ایک اعتبار کا آدمی سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کیا اور معافی کا طلب کیا۔ سلطان نے ایک بار پھر غیاث الدین کے لئے معافی کا اعلان کیا۔ اس پر غیاث الدین مطمئن ہو گیا اور اپنے بھائی جلال الدین کی طرف جانے کے لئے تیار ہوئے دوسری طرف شیخ الجبل علاؤ الدین کو بھی خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر غیاث " " نے

اپنی بڑا مہذب شائستہ اور پڑھا لکھا انسان تھا۔ کچھ دن تک یہ اپنی سفرو حضر
طمان کی رقابت میں رہا۔ جب اس نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس
ن سلطان اور دوسرے سالاروں کی طرف سے جو انعامات ملتے رہے تھے اس
وجہ اس کے پاس تقریباً "بارہ ہزار دینار شاہی انعامات اور نذرانوں کی صورت
م ہو چکے تھے۔ جب اس نے سلطان جلال الدین کی خدمت میں آخری بار سلام
لئے حاضر دی تو اس نے سلطان سے گزارش کی کہ دمشق کے نواحی علاقے جنت
نہ میں سے ایک جاگیر عطا کر دی جائے۔ سلطان نے اس سفیر کی اس درخواست
م کرتے ہوئے ازراہ کرم اسے وہ جاگیر عطا کر دی جس کی اس نے گزارش کی
اس کے بعد یہ سفیر سلطان کے پاس سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان نے
کرم اپنے ایک سردار تقی الدین کو اس کے ساتھ کر دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ با
ت بغداد پہنچا کے آئے۔

اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اصفہان کی طرف کوچ کیا جب وہ میانج کے
پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا تو سفیر پھر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان جلال
نے جب اس سے واپسی کی وجہ دریافت کی تو وہ سفیر کہنے لگا جہاں پناہ مجھے
نے میں معلوم ہوا کہ منگول آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے پھر بڑی تیزی سے بڑھ
ہیں اور سلطان ان کے خلاف جہاد کرنے جا رہے ہیں ان حالات میں مسلمان پر
ان کے ماتحت رہتے ہوئے جہاد فرض ہے۔ میں بھی مسلمان ہوں اور اس اہم
ماسے کیونکر پہلو تھی کر سکتا ہوں۔

سلطان کو اس کی اولو العززی اور اسلام دوستی سے بڑی مسرت ہوئی اور اس سفیر
جنہ کی بہت تعریف کی اور کہا کہ واقعی دربار خلافت کے سفیر کو انہی اوصاف کا
ما ہونا چاہئے۔ اسی دوران سلطان کے مخبروں نے اطلاع دی کہ یہ منگول نہیں جو
آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں بلکہ کچھ رضا کار ہیں جو اپنی مرضی سے منگولوں
خلاف جنگ کرنے کے لئے سلطان کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے آ رہے ہیں
منگولوں کے حملہ آور ہونے اور لشکر کشی کی خبر غلط اور افواہ سے کچھ زیادہ نہیں

میں ڈٹ گئے۔ ویرانوں کے اندر منگولوں اور غیاث الدین کے ساتھ گھمسان کار
پڑا۔ منگولوں کے ساتھ ٹکرانے کا شاید غیاث الدین کا یہ پہلا موقع تھا اور
منگولوں کے لڑنے کے انداز سے بھی واقف نہ تھا۔ لہذا غیاث الدین کو شکست ہوئی
منگولوں نے سارے فدائین کو قتل کرنے کے علاوہ غیاث الدین کے لشکر کی بڑ
تعداد کو بھی قتل کر دیا۔ قریب تھا کہ غیاث الدین بھی اس جنگ میں قتل ہو جاتا
اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا غیاث الدین کے بچے کھچے ساتھی بھی اس کے ساتھ
لئے جبکہ منگول بھی تعاقب میں لگ گئے تھے۔

اس تعاقب سے غیاث الدین ایسا بدحواس ہوا کہ اصفہان کی طرف جا
کے بجائے وہ اس شاہراہ پر چڑھ گیا جو کہان کی طرف جاتی تھی۔ منگولوں نے کافی
تک غیاث الدین کا تعاقب کیا۔ پر غیاث الدین کی خوش قسمتی کہ وہ اپنے چہرہ
کھچے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور کہان جا کر اس
حاکم کہان براق کے یہاں پناہ لی جو غیاث الدین کے باپ علاؤ الدین کا حاحب ہوا
تھا۔ اور جس کی بیٹی سلطان جلال الدین کے حرم میں شامل تھی۔

سلطان جلال الدین اور غیاث الدین کے باپ علاؤ الدین نے اپنی زندگی
اپنے پانچویں بیٹوں میں جو علاقوں کی تقسیم کی تھی اس کے مطابق جن علاقوں پر
براق قابض تھا وہ حقیقت میں غیاث الدین ہی کے علاقے تھے۔ لیکن براق نمک
کا ثبوت دیتے ہوئے ان علاقوں پر قابض ہو گیا تھا۔ مصیبت کا مارا غیاث الدین
کہان میں براق کے یہاں پناہ لینے پر مجبور ہوا تو براق کو خطرہ ہوا کہ اگر غیاث
نے یہاں قیام کئے رکھا تو لوگ اس کے بجائے غیاث الدین کا ساتھ دیں گے
غیاث الدین اسے کہان کی حکومت سے علیحدہ کر کے ان علاقوں کا خود حاکم بن
گا۔ لہذا اس سک دل براق نے غیاث الدین کو زہر دے کر اس کا کام تمام کر دیا۔



قتل خان کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین جس وقت منجیا کے منجا
پڑاؤ کئے ہوئے تھا کہ خلیفہ بغداد کا ایک اپنی سلطان جلال الدین کی خدمت میں

اس پر خلیفہ بغداد کا وہ سفیر مطمئن ہوا اور سلطان نے اسے دہلی ہی عزت و احترام کے ساتھ بغداد جانے کے لئے رخصت کر دیا۔ دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی میانجی شہر سے کوچ کیا۔ پھر وہ اصفہان کے نواح میں جا کر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا تھا۔



نہان کے نواح میں قیام کے دوران ایک روز اور خان اور طیان دونوں اپنے بیٹھے باہم پیار و محبت کی گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک طیان نے گفتگو کا رخ بدلا ہے سانسے بیٹھے ہوئے اور خان کو بڑی چاہت اور محبت میں مخاطب کرتے ہوئے

کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے پاس بہت سی نقدی اور ضروریات کا بے شمار سامان جمع ہے۔ اور جب ہم کسی سمت کوچ کرتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں خاصی دقت و آسائش پیش آتی ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ ہم اپنے لئے کسی شہر میں کوئی اچھا مکان کوئی حویلی حاصل کر لیں جہاں ہم اس قاتلو سامان کو رکھیں اور امن کی باتیں دونوں میاں بیوی اپنی اس حویلی میں رہیں۔ اس پر اور خان شرات آمیز طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم مکان ہی حاصل کرنا چاہتی ہو تو نظام الدین کا مکان خالی پڑا ہوا ہے۔ اس پر طیان نے منہ بسورنے کے انداز میں طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مجھے آپ اس مکان میں رکھنا چاہتے ہیں تاکہ منگول بار پھر آسانی سے مجھے وہاں سے اٹھا کے لے جائیں۔ اور مجھ سے آپ کی جان

بچے۔ اس پر اور خان سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔ نہیں طیان ایسی بات نہیں تم کیوں کر مجھ پر بوجھ اور بھار بن سکتی ہو اس لئے کہ میں تمہیں بڑی کوششوں بڑی جدوجہد کے بعد حاصل کیا ہے۔ رہا سوال اپنے لئے ہائوس کا بندوبست کرنے کا تو اس سے قبل سلطان بھی میرے ساتھ ایسی ہی گفتگو کر چکے ہیں۔ سلطان نے اپنے لئے تہیز شہر میں پہلے سے ایک بہترین حویلی کا انتظام کر رکھا ہے اس کے نواح میں انہوں نے میرے اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لئے ایک حویلی خرید کر رکھی ہے وہاں نہ سلطان کو اور نہ مجھے اور پاسبانوں کے سپہ

اور پاسانوں کے سپہ سالار کا استقبال کرنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر خیمہ بازے سے باہر آکھڑے ہوئے تھے۔

سلطان جلال الدین اور پاسانوں کا سپہ سالار قریب آئے تو اورخان نے آگے دونوں کے ساتھ پر جوش مصافحہ کیا۔ پھر سلطان جلال الدین اورخان کو مخاطب کر لے لگا اورخان میرے بھائی میں جانتا ہوں کہ اصفہان میں قیام کئے ابھی ہمیں روز ہوئے ہیں اور تمہیں اور تمہارے لشکریوں کو آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔ ایک ایسی مہم آن پڑی ہے۔ کہ تمہیں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنا پڑے گا۔ اس پر اورخان نے تیز نگاہوں سے سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم آپ کیسی گفتگو کرتے ہیں۔ آپ اگر مجھے دن رات ملک و ملت کی اور خدمت کے لئے جہاد میں مصروف رکھیں تب بھی قسم خداوند کی میں حرف زبان پر نہیں لاؤں گا۔ سلطان محترم آپ بتائیے کونسی مہم ہمارے سروں پر آن ہوئی ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔

ان اورخان میرے بھائی میرے مخبروں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اطلاع دی ہے کہ پاسانوں کا سپہ سالار بھی میرے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ان مخبروں کا کہنا ہے کہ بھائی غیاث الدین میرے کہنے پر جب جبل الشیخ اور قلعہ الموت کے حاکم علاؤ الدین کے یہاں سے نکل کر میری طرف روانہ ہوا تھا تو راستے میں منگولوں کا ایک ہڑے بھائی پر حملہ آور ہوا گو میرے بھائی کے ساتھ اس کا تیس ہزار کا لشکر اور ایک ہزار تین سو تیس کے ساتھ تھے۔ پر آنے والے مخبر کا کہنا ہے کہ منگولوں کا وہ زور میرے بھائی غیاث الدین پر حملہ آور ہوا اس کی تعداد کسی بھی صورت پچاس سے کم نہ تھی لہذا کہتے ہیں دیرانوں میں ہولناک جنگ ہوئی جس میں منگولوں نے بھائی غیاث الدین کو شکست دی اس جنگ میں شیخ الجبل علاؤ الدین کے چار سو لاکھ علاوہ غیاث الدین کے لشکر کا بڑا حصہ بھی جنگ میں کام آیا۔ غیاث الدین کے مقابلہ میں ایسا بدحواس ہوا کہ میرے پاس آنے کے بجائے کمان کی بجائے والی شاہراہ پر چڑھ گیا اب مخبر کا کہنا ہے کہ غیاث الدین اپنی جان بچا کر

سالار کو اپنی اپنی حویلی میں رہنا نصیب ہوا ہے۔ ویسے سلطان یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ انہیں بار بار اصفہان شہر کی طرف پڑاؤ کرنا پڑتا ہے۔ لہذا ان کی خواہش ہے کہ وہ اپنے لئے اصفہان شہر میں بھی کوئی حویلی خریدیں اور وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ انہوں نے ایسا کیا تو وہ میرے اور پاسانوں کے سپہ سالار دونوں کے لئے کوئی حاصل کریں گے۔ لہذا طیان تمہیں زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بددوست ہو جائے گا اور اگر تم واقعی اس سامان سے جلدی جان چھڑانا چاہتی ہو سارا سامان تہیز میں اپنی حویلی میں رکھ دیں گے۔ اس پر طیان کی قدر خوش ہوئی وہ اپنی چمکدار آنکھیں اورخان کے چہرے پر جماتی ہوئی بولی۔ یہ سامان ہم رکھ تو گے لیکن اس کی حفاظت کون کرے گا۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین نے تہیز شہر میں اپنے میرے اور پاسانوں کے سپہ سالار لئے جو حویلیاں حاصل کی ہیں ان کی حفاظت کے لئے وہاں ہر وقت مسلح جوان ہیں۔ لہذا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو بھی سامان ہم حویلی میں رکھ گے وہ محفوظ رہے گا اور کوئی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ اس پر طیان مطمئن ہو گئی تھی پھر وہ کہنے لگی اگر ایسا ہے تو پھر جب ہم اصفہان سے تہیز کی طرف کوچ آ گئے تو اسی حویلی میں قیام کریں گے اور اپنا سارا قاتلو سامان بھی وہیں رکھیں گے۔ پر اورخان نے پھر شرارت آمیز لہجہ میں طیان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اور کہ اس حویلی میں خود نہیں رہو گی اس پر طیان فوراً بولی اور کہنے لگی۔

ضرور رہوں گی بشرطیکہ آپ بھی اس حویلی میں قیام کریں۔ جب آپ اس میں رہا کریں گے تو میں بھی اس حویلی میں آپ کے ساتھ رہا کروں گی اور جب جنگوں میں حصہ لیں گے تو میں بھی یقیناً آپ کے ساتھ رہوں گی۔ اس لئے کہ میں نے ارادہ کیا ہوا ہے بلکہ عزم کیا ہوا ہے کہ میں آپ کے بغیر ہرگز کہیں بھی نہیں کروں گی۔ طیان کا یہ جواب سن کر اورخان خوش ہو گیا تھا وہ مزید کچھ کہنا تھا کہ خیمہ سے باہر پہرہ دینے والا محافظ کھانتا ہوا اندر آیا پھر وہ اورخان کو چاہا کرتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر اورخان سلطان جلال الدین اور پاسانوں کا سپہ سالار سے ملاقات کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ اس پر اورخان اور طیان دونوں سلطان

دو دنوں اپنے لشکر کو لے کر اصفہان کے نواح سے جرجان کی طرف کوچ کر رہے

اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اصفہان نکل کر کاشان اور پھر رے سے ہوتی ہوئی جرجان شہر کی طرف جانے والی شاہراہ کی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے منگولوں کے لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ جرجان سے تھوڑے فاصلہ پر پہنچے تو انہیں اپنے مخبر دکھائی دیئے۔ انہیں دیکھتے درخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے فضا میں جھنڈیاں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ یہ اشارہ ملتے ہی اور خان اور پاسبانوں کے سالار کے پیچھے دونوں کے لشکر رک گئے۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ان کو پہچان چکے تھے۔ اس لئے کہ وہ سلطان جلال الدین کے مخبر تھے۔ دونوں ان کے رک جانے پر وہ تینوں سوار نزدیک آئے پھر ان میں سے ایک سوار بولا کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین کے عظیم سالار۔ ہم تمہارے لئے ایک انتہائی اہم اور راز رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ منگول اس سے پہلے جرجان اور طبرستان کے درمیانی نواح میں لوٹ مار کرتے ہوئے جاہی پھیلاتے رہے ہیں۔ اس لوٹ مار کے نتیجے میں ان نے اپنے پاس ان گنت اور بے شمار مال و دولت جمع کر لیا ہے اور اس وقت یہ مال لشکر جرجان شہر کے صرف دس میل شمال میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ وہاں سے کروڑوں سمرقند کی طرف روانہ ہو گا۔ جہاں چنگیز خان کے بیٹے چغتائی نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا ہے۔ ایک خبر ہم آپ کو یہ بھی پہونچائیں کہ چنگیز خان کے چغتائی نے ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنے چند قاصد اپنے مرکزی شہر قزوین روانہ کر رکھے ہیں اور وہاں سے اس نے مزید کمک مانگی ہے۔ تاکہ وہ سلطان جلال الدین پر فیصلہ کن ضرب لگا کر سلطان کو یا تو ان علاقوں سے مار بھگائے یا اس کا سر کاٹ دے اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

سنو۔ ہمارے جانثار ساتھیو۔ تمہاری بڑی مہربانی کہ تم لوگوں نے ہمیں یہ خبریں پہونچائیں۔ اب تم لوگ وہاں تک ہماری رہنمائی کرو جہاں منگولوں کے لشکر نے پڑاؤ

کمان کی طرف بھاگ گیا۔ جبکہ منگولوں کا وہ لشکر جس کا سالار ایک سردار الگ تھا ہے وہ ان دنوں طبرستان اور جرجان کے درمیانی علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم ہوئے ہے۔

سن اور خان میرے بھائی میں نے تو اپنے پاسبان بھائی سے کہا تھا کہ میں خود الگ خان کی سرکوبی کے لئے نکلتا ہوں لیکن پاسبان کا کہنا تھا کہ میں اور اور خان اور اس سے نپٹ لیں گے۔ لہذا مجھے جرجان کی طرف پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہے اس پر اور خان فوراً بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم میرا بھائی پاسبانوں کا سپہ سالار ٹھیک کہتا ہے آپ اصفہان میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے رہیں ہو سکتا ہے اس منگول لشکر کے علاوہ اور منگول لشکر بھی ادھر ادھر پھیل کر مسلم علاقوں میں تباہی اور بربادی پھیلاتے درپے ہو ایسی صورت میں آپ اس لشکر سے نپٹ سکتے ہیں۔ میں اور پاسبان دونوں جرجان کی طرف اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتے ہیں اور میں آپ کو بلا تا ہوں کہ عنقریب آپ انشاء اللہ پچاس ہزار کے اس منگول لشکر اور اس سردار الگ خان کے خلاف ہماری کامیابی اور کامرانی کی خبریں سنیں گے اس پر سلطان جلال الدین خوش ہو کر کہنے لگا۔

اور خان میرے بھائی خداوند قدوس تیری زبان مبارک کرے میں سمجھتا ہوں اور پاسبان دونوں ایک ہی خیالات رکھنے والے جاں نثار اور سرفروش ہو۔ اگر دونوں کا یہی ارادہ ہے تو میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اصفہان کے نواح میں پڑاؤ کرتا ہوں تم دونوں بھائی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ تھوڑی دیر تک جرجان کی طرف کوچ کر جاؤ۔ اور الگ خان کے لشکر کی راہ روک کھڑے ہو۔

اور سنو میرے دونوں بھائیوں تمہاری راہبری تمہاری راہنمائی اور تمہارے حفاظت کے لئے میں نے پہلے سے اپنے کچھ جاسوس جرجان کی طرف روانہ کر دیے ہیں وہ تمہیں بروقت منگول لشکر کے محل وقوع اور اس کی نقل و حرکت سے آگاہ کریں گے میرے خیال میں تم جرجان کی طرف کوچ کر جاؤ۔ اور خان اور پاسبان کے سپہ سالار دونوں نے سلطان جلال الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ تھوڑی

کر رکھا ہے۔ ہم ان پر شب خون ماریں گے۔ بلکہ دن کی روشنی میں ان پر حملہ کر ہو کر ان سے مسلم علاقوں میں لوٹ مار کرنے کا انتقام لیں گے۔ یہاں تک کہ لے بعد اور خان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہے لگا۔

پاسبان۔ میرے عزیز بھائی۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ پہلے میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ منگول سردار الگ خان کے لشکر سے ٹکرائوں۔ اتنی دیر تک تم کسی گھات میں بیٹھے رہو۔ الگ خان مجھے اپنے سامنے مختصر سے لشکر کے ساتھ دیکھ کر شیر ہو جائے اور بڑھ چڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہونے اور گھیرنے کی کوشش کرے گا۔ تم جب دیکھو کہ منگول پوری طرح میرے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے ہیں تو گھات سے نکل آؤ ان کی پشت پر حملہ آور ہو جاؤ۔ اس طرح جس وقت وہ افراتفری ہوتے ہوئے اپنے لشکر کی توجہ اپنی پشت پر بھی کرنے کی کوشش کریں گے تو میں اپنے حملوں میں تیز پیدا کر دوں گا اور یوں اس دو طرفہ حملے سے مجھے امید ہے کہ ہم منگولوں کو پس رکھ دیں گے۔ جواب میں پاسبانوں کا سپہ سالار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اور خان میرے بھائی۔ یہ تجویز بہت اچھی ہے بشرطیکہ جس جگہ منگولوں نے پناہ کر رکھا ہے وہاں گھات میں بیٹھنے کی کوئی معقول جگہ ہو۔ اس پر اور خان نے جواب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جس جگہ منگول لشکر نے پناہ کر رکھا ہے کیا اس کے گرد نواح میں گھات میں بیٹھنے کی کوئی جگہ ہے۔ اس پر مخبر بولا اور کہنے لگا۔ سیف الدین کے بیٹے۔ جس جگہ منگول لشکر نے پناہ کیا ہوا ہے اس کے دو اطراف میں کھلے میدان اور چٹیل میدان ہیں جبکہ دو اطراف میں کوہستانی سلسلہ ہے۔ جس میں پہاڑوں کو لشکر گھات میں بیٹھ کر منگولوں کے لئے مصیبت کا باعث بن سکتا ہے۔ اس پر جواب سن کر اور خان اور پاسبانوں کے سالار دونوں کے چروں پر خوش کن مسکرا کر بکھر گئی تھی پھر اور خان بولا اور پاسبانوں کے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پاسبان میرے بھائی۔ ان مخبروں میں سے کچھ میرے ساتھ رہنے دو کچھ تم ساتھ لے جاؤ۔ اور ان کی رہنمائی میں تم منگول لشکر کی پشت کی طرف گھات میں جاؤ۔ جبکہ میں سامنے کی طرف سے ایک مخبر کی رہنمائی میں ان سے ٹکرائے

کر رہا ہوں۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔ درخان۔ منگولوں سے جنگ کرنے کا لائحہ عمل تو طے ہو چکا۔ میں تمہارے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ ہمارے دونوں کے لشکروں میں اس بہت سے سپاہیوں اور سالاروں کے ساتھ ان کی بیویاں بھی شامل ہیں۔ میری ہے کہ جب تم منگولوں پر حملہ آور ہو۔ تو ساری عورتوں کو اپنے لشکر کی پشت کی ہی رکھنا۔ اس طرح وہ عورتیں تکبیریں بلند کرتے ہوئے ایک طرح سے اپنے ن کا حوصلہ بھی بلند کریں گی اور محفوظ بھی رہیں گی۔ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ ان نے پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار نے مخبروں کو اپنی رہنمائی کے لئے اپنے ساتھ رکھا اور اپنے لشکر کو علیحدہ کرتا ہوا آگیا تھا جبکہ اور خان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ایک مخبر کی رہنمائی میں منگولوں ٹکرائے کے لئے آگے بڑھا تھا۔



منگول چونکہ گزشتہ کئی ہفتوں سے طبرستان اور جرجان کے علاقوں میں غارت مارا اور لوٹ مار کا بازار گرم کئے ہوئے تھے اور کسی بھی قوت نے ان سے ٹکرائے کی کوشش نہ کی۔ اس دوران سلطان جلال الدین قلی خان کے ساتھ جنگ کے لئے قدمی اور واپسی کے لئے سفر میں مصروف رہا تھا۔ اس طرح ان علاقوں میں لوٹ مار کر کے پیشار سامان حاصل کر لیا تھا۔ اب وہ بے فکر تھے کہ ان علاقوں میں کوئی مسلم قوت ایسی نہیں جو ان سے مزاحمت کرے یا ان پر حملہ آور ہو۔ اور خان اچانک اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے نمودار ہوا تو منگول چونک کر اٹھ کھڑے۔ فوراً انہوں نے اچانک اپنے ہتھیار سنبھال لئے اور اور خان کے ساتھ ٹکرائے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور خان نے بھی منگولوں کے سامنے آتے ہی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں اور منگول سردار الگ خان نے دیکھا کہ انہوں کا ایک چھوٹا سا لشکر اس سے ٹکرائے کے لئے آیا ہے تو وہ بڑا مطمئن ہوا اور سامنے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

مارے ہاتھوں مارا گیا۔ اب چونکہ میں جان چکا ہوں کہ تم اور خان ہو لہذا اب میں حملہ آور ہوں گا اور تمہیں بتاؤں گا کہ منگول جب کسی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اپنی طرح اس پر چھا جاتے ہیں۔ الگ خان کے خاموش ہو جانے پر اور خان بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن الگ خان۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے۔ اس طرح دونوں لشکروں کو آپس میں ٹکرانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ اگر میں میرے ساتھ مقابلے میں ہار جاؤں تو میری گردن کاٹ دینا اور میرا لشکر شکست تسلیم کرتے ہوئے یہاں سے چلا جائے گا اور اگر میں تجھ پر غالب رہا تو تیری گردن کاٹ دوں گا خیرے لشکر کو شکست تسلیم کرنا ہوگی اور اپنی ہر شے یہیں رکھ کر یہاں سے چلا جانا ہوگا۔ اس پر الگ خان اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اور خان۔ اول تو ہم منگول انفرادی مقابلے کے قائل ہی نہیں ہیں یہ طریقہ تو مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ دوسرے یہ کہ تم مجھے انفرادی مقابلے کی پیشکش اس لئے کر رہے ہو کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ جو لشکر ہے وہ میرے لشکر کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور میرے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر سے کافی بڑی ہے۔ اس لئے تمہیں خطرہ اور خدشہ ہے کہ جنگ کی صورت میں تمہاری شکست چھٹی ہوگی۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ الگ خان یہ تو وقت بتائے گا کہ اس جنگ کے نتیجے میں کون غالب اور کون مغلوب رہتا ہے۔ کون کامیاب اور کون شکست خوردہ ہوتا ہے۔ دیکھ اگر تو میرے ساتھ انفرادی مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تو واپس لشکر میں چلا جا۔ اس کے بعد دونوں لشکر آپس میں ٹکرانے کے بعد فیصلہ کریں گے کہ فاتح کون اور مفتوح کون ہے۔ اور خان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی الگ خان نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اسے سرپٹ لڑاتا ہوا اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا جبکہ اور خان اپنے لشکر میں واپس آ گیا تھا۔



تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوئی ابتدا منگول سردار الگ خان نے کی تھی۔ پھر وہ

دوسری طرف اور خان بھی اپنی صفیں استوار کر چکا تھا۔

جب دونوں لشکروں کی صفیں درست ہو چکیں تو منگولوں کا سردار اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر دوڑتا ہوا میدان میں آیا اور پھر لٹکار کر کہنے لگا۔ ہماری راہ روکنے والا تمہارا جو سالار ہے وہ سامنے آئے میں اس سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور خان۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے الگ خان کے قریب ہی اپنے گھوڑے کی باکیں کھینچ لیں۔ گھوڑے کو روکا پھر اس کا کالے رنگ کا وحشی گھوڑا دو دفعہ بری طرح ہنپتاتے ہوئے اور اگلی ٹانگیں اٹھاتے ہوئے فضاؤں کے اندر یہ کھڑا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اور خان نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی گھوڑے ہنپنا بند کر دیا اور چاروں ٹانگوں پر کھڑے ہوتے ہوئے وہ عجیب انداز میں بے ہمتی کا اظہار کرتے ہوئے کلیں کرنے لگا تھا۔ اس موقع پر منگولوں کا سردار الگ خان اور اور خان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

یہ جس لشکر کے ساتھ تم نے ہم سے ٹکرانے کا عزم کیا ہے یہ لشکر کس کا اور تمہارا نام کیا ہے۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ بھگت اللہ ہم سب مسلمان ہیں رکھو میرا نام اور خان ہے یقیناً تم نے اور تمہارے منگول ساتھیوں نے میرا نام سن رکھا ہوگا۔ اس پر وہ منگول سردار جس کا نام الگ خان تھا کسی قدر فکر مند ہی اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ یقیناً تمہارا نام ہم نے تمہارے سلطان الدین کے نام کے ساتھ سن رکھا ہے۔ تم وہی اور خان ہو جسے ہمارے سردار کی بیٹی پسند کرتی تھی۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا سن الگ خان۔ کتنی سچی کہتی ہے۔ وہ اب بھی مجھے پسند کرتی ہے اس پر الگ خان بولا اور پوچھنے لگا کیا ہو سکتے ہو طیان ان دنوں کہاں ہے۔ اس پر اور خان برہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ تمہیں طیان سے کیا غرض۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے اس لئے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ اور فیصلہ کریں کہ کون غالب اور کون مغلوب رہتا ہے۔ اس پر الگ خان بولا اور کہنے لگا میں نے تمہیں اسی لئے بلایا تھا کہ حملہ آور ہونے سے پہلے میں جان سکوں کہ تم کون ہو اس لئے کہ اگر تم اور تمہارا لشکر ہمارے ہاتھوں مارے جائیں تو ہم اپنے خان چغتائی کو یہ نہ بتا سکیں گے کہ

کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گیا تھا۔ منگولوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے
نوں کے سپہ سالار اور اس کے ساتھیوں نے قدم قدم پر عظمتوں کے لالہ زار
نوں کے شاہکار کھڑے کر دیئے تھے۔

سامنے کی طرف سے اور خان پہلے ہی حملہ آور ہو کر انہیں زخم زخم کر رہا تھا اور
پشت کی طرف سے پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی حملہ آور ہو کر انہیں لخت
کرنا شروع کیا تو میدان جنگ کی حالت پھٹے چولے، دریدہ لباس، آندھیوں میں
نیا یادوں اور سوچوں کے پت جھڑ جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ میدان جنگ میں بار بار
نفاذ تلواریں صاعقہ بردار بھالے۔ تقدیر کے فیصلے اٹھائے خون آلود ڈھالیں بار
بلند ہو کر ڈوب رہیں تھیں۔

جرجان شہر کے نواح میں گھسان کا رن پڑ گیا تھا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے
ہم آور ہونے سے پہلے منگولوں کا سردار الگ خان بڑا خوش اور مطمئن تھا اور اسے
یہ تھی کہ وہ اپنے سامنے آنے والے اور خان کے لشکر کو شکست دینے میں زیادہ دیر
نہ لگائے گا۔ لیکن جب اور خان اس کے سامنے جم گیا اور الگ خان کافی دیر جنگ
رہنے کے بعد بھی اسے پسپا نہ کر سکا۔ الگ خان اندیشوں اور دوسوں کا شکار ہو گیا
۔ پھر جب اس کے بعد اس کی پشت کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار بھی حملہ
در ہو گیا تو اس حملے نے الگ خان کی ساری امیدوں کو ناامیدیوں میں بدل کر رکھ دیا
۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے حملہ آور ہونے کے بعد الگ خان نے بڑی تیزی سے
پنے لشکر میں تبدیلی کرنا شروع کی تاکہ کچھ لشکر اور خان کے ساتھ برسرِ پیکار رہے اور
بڑے لشکر کے مرکز پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے جم جائیں اس تبدیلی اور لشکریوں کو
اُگے پیچھے کرنے کی وجہ سے اور خان نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی پوری قوت اور
طاقت مجتمع کرتے ہوئے منگولوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس طرح اس نے اس نئے اور
نئے حملے میں منگولوں کی کئی صفیں روند کر رکھ دیں تھیں۔ اتنی دیر تک پشت کی طرف
سے پاسبانوں کا سپہ سالار بھی الگ خان کے لشکر کے ایک کافی بڑے حصے کو بری طرح
اور کھرخون آلود کر چکا تھا۔ الگ خان دیکھ رہا تھا کہ وہ بہ یک وقت دونوں طرف کے
لشکروں کو روکنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اور یہ کہ اس کے منگولوں کا قتل عام

اپنے لشکر کے ساتھ قریب سحر میں زندگی کی تڑپ، اجل کے سیاہ خانوں میں اندھیری
رات، اور شام کی وادیوں میں بھیانک کھنڈرات کی مہیب فضاؤں کی طرح اور خان اور
اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور خان نے بھی کمال جراتمندی۔ کمال جنگی
مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے الگ خان کے اس خوفناک حملے کو روک دکھایا تھا اس
کے بعد اور خان جوابی حملے کی ابتدا کی۔ اور وہ سیاہ بختی کے سایوں میں اٹھتی قزوں کی
آوازیں کی طرح تکبیریں بلند کرتا ہوا خود بھی آگے بڑھا اور اپنے لشکریوں کو بھی نئے
انداز میں حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ اور خان کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی
سرفروشوں اور صف بکنتوں کی کوندتی تلواروں، کوہ و دمن کے فاتحوں کے سنسنے
تیروں، پرتولے آبروئے جان و تن اور آس کے تنہا جنگ میں دکھ کے چارے۔ درد
کے ستارے۔ اور دھاروں دھار برستے مینے کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہوتے ٹوٹ
پڑے تھے۔ جس طرح اور خان نے منگولوں کے خوفناک حملے کو روکا تھا اس کے بعد
اس نے جوابی حملہ کیا تھا اس کے انداز سے منگول سمجھ گئے کہ ان کے سامنے آنے
والا دشمن انتہائی سخت جان جنگجو اور بہترین حرب و ضرب کی مہارت رکھتا ہے۔ اب
الگ خان نے دیکھا کہ اور خان اور اس کے لشکریوں کو ہم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹا
سکے لہذا اس نے لمحہ بہ لمحہ اپنے لشکر کو دائیں بائیں طرف پھیلاتے ہوئے ایک طرح
سے اور خان کے لشکر کا گھیراؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔ الگ خان نے ایسا کرنا اس لئے
شروع کیا تھا تاکہ اور خان اور اس کے لشکریوں کو یہ احساس ہو جائے کہ منگول انہیں
گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس طرح وہ بدحواس ہو جائیں گے اور افزائش کی
شکار ہو کر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

لیکن الگ خان اور اس کے تحت لڑنے والے منگولوں کی بد قسمتی کہ عین اس
وقت جبکہ وہ اور خان اور اس کے لشکریوں کے ساتھ جنگ کرنے میں بری طرح
مصروف تھے قریبی کومستانی سلسلے کے اندر سے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے
ساتھ وقت کے فاصلوں میں منزل کی گرد کی طرح نمودار ہوا۔ اپنے شانوں پر بادل
اٹھانے چلتی چلائی ہواؤں کی طرح آگے بڑھا پھر وہ وحشوں کے غبار، شوق کے
سلسلوں، طوفانوں کے شباب اور موجوں کے پیچ و تاب کی طرح منگولوں کے لشکر پر

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان شہر میں اس جگہ پہنچے جہاں سلطان جلال الدین نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سلطان الدین دونوں فاتحوں کا استقبال کرنے کے لئے اپنے پڑاؤ سے باہر نکلا۔ سلطان کو ملے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔

آپ دونوں بھائیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ منگول ناقابلِ شکست نہیں ہیں۔ مسلمان اگر اپنے اندر اتحاد، اتفاق اور یک جہتی پیدا کر لیں تو منگول ان کے سامنے

تو آپ مجھ سے زیادہ تھکاوٹ محسوس کر رہے ہوں گے اس لئے کہ آپ عملی جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ جبکہ میں پیچھے رہ کر آرام ہی کرتی رہی ہوں۔
مے مرہم پٹی کرنے کے میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور پھر میں آپ سے یہ بھی
ن کہ آپ کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں نے ہمیشہ زندگی کا لطف اٹھایا ہے لہذا
آپ کے ساتھ یہیں رک کر گھوڑے کو کھرہ کھوں گی۔ اور خان طیان کی اس
کومان گیا دونوں میاں بیوی نے دونوں گھوڑوں کو کھرہ کیا پھر اس کے بعد ان
وانے چارے کا بندوبست کرنے کے بعد وہ خیمے میں آئے اتنی دیر تک ان کے
سے باہر پہرہ دینے والا محافظ دونوں کا کھانا لے آیا۔ دونوں کھانے کے لئے بیٹھ
ان کا بندر بھی قریب آ بیٹھا تھا۔ مل کر انہوں نے کھانا کھایا پھر دونوں میاں
ن آرام کرنے لگے تھے۔



دوسرے روز سلطان جلال الدین نے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنے
میں طلب کیا جب وہ دونوں اکٹھے خیمے میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا خیمے میں
سے سلطان جلال الدین۔ وزیر شرف الملک۔ کاتب ابن احمد اور کچھ اور چھوٹے
لار بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار آگے بڑھے اور سلطان
ال الدین کے دائیں بائیں نشستوں پر بیٹھ گئے جو ان دونوں کے لئے خالی رکھی گئی
تھیں۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد سلطان بولا اور کہنے لگا۔
میرے ساتھیو! میرے عزیزو تم جانتے ہو کہ گزشتہ ہفتوں میں ہم منگولوں اور
ن کے خلاف اس قدر مصروف رہے کہ ہمیں سر کھجانے کی فرصت تک نہ ملی چنانچہ
ناری اسی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گرجیوں نے سارے عہد و پیاں کو بالائے
فاق رکھتے ہوئے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ گرجیوں نے ہمیں تک اتفاق
میں کیا بلکہ ہمارے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے انہوں نے بہت سے ایسے
ناکل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے جو آزادانہ زندگی بسر کرتے آ رہے ہیں۔ ان میں
لواہ تر آرمینی، یکیری اور قباقلی شامل ہیں۔ ان قبائل کے علاوہ گرجستان کے باغی

اور بڑی تیزی سے وہ سلطان کی طرف بڑھے انہوں نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین
کے ساتھ ان کا وزیر شرف الملک اور کاتب ابن احمد بھی موجود تھے۔ اور خان اور
پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں آگے بڑھے اور باری باری سلطان جلال الدین کے علاوہ
مخبر الملک اور کاتب ابن احمد سے بھی بغل گیر ہوئے۔ اس موقع پر اور خان اور
سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا شرف الملک
آپ کب تہریز سے اصفہان پہنچے اس پر شرف الملک کے بجائے سلطان جلال
الدین نے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور خان میرے بھائی۔ تم دونوں کی غیر موجودگی میں ایک اور بری خبر ملی ہے۔
ابھی میں تم دونوں سے اس کا ذکر نہیں کھوں گا۔ پہلے تم دونوں اپنے لشکر کو پڑاؤ کر
کا حکم دو۔ آج کا دن آرام کرو۔ کل میں تم دونوں کو اپنے خیمے میں بلاؤں گا پھر
تفصیل کے ساتھ تمہیں سناؤں گا۔ بہر حال تم فکر مند اور پریشان نہ ہونا۔ یہ خبر
بری نہیں ہے میرے خیال میں اب تم دونوں اپنے لشکر کا پڑاؤ کرو اور آرام کرو۔ اس
موقع پر اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ کہنا چاہا پر سلطان۔ شرف الملک
اور ابن احمد کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے تھے لہذا اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے لشکروں کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو چکے تو اور خان اور طیان دونوں میاں بیوی اپنے اپنے خیمے
داخل ہوئے۔ طیان خیمے کا سامان درست کرنے لگی جب کہ اور خان باہر نکلا اپنے
طیان کے گھوڑے کو اپنے خیمے کے قریب ہی اصطبل کی طرح استعمال کئے جانے وا
چھتریلے باندھا زینیں دونوں کی اتار کر اس نے علیحدہ کر دیں پھر ایک گھوڑے
کھرہ کرنے لگا تھا۔ اس موقع پر طیان تقریباً "بھگتی ہوئی خیمے سے نکلی اور"
کھرہ اٹھا کر وہ دوسرے گھوڑے کو کرنے لگی تھی اور خان نے تھوڑی دیر تک
نگاہوں سے طیان کی طرف دیکھا پھر وہ آگے بڑھا۔ طیان کا ہاتھ پکڑ کر اس نے
اس سے لے لیا پھر بڑے پیار سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ طیان۔ تو
خیمے کے اندر جا کر آرام کر۔ تھک گئی ہو گی۔ میں دونوں گھوڑوں کو کھرہ
ہوں۔ اس پر طیان نے بڑے پیار سے اور خان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی اگر میں

اس کے بعد سلطان جلال الدین نے گرجی ہوئی آواز میں اپنے وزیر شرف الملک کو دیا کہ وہ فوراً خیمہ سے اٹھ کر باہر نکل جائے۔ شرف الملک بچاڑا اٹھ کر باہر آیا۔ خیمے سے باہر کھڑا ہو کر پچھتا رہا اور سوچتا رہا کہ کس طرح سلطان کو راضی کیا۔ یہاں تک کہ بھاگا بھاگا اپنے خیمے میں گیا۔ پچاس ہزار دینار کا رقم لے آیا۔ اس کے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے سامنے وہ رقم اس نے تاوان کے طور پر پیش کر دی۔ اس طرح اس وقت تک سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ لہذا سلطان کو سلطان نے معاف کر دیا ہے تب وہ بولا اور سلطان جلال الدین کو پکارتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم جس وقت میں آپ کے خیمے سے نکلا میں نے دیکھا کہ آپ کے باہر ابو یوسف کھڑا تھا وہ بغداد سے لوٹ آیا ہے اس بات کو وہ تلاش کرنے کا کام رہا ہے جس کی تلاش میں وہ گیا تھا۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا تھا لیکن چونکہ اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں لہذا محاذوں کے باہر ہی روک رکھا ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور شرف الملک کو پکارتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ ابو یوسف ایک ناکارہ اور فضول قسم کا انسان ہے میں اس کی تجویز پر اتفاق نہیں کرتا تم خود باہر جاؤ اسے کچھ رقم دو اور فارغ کر دو۔ اور اسے کہنا کہ میں اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ اس پر شرف الملک خیمہ سے باہر گیا تھا۔ شرف الملک کے جانے کے بعد پاسانوں کے سپہ سالار نے تجسس آمیز انداز سے سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ سلطان محترم یہ ابو یوسف کیسے ہے اور یہ کونسا بت تلاش کرنے کے لئے بغداد کی طرف گیا تھا۔ اس پر سلطان نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر وہ کہنے لگا۔ اس سارے چکر کو میرے پاسبان بھائی! غافلانہ تفصیل سے جانتا ہے بہر حال تمہیں اس کی خبر نہیں لہذا میں تمہیں اس کی اطلاع دیتا ہوں۔

یہ ابو یوسف ایک بہترین عالم ہونے کے علاوہ ایک عمدہ ساحر اور جادوگر بھی لکھا جاتا ہے۔ میرے باپ سلطان علاؤ الدین کے زمانے میں اس ابو یوسف کی ناقدر و منزلت اور بڑی عزت تھی اس لئے کہ میرا باپ اسے پسند کرتا تھا اور اسے

بڑی تیزی سے ادھر ادھر سے بھرتی کرتے ہوئے اپنے لشکر کی تعداد کو بڑی تیزی سے بڑھا رہے ہیں تاکہ ہم پر حملہ آور ہو کر اپنی بغاوت اور سرکشی کو کامیاب بنا سکیں۔ جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمیں فی الفور گرجیوں کے خلاف حرکت میں آ جانا چاہئے اور انہیں اپنے لشکر کو بڑھانے اور جنگی تیاریاں کرنے کی مہلت نہیں دینی چاہئے۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا تو سلطان کا وزیر شرف الملک بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم جہاں تک مجھے خبریں ملیں ہیں دشمن کی افواج کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہے اور ان دنوں آپ جانتے ہیں کہ اورخان اور پاسانوں کا سپہ سالار منگولوں سے جنگ کرنے کے بعد لوٹ رہے ہیں لہذا ہماری سپاہ بھی تھکی ہاری ہے اور اس تھکی ہاری سپاہ کو لے کر پھر گرجیوں کے خلاف جنگ کے لئے نکلتا مصلحت کے خلاف ہے۔

سلطان محترم میری رائے یہ ہے کہ ہمیں موسم بہار تک انتظار کرنا چاہئے۔ اس وقت تک ہماری افواج بھی تازہ دم ہو جائیں گی اس کے علاوہ ادھر ادھر سے بھرتی کرتے ہوئے ہم اپنے لشکر میں کچھ اضافہ بھی کر لیں گے۔ اور ہماری لشکری حیثیت مقابلتہً مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔ نیز اس دوران میں ہم چاروں طرف سے دشمن کی ناکہ بندی کر لیں گے اور ایسے ذرائع اختیار کریں گے کہ قرب و جوار سے دشمن اور اس کے لشکریوں اور دیگر محاذیہ جیوں کے لئے رسد اور جانوروں کے لئے چارہ نہ پہنچ سکے اور اس طرح ان کے سپاہی کمزور اور گھوڑے دبلے ہو جائیں گے اور جب ہم موسم بہار میں حملہ آور ہوں گے تو ان کی شکست یقینی ہو جائے گی۔

سلطان جلال الدین اپنے وزیر شرف الملک کی اس نامردانہ، بزدلانہ اور حقیقت کے منافی تجویز اور تفصیل سن کر ایسا غضبناک ایسا برا فروختہ ہوا کہ اپنے سامنے بڑی ہوئی ایک دوات اٹھا کر سلطان جلال الدین نے شرف الملک کے سر پر دے ماری پھر سلطان جلال الدین گرجتے ہوئے کہنے لگا۔

”شرف الملک تم بزدل ہو کیا تم مجھے بھیڑوں سے ڈراتے ہو۔ کیا کبھی کوئی شیر بکریوں کے گھ سے بھی ڈرا ہے۔“

نہ اس کے بعد سلطان جلال الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔

سنو میرے ساتھیو! گو اور خان اور پاسبانوں کے سالار دونوں کے لشکر کل ہی کی ہم سے لوٹے ہیں تاہم اس کے باوجود میں پسند کروں گا کہ ہمارے متحدہ آج ہی گرجستان کی طرف کوچ کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر باغی گرجیوں کو ہم زندہ ملت دی تو پھر انہیں زیر کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ ان بغاوت طول پکڑ جائے اور پھر اتنی دیر تک منگول بھی ہمارے سردوں پر چڑھ اہی صورت میں ہمارے لئے دشواریاں ہی دشواریاں ہوں گی اس پر اور خان بولا کہنے لگا۔ سلطان محترم آپ میرے اور پاسبانوں کے سالار کے لشکروں کی تھکاوٹ دلی پرواہ نہ کیجئے ہم دونوں بھائی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آج ہی آپ کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سلطان نے اور خان کی ان باتوں کو بے حد پسند کیا۔ اور روز سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان سے گرجستان کی طرف کوچ کر گیا تھا

سلطان کے گرجستان پہنچنے پہنچنے باغی گرجیوں نے سلطان جلال الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے لاکھوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کر لیا تھا اور لشکر کا کمانڈر انہوں نے بہترین جرنیل اور کمانڈر ایوانی کو بنایا تھا۔ لاکھوں پر مشتمل یہ لشکر لے کر ایوانی ہشتان کی سرحدوں پر آیا تاکہ سلطان کا اپنی سرحدوں سے باہر ہی مقابلہ کرے سلطان اور اس کے لشکروں کو گرجستان میں داخل نہ ہونے دے۔ سلطان جلال نے بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا ایوانی کے لشکر کے سامنے آکر خیمہ زن ہوا انہیں اپنے مخبروں کے ذریعہ پتا چلا کہ گرجستانیوں کے سپہ سالار ایوانی کے لشکر اس وقت تیس ہزار قبچاقی سپاہی بھی شامل ہیں جن کا سالار ایک شخص قباچہ ہے۔ چونکہ سلطان جلال الدین کی وادی اور سلطان علاؤ الدین کی والدہ ترکان کا تعلق بھی اسی قبچاقی خاندان سے تھا لہذا سلطان جلال الدین کو بہت دکھ ہوا یہ قبچاقی بھی اس کے خلاف لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ صورت دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے لشکر میں سے ایک شخص قحتر کو طلب کیا یہ شخص قباچہ تھا اس قحتر کو سلطان جلال الدین نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر تھوڑا لک رکھ کر دیا اور کہا کہ میری طرف سے یہ روٹی اور نمک قبچاقیوں کے کمانڈر

اپنا مقرب بنا رکھا تھا۔ جن دنوں میرے والد علاؤ الدین کے تعلقات بغداد کے خلیفہ کے ساتھ نہایت نازک صورت اختیار کر گئے اور خلیفہ بغداد کے خلاف میرے باپ کی مہم ناکام ہو گئی ان دنوں ایک روز یہ ابو یوسف میرے باپ کے سامنے حاضر ہوا یہ شخص دستور کے مطابق ٹوٹے ٹوٹوں کا بڑا ماہر خیال کیا جاتا ہے۔

اس نے بغداد کے خلیفہ کا ایک بت بنایا اور میرے باپ سلطان علاؤ الدین کو مشورہ دیا کہ اگر اس بت کو کوئی شخص بغداد لے جا کر کسی مکان میں دفن کر آئے تو جادو کی تاثیر سے خلیفہ کی مصیبت میں جلا ہو جائے گا چونکہ میرے والد سلطان علاؤ الدین خلیفہ بغداد سے سخت ناراض و تاللاں تھے اس لئے وہ خلیفہ کو نقصان پہنچانے کے لئے فوراً اس امر پر آمادہ ہو گئے چنانچہ انہوں نے ابو یوسف کو ہی بھیجا کہ وہ بغداد جا کر خلیفہ کا بت کسی مناسب جگہ دفن کر آئے۔ پس یہ ابو یوسف بغداد گیا اور ایک مکان کے اندر خلیفہ کا بت نصب کر آیا۔

پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ میرے والد سلطان علاؤ الدین کا اپنا ستارہ گردژ میں آگیا۔ جب میرے والد سلطان علاؤ الدین فوت ہو گئے تو ان کے کچھ ساتھیوں اور دیگر لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ چونکہ سلطان علاؤ الدین نے خلیفہ بغداد کے خلاف جادو کروایا تھا لہذا اس کی تاثیر الٹی پڑ گئی ہے اور خود سلطان علاؤ الدین اس کی لپیٹ میں آگیا ہے۔ اب مصیبت کے اس چکر سے چھٹکارے کی صرف یہ صورت ہے کہ کسی کو وہاں بھیجا جائے جو اس بت کو وہاں سے نکال کر واپس آئے تاکہ آفت ٹل جائے۔

سنو میرے ساتھیو ہر چند میں ان توہمات اور ٹوٹے ٹوٹوں کا قائل نہیں ہوں لیکن لوگوں کے دلوں سے خدشوں کو دور کرنے کے لئے میں نے اس ابو یوسف کو بت نکلانے کے لئے بغداد کی طرف روانہ کیا تھا اب چونکہ یہ شخص اس بت کو طائر کرنے اور حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ لہذا میں نہیں چاہتا کہ اس سے ملوں اور لئے کہ میں اس کے ٹوٹے ٹوٹوں کا قائل نہیں ہوں بہر حال میرا باپ اس کا بہت معترف تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین خاموش ہو گیا اتنی دیر تک شرف الملک بھی ابو یوسف کو فارغ کرنے کے بعد دوبارہ سلطان کے سامنے آئے

سلطان جلال الدین کے ہاتھوں مرنے والے اس گرجی پہلوان کے تین بیٹے بھی لشکر میں شامل تھے باپ کا انتقام لینے کے لئے یکے بعد دیگرے تینوں سلطان کے بلے پر گئے اور سلطان ایسی جانثاری سے لڑا کہ تینوں کو اس نے باری باری موت دے دی۔ آثار دیا یہ حالت دیکھ کر دشمن کی صفوں میں بے چینی اور مایوسی پھیل گئی۔

نچہ کافی دیر تک کسی کو سلطان کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہ ہو سکی۔ آخر گرجستانیوں کے سالار ایوانی نے اپنے لشکر کا جو سب سے بہترین تیع زن رعمہ قسم کا پہلوان تھا اسے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اتارا وہ وان بھی جی کڑا کر کے قسمت آزمانے کے لئے سلطان کے مقابل آیا یہ وہ وقت تھا کہ سلطان کا گھوڑا بہت تھک چکا تھا خود سلطان بھی اپنے اندر تھکاوٹ کے آثار ہوس کر رہے تھے۔ لہذا اس نے آنے والے پہلوان نے حالات کا صحیح اندازہ کر لیا اچانچہ وہ قریب آ کر پوری شدت سے یوں وار کرنے لگ گیا کہ سلطان جلال الدین دھنسنے کا موقع بھی نہ مل سکا اس پہلوان کے سامنے سلطان ایسا زچ اور مجبور ہوا کہ مدافعت کے لیے جارحیت اسے ترک کرنا پڑی۔

سلطان جلال الدین کے لشکری یہ صورت حال دیکھتے ہوئے پریشان ہو گئے تھے ہر ی کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔ چونکہ انفرادی مقابلوں کا اعلان ہو چکا تھا لہذا سلطان کا لشکر بھی بے بس تماشائی کی طرح دیکھتا رہ گیا تھا۔ دوسری طرف خود سلطان کی موقع کی تلاش میں تھا کہ کوئی موقع ملے اور اس گرجی پہلوان پر ایسا وار کرے کہ اس کا کام تمام کر کے رکھ دے۔

آخر ایک ایسا ناور موقع سلطان کے ہاتھ آئی گیا وہ اس طرح کہ اس پہلوان نے سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لئے گھوڑے کو ایڑھ لگائی سلطان اپنے بچاؤ کے لئے گھوڑے سے نیچے کود گیا اور پھر پلک جھپکنے میں تھوڑا اس گرجی کے پیٹ میں کچھ اس طرح گھونپی کہ اس کا پیٹ پھٹ کر انتڑیاں باہر آ گئیں اور وہ وہیں تڑپ کر مر گیا۔

انفرادی مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں اترنے سے پہلے سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسانوں کے سپہ سالار کو ہدایت دے رکھی تھی کہ انفرادی مقابلہ کے بعد انہوں ہی ہاتھ سے اشارہ کرے فوراً گرجیوں پر حملہ کر دیا جائے تاکہ انہیں سنبھلنے

قباچہ خان کو پیش کرنا اور کہنا۔

”کیا تم آج میری نوازشات کا صلہ دینے آئے ہو کیا بھول گئے کہ جب سلطان علاؤ الدین مرحوم زندہ تھے تو میں نے تمہیں کتنی بار ان کی گرفت سے بچایا ورنہ وہ تمہیں پیش کر رکھ دیتے کیا احسان کا بدلہ یوں ہی چکایا جاتا ہے۔“

سلطان جلال الدین کے پیغام کا خاطر خواہ اثر ہوا لہذا تیس ہزار چھاتیوں کا کماندار قباچہ خان اپنے لشکر کو لے کر گرجیوں کی فوج سے علیحدہ ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ جنگ کا اونٹ کس کوث بیٹھتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ جدر پلڑا بھاری دیکھے گا دوسری شامل ہو جائے گا۔

قباچہ خان کے یوں گرجستانیوں سے علیحدہ ہو جانے پر سلطان کو بڑا اطمینان اور حوصلہ ہوا اس کے بعد سلطان جلال الدین نے گرجستانیوں کے سپہ سالار ایوانی کو کہلا بھیجا کہ کیونکہ تمہاری افواج دور دراز کی مسافت طے کر کے آئی ہیں اس لئے ضرور تھکی ہوئی ہوں گی تم مناسب خیال کرو تو میری راجے یہ ہے کہ آج کا دن عموماً جنگ کے بجائے انفرادی مقابلہ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ دونوں طرف سے ایک ایک بہادر میدان میں اترے اور ہر دو افواج کے سامنے اپنے اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرے۔ اور جس فوج کا بہادر مارا جائے اسی فوج کا دوسرا آدمی اس کی جگہ پہنچ جائے۔ مجھے یقین ہے کہ دونوں سپاہ اس طریقہ جنگ سے بہت محفوظ ہوں گی۔

گرجستانیوں کا سپہ سالار ایوانی نا تجربہ کاری کی وجہ سے سلطان کی باتوں میں گیا اور تمام فوج کو اطلاع دے دی آج صرف انفرادی مقابلے ہوں گے اس لئے تمام لوگ با اطمینان اس مبارزت طلبی سے لطف اٹھائیں۔ انفرادی جنگ کی ابتداء کر کے لئے ایوانی کی طرف سے ایک گرجی پہلوان میدان میں اترا اور میدان کے وسط میں آ کر اس نے مقابلہ کے لئے لاکارا دوسرے خود سلطان بھییں بدل کر اس پہلوان کے مقابلے میں آکھڑا ہوا۔

مقابلہ شروع ہو گیا۔ گرجی نے تھوڑے دو چار وار کئے جنہیں سلطان طرہ دے کر بچا گیا اس کے بعد سلطان اچانک برق کے کوندے کی طرح پلٹا اور ایسا وار کر کہ گرجی کا سر اس نے دھڑ سے علیحدہ کر کے رکھ دیا تھا۔

نہوں کے سمندر میں بدلنے موسموں کے تیز دھارے کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔
 مان کی طرح ہی پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کو پھیلاتا ہوا ایوانی کے لشکر
 پہلو کی طرف آیا پھر وہ اندھیری گمنام وادیوں میں خوفناک لحوں، ظلمات کی
 بپ سحر انگیزی اور شام غریباں میں شعلوں کی چیتابی کی طرح گر جستانوں پر
 تھا

جستانی اور ان کا سپہ سالار ایوانی تین اطراف کے اس تیز اور خوفناک حملوں
 ت نہ کر سکے لہذا میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان جلال الدین
 میں گر جستانوں کی یہ بدترین شکست تھی پوری شدت اور طوفانی ترکناز کی
 سلطان جلال الدین نے بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا اور ان میں سے اکثر کو اس
 ت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم لوگ اپنی جانیں بچا کر کوستانی سلسلوں میں
 لٹے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ورنہ سلطان جلال الدین نے گر جستانوں کے
 اکثریت کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس طرح ایک بار پھر سلطان جلال الدین
 مانیوں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ گر جستان
 دل کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر اپنے لشکر کے
 جستان کے مرکزی شہر خٹل میں قیام کر لیا تھا۔



لیزخان کا بیٹا چغتائی خان سلطان جلال الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد
 کے نواح میں اپنے بچے کچھ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اس دوران
 نے اپنے مرکز قراقرم سے کمک طلب کی تھی جس کے جواب میں قراقرم سے
 ت بڑا لشکر چغتائی کی مدد کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔ اس نئے آنے والے لشکر کی
 تی بڑی تھی کہ یہ تعداد میں اس لشکر سے دگنا تھا جو پہلے چغتائی کے پاس تھا۔
 لمر کی آمد کے بعد چغتائی نے سلطان جلال الدین پر ضرب لگانے کے لئے اپنی
 مکمل کر لیں تھیں اور جس روز سمرقند سے کوچ کرنے والا تھا اس سے ایک
 بلے جس وقت وہ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا اس کا ایک مخبر اس کے خیمہ میں

کا موقع نہ ملے جب تک انفرادی مقابلہ ہوتا رہا۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار
 بڑی بے چینی اور بے تابی سے سلطان جلال الدین کے اشارے کے منتظر رہے
 آخری مقابل کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کر دیا
 تھا۔

سلطان جلال الدین کا ہاتھ فضا میں اٹھنا تھا کہ اور خان اور پاسبانوں کے سالار کی
 سرکردگی میں سلطان کا لشکر ہر قدم پر ٹھوکر کھڑی کر دینے والے طوفان، ہر دروہے پر
 صلیب ہر موڑ پر الجھن ڈال دینے والے کرب، ہر لمحہ ہر ساعت میں اذیت بن کر کمر
 جانے والی آندھیوں اور چہروں کو زرد، جسموں کو لاغر دلوں کو افسردہ اور آنکھوں کو
 پر غم کر دینے والے عذاب کی طرح حرکت میں آیا اور کسی مردم گزیدہ اور کرب بھر
 ترکناز کی طرح وہ گر جستانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ٹوٹ پڑا تھا۔ جوں ہی لشکر
 آگے بڑھا سلطان نے فوراً اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی۔ وسطی حصہ کو
 کمانداری اس نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ دائیں طرف اور خان اپنے لشکر کے ساتھ
 تھا اور بائیں طرف پاسبانوں کا سپہ سالار۔

لگتا تھا گر جستانوں کا سپہ سالار ایوانی بھی اس اچانک حملہ کے لئے تیار تھا اور
 لئے کہ جوں ہی سلطان جلال الدین کا لشکر حرکت میں آیا ایوانی بھی اپنے لشکر کو حرکت
 میں لا چکا تھا۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوس کے شیاطین، ترجوں کے اجل خوابوں
 افلاس کے راستوں پر قفس کرتی گرسلی، عمر کی دھلتی دہلیز پر جوش مارتی مرگ، مکانوں
 کے ٹوٹے دروں پر نزول کرتے ڈولیدہ ستاروں، من کی چٹاؤں کو جسم کرتے آتش۔
 بھڑکتے الاؤ کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔
 لیکن تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد گر جستانوں کے سپہ سالار ایوانی۔
 سارے دم خم نکل کے رہ گئے تھے۔

اس لئے کہ سامنے کی طرف سے اس پر خود سلطان جلال الدین بے سوز بچنے
 جلتے غم کدے اور دنیا و مافیہا پر چھاتے عقبی ہلکے خوف کی طرح سے حملہ آور ہوا تھا
 جبکہ اور خان دائیں طرف مزید پھیلتے ہوئے ایوانی کے لشکر کے بائیں پہلو کی طرف
 پھر وہ فاصلوں کو سمیٹ کر ہر شے کو جسم کرتی آگ کی لپٹوں، چشم فطرت کے کرب

مقابلہ سے وہ ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھے تھے۔ کبھی انہیں منگولوں کے برسرِ پیکار ہونا پڑتا۔ کبھی قتل خان کی راہ روکنی پڑتی کبھی جگہ جگہ شہر شہر ہونے بتاوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ اس طرح سلطان ابھی تک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھا تھا۔

مرجستانوں کو شکست دینے کے بعد سلطان اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ مرجستان کے مرکزی شہر قلعہ کے نواح میں قیام کئے ہوئے تھا کہ اسے اس کے مخبروں نے دلوں کی پیش قدمی کی اطلاع دی۔ سلطان کے مخبروں نے بتایا کہ سمرقند سے کوچ کے وقت چغتائی نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا دوسرا حصہ اس نے اپنے امیر الامراء قراچار برلاس کی سرکردگی میں دیا تیسرا حصہ اپنے سپہ سالار چارمغان کی کمانداری میں دیا ان مخبروں کا کہنا تھا کہ ارغمان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں کو عبور کر کے خیوا آیا۔ خیوا سے استر آباد۔ استر آباد سے طبرستان اور طبرستان سے اردبیل اور اردبیل کے پاس سے لڑتا ہوا بڑی تیزی سے دریائے ارس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبکہ چغتائی کے متعلق فہوں کی یہ اطلاع تھی کہ اس نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ استر آباد اور طبرستان کے درمیان کسی حصے میں پڑاؤ کر رکھا ہے شاید وہ اپنے دوسرے لشکروں کی کارکردگی کا بازو لے گا۔ چغتائی کے امیر الامراء قراچار برلاس کے متعلق مخبروں کی یہ اطلاع تھی کہ وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں کو عبور کر کے ترمز آیا اس کے بعد وہ اس شاہراہ پر چڑھ گیا جو ہمدان کی طرف جاتی تھی۔ قراچار برلاس کا ارادہ تھا کہ وہ اس شاہراہ پر حملہ آور ہو۔ اور شہر کو فتح کر کے اس کی خوب لوٹ مار کرے۔

دراصل اپنے مرکزی شہر قراقرم سے کمک پہنچ جانے کے بعد چغتائی کے لشکر نے اہل حد اضافہ ہو گیا تھا لہذا اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور مختلف محاذوں کی طرف بڑھا تھا اس طرح وہ سلطان جلال الدین کے چھوٹے سے لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹ کر کمزور کر دینا چاہتا تھا۔ اور اس طرح اسے امید تھی کہ جب سلطان جلال الدین کا لشکر بٹ کر منگولوں کے سامنے آئے گا تو منگول سلطان جلال الدین پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

داخل ہوا اسے دیکھتے ہی چغتائی نے بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی میں پوچھا کیا کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو اس پر وہ مخبر چغتائی کے سامنے آکر رکھا پھر اپنے سر کرتے ہوئے کہنے لگا خان میں یہی خبر لے کر آیا ہوں۔ اور وہ خبر یہ ہے کہ جہاں کے کوہستانی سلسلے کے قریب اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار نے ہمارے سپہ سالار کو اس کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے۔ گو الگ خان کے لشکر کی تعداد اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کے متحدہ لشکر سے کہیں زیادہ تھی پھر بھی اس کے میں الگ خان کو بدترین شکست ہوئی۔ الگ خان کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار نے تہ تیغ کر دیا ہے اور الگ خان اپنے کچھ لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بھاگ رہا ہے۔ شکست کی یہ سن کر چغتائی کا سر غم اور افسوس میں جھک گیا تھا کچھ دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس مخبر کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

کیا تم لوگوں کو سوبدائی کی بیٹی طیان سے متعلق بھی کچھ پتہ چلا۔ اس پر اس نے بڑی بے بسی سے اپنی گردن جھکا لی۔ پھر وہ کہنے لگا مجھے افسوس ہے کہ ابھی ہم سب مخبر طیان کو کہیں تلاش نہیں کر سکے۔ اس پر چغتائی بڑے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ بڑی ذلت اور توہین کی بات ہے کہ ہمارے لشکر کے بیچ میں کوئی طیان کو نکال کر لے گیا اور طیان کے خیمے کے دونوں طرف ہم نے جو محافظ کئے ہوئے تھے انہیں قتل کر کے ریت کے اندر دفن کر گیا۔ میں سمجھتا ہوں منگو کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی بے عزتی ہو ہی نہیں سکتی۔ بہر حال تم جا کر آ کر۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ کل جلال الدین پر ضرب لگانے کے لئے یہاں سے کر رہا ہوں الگ خان کو میں راستے میں ہی اپنے ساتھ ملا لوں گا۔ اس کے ساتھ مخبر وہاں سے نکل گیا جبکہ دوسرے روز چغتائی نے اپنے لشکر کے ساتھ سلطان الدین پر ضرب لگانے کے لئے سمرقند سے کوچ کیا تھا۔



سلطان جلال الدین نے جب سے ہندوستان سے لوٹ کر ان سرزمینوں میں

مغربی حصے میں پہنچنے والے دریائے ارس کے کنارے کنارے آگے بڑھے تو
 ی دور تک ہی وہ آگے گئے ہوں گے کہ منگول سپہ سالار چارمغان اپنے لشکر کے
 ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو دیکھتے ہی
 ان نے ان دونوں کو سنبھلنے نہ دیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ حکمتانے خیالات
 رتی فراق کی رات، شنیہ اور ناشیہ نعشوں کے آہنگ پر شب خون مارتے ہوں
 ہو اگر اور سات سمندر پار سے آنے والی برہا کی آتش بھری رات کی طرح ٹوٹا
 ملہ آور ہو گیا تھا۔ جس وقت چارمغان کی سرکردگی میں اس کے منگول لشکر
 ان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر حملہ آور ہو رہے تھے اس وقت منگول کچھ اس
 آوازیں نکال رہے تھے گویا کسی صومدہ کے ان گنت ناقوس بج اٹھے ہوں۔

دوسری طرف اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی مستعد ہو گئے۔ دائیں طرف
 اورخان۔ بائیں طرف پاسبانوں کا سپہ سالار ہو گیا۔ اس طرح چارمغان کے لشکر پر
 ان طرف سے اورخان سائیر آفاق، سیاح جہاں گرد، آتش بھراں اور شب کی
 ان سے نکلتے تکبیر کے لہجے کی طرح حملہ آور ہوا تھا جبکہ بائیں جانب سے پاسبانوں
 سالار اپنے لشکر کے ساتھ شعلہ حمیت، سسی صفا و مروا جیسے جذبوں، تخت الشعور
 اٹھنے والی لہروں اور موجوں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دریائے ارس کے کنارے منگولوں اورخان اور پاسبانوں کے لشکر کے درمیان
 جنگ شروع ہو گئی تھی۔ یوں تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا۔ یہاں
 کے منگولوں کے سپہ سالار چارمغان پر اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار حادی اور
 بیٹے رکھائی دینے لگے تھے۔ عین اس موقع پر اسی کوستانی سلسلہ میں گھات
 بیٹھا ہوا چنگیز خان کا بیٹا چغتائی خان نکلا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ
 ان اور پاسبانوں کے سالار کے لشکر پر زندگی کے مظلوم خیز جذبوں، بھنور بھنور اپنی
 اگلو باہیں پھیلائے سمندر اور اطمینان کے سایوں اور سلامتی کے گوبشوں میں لہ
 لہی پھیلی غمگین تاریکی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

چغتائی کے یوں گھات سے نکل کر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر پر
 آور ہونے کی وجہ سے اورخان اور پاسبان کے لشکروں میں ایک افرا تفری اور

سلطان جلال الدین کو جب منگولوں کی اس پیش قدمی کی اطلاع ملی تو اس نے
 فوراً "تفلس سے کوچ کیا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو چارمغان کی راہ روکنے
 کے لئے دریائے ارس کی طرف روانہ کیا جبکہ وہ اپنے وزیر شرف الملک کو ساتھ لے
 کر بڑی تیزی سے قرچار برلاس کی راہ روکنے کے لئے ہمدان کی طرف بڑھے تھے۔

سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہمدان سے دور ہی تھا کہ اسے ایک اور بری
 خبر ملی اور وہ یہ کہ آذربائی جان میں سلطان جلال الدین کے خلاف بغاوت اٹھ کر
 ہوئی تھی۔ بے شمار باغیوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا۔ وہ مراغہ کے مقام پر
 جمع ہوئے تھے اور اب تہمز پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے تاکہ تہمز
 سلطان سے چھین کر اپنے قبضے میں کر کے سلطان کے مقابلے میں ایک ناقابل تغیر
 قوت بن جائیں۔ سلطان جلال الدین کو جب اس بری خبر کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے
 لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اس حصے کو انہوں نے اپنے وزیر شرف الملک کی کمانداری
 میں دیا اور شرف الملک کو حکم دیا کہ وہ فوراً "آذر بائی جان کی طرف لوٹ جائے اور
 باغیوں کی سرکوبی کرنے کی کوشش کرے جبکہ خود سلطان بڑی تیزی سے لشکر کے باقی
 حصے کے ساتھ ہمدان کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف جنگ میں غلبہ حاصل کرنے کی خاطر چغتائی خان نے ایک اور چال
 چلی۔ استرآباد اور طبرستان میں اس نے صرف چند لمحے قیام کیا پھر اس نے پیش قدمی
 شروع کی اور اس شاہراہ سے ہٹ کر آگے بڑھا جو خوار استرآباد۔ طبرستان اور اردبیل
 سے ہوتی ہوئی دریائے ارس کی طرف جاتی ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں سفر کرنا دن
 میں کہیں نہ کہیں پڑاؤ کر لیتا اس طرح وہ اصل شاہراہ سے ہٹ کر بڑی تیزی سے
 دریائے ارس کی طرف بڑھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب اس کا سپہ سالار چارمغان
 اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے ٹکرائے تو وہ جنگ شروع ہوتے وقت کہیں
 گھات میں رہے اور عین جنگ کے عروج کے وقت گھات سے نکل کر اورخان اور
 پاسبانوں کے سپہ سالار پر حملہ کر دے اور اس طرح اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی
 کوشش کرے۔

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تفلس شہر سے نکل کر جب آذر بائی جان کے

ہو سکتا ہے کہ سلطان جلال الدین کہیں سے نمودار ہو اور چغتائی کے لشکر پر
برداشت شب خون مارے لہذا چغتائی اس خطرے سے بچنے کے لئے فوراً اپنے
ساتھ کوچ کر گیا تھا۔ اس جنگ میں اورخان بری طرح زخمی ہوا تھا اس کی
مرا زخم آیا تھا۔ گوطیان نے جلدی جلدی اورخان کی زخمی ران پر پٹی باندھ
پر زخم کی صحیح دیکھ بھال نہ کی گئی تھی۔ تاہم چغتائی نے وہاں سے کوچ کیا تو
کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ کر اسے ایک لاش کی صورت میں اس کے
پر ڈال دیا گیا تھا۔ تاہم گوطیان کے ہاتھ پاؤں نہ باندھے گئے تھے۔ اسے اسی
رے پر سوار رہنے دیا گیا۔ اس طرح منگولوں کے پہرے میں دونوں کو چغتائی
نے ساتھ سمرقند لے جانا چاہتا تھا۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی دریائے ارس کے کنارے جب جنگ ہوئی
ساربا اپنے عروج پر تھا۔ آسمان پر گمرے بادل چھائے ہوئے تھے اور برنباری
نظر تھا۔ سرد ہوائیں انسانی جسم کو کاٹنے کو دوڑتی تھیں۔ چغتائی اپنے لشکر کے
ریائے ارس کے کنارے کنارے سفر کرتا رہا یہاں تک کہ فضاؤں کے اندر
پھیلنا شروع ہوئیں۔ آسمان پر چونکہ گمرے بادل چھائے ہوئے تھے لہذا سورج
نہ دیتا تھا۔ تاریکیاں پھیلنے کا مقصد یہ تھا کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اورخان
ن کی صورت میں اپنے گھوڑے پر پڑا تھا اور گوطیان بے چاری اپنے گھوڑے کو
ساتھ ساتھ رکھتی روتی ہوئی اپنے گھوڑے کو ہانکے جا رہی تھی۔ اورخان کی
س کے لئے ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ مردہ سی حالت میں اورخان اپنے
کی زمین پر اوندھے منہ پڑا تھا اس کی ران کے زخم کی وجہ سے اس کا سارا
دلو ہو چکا تھا۔ اور خون اس کے جوتوں میں جا کر جم چکا تھا۔ یہ ساری کیفیت
گوطیان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اس صورت کو دیکھتے ہوئے وہ کڑھتی
آنسو بہاتی چلی جا رہی تھی۔ اورخان ابھی تک اپنے گھوڑے پر بے ہوش سا
فضاؤں میں جب تاریکیاں پھیلنے لگیں تو گوطیان چونک سی پڑی اس نے دیکھا
نے اپنا سر ہلایا تھا اور آنکھیں کھولیں تھیں۔ اورخان کی یہ حالت دیکھتے
یان نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اس نے اورخان کے

بد نظمی برپا ہو گئی تھی۔ چغتائی نے حملہ آور ہوتے ہوئے پہلے اورخان کے لشکر کو اپنا
ہدف بنایا تھا۔ عین اس موقع پر جس وقت چغتائی نے حملہ آور ہو کر اورخان کے لشکر
میں قتل و غارت گری اور افراتفری پھیلادی تھی چارمغان پوری شدت سے پاسبانوں
کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا اب اورخان اور پاسبان دونوں چارمغان اور چغتائی کے
دو طرفہ حملوں کے درمیان پنے لگے تھے۔ اورخان کی بد قسمتی کہ وہ اپنے لشکر کو سنبھلا
دے کر چغتائی کے خلاف صف آرا کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس وقت تک چغتائی اس کے
لشکر کے ایک حصے پر چھاتے ہوئے ان کا قتل عام کر چکا تھا۔ پھر چغتائی بری طرح آگے
بڑھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اورخان کے لشکر کا باقی حصہ بری طرح پسپا ہوتے ہوئے
پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر میں گھس گیا تھا۔ اس طرح اپنے لشکر کے سامنے گوطیان
کے ساتھ دشمن کے ساتھ جنگ کرتا ہوا اورخان منگولوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔
اورخان اور گوطیان دونوں کو پکڑ کر منگولوں نے چغتائی کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

اورخان اور گوطیان دونوں کے گرفتار ہونے پر اورخان کے لشکر کی انتہا درجے کے
بد دل ہوئے اور وہ پسپا ہو کر پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر میں جا داخل ہوئے۔
جب پاسبانوں کے سالار کو خبر ہوئی کہ اورخان اور گوطیان کو گرفتار کر لیا ہے اور اس
کے لشکر کو بری طرح شکست ہوئی ہے اور اس کے لشکر کی پاسبانوں سے آن لے ہیں
ان کے بھی حوصلے پست ہو گئے ہیں۔ پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا اورخان کے
لشکر کو منتشر کرنے کے بعد چغتائی ایک پہلو سے اس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کو
آگے بڑھ رہا تھا جبکہ چارمغان پہلے ہی اس پر حملہ آور ہو رہا تھا اس دو طرفہ معیت
سے بچنے کے لئے پاسبانوں کے سپہ سالار نے جھنڈیوں کے ذریعے اپنے لشکر کو پیچے
ہٹایا۔ پھر وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا۔ چغتائی کے حکم پر چارمغان اس کے
تغاقب میں لگ گیا تھا۔

دوسری طرف اورخان اور گوطیان کو گرفتار کرنے کے بعد چغتائی نے اورخان اور
پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر کا سارا چھوڑا ہوا سامان سمیٹا اور شاید واپس جانے کے
لئے اس نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ چغتائی کو شاید یہ بھی ظن
تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شکست اور اورخان اور گوطیان کی گرفتاری کا

بے کپڑے ہیں ان کا منہ اچھی طرح بند کر لیتا تاکہ جب گھوڑے دریا میں کودیں
ان بھینگے نہ پائے۔ دیکھ طیان اپنے گھوڑے کو میرے قریب رکھنا اور میرے
بے کی منہ پر رہنا۔ میں تھوڑی دیر تک بندر کو خربجین سے باہر نکالوں گا اور اس
تک گہری تاریکی ہو جائے گی اور میرے آگے پیچھے اپنے گھوڑوں پر سوار منگول
کی اس کاروائی کو دیکھ بھی نہیں سکیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان لمحہ بھر کے لئے رکا تھوڑی دیر اس نے غور سے
ان کی طرف دیکھا پھر وہ چاہت بھری آواز میں کہنے لگا دیکھ طیان تو ایک سپاہی کی
نہ ہے اور ایک سپاہی کی بیوی ہو کر تو روتی ہے اپنے آپ کو سنبھال اپنے آنسو
بھ۔ اس لئے کہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے ایک مجاہد اور سپاہی کی زندگی میں
ہے حادثات کی قدم قدم پر امید کی جا سکتی ہے۔ اور خان کی گفتگو سے طیان نے
پنے آنسو پوچھ لئے۔ اسے کچھ حوصلہ ہوا اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار
ہوئی تھی پھر وہ اپنے گھوڑے کو بالکل اور خان کے قریب لا کر آگے بڑھنے لگی تھی۔

تھوڑا سا آگے جا کر جب تاریکی گہری ہو گئی تو اور خان کو شاید مزید یاد آیا اور وہ
ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو طیان میں تھوڑی دیر تک بندر کو نکالوں گا اور اپنی
روائی شروع کروں گا میں تمہیں یہ کہنا بھول گیا تھا کہ طیان جب تو اپنے گھوڑے
لے ساتھ دریا میں چھلانگ لگائے تو ایسا کرنے سے پہلے اپنی ڈھال کو اپنی پیٹھ پر باندھ
نا تاکہ جب ہم گھوڑوں کو دریا میں ڈالیں اور منگول ہم پر تیر اندازی کریں تو ان
مالوں کی وجہ سے ہم ان کے تیروں سے بچے رہیں۔ میں بھی دریا میں چھلانگ لگاتے
تو اپنی پیٹھ پر اپنی ڈھال کر لوں گا۔ اس کے بعد اور خان خاموش ہو گیا اور خاموشی
سے وہ آگے بڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد جب فضاؤں میں تاریکی گہری ہو گئی۔ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دینے
کا اور منگول ایک دوسرے کے گھوڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے آگے سفر کر رہے تھے۔
لیان چونکہ سی پڑی اس نے دیکھا اور خان کا بندر چڑے کی خربجین سے نکل کر
اور خان کے ہاتھوں کے قریب آیا تھا۔ اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو اور خان نے
ذرا دیر اور پھر اپنی انگلیاں بندر کے سر پر لگاتے ہوئے اس نے اسے مخصوص

سر پر رکھا اور اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں بڑے پیار سے پھیرنے لگی۔ اس موقع
اور خان نے ایک زہریلی سی مسکراہٹ میں طیان کی طرف دیکھا پھر وہ سر کوٹھکی۔
انداز میں طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان فضاؤں میں تاریکی پھیلنے لگی ہے تو منگولوں کے چنگل سے بھاگ
کے لئے تیار رہنا۔ جس وقت دریائے اس کے کنارے کنارے کوئی بلند کوہ
سلسلہ آئے گا میں اپنے گھوڑے کو دریائے اس میں ڈال دوں گا تم بھی میرے پیچھے
پیچھے آنا اور اپنے گھوڑے کو دریا میں چھلانگ لگوا دینا۔ اس پر طیان بے چاری
کر بولی اور کہنے لگی۔

اور خان۔ میرے حبیب۔ میرے محبوب۔ ایسا ہرگز مت کرنا۔ آپ کے ہاتھ
پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ جب آپ کا گھوڑا دریا میں چھلانگ لگائے گا تو آپ گھوڑے
پر اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ دریا میں گر جائیں گے اور ہاتھ پاؤں بند
ہونے کی وجہ سے آپ تیر بھی نہ سکیں گے۔ پھر سوچئے تو سہی آپ کا کیا بنے گا۔
پر اور خان نے اپنے ارد گرد آنے والے منگولوں کی نگاہیں بچاتے ہوئے پھر کہنا
کیا۔

دیکھ طیان تو فکر مند نہ ہو جس وقت مجھے منگولوں نے گرفتار کیا تھا میں نے
بندر کو گھوڑے کی خربجین میں ڈال دیا تھا۔ میرا بندر ابھی تک خربجین ہی میں رہا
ہوا ہے میں اسے باہر نکلنے کا اشارہ کرتا ہوں اس وقت میرا بندر عین میرے گھٹے
قریب ہے میں اپنے گھٹے سے ہی اسے اشارہ دے سکتا ہوں۔ اور پھر تم دیکھنا
سے نکل کر میرے ہاتھوں کی طرف آئے گا۔ پھر میری انگلیوں کا اشارہ پا کر وہ
رازدارانہ انداز میں میرے ہاتھوں اور پیروں کی رسیاں کاٹ دے گا۔ دیکھ
میرے گھوڑے کی وہ خربجین جس میں ضرورت کا سامان ہے اس کا منہ بندھا ہوا
میرے گھوڑے کو دریا میں کودنے کی وجہ سے اس خربجین میں جو چیزیں ہیں ان
پانی نہیں داخل ہو گا۔ اس کے علاوہ میرے گھوڑے کے ساتھ جو بستر بندھا ہوا
بھی چڑے کی چادر میں لپٹا ہوا ہے لہذا وہ بھی پانی میں بھیسکے گا نہیں۔ تمہارا
چڑے کی چادر میں لپٹا ہوا ہے ہاں اب تم اپنے گھوڑے کی ان خربجینوں کا ج

اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ بندر فوراً حرکت میں آیا اور جس رسی سے اورخان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وہ اس نے لحوں کے اندر اپنے دانتوں سے کاٹ کر نیچے پھینک دی تھی اپنے ہاتھ آزاد ہونے پر اورخان نے پھر بندر کو اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی بندر چپکے چپکے اورخان کی رانوں سے لپٹتا ہوا نیچے اترا پھر ٹانگوں کی طرف مڑا اور جس رسی میں اورخان کے پاؤں بندھے ہوئے تھے اسے بھی اس نے اپنے دانتوں سے کاٹ کر پھینک دیا تھا اس کے بعد بندر چپ چاپ عجیب سے رازدارانہ انداز میں اورخان کے آگے آکر بیٹھ گیا تھا۔ یہ ساری کاروائی طیان دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں خوش بھی ہوتی جا رہی تھی اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ بھی پھیلتی جا رہی تھی۔ جب یہ ساری کاروائی ہو چکی تو اورخان نے پھر رازدارانہ انداز میں طیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا دیکھ طیان سنبھل میں اپنے کام کی ابتداء کرنے والا ہوں وہ سامنے بلند ٹیلہ آ رہا ہے اس کے قریب جا کر میں فوراً اپنے گھوڑے کو اس کے اوپر لے جاؤں گا اور پھر دریا میں کود جاؤں گا تو بھی میرے ساتھ ایسا ہی کرنا اورخان کو اس گفتگو کے جواب میں طیان نے اپنے گھوڑے کو مزید اورخان کے قریب لے کر پھر جھک کر وہ رازدارانہ انداز میں کہنے لگی آپ فکر نہ کریں آپ جیسا چاہ رہے ہیں میں ویسا ہی کروں گی اس کے ساتھ ہی بڑی رازداری سے حرکت میں آتے ہوئے طیان نے اپنی ڈھال اپنی پیٹھ پر باندھ لی تھی اس ٹیلے کے پاس جا کر اچانک اورخان زخمی ہونے کے باوجود تیزی سے حرکت میں آیا اپنی ڈھال وہ اپنی پیٹھ پر لے گیا پھر برق کے کوندے کی طرح وہ اپنے گھوڑے پر سیدھا ہو کر بیٹھا اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر وہ ٹیلے پر لے گیا اور گھوڑے سمیت اس نے دریائے ارس میں چھلانگ لگا دی تھی اس کے پیچھے پیچھے طیان کے ایڑھ لگاتے پر اس کا گھوڑا بھی دریائے ارس میں چھلانگ لگا چکا تھا۔

دونوں کے یوں دریائے ارس میں کودنے کے بعد منگول بری طرح شور اور دادا کرنے لگے تھے۔ کچھ منگول جلدی جلدی اپنی کمانیں سنبھالنے لگے تاکہ ان پر تیر اندازی کر سکیں اس وقت تک طیان اور اورخان دریائے ارس کے سرے پانی میں بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے کافی آگے جا چکے تھے۔ منگولوں۔

تاریکی میں ان پر کافی تیر برساتے لیکن ان کی تیر اندازی سے دونوں محفوظ رات کی گہری تاریکی میں منگولوں کو امید تھی کہ اورخان دریا میں چھلانگ کے بعد زندہ نہیں بچے گا اس لئے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور اپنے گھوڑے سے گر گیا تو دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے گا طیان کے سلسلہ کا خیال تھا کہ وہ لڑکی ہو کر دریائے ارس کو عبور نہ کر سکے گی اور دریا کی کاٹکار ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر تک وہ کنارے پر رہ کر اندھیرے میں تیر کرتے رہے اس وقت تک دونوں کے بھاگنے کی خبر پورے لشکر میں پھیل گئی آگے سفر کرتا چغتائی بھی اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اس نے اورخان اور طیان دونوں اپنے گھوڑوں کو دریا کے اندر کافی آگے لے جا کر اور منگولوں کی نظروں سے روپوش ہو چکے تھے۔ چغتائی دریا کے کنارے کھڑا ٹھوڑی دیر تک بڑے تاسفانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر وہ انتہائی غصہ اور غضبناکی سے لگا۔

دونوں کا یوں ہمارے لشکر کے درمیان ہونے کے باوجود گھوڑوں کو دریا میں بھاگ نکلنا ہمارے لئے بڑی بے عزتی اور توہین کا باعث ہے۔ بہر حال ان کا تعاقب فضول ہے۔ اس اورخان کے چونکہ دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے راہ میرے خیال میں اپنے گھوڑے سمیت دریا کی موجوں کی نظر ہو جائے گا بان بٹھل ہی دریائے ارس کو پار کر سکے گی۔ اول تو وہ دریائے ارس کی موجوں پر ہو کر ہلاک ہو جائے گی اور اگر بچ کر دوسرے کنارے چلی بھی گئی تو رات کی میں ٹھنڈ میں زندہ نہ رہ سکے گی اور سردی میں خود ہی ٹھنڈ کر ہلاک ہو جائے

منگولوں کا لشکر اس جگہ تھوڑی دیر رک کر چغتائی کے دوبارہ گھوڑے پر سوار کا انتظار کرتا رہا۔ چغتائی تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا پھر وہ گردن جھکائے مڑا گھوڑے پر سوار ہوا اس کے بعد منگول پھر دریائے ارس کے کنارے کنارے بڑھنے لگے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر ہو لے۔ سلطان نے مزید پاسبانوں کے نصیحت کی کہ اس کے ایسا کرنے سے چارمغان بھی اس کے تعاقب میں کے ساتھ نیشاپور جانے والی شاہراہ پر ہو لے گا جبکہ سلطان جلال الدین کے ساتھ چارمغان کے تعاقب میں لگ جائے گا۔ اس طرح مناسب جگہ جا اس پر حملہ آور ہو گا اور سامنے کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار حملہ سے اس طرح دریائے ارس کے کنارے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کا انتقام لیا جاسکے۔ یہ پیغام سمجھوانے کے بعد سلطان خود بھی پہلے سے زیادہ کے ساتھ جرجان کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے لشکر کے ساتھ گھوڑوں دوڑا رہے تھے۔

ان کی تاریکی میں سلطان جلال الدین جس وقت نیشاپور کی طرف جانے والی موڑ پر پہنچے تو ان کے مخبروں نے ایک بار پھر انہیں اطلاع دی کہ پاسبانوں نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی وہاں نہیں پہنچا اور وہ بڑی تیزی سے چارمغان آگے اسی سمت آ رہا ہے یہ صورت حال سن کر سلطان جلال الدین اپنے لشکر نیشاپور جانے والی شاہراہ کے اطراف میں گھات لگا کے بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ وہاں نمودار ہوا اور سلطان کی کے مطابق وہ اپنے بائیں ہاتھ مڑا اور نیشاپور جانے والی شاہراہ پر ہو لیا تھا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چارمغان بھی پیچھے پیچھے وہاں آ پہنچا اور پاسبانوں سالار کے تعاقب میں وہ بھی نیشاپور کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہو لیا تھا۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ گھات اور وہ چارمغان کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔ اس طرح یہ تعاقب در تعاقب جانے والی شاہراہ پر شروع ہو چکا تھا۔

وڑا سا آگے جا کر سلطان جلال الدین نے بڑی تیزی سے اپنے اور چارمغان میان فاصلوں کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ منگولوں کی پشت سے نے خوفناک بکیریں بلند کیں پھر وہ منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ منگولوں کے لار چارمغان کو جب خبر ہوئی کہ پشت کی طرف سے ان پر کسی مسلمان لشکر نے

دوسری طرف سلطان جلال الدین چغتائی کے امیر الامراء قراچار برلاس کے راہ ہمدان سے دور ہی روک کھڑا ہوا۔ ہمدان کے نواحی میدانوں میں سلطان جلال الدین اور قراچار برلاس کے درمیان ہولناک جنگ کی ابتداء ہوئی۔ حملہ آور ہونے میں پہل خود سلطان نے ہی کی تھی اور سلطان جلال الدین منگولوں پر تاریخ کے آ میں تلاش سحر، لفظ کن سے تراشے گئے حروف، غرور کی روش کو فنا انجام کرتے ہو اور چھید چھید کر دینے والی آگ کی لپٹوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان جلال الدین کا یہ حملہ ایسا خوفناک ایسا ہیبت ناک تھا جسے منگولوں کا الامراء قراچار برلاس زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ اس کے لشکر صفیں درہم برہم ہونا شروع ہوئیں اور سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ان کا قتل عام شروع کر دیا اس قتل عام سے بچنے کے لئے قراچار برلاس اپنے لشکر ساتھ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا سلطان جلال الدین نے دور تک منگولوں تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام کیا۔ یہاں تک کہ اسی تعاقب کے دوران سلطان ان کے مخبروں نے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شکست اور اور خان طیان کے گرفتار ہونے کی خبر سنائی تھی۔

یہ روح فرسا خبر سن کر سلطان جلال الدین نے منگولوں کا تعاقب ترک کر دیا اپنے لشکر کے ساتھ وہ پلٹ پڑے سلطان جلال الدین کے مخبروں نے یہ بھی سلطان بتایا کہ شکست کھانے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے اور اور خان کے بچے کھ لشکر کے ساتھ سلطان ہی کی طرف بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے اور یہ کہ سپہ سالار چارمغان اپنے لشکر کے ساتھ پاسبانوں کے سپہ سالار کے تعاقب میں لگا ہے۔ یہ خبر سننے ہی سلطان جلال الدین نے منگولوں کا تعاقب ترک کر دیا اور پھر لشکر کے ساتھ وہ ہمدان سے قم اور رے کے راستے جرجان کی طرف جانے والی شاہراہ پر بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا۔

رے شہر کے پاس سے گزرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے تیز را قاصد پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف روانہ کئے اور اسے نصیحت کی کہ جرجان رے شہروں کی درمیان شاہراہ سے نکل کر جو ایک اور شاہراہ نیشاپور شہر کی طرف

کر دیا تھا یہ تعاقب کچھ دیر تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان اور پاسبانوں
سلاار نے یہ تعاقب ترک کر دیا اس لئے کہ فضاؤں میں برف باری شروع ہو
گئی لہذا اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ کر سلطان جلال الدین اور پاسبان اپنے لشکر کو
محفوظ جگہ لے جانا چاہتے تھے۔

جون ہی سلطان جلال الدین اور پاسبان جنگیوں کا تعاقب ترک کر کے پلٹے اسی
کچھ مخبر سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں یہ خبر سنائی کہ
چغتائی نے اورخان اور طیان کو گرفتار کر لیا تھا لیکن جس وقت چغتائی اپنے لشکر
ساتھ دریائے ارس کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا اورخان اور طیان دونوں
اپنی اپنے گھوڑوں سمیت دریائے ارس میں کود کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب
ہو گئے تھے۔

یہ خبر سن کر سلطان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں ہی بے حد خوش ہوئے پھر
ان جلال الدین بولا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
دیکھ میرے پاسبان بھائی میرا ارادہ پہلے تو یہ تھا کہ میں اورخان اور طیان کو
لے کے لئے چنگیز خان کے بیٹے چغتائی کا تعاقب کروں گا اور اس پر حملہ آور ہو کر
مورت میں اورخان اور طیان کو رہا کرانے کی کوشش کروں گا۔ اب لگتا ہے
ت پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے اب جبکہ اورخان اور طیان دونوں
لے ارس میں کود کر اپنی جانیں بچا چکے ہیں تو میرے خیال میں ہمیں اس برفباری
چغتائی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں ہے ویسے بھی چغتائی اب اپنے لشکر کے
لے لشکر کرتے ہوئے بہت دور جا چکا ہو گا دیکھ پاسبان میرے بھائی اورخان کے لشکر
سے کچھ لشکریوں کو دریائے ارس کی طرف بھجواؤ تاکہ وہ وہاں اورخان کو تلاش
کر لیں سلطان جلال الدین کے کہنے پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ لشکری فوراً
لے ارس کی طرف روانہ کر دیئے پھر سلطان جلال الدین اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ
ان شمر کی طرف بڑی تیزی سے کوچ کر گیا تھا۔



حملہ کر دیا ہے تو وہ فوراً مڑا اور سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہوا۔
چارمغان کے مڑنے اور اپنا دفاع کرنے تک سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے
ساتھ باغوں میں اڑتے طوفان، کلید در عقوت، تشنہ کامی کی روداد موت کے آگے
والے سندھیوں اور جراحت ناوک کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا اور منگولوں کے
ایک حصہ کو اس نے بری طرح کاٹے ہوئے لہو لہو کر کے رکھ دیا تھا۔

دوسری طرف جب پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنی پشت پر تکبیروں کی آوازیں بلند
ہونا سنائی دیں تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اپنے لشکر کے ساتھ وہ ناچنے
رات گھومتے دن کی طرح پلٹا اور حقیقتوں کو اجاگر کرنے والے کسی جنگجو، رخوں کو
جراتمندی کا آئینہ دکھانے والے مجاہد اور دکھ کی میعاد بڑھا دینے والے ہولناک عمامہ
کی طرح وہ منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کی تاریکی میں جبکہ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور برف باری
بھی خطرہ تھا منگولوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ
سالار کے حملوں میں عقیدت کی روشنی جیسی جاذبیت اہل صدق کی دعاؤں جیسی کشر
تھی اور وہ منگولوں کی مکر کی عداوتوں کو سنگسار ان کی جراتوں کی روایتوں کو پال
کرتے برق تپاں بن کر انہیں خانوں میں تقسیم کرنے لگے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس
دو طرفہ حملے کی وجہ سے جب منگولوں کا دونوں طرف سے خوب قتل عام شروع ہوا تو
جلد ہی منگولوں کی حالت دہکتی سلگتی سلاخوں کے جلتے رنگ، بے اعتمادی کے لق و دق
صحرا، ٹھنڈی زہر بھری بوسیدگی، کالے چروں، تنگی کدورتوں اور بندشوں سے نکلا کر
نوثی سانسوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

چارمغان نے جب دیکھا کہ دونوں طرف سے منگولوں کا بری طرح قتل عام
شروع ہو چکا ہے تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ اسے نیشاپور جانے والی شاہراہ پر بدترین
شکست ہو گی لہذا وہ بڑی تیزی سے مڑا پاسبانوں کے سپہ سالار کو وہ طرح دیتا ہوا ایک
طرف سے نکلا اور پھر اپنے بچے کچے لشکر کو لے کر نیشاپور جانے والی شاہراہ پر بھاگ
نکلا تھا۔ سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھاگتے چارمغان کا تعاقب

نہ دیتا تھا۔ اس پر طیان اپنے گھوڑے سے اتری اور بولی آپ گھوڑے پر ہی رہیں میں غار کے اندر جا کر دیکھتی ہوں کہ یہ کشادگی میں کیسی ہے اندر سے ہے یا گندی اس پر اور خان نے تنبیہ کرنے کے انداز میں کہا۔ طیان تم اپنے سے نیچے مت اترنا میں خود غار کے اندر جاتا ہوں تم فکر مند نہ ہونا اس پر فوراً اپنے گھوڑے سے اتر گئی اور کہنے لگی اگر آپ نے اندر جانا ہے تو پھر میں آپ کے ساتھ اندر جاؤں گی۔ دونوں میاں بیوی اکٹھے ہی غار میں داخل ہوتے اس پر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا اگر تم یہی چاہتی ہو تو پھر یوں ہی سہی میاں بیوی اندھیرے میں اس غار میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا غار بالکل پراہوا تھا غار کے منہ کے قریب اندر بھی چند بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ کوا بے نیام کر کے اسے اپنے سامنے لہراتے ہوئے اور خان تھوڑی دیر تک غار کا لیتا رہا پھر دونوں باہر آئے اپنے گھوڑوں کو بھی اندر لے گئے اور انہیں پتھروں ساتھ باندھ دیا تھا پھر اور خان طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ طیان اس سردی ہم دونوں کا یہاں رات کاٹنا بڑا مشکل ہو جائے گا یہاں ہمیں آگ کا لاؤ روشن ہارے گا۔ اس کے لئے میں دیکھتا ہوں کہ اس کو مستانی سلسلہ میں گھاس بھی کافی اور خشک درخت بھی بہت ہیں انہیں کاٹتے ہیں۔ غار کے اندر لاؤ روشن کرتے پھر دونوں میاں بیوی بیٹھتے ہیں اس پر طیان بولی اور روتی ہوئی آواز میں بے چاری نے لگی۔

اور خان میرے حبیب یہ کام میں اکیلی ہی کروں گی۔ یہ کام میں آپ کو نہیں سنے دوں گی اس لئے کہ آپ کی ران بری طرح زخمی ہے۔ آپ کی تکلیف بڑھ گئی۔ اور خان طیان کے قریب آیا بڑے پیار سے اس نے اس کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اس موقع پر طیان بے چاری اور خان سے لپٹ گئی تھی اور سپردگی کے انداز میں اس نے اپنا سر اور خان کی چھاتی پر رکھ دیا تھا اس موقع پر طیان کی پیٹھ ہاتھ پھیرتے ہوئے اور خان کہنے لگا۔

طیان تم میری ران کے زخم کے متعلق زیادہ پریشان نہ ہو تم نے خود ہی اس پر ہاتھ باندھی تھی اور اب خون بند ہو چکا ہے۔ آؤ وقت ضائع نہ کریں اور کچھ گھاس اور

اور خان اور طیان دونوں میاں بیوی کے وحشی اور جنگلی گھوڑے دریائے ارس کے گہرے برف جیسے ٹھنڈے اور تیز بہاؤ رکھنے والے پانی سے لڑتے ہوئے دریائے ارس کو عبور کر گئے تھے۔ جب دونوں گھوڑے دریائے ارس سے نکل کر دوسرے کنارے پر گئے تو اپنے بھیکے لباس کے ساتھ طیان فوراً اپنے گھوڑے سے کود گئی پھر وہ بھاگ کر اور خان کے پاس آئی اور اس کی ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی آپ گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے دقت محسوس کر رہے ہوں گے میں آپ کے پیچھے بیٹھ کر آپ کو سہارا دیتی ہوں اس طرح کسی محفوظ پناہ گاہ کی طرف نکلتے ہیں۔ اس پر اور خان پیار سے طیان کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ طیان میری حبیب ایسی کوئی بات نہیں ہے میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ سکتا ہوں اور سفر بھی کر سکتا ہوں۔ تم میرے متعلق زیادہ فکر نہ کرو میری ران کا زخم گہرا ہے لیکن ایسا تکلیف دہ بھی نہیں کہ وہ مجھے تمہاری محبت اور چاہت کے ساتھ سفر نہ کرنے دے تم فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھو تاکہ کنارے سے ہٹ کر وہ جو کو مستانی سلسلہ ہے اس کے اندر اپنے لئے کوئی پناہ گاہ تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ طیان نے فوراً اور خان کا کہنا مان لیا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی پھر وہ دونوں میاں بیوی دریائے ارس کے کنارے کو مستانی سلسلہ کی طرف بڑھے تھے۔ دونوں آگے پیچھے کچھ دیر تک کو مستانی سلسلہ کے اندر گھوم پھر کوئی پناہ گاہ تلاش کرتے رہے کہ یہاں تک کہ وہ اپنے لئے ایک چھوٹے سے غار کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ غار اتنا بڑا تھا کہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں کے ساتھ اس میں بیٹھ سکتے تھے۔ اس غار کو دیکھتے ہوئے اور خان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ آسمان چونکہ بادل گہرے چھائے ہوئے تھے برنباری کا بھی خدشہ تھا لہذا غار کے اندر

کے بعد اس نے اپنے گھوڑے سے بھی یہ ساری چیزیں علیحدہ کیں اور اس
وڑے کی زین کو بھی اس نے الاؤ کے پاس رکھ دیا تاکہ خشک ہو جائے۔ اس کے
طیان نے پہلے اور خان کا بستر کھولا۔ الاؤ کے قریب ہی چڑے کی چادر اس نے
ٹپ پر بچائی اس پر پہلے اور خان کا بستر لگایا پھر اس نے اپنا بستر کھولا اور اور خان کے
زکے اوپر ہی اس نے اپنا بستر لگا دیا اس طرح دونوں بستر کے ملنے سے وہ بستر بڑا
کر خوب نرم ہو گیا تھا۔ بستر لگا چکنے کے بعد طیان نے چڑے کی ایک منہ بند خرچین
اس سے اور خان کا لباس نکالا اور خان کو وہ جلتے ہوئے الاؤ کے مزید نزدیک لائی پھر
لے گئی۔ ہمیں اب یہ بھیگا ہوا لباس اتار دینا چاہئے اس کے بعد آگ کے پاس بیٹھنا
آئے۔ اس کے بعد طیان نے اور خان کا بھیگا ہوا لباس اتروایا اور اسے خشک لباس
نانے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اسے بستر پر بٹھا دیا تھا پھر وہ خود بھی غار کے
لے میں گئی اور لباس تبدیل کر لیا تھا۔ دونوں بھیگے ہوئے لباسوں کو نچوڑ کر اس نے
ال کے الاؤ کے پاس ہی پتھروں کر خشک ہونے کے لئے ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ
راہی بستر پر اور خان کے پہلو میں آ بیٹھی تھی۔

اور خان کے پاس بیٹھے ہی طیان کو شاید کچھ خیال گزرا فوراً "وہ تڑپ کر اٹھ
کڑی ہوئی اس پر اور خان بولا اب کیا کرنے لگی ہو۔ طیان چمکتے ہوئے بولی اور کہنے
لگا۔ آپ دیکھتے جائیں میں کیا کرتی ہوں۔ طیان نے فوراً باری باری خوراک کے
بے اٹھائے اور دونوں گھوڑوں کے منہ پر چڑھا دیئے تاکہ وہ دانہ ملا ہوا چارہ کھا
بیٹ بھر لیں اس کے بعد وہ دوبارہ اور خان کے پہلو میں آ بیٹھی اور کہنے لگی پہلے
آپ کا زخم کھول کر صاف کرتی ہوں۔ اس پر تازہ مرہم پٹی کرتی ہوں اس کے بعد
سامیاں بیوی بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ اور خان نے طیان کی اس تجویز سے اتفاق
طیان ایک بار پھر اٹھی پانی کا مسکینہ اور مرہم پٹی کا سامان خرچین میں سے نکال
جو پٹی اس نے اور خان کی ران پر پہلے باندھی تھی وہ آہستہ آہستہ کھولی زخم کو
اٹھائی روئی سے خوب اچھی طرح صاف کیا پھر مرہم لگا کر اس پر تازہ پٹی باندھ دی
پٹی باندھنے کے بعد طیان نے اور خان کی طرف دیکھا پھر چاہتوں، محبتوں اور
لٹائیں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔ آپ زخم میں زیادہ شدت کی تکلیف تو

لکڑیاں کاٹ کر غار میں آ جائیں۔ طیان بے چاری اور خان کی بات مان گئی پھر اور خان
نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتا ہوا کھڑا لیا۔ جبکہ طیان نے بھی اپنے
گھوڑے کے ساتھ لٹکتا ہوا کھڑا لے لیا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی کو مستانی سلسلہ
میں درخت کاٹنے لگے تھے۔ جب وہ کافی لکڑیاں کاٹ چکے تو اپنے خنجروں سے انہوں
نے خشک گھاس بھی کاٹ لی تھی۔ لکڑیاں اور گھاس اٹھا کر انہوں نے دونوں چیزیں غار
کے اندر جمع کر لیں تھیں اس کے بعد غار کے وسط میں انہوں نے آگ روشن کی پہلے
گھاس کو آگ لگائی اس پر لکڑی کے خشک چھلکے رکھے جب وہ چھلکے آگ پکڑ گئے تو
چھوٹی لکڑیاں ان پر رکھی گئیں جب وہ چھوٹی لکڑیاں بھی آگ پکڑ گئیں تب ان پر بڑی
لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ اس طرح الاؤ خوب روشن ہو گیا اس الاؤ کی روشنی میں
انہوں نے دیکھا۔ غار صاف ستھرا تھا اور اس میں رات بسر کی جاسکتی تھی۔ الاؤ کے
روشن ہونے سے غار گرم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ غار کا ایک بار پھر جائزہ لینے کے بعد
اور خان غار کے دہانے کی طرف بڑھا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان احتیاط کی خاطر ہمیں اس غار کا دہانہ بند کر دینا چاہئے۔ یہ کو مستانی
سلسلہ ہے اس میں جنگلی جانور بھی ہو سکتے ہیں جو ہمارے لئے خطرے کا باعث بن سکتے
ہیں۔ اس پر طیان فوراً "اٹھی اور کہنے لگی آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں غار کا دہانہ بند
کر دینا چاہئے۔ پھر دونوں میاں بیوی غار سے نکلے اس موقع پر طیان چونک پڑی اور
اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی باہر تو بر فباری شروع ہو چکی ہے ہم نے بروقت ہی
گھاس اور لکڑیاں کاٹ کر رکھ لی ہیں۔ اور خان نے بھی باہر نکل کر دیکھا۔ باہر واقعی
بر فباری شروع ہو چکی تھی۔ غار کے دہانے کے قریب جو بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے
تھے وہ دونوں میاں بیوی نے اٹھا کر غار کا منہ بند کر لیا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی آگ
کے جلتے ہوئے الاؤ کے پاس آئے طیان نے پہلے اور خان کے گھوڑے کے ساتھ بندھا
ہوا بستر اتار گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی ساری خرچینیں اس نے اتار لیں
چڑے کے جس منہ بند تھیلے میں کھانے کی چیزیں تھیں وہ بھی اتار کر ایک طرف رکھ
دیں۔ پھر زین کے ساتھ بندھا ہوا گھوڑے کی خوراک کا ٹوکرا بھی اتار دیا اس کے بعد
گھوڑے کی زین اور دہانہ اتار کر الاؤ کے قریب ہی خشک ہونے کے لئے رکھ دیا تھا۔

محسوس نہیں کر رہے۔ اس پر مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان جس زخم پر تمہارے گداز ہاتھ لگ جائیں وہاں درد کہاں رہتا ہے اور جس شوہر کے ساتھ تم جیسی حسین، خوبو اور شیریں بیوی ہو اس کے پاس بھلا دکھ درد کہاں بھٹکتا ہے۔ دیکھ طیان تو میرے متعلق زیادہ فکر مند نہ ہو میں کوئی کسی قسم کی درد کی شدت زخم میں محسوس نہیں کرتا۔ میرے خیال میں تمہیں بھوک لگی ہو گی۔ میرے گھوڑے کی خرچین کے ساتھ کھانے پینے کی بھی بہت سی اشیاء ہیں میرے خیال میں تم نے بھی اپنے گھوڑے کی خرچین میں کھانے پینے کی اشیاء اور خشک میوے رکھے تھے۔ اس پر طیان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

اب جبکہ ہم نے اس غار میں پناہ لے لی ہے۔ غار کا دہانہ بھی بند کر دیا ہے۔ گھوڑوں کو تو برے خوراک کے بھی چڑھا دئے ہیں۔ آپ کے زخم کی مرہم پٹی بھی کر دی ہے اب میں چاہتی ہوں کہ دونوں میاں بیوی اس بستر پر آگ کے جلنے ہوئے الاؤ کے قریب گرم رہ کر خوشگوار ماحول میں کھانا کھاتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد یا تو دونوں میاں بیوی اس بستر پر لیٹ کر آرام کریں گے یا الاؤ کے پاس اسی بستر پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے ہوئے وقت گزرنے کی کوشش کریں گے۔ اس پر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا کھانے کے بعد کیا کرنا ہے اس کا فیصلہ تو بعد میں ہو گا۔ پہلے کھانا کھاتے ہیں۔ اس پر طیان خوشی کے اظہار میں جست لگاتی ہوئی اٹھی۔ پانی کا مشکیزہ اس نے پہلے ہی پاس رکھا ہوا تھا۔ پھر وہ چڑے کی دونوں خرچینیں اٹھا لائی۔ جن کے اندر کھانے کا سامان تھا۔

چڑے کی جس چادر میں طیان کا بستر بندھا ہوا تھا۔ چڑے کی وہ چادر تہہ کر کے طیان نے بستر پر بچھائی پھر چڑے کی اس چادر پر وہ کھانے کی اشیاء رکھنے لگی تھیں۔ کھانے میں مکئی کی مٹیسی روٹیاں، بھنا ہوا خشک گوشت، انجیر کے ٹکڑے اور کچھ دوسرے خشک میوہ جات تھے۔ ساری چیزیں چڑے کی چادر پر لگانے کے بعد طیان نے پہلے اور خان کے ہاتھ دھلائے پھر اپنے بھی ہاتھ دھوئے اسکے بعد اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی مٹھاس بھری آواز میں کہنے لگی۔ آئیے بسم اللہ کریں۔ اس پر دونوں میاں بیوی پر سکون اور خوشگوار ماحول میں آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے

تھے۔

کھانا کھانے کے بعد بچی کچی اشیاء کو طیان نے چڑے کی خرچین میں ڈال کر مال لیا تھا پھر وہ دوبارہ اور خان کے پاس آکر بیٹھ گئی اس موقع پر اور خان بولا اور ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ طیان دونوں اس بستر پر آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور آپس میں گفتگو کر کے وقت گزرنے کی کوشش کرتے ہیں پہلے تم کوئی ستان کوئی حکایت سناؤ۔ اس پر طیان نے اور خان کا ایک ہاتھ اپنے دونوں گداز نونوں میں لے لیا پھر اسے سلاتے ہوئے کہنے لگی۔ پہلے آپ کوئی داستان سنائیں نہ تو بس ایک ہی حکایت یاد ہے جو مجھے میرے بھائی بلداق نے ایک بار مجھے سنائی لی۔ میں چونکہ زیادہ تر اپنی نانی کے پاس رہا کرتی تھی اور میری نانی ان حکایات اور داستانوں کی قائل نہیں تھی لہذا مجھے کچھ بھی یاد نہیں پہلے آپ کچھ سنائیں اسکے بعد میں آپ کو ایک کہانی جیسی میں سنا سکتی ہوں سنا دوں گی۔ اس پر اور خان نے پیار بھری نگاہوں سے طیان کی طرف دیکھا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ طیان میں تجھے ایک حکایت سناتا ہوں۔ امید ہے کہ تم پسند کرو گی۔

”کہتے ہیں کہ ایک دانشمند انسان ایک بار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا راستے میں اسکا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو راہ گزر کے قریب سو رہا تھا۔ اس سوار نے دیکھا کہ سوئے ہوئے شخص کا منہ کھلا تھا اور اس منہ کے اندر چھوٹا سا ایک سانپ گھس رہا تھا۔ سوار جلدی جلدی گھوڑے سے اترا کہ سانپ کو اسکے منہ میں گھسنے سے روک دے لیکن اسکے گھوڑے سے اترنے تک سانپ سر اٹا ہوا اسکے منہ میں گھس کر پیٹ میں اتر گیا تھا۔

اس موقع پر اس سوار کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اس نے سانپ کو منہ کے راستے باہر نکالنے کیلئے اس سوئے ہوئے شخص کے پیٹ پر زور زور سے گھونے مارنے شروع کر دیئے تھے سویا ہوا شخص گڑبڑا کر اٹھ بیٹھا جب اس نے دیکھا کہ ایک خوب جوان اور قوی ہیکل آدمی پے درپے اسکے پیٹ میں گھونے مارے جا رہا ہے اور اسکی کوئی وجہ نہیں بتاتا تو وہ بیچارہ گھونوں کی مار برداشت نہ کر سکا اور ایک طرف سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

سوار نے اسکا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ شخص سیب کے ایک باغ میں گھس گیا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ سیب کے اس باغ میں کافی سیب گرے ہوئے تھے۔ جو گل سڑ چکے تھے۔ سوار نے اس شخص کا راستہ روک لیا اور ڈانٹ کر کہا کہ ان سیبوں کو کھاؤ ورنہ میں مار مار کر تمہارا کچھ مر نکال دوں گا۔ وہ شخص جس کے پیٹ میں سانپ چلا گیا تھا اور جسے خبر نہ تھی کہ اس کے پیٹ میں سانپ گیا ہے مرنا کیا نہ کرتا اس نے وہ سیب کھانے شروع کر دیے یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر گیا۔

اب اس نے کھنکھیا کر اس دانشمند سوار سے کہا۔ اے امیر تو میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے آخر میں نے تیرا کیا بگاڑے ہے۔ اگر تم کو مجھ سے پیدا انٹی دشمنی ہے تو میرا سر حاضر ہے کاٹ کر چلے جاؤ اس طرح مجھے تڑپا تڑپا کر تو نہ مارو۔ کیسی منحوس گھڑی تھی وہ جب تیری نظر مجھ پر پڑی اور کیا نیک بخت ہے وہ شخص جس نے تیری شکل نہیں دیکھی۔ اے اللہ کے بندے نہ میں نے کسی امانت میں خیانت کی ہے اور نہ میری کوئی اور تقصیر ہے جو تم مجھے اس طرح ستا رہے ہو دیکھنے میں تو تم مسلمان نظر آتے ہو لیکن جو ظلم مجھ پر کر رہے ہو وہ تو کوئی غیر مسلم بھی نہیں کرتا۔

غرض وہ شخص اس سوار کو بے تحاشا صلواتیں سناتا چلا گیا لیکن وہ سوار تھا کہ اسکو پھر پیٹ پر گھونٹے مارنے لگا۔ گھبرا کر اب پھر اس نے سوار کے آگے بھاگنا شروع کر دیا چونکہ سیب کھا کر اسکا معدہ پر تھا۔ تھوڑی دور جا کر منہ کے بل گر پڑا اور تے پڑنے لگا۔

آنا "فانا" سارا کھایا پیا باہر آگیا اور اسی کھائے پینے میں سانپ بھی پیٹ سے نکل آیا۔ جب اس شخص کی نظر سانپ پر پڑی تو خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور گھونٹوں کی ساری تکلیف جاتی رہی۔ بے اختیار اس سوار کے قدموں پر گر پڑا۔ گڑ گڑا کر اپنے کسے سننے کی معافی مانگی اور کہا تو تو رحمت کا فرشتہ ہے تو میرے لیے بڑی نعمت ہے۔ مبارک تھی وہ گھڑی کہ تو نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا ورنہ میرا تو کام تمام ہو گیا ہوتا۔ تو نے مجھے نئی زندگی عطا کی۔ اس شخص کی خوش بختی کے کیا ہی کہنے جو تیری شکل و صورت کو دیکھ لے۔ افسوس کہ تو نے مجھ پر ماؤں جیسی شفقت کی اور میں نے تیرے ساتھ گدھوں جیسا سلوک کیا۔

اے اللہ کے بندے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو دراصل میرا ہی خواہ اور محسن ہے میں اپنی زبان سے یہودہ بکنے کے بجائے تیری تعریف میں رطب اللسان ہوتا تیری شہنشاہی نے مجھے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا اگر تو مجھ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیتا تو میں اپنے محسن پر یوں بکواس کرتا اس پر اس سوار نے بڑی عاجزی اور انکساری سے دیکھ میرے عزیز اگر میں اس بات کی طرف ذرا سا اشارہ بھی کر دیتا کہ تیرے کے اندر سانپ چلا گیا ہے تو اسی وقت دہشت سے تیرا پتہ پانی ہو جاتا اور تیری نکل کر رہ جاتی۔ اس وقت نہ تجھ کو سیب کھانے کی ہمت پڑتی اور نہ تے کرنے کا نہ سوجھتا۔ اسکے بعد وہ دونوں اشخاص اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان خاموش ہو گیا۔ پھر وہ بڑے پیار بھرے انداز میں نا کی طرف دیکھتے ہوئی کہنے لگا دیکھ طیان اب تیری باری ہے تو کچھ سنا۔ اس پر اے تھوڑی دیر تیز اور پیار بھری نگاہوں سے اور خان کی طرف دیکھا پھر وہ اسی اور خان کا ہاتھ اپنے دونوں گداز ہاتھوں میں سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

"ایک شکاری کے جال میں ایک چھوٹا سا پرندہ پھنس گیا۔ وہ اسکو زنجیر کرنے لگا تو اے نے کہا اے بزرگ سردار مجھ جیسے چھوٹے پرندے کو آپ کھائیں گے تو آپ نہیں بنے گا۔ آپ تو اب تک اتنی گائیں اور بکرے کھا چکے ہیں اگر آپ ان پر نہیں صوئے تو مجھ ننھی سی جان سے آپ کا پیٹ کیسے بھرے گا۔

انکے بجائے اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو یہ آپ کا کرم اور جواں مردی ہوگی اے اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو تین ایسی کام کی باتیں بتاؤں گا کہ آپ ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔ پہلی نصیحت تو میں آپ کو آپ کے ہاتھ پر بیٹھے ہی لکھوں گا۔ دوسری نصیحت دیوار پر بیٹھ کر کروں گا اسے سن کر آپ کو کمال خوشی ہوگی تیسری نصیحت میں پیڑ پر بیٹھ کر کروں گا۔ اس میں سراسر آپ کی ہی بہتری ہوگی۔

شکاری راضی ہو گیا اور اس نے پرندے کو اپنے ہاتھ پر بٹھایا پرندے نے کہا۔ نصیحت یہ ہے کہ کبھی بھی ناممکن بات خواہ کیسا ہی شخص کرے اس پر یقین نہ کر پہلی نصیحت سننے کے بعد شکاری نے اس پرندے کو آزاد کر دیا اور وہ پھر سے دیوار پر بیٹھ گیا اور وعدے کے مطابق دوسری نصیحت بتاتے ہوئے کہنے لگا۔

رہنے لگی۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ سو جائیں آرام کریں آپ زخمی ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے پاس بیٹھتی ہوں۔ آپ پر نگاہ رکھتی ہوں۔ اور پہرا دیتی ہوں۔ اس پر ضد کرنے کے انداز میں اور خان بولا، اور کہنے لگا میں طیان ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں مرد ہوں یہ کام میرا ہے اس پر طیان بھی اسی انداز میں بولی اور کہنے لگی۔ چونکہ میرا مرد زخمی ہے لہذا ایک اچھی بیوی کی حیثیت سے اپنے مرد کو آرام پہنچانے کی خاطر میرا جاگنا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ اس پر اور خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اچھا اگر ایسی بات ہے تو تمہارا مرد تمہیں اجازت دیتا ہے کہ تم سو جاؤ مجھے امید ہے کہ تم اپنے مرد کی بات ماننے سے انکار نہیں کرو گی اور طیان نے گھور کر اور خان کی طرف دیکھا وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پیارے اور خان نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ دیکھ طیان تو آرام سے لیٹ جا رہی ران چونکہ زخمی ہے اگر میں لیٹوں گا تو مجھے تکلیف ہو گی۔ میں ابھی ویسے بھی صابند کروں گا۔ اس پر طیان ہار مانتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔ میں ایک شرط پر لینے دیندے لیئے پر تیار ہوں اور خان نے تیزی سے پوچھا کونسی شرط۔

جواب میں طیان بولی اور کہنے لگی۔ شرط یہ ہے کہ آدھی رات کے بعد آپ مجھے جگا دیجئے گا اسکے بعد آپ آرام کیجئے گا میں آپ کے پاس بیٹھوں گی۔ اور خان بے اس پر تیار ہو گیا تو طیان بستر پر دراز ہو گئی تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں سو رہی تھی جب کہ اور خان آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھا پہرا دے رہا تھا۔



دوسرے روز جب طیان کی آنکھ کھلی تو وہ دنگ رہ گئی اس نے دیکھا غار کے اندر اور خان موجود نہیں تھا تاہم آگ کے الاؤ دھمے دھمے انداز میں روشن تھا۔ طیان کیلئے دھری پریشان کن بات یہ تھی کہ غار کے اندر دونوں گھوڑے بھی موجود نہ تھے۔ ہانک طیان کی نگاہیں غار کے ایک طرف اٹھ گئیں جہاں خشک گھاس کا ایک بہت بڑا ڈھیر لگا ہوا تھا اور گھاس کے اس ڈھیر کے قریب ہی تازہ کٹی ہوئی لکڑیوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر بھی تھا۔ طیان اپنے بستر سے اٹھی۔ بال سنوارے لباس درست کیا۔ آگے بڑھ

دیکھ نیک بخت کبھی بھی گزری ہوئی بات کا غم مت کرنا اسکے بعد اس پرند نے اس شکاری کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ نیک بخت میرے پوٹے میں دس درہم کا ایک بیٹھ قیمت موتی ہے۔ اگر وہ تم کو مل جاتا تو وہ تیری آل اولاد کو نال کر دے یہ تو ایسا نادر موتی ہے کہ تمام دنیا میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ افسوس کہ تو نے آزاد کر کے یہ موتی اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔

اس پرندے کی یہ گفتگو سکر شکاری سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بچوں کی طرح ہلک کر رونے لگا۔ بار بار سرد آہیں بھرتا اور اپنی قسمت کو کوستا تھا کہ میں نے پرندے کے جھانے میں آکر اسے آزاد کر کے خود اپنے ہی پاؤں پر کلھاڑ مار لیا ہے اس شکاری کی یہ حالت دیکھتے ہوئے پرندہ پھر بولا اور کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری نصیحتیں پلے نہیں باندھیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ گزری بات کا غم نہ کرنا جبکہ تو اسکا غم اور دکھ کر رہا ہے چونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسری نصیحت یہ تھی ناممکن بات پر ہرگز یقین مت کرنا ارے میاں ذرا سوچو تو سارا وزن تین درہم سے زیادہ نہ ہوگا بھلا دس درہم وزن کا موتی میرے جسم کے کیسے سا سکتا ہے۔

پرندے کی یہ باتیں سکر شکاری کی آنکھیں کھل گئیں۔ دل میں کہنے لگا۔ ہاں یہ پرندہ قرینے کی کہتا ہے۔ تین درہم تو اسکا سارا وزن نہ ہوگا۔ دس درہم وزن کا موتی اسکے پوٹے میں کیسے سا سکتا ہے۔ پھر پرندہ سے کہنے لگا۔ اے خوشنما اور نیک پرندے اب اپنی تیسری نصیحت بھی بیان کر۔ اس پر پرندہ کہنے لگا۔ یہ بھی خوب ارے میاں تو نے میری پہلی دو نصیحتوں پر کب عمل کیا اب میں تیری تیسری نصیحت کے تجھ سے ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کہہ کر پرندہ پرواز گیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کیلئے رکی پھر وہ مسکرا کر اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بس مجھے تو یہی ایک کمائی یاد تھی جو میں نے آپ سے بیان کر دی۔ اس پر اور خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ حقیقت میں اب میرے پاس کچھ نہیں تمہیں سنانے کیلئے لہذا تم خاموشی سے بستر پر دراز ہو اور لیٹ جاؤ میں کے الاؤ کے پاس جاگتے ہوئے پہرا دینے کی کوشش کروں گا۔ اس پر طیان تڑپ کر

رخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا نہیں میں دریا کی طرف نہیں گیا تھا بلکہ میں اس طرف گیا تھا جس میں چشموں کا پانی بہتا ہے وہ پانی بالکل شفاف ہے۔ پینے کے لیے۔

ان کوئی جواب دینے کی بجائے آگے بڑھی اور رخان سے اس نے دونوں ہاتھ کی بائیں لے لیں پھر وہ گھوڑوں کو اندر لائی دونوں گھوڑوں کے پاؤں طیان کے ساتھ باندھ دیئے پھر ان کے آگے خشک گھاس ڈال دی تھی۔ گھوڑے کے تھے لہذا وہ بڑی تیزی سے گھاس چبانے لگے تھے۔ گھوڑوں کو باندھنے کے بعد پھر اور رخان کے پاس آئی جو اب تک غار میں داخل ہو کر آگ کے آلاؤ کے چکا تھا۔ طیان بھی اسکے پہلو میں بیٹھ گئی اور پھر خشکوں بھری آواز میں وہ لی۔

آپ رات بھر اکیلے کیوں جاگتے رہے ہیں آپ نے جب میں سونے لگی تھی وعدہ کیا تھا کہ آدھی رات کے وقت آپ مجھے جگا دیں گے اور باقی آدھی آپ آرام کریں گے اس پر اور رخان بولا اور کہنے لگا دیکھ طیان مجھے نیند نہیں لی لہذا میں نے تمہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے بھی تم تھکی ہوئی تھیں آرام کی ضرورت تھی۔ اس پر طیان فوراً بولی اور کہنے لگی آپ تھکے ہوئے اور زخمی بھی اسلئے آپ کو میری نسبت زیادہ آرام کی ضرورت تھی۔ آپ کو رات کے وقت ہر صورت جگا دینا چاہیے تھا تاکہ آپ آرام کرتے اور کے پاس بیٹھ کر پورا دیتی اور آپ کی دیکھ بھال کرتی۔ اس پر اور رخان ہنسے کہنے لگا اچھا بھی اعتراض مت کرو نہ ہی ناراض ہو ہم دونوں خیر دے اپنے لشکر میں پہنچ جائیں پھر تم جتنی چاہے میری دیکھ بھال کرتی رہنا اس پر نہ خوش ہوتے ہوئے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر وہ بولی میرے خیال میں آپ جس میں ندی کی طرف جاتی ہوں۔ ہاتھ منہ دھو کے آتی ہوں۔ اس پر بولا نہیں میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ منگیڑے بھی لے لیتے ہیں اپنے کیلئے ندی سے پانی بھی بھر لاتے ہیں۔ اور ہاں اپنے آپ کو مسلح کر کے ندی کی انہیں ایسا نہ ہو کہ منگول ہماری تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے

کر تھوڑی دیر تک وہ گھاس اور لکڑیوں کا جائزہ لیتی رہی پھر جب وہ غار کے منہ کے قریب آئی تو اسے اچانک اور رخان آتا دکھائی دیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور طیان کے گھوڑے کی لگام اس نے پکڑ رکھی تھی۔ جب وہ غار کے منہ کے قریب آکر اپنے گھوڑے سے اترا۔ تو طیان انتہائی پریشان اور خشکوں بھری آواز میں اور رخان کا مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ آپ کہاں چلے گئے تھے۔ اس پر اور رخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھو طیان یہ گھوڑے رات بھر اندر بندھے رہے انہوں نے توہمیں میں خوراک تھی وہ بھی پیٹ بھر کر کھائی اب انہیں پانی کی ضرورت تھی میں انہیں پانی کے لایا ہوں۔ ان دونوں نے خوب پیٹ بھر کے پانی پیا ہے۔ اس پر طیان پھر بولی اور کہنے لگی۔ غار کے اندر گھاس اور لکڑیوں کے جو ڈھیر لگے ہیں یہ آپ اکیلے ہی آ رہے ہیں۔ اس پر اور رخان بولا اور کہنے لگا دیکھ طیان جب غار کے باہر مجھے کوستانا پرندوں کی آوازیں سنائی دیں تو میں سمجھ گیا تھا فجر ہو چکی ہے۔ لہذا میں نیچے گیا غار سے تھوڑے ہی فاصلے پر دریا کے متوازی بننے والی ایک ندی ہے جس میں شاہ چشموں کا پانی آتا ہے۔ میں نے وہاں وضو کیا واپس آکے فجر کی نماز ادا کی اسکے بعد میں باہر گیا اور بڑی تیزی سے گھاس اور لکڑیاں کاٹنے لگا۔ دیکھ طیان تو جانتی ہے اب بر فباری جاری ہے اور اس بر فباری میں ہم دونوں میاں بیوی سفر نہیں کر سکتے نجانے یہ بر فباری کب تک رہیگی اور کب تک ہمیں اس غار میں قیام کرنا پڑیگا۔ لہذا میں نے خشک گھاس اور لکڑی کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ اس پر طیان بولی اور کہنے لگی جب لکڑیاں اس قدر آپ نے کاٹ دی تھیں تو اتنی گھاس کاٹنے کی کیا ضرورت تھی اس پر اور رخان فوراً بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان لکڑیاں تو ہم آگ کا آلاؤ روشن کرنے کیلئے استعمال کریں گے جبکہ گھاس میں نے اپنے گھوڑوں کیلئے کاٹی ہے تم گھوڑوں کے توہمیں کا جائزہ لینا۔ توہمیں کے اندر جتنی خوراک تھی وہ اسے ختم کر چکے ہیں اب میں انہیں پانی پلا کر لایا ہوں اب ان کے آگے خشک گھاس ڈالیں گے اور یہ اس سے اپنے پیٹ بھر لیں گے۔ اس پر طیان بولی اور پوچھنے لگی کیا آپ دریا کی طرف گئے تھے۔

لہاس کافی مقدار میں موجود ہے اور بکریاں اس سے پیٹ بھر سکتی ہیں تاہم
ی زیادہ بڑھ جائے اور گھاس دب جائے تو یہ بکریاں اپنے کھروں سے برف
سے کاٹی اور گھاس کی جڑیں کھا کر بھی گزارا کر لیتی ہیں۔ دیکھ طیان تو یہیں
میں ندی کے اس پار جاتا ہوں اور بکری کا شکار کرنے کی کوشش کرتا ہوں
ن بولی اور کہنے لگی نہیں ہرگز نہیں میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دوں گی۔
ہیں بلکہ آپ یہیں رکیں میں خود شکار کرتی ہوں۔ اس پر اور خان کہنے لگا
تم یہاں نہیں رکتا چاہتیں تو پھر میرے ساتھ آؤ۔ اس پر طیان تیار ہو گئی پھر
ن بیوی نے ندی کو پار کیا اور دبے پاؤں وہ اس چٹان کی طرف بڑھے جسکے
لی بکری گئی تھی۔

چٹان کے قریب جا کے اور خان نے اپنی کمان سنبھالی چلے پر تیر چڑھایا پھر
ایک زور وار چیخ ماری۔ چیخ جو نہی ان کو ہستانی سلسلوں کے اندر بلند ہوئی
اچٹان کی اوٹ سے نکل کر بھاگی اس کا بھاگنا تھا کہ اور خان نے تیر چلا دیا
کا گرنا تھا کہ طیان اپنی پوری رفتار سے بھاگی اور آگے بڑھ کر اس نے بکری
یا تھا۔

انے طیان کو سینگ مار کے اپنا آپ چھڑا کر بھاگنا چاہا لیکن طیان نے اپنی
میں مضبوط رکھی کہ نہ ہی اس نے بکری کو سینگ مارنے دیا اور نہ ہی اسے
اتنی دیر تک اور خان بھی لنگڑا کر بھاگتا ہوا وہاں پہنچ گیا اپنا خنجر نکالا اور بکری
نے تکبیر پڑھتے ہوئے ذبح کر دیا تھا۔ پھر چٹانوں کے اندر ہی دونوں میاں بیوی
ری کے اندر جلدی جلدی بکری کی کھال اتاری۔ پیٹ چاک کر کے گوشت
- اس کے بعد جب صاف کی ہوئی بکری کو اور خان اٹھانے لگا تو طیان نے آگے
رخان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور کہنے لگی۔

مکی ران پر زخم ہے میں آپ کو گوشت نہیں اٹھانے دوں گی۔ میں اسے خود اٹھا
لے لے کے جاؤں گی اس پر اور خان نے پیار سے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے
طیان میرا زخم ایسا بھی گہرا اور خطرناک نہیں کہ میں بکری کے اس گوشت کو
لی پار کر کے غار تک نہ پہنچ سکوں اس پر طیان کہنے لگی کچھ بھی ہو یہ میری

ہوں۔ اسکے ساتھ ہی دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے اپنے ہتھیار انہوں
سنبھالے۔ تیروں بھرے ترکش پیٹھوں پر باندھنے کے بعد انہوں نے اپنے کندم
کمانیں بھی لٹکا لی تھیں۔ پھر وہ غار سے نکل کر ندی کی طرف ہوئے تھے۔

ندی کنارے جا کے طیان ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ برنباری ابھی تک اپنے
سے جاری تھی۔ دونوں میاں بیوی نے اپنے اوپر چمڑے کی چادریں ڈال رکھی تھیں
ناکہ برنباری سے محفوظ رہیں طیان نے اس پتھر پر بیٹھ کر ہاتھ منہ دھویا پھر وہ
سے ہاتھ منہ صاف کرتے ہوئے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اور
میرے حبیب اگر برنباری اسی طرح جاری رہی تو ہمارے لئے مشکلات اٹھ
ہو گئی۔ اور خان نے بے چینی سے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیسی مصیبت
پر طیان افسردگی میں کہنے لگی۔ دیکھ میرے حبیب ہمارے پاس خوراک صرف اس
ہے کہ آج صبح اور دوپہر کا ہمارا گزارا ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد ہمارے پاس خور
ختم ہو جائیگی ایسی صورت میں ہمیں برنباری میں ہی اس غار کو چھوڑ کر کسی
کسی شہر کا رخ کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ جو خوراک ہمارے پاس تھی۔

یہاں تک کہتے کہتے طیان خاموش ہو گئی اور چونک کر وہ ندی کے اس پار
لگی۔ اسکے چونکنے پر اور خان فکر مند ہو گیا اور جس طرف طیان دیکھ رہی تھی
اور خان بھی دیکھنے لگا پھر اور خان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی وہ طیان کو
کر کے کہنے لگا دیکھ طیان لگتا ہے اس کو ہستانی سلسلہ اس برنباری اور اس ندی
کنارے قدرت ہم پر اپنی مہربانیوں کا اظہار کر رہی ہے۔ طیان تو نے ندی کے
کچھ دیکھا۔ طیان نے مڑ کر اور خان کی طرف دیکھا اس موقع پر طیان کے چہرے
خوش کن مسکراہٹ تھی پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی آپ نے کیا
میں نے اس برنباری میں ندی کے اس پار ایک جنگلی بکری کی جھلک دیکھی۔
بھاگتی ہوئی ایک چٹان کی اوٹ میں ہوئی ہے اس پر طیان مسکراتے ہوئے بولے
میری بھی نگاہیں اسی بکری پر جم گئی تھیں۔ اس پر اور خان پھر بولا اور کہنے لگا۔
دیکھ طیان برنباری میں عموماً جنگلی بکریاں اپنی پناہ گاہوں سے باہر نکل آتی
اور خوراک کی تلاش میں ادھر ادھر ماری ماری پھرتی ہیں ویسے تو ان کو ہستانی

یاں بیوی اس بستر پر لیٹ کر آرام کرنے لگے تھے۔



فباری کا سلسلہ چونکہ جاری تھا اسلئے اورخان اور طیان کو اس غار کے اندر رات بسر کرنا پڑی تھی۔ دوسرے روز بھی بر فباری جاری تھی۔ دونوں میاں باندی کے کنارے ہاتھ منہ دھو کے آئے۔ غار میں آکر انہوں نے بھنے ہوئے کاشتہ کیا اور فارغ ہوئے ہی تھے کہ کو مستانی سلسلہ میں کچھ آوازیں گونجتی لیں۔ کچھ لوگ اونچی اونچی آوازوں میں اورخان کا نام لیتے ہوئے اسے پکار رہے تھے۔ یہ آوازیں سنتے ہوئے طیان کے چہرے پر اداسیاں پریشانیاں اور افسردگیاں ابھریں اور وہ عجیب سی لاچارگی کے انداز میں اورخان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس نے طیان کی بدلتی حالت کا جائزہ لیا پھر وہ بڑی محبت، بڑی چاہت اور نرمی سے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ کیا ہوا۔ طیان تم پریشان کیوں ہو گئی ہو اس پر طیان روتی اور بین کرتی آواز میں کہنے لگی۔

جو کو مستانی سلسلہ کے اندر آپ کا نام پکارا جا رہا ہے یہ آوازیں آپ نے باہر اورخان بولا ہاں میں یہ آوازیں سن رہا ہوں طیان نے پوچھا پھر آپ نے کیا لگایا۔ اس پر اورخان کہنے لگا میں ابھی غار سے نکلتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ والے کون ہیں طیان نے فوراً اورخان کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی نہیں میں غار سے باہر نہیں جانے دوں گی میرے خیال میں یہ منگول ہیں اور آپ کے پکار آپ کو پکار رہے ہیں تاکہ آپ جہاں کہیں بھی ہیں باہر آئیں اور وہ آپ کو دیکھ جائیں۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

طیان یہ پکارنے کا لب و لہجہ منگولوں کا نہیں یہ لہجہ شناسا ہے۔ میں سمجھتا ہوں سلطان جلال الدین نے یا پاسبانوں کے سپہ سالار نے میرے کچھ ساتھیوں کو اس میں بھیجا ہو گا اور وہی مجھے تلاش کرتے ہوئے ادھر آئے ہیں۔ دیکھ طیان روتے ہوئے باہر جاتا ہوں اور ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اس پر طیان کھڑی ہو کر بولی اگر آپ نے باہر جانا ہی ہے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔

خبر ہے میں آپ کو نہیں اٹھانے دوں گی۔ اس پر اورخان ہار مان گیا اور طیان نے فوراً صاف کی ہوئی بکری کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا تھا اسکے بعد دونوں میاں بیوی نے غار کو پار کیا اور بڑی تیزی سے چلتے ہوئے وہ غار میں داخل ہوئے تھے۔

غار میں داخل ہونے کے بعد طیان نے صاف کی ہوئی بکری کو الاؤ کے قریب دو پتھروں پر رکھ دیا تھا اس نے دیکھا اورخان غار کے دہانے پر پھر پتھر رکھنے لگا تھا۔ اس پر طیان بھاگتی ہوئی گئی اور اس کام میں اورخان کی مدد کرنے لگی تھی پھر دونوں میاں بیوی نے مل کر پہلے کی طرح پتھروں سے غار کا دہانہ بند کر دیا تھا۔

دونوں نے جو اپنے اوپر چڑے کی چادریں ڈال رکھی تھیں وہ انہوں نے اتار کر ایک طرف رکھ دیں پھر دونوں نے اپنے اپنے خنجر نکالے اور بکری کے گوشت کے ٹکڑے کر دئے تھے اسکے بعد وہ الاؤ کی آگ پر گوشت بڑی تیزی سے بھوننے لگے تھے۔ گوشت بھونتے ہوئے طیان تھوڑی دیر تک مسکرا مسکرا کر اورخان کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

میں اپنی خوراک کے متعلق بڑی فکر مند ہو رہی تھی رات کو جب میں نے پکڑ ہوئی خوراک کا جائزہ لیا تو میرا اندازہ تھا کہ وہ دو وقت سے زیادہ نہیں چلے گی۔ بلکہ دو وقت کیلئے بھی پوری اور مناسب نہ تھی۔ رات کو سوتے وقت میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بہت کم کھاؤں گی۔ لیکن لگتا ہے۔ اس بر فباری اور کو مستانی سلسلہ میں قدرت نام صرف یہ کہ ہماری رہنمائی کر رہی ہے بلکہ ہم پر مہربانی کر رہی ہے؟ جنگلی بکری ہمیں مل گئی اور ہم اسکا شکار کر کے غار میں لے آئے جواب میں اورخان بولا اور کہنے لگا۔

طیان تمہارا اندازہ درست ہے قدرت واقعی اس کو مستانی سلسلہ میں ہم پر بڑی مہربان اور ہماری سب سے بڑی رہنما ہے۔ دیکھ طیان یہ سارا گوشت بھون لیتے ہیں سردی کا موسم ہے اور بر فباری بھی ہو رہی ہے۔ گوشت خراب تو نہیں ہو گا پھر ہم ہمیں احتیاطاً اسے بھون کر اپنے پاس رکھ لینا چاہیے۔ جب ضرورت پڑے گی تو اسے بھنے ہوئے گوشت کو کھا کر گزارا کر لینگے۔ طیان نے اس سے اتفاق کیا۔ پہلے کچھ گوشت بھون کر انہوں نے کھا لیا اور باقی گوشت بھون کر محفوظ کر لیا تھا۔ اسکے بعد

ان لشکریوں کیساتھ مل کر اورخان اور طیان نے اپنا سامان سمیٹا پھر وہ ان کے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔ برنباری چونکہ مزید دو دن جاری رہی تھی لہذا انھوں آگے جا کر بستی کی ایک سرائے میں قیام کر لیا تھا۔ اور جب برنباری قہم گئی تب رابستی سے نکل کر واپس سلطان جلال الدین کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے۔ ان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



شام کے وقت ایک روز اورخان اور طیان اپنے ساتھی لشکریوں کیساتھ اصفہان باہر سلطان جلال الدین کے لشکر میں داخل ہوئے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار بھی ابھی وہیں قیام کیے ہوئے تھا۔ اورخان کی آمد کی خبر جب لشکر میں پھیلی تو سلطان جلال ن اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لشکر سے باہر نکل کر اورخان کا استقبال کیا۔ نان کے لشکر کے ان گنت ساتھی اورخان کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے اور وہ نان کے بخیریت آنے پر خداوند قدوس کا شکر ادا کر رہے تھے۔ سلطان جلال الدین اپنے طبیب خاص سے اورخان کا علاج شروع کرایا چند ہی یوم میں اسکی ران کا ٹھیک ہو گیا پھر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی اورخان کے ساتھ کر دیا تھا اسلئے کہ دریائے ارس کے کنارے چارمغان کے کینلاف جنگ میں نان کے لشکر کا ایک حصہ مارا جا چکا تھا اس طرح اورخان کے لشکر کی تعداد پھر پہلے ہو گئی تھی۔



اگر کوئی مصیبت آتی ہے تب پھر دونوں پر اکٹھی ہی آئے۔ آپ کے بعد میں زندہ رہنا پسند نہیں کروں گی۔ اورخان نے طیان کے خوبصورت منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا۔ دیکھ طیان ایسی باتیں مت کہو۔ میں اور تم زندہ رہیں گے۔ یہ پکارنے والے ضرور ہمارے ساتھی ہیں اس پر اورخان غار کے باہر آیا اور بلند آواز میں اس نے پکارنے والوں کی پکار کا جواب دیا۔

اورخان کا انکی پکار کا جواب دینا ہی تھا کہ تھوڑی دیر بعد دس بارہ گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو بھگائے ہوئے اورخان کے سامنے آکھڑے ہوئے تھے وہ سب اورخان کے لشکر میں تھے۔ جنھیں پاسبانوں کے سالار نے اورخان کی تلاش میں بھیجا تھا۔ اورخان اور طیان کو دیکھ کر وہ لشکر بے حد خوش ہوئے۔ چھلائیں لگا کر اپنے گھوڑوں سے وہ اتر گئے باری باری اورخان سے گلے ملے اور اورخان کو زخمی دیکھ کر وہ بیچارے بڑے پریشان ہوئے۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھو میرے ساتھیو میرا زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔ طیان نے موقع پر ہی چونکہ مرہم پٹی کر دی تھی لہذا زخم خراب نہیں ہونے پایا بلکہ بڑی تیزی سے مند مل ہو رہا ہے۔ یہ تو کہو تم مجھے تلاش کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے اس پر ایک لشکر بولا اور کہنے لگا۔

سیف الدین کے بیٹے ہمارے کچھ مجبوروں نے آپ کو دریائے ارس میں کودتے دیکھ لیا تھا۔ انھوں نے ہی یہ خبر جا کر سلطان جلال الدین کو سنائی تھی۔ وہ مجبر بھی اس وقت ہمارے ساتھ ہی ہے پھر اسی کی رہنمائی میں ہم آپ کو تلاش کرنے کے لئے یہاں آئے۔ ہم نے اس ندی کے پار ایک جنگلی بکری کی کھال دیکھی تھی اور ہمیں یقین ہو گیا کہ آپ نے ہی یہاں پناہ لے رکھی ہے اور خوراک کا بندوبست کرنے کیلئے آپ نے ہی یہ جنگلی بکری شکار کی ہوگی لہذا اسی علاقے میں گھوم پھر کر ہم آپ کو آوازیں دینے لگے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ہمیں مل گئے۔ اب آپ اپنا سامان سمیٹیں اور یہاں سے کوچ کریں۔ آپ برنباری کی پرواہ نہ کریں۔ پانچ میل آگے ایک بستی ہے ہم برنباری رکنے تک وہاں قیام کریں گے۔ وہاں ایک بہترین اور صاف ستھری سرائے بھی ہے۔ اور برنباری رکنے کے بعد ہم واپس لشکر کی طرف لوٹ جائیں گے۔

سر پیکار تھا۔ سلطان نے اپنے وزیر شرف الملک کی طرف پیغام بھجوایا خوی کے لراف میں مزید کچھ شہر فتح کر کے ملکہ کے حوالے کر دیے جائیں۔ اور سلطان نے اب نامہ کے ذریعہ شرف الملک کو جاگیر کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے ملکہ کا مشیر بنی مقرر کیا۔ چنانچہ شرف الملک نے خوی شہر کے اطراف میں سلساں اور ارمیہ ہوں پر بھی قبضہ کر لیا اور ان شہروں کو بھی ملکہ کی ریاست میں شامل کرا دیا۔

کچھ عرصہ تک تو ملکہ اور شرف الملک کے تعلقات درست رہے لیکن بعد میں شرف الملک نے ہر معاملہ میں دخل دینا شروع کر دیا جسے ملکہ برداشت نہ کر سکی اور تعلقات حد درجہ کشیدہ ہو گئے جب شرف الملک نے دیکھا کہ ملکہ اسکے دخل در فتولات کے خلاف سراپا احتجاج بن گئی ہے تو اس نے اس سخت کا انتقام لینے کے لئے ملکہ کیخلاف سلطان کے کان بھرنے شروع کر دیے۔ چنانچہ اس نے ملکہ پر بے وفائی کے بہتان کے علاوہ کرداری کی تہمت بھی لگائی اور الزام لگایا کہ جب ازبک پہلوان نے غلاموں نے سلطان کے خلاف بغاوت کی تھی تو انہیں ملکہ کا تعاون حاصل تھا لیونکہ ملکہ چاہتی تھی کہ تہریز کی حکومت ازبک خاندان سے باہر نہ جانے پائے۔

میاں بیوی کے تعلقات کو خراب تر بنانے کے لئے شرف الملک نے ادھر ملکہ سے بھی سلطان کے خلاف لگائی بجھائی شروع کر دی تھی۔ رفتہ رفتہ ملکہ شرف الملک کی ان پست حرکات سے اس قدر آتش زیر پا ہوئی کہ اس نے اعلانیہ علم بغاوت بلند کر دیا اور خوی کو چھوڑ کر تلہ کے قلعہ میں جو ارمیہ جھیل کے قریب ایک پہاڑی کی شاخ پر تھا چلی گئی اور قلعہ بند ہو گئی۔

شرف الملک تو یہی چاہتا تھا چنانچہ ملکہ کے جانے کے بعد اس نے ملکہ کی ریاست خوی میں جس قدر ملکہ کا سامان تھا اس پر قبضہ کر لینا چاہا۔ اگرچہ ملکہ نے اپنے پیغامبر کی معرفت اس انتہائی اقدام سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کیلئے تو وزیر نے ملکہ کی تمام گزارشات کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے اس فیصلے پر ڈٹا رہا کہ ملکہ بلا شرط خود کو اسکے حوالے کر دے۔

ملکہ کو جب یقین ہو گیا کہ شرف الملک اسکو رسوا کرنے پر تلا ہوا ہے اور کسی حالت میں درگزر پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ تو ملکہ نے مخفی طور پر اخلاط شہر کے حاکم ملک

سلطان جلال الدین جس وقت ہمدان کے نواح میں منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آیا تھا تو راستے میں اس نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذر بایجان میں اٹھنے والی بغاوت اور فتنے کی آگ کو بجھانے کے لئے روانہ کیا تھا۔ شرف الملک کے پاس خاصا بڑا لشکر تھا جسکی مدد سے اس نے آذر بایجان میں اٹھنے والی بغاوت اور فتنے کو جو ابھی تک سلطانی قلم رو میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ فتح کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ اس نے دفار، کرام ہل اور جریزو وغیرہ شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد شرف الملک نے روئیں دز کے شہر اور قلعہ کا رخ کیا۔ اس قلعہ کی حکمران ایک ملکہ تھی شرف الملک نے جب اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جوں جوں محاصرہ سخت ہوتا گیا، ملکہ کے لئے رسد اور کمک حاصل کرنا مشکل ہوتا چلا گیا لہذا اس نے پیشکش کی کہ اگر خود سلطان جلال الدین یا شرف الملک اسے اپنے حرم میں داخل کر لیں تو وہ بغیر لڑے صلح صفائی کیساتھ قلعہ حوالے کر دیگی۔ شرف الملک ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ملکہ کو اپنے حرم میں داخل کرنے سے انکار کر دیا اسلئے کہ وہ بزور قلعہ فتح کر کے اسکی لوٹ مار کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف جب سلطان جلال الدین کو قلعہ روئیں دز کی ملکہ کی اس پیشکش کا علم ہوا تو اس نے ملکہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اسطرح بغیر جنگ اور لڑائی کے قلعہ پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔



سلطان جلال الدین نے اپنی ایک بیوی جو کبھی تہریز کی ملکہ اور ازبک پہلوان کی بیوی ہوا کرتی تھی اسے خوی کی ریاست عطا کی ہوئی تھی تاکہ وہ غم روزگار سے محفوظ رہے۔ جن دنوں سلطان جلال الدین ہمدان کے نواح میں منگولوں کے ساتھ

ضبط کر لیا۔

سلطان کو جب ان افسوسناک واقعات کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان سے آذربائیجان پہنچا آذربائیجان میں اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کا ایک اہلچی اسد الدین مودود سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کے وزیر شرف الملک کی چیرا دستی کیخلاف شکایت کی۔ جب سلطان کو چھتیس بے گناہوں کے قتل اور انکے مال و اسباب کی ضبطی کا علم ہوا تو سلطان اپنے وزیر کی اس بے رخی پر لرز اٹھا۔ اور حکم دیا کہ اسماعیلیوں کا سارا ضبط شدہ مال واپس کر دیا جائے۔ اور بے گناہوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔ سلطان کے آذر باہجہان آنے کے بعد شرف الملک نے جو سلطان کے حرم میں داخل ہونے والی تہیز کی ملکہ کے دل میں غلط فہمیاں پیدا کیں تھیں وہ بھی جاتی رہی تھیں اس طرح ایک بار پھر ملکہ کے ساتھ سلطان کے حالات درست ہو گئے اور ملکہ پہلے کی طرح اپنی خوی کی ریاست پر حکمرانی کرنے لگی تھی۔



سلطان جلال الدین نے جن دنوں اپنے سارے لشکر کیساتھ آذربائیجان میں قیام کر رکھا تھا۔ انہی دنوں بغداد سے دو اہلچی جن کے نام نجم الدین اور رکن الدین تھے سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان کو یہ اطلاع دی کہ خلیفہ بغداد الناصر بامر اللہ مقتضائے الٰہی وفات پا گیا ہے اور اظہار بامر اللہ کو نیا خلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔

دونوں اہلچیوں نے سلطان جلال الدین کی خدمت میں مزید عرض کی کہ وہ دونوں قاصد بنے خلیفہ بغداد کی طرف سے سلطان جلال الدین کی خدمت میں خبر خواہی اور نیک اندیشی کے جذبے لیکر حاضر ہوئے ہیں اور یہ کہ خلیفہ بغداد کی دلی خواہش ہے کہ خلافت بغداد اور اور سلطان جلال الدین کے مابین دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہوں اور یہی کہ دونوں قوتیں مل کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں تاکہ مسلمان بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہ سکیں۔

سلطان جلال الدین تو پہلے ہی چاہتا تھا کہ خلیفہ بغداد کے تعلقات اسکے ساتھ

الاشرف کے نائب حاجب علی سے مدد کی درخواست کی۔ سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک ابھی تک خوی سے کچھ دور سلماس کے سبزہ زاروں میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور ملکہ کو ڈرا دھمکا کر رام کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حاجب علی چپکے سے ملکہ کی ریاست کے مرکزی شہر خوی جا پہنچا اور ملکہ کا سارا قیمتی ساز و سامان لپیٹ کر ملکہ کے پاس لے گیا پھر ملکہ کو وہ تلہ کے قلعہ سے نکال کر اپنے پاس اخلاط لے گیا۔ جب جلال الدین کے وزیر شرف الملک کو اس افسوس ناک سانحہ کا علم ہوا تو سلطان کے خوف سے اسکے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ بہت پچھتایا لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا اس نے ملکہ کو لانے کی بہتری کوشش کی لیکن ملکہ نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔

شرف الملک ابھی تک ملکہ کو راضی کرنے میں ہی حیلے بہانے کر رہا تھا کہ اسی دوران شرف الملک کو سلطان جلال الدین کا ایک خفیہ پیغام وصول ہوا اس پیغام میں سلطان جلال الدین نے شرف الملک کو لکھا تھا کہ اسماعیلیوں کا ایک مختصر سا قافلہ قلعہ الموت جا رہا ہے جس میں کچھ منحل سپاہی بھیجیں بدل کر سفر کر رہے ہیں جنکے پاس منگولوں کی طرف سے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے نام ایک خط ہے جس میں علاؤ الدین سے کہا گیا ہے کہ اگر سلطان جلال الدین اسی طرح اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتا رہا تو وہ اسماعیلیوں کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ بن کر اٹھ کھڑا ہو گا اور جس طرح اس نے اسماعیلیوں کو ان کے باقی قلعوں سے محروم کیا ہے اسی طرح وہ انہیں قلعہ الموت سے بھی محروم کر دے گا۔ لہذا قلعہ الموت کے امام علاؤ الدین کو چاہیے کہ اپنے فدائین اور اپنے لشکر کیساتھ سلطان جلال الدین کے سامنے اٹھ کھڑا ہو۔ منگولوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک طرف سے علاؤ الدین سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو دوسری طرف سے تاتاری اس طرح سلطان جلال الدین کو مغلوب کر کے انہیں ان سرزمینوں سے نکل بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔

سلطان جلال الدین کا یہ خط پا کر شرف الملک بڑا سخ پا ہوا چنانچہ جب اسماعیلیوں کا قافلہ وہاں سے گزرا تو شرف الملک نے منحل قاصدوں کو اسماعیلیوں سمیت جنگی تعداد 36 چھتیس تھی گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور انکا سارا ساز و سامان

ملک اشرف نے سلطان کے بدترین دشمن قتل خان کیساتھ ناصر ف رابطہ قائم کیا ہوا ہے بلکہ ملک اشرف باقاعدہ قتل خان کو سلطان کے خلاف مدد فراہم کرتا ہے۔

سلطان نے سب سے پہلے گرجستان کے باغیوں سے اپنے قتل ہونے والے لشکریوں کا انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ سلطان کے منجنوں نے سلطان کو خبر دی کہ گرجستان کے باغی جنہوں نے جھیل تیاخ کے شرقی اور مغربی کناروں پر سلطان کے سردار کاک خان کے لشکر کا خاتمہ کیا ہے۔ انکی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ در وہ اس وقت جھیل تیاخ کے غربی، شرقی اور جنوبی کناروں پر پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ سلطان نے جھیل تیاخ کی طرف کوچ کرنے سے پہلے اپنے منجنوں کیساتھ کچھ محافظ تے اس احتیاط کے تحت پھیلا دیئے کہ انہیں کہیں گرجستان کے جاسوس دکھائی یں تو ان کا قتل عام کر دیا جائے۔ اس طرح سلطان اپنی پیش قدمی کی خبریں گرجستانیوں تک پہنچنے نہیں دینا چاہتے تھے اور جھیل تیاخ کے کنارے وہ اچانک ان پر حملہ آور کر انکا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔

جھیل تیاخ کی طرف سفر شروع کرنے سے پہلے سلطان نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ ملکر یہ فیصلہ کیا کہ جھیل تیاخ کے جنوبی کنارے پر پڑاؤ کرنے لے باغیوں پر خود سلطان ضرب لگائے گا۔ شرقی کنارے پر اورخان حملہ آور ہو گا۔ غربی کنارے کو پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی ضربوں کا ہدف بنائے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد سلطان باغیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے جھیل تیاخ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ گرجستانی باغیوں کو خبر تک نہ ہوئی اور سلطان جلال الدین اپنے پورے لشکر کو بڑی رازداری کیساتھ سفر کرتے ہوئے جھیل تیاخ کے کنارے پہنچ گئے پھر سلطان ال الدین جھیل کے جنوبی سمت بڑھے۔ اورخان مشرق کی طرف اور پاسبانوں کا سپہ سالار جھیل کے مغربی جانب جا چکا تھا۔ حملہ کی ابتداء خود سلطان جلال الدین نے کی۔ وہ جھیل کے جنوبی باغیوں پر گرجتے بادلوں کے حشر، صحرائے وقت میں آشوب محشر، مسافت سمیٹ کر وقت کی دہلیز پر خونخوار نزل کرنے والے عناصر کی طرح حملہ ر ہو گئے تھے۔ جھیل کے شرقی کنارے پڑاؤ کرنے والے باغیوں پر اورخان خواہوں، زندان میں دھوپ اور سایوں کی ستیزہ کاری، فصل راینکوں میں محرمیوں کی آگ،

درست ہوں اور وہ منگولوں کا مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں اسکی مدد کرے۔ ان دو قاصدوں کے آنے اور نئے خلیفہ بغداد الظاہر بامر اللہ کی طرف سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے سلطان جلال الدین بید خوش ہوا۔ وقت ضائع کیے بغیر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے قاضی مجیر الدین کو ایک خلعت دیکر تجدید تعلقات کے لئے خلیفہ بغداد الظاہر بامر اللہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن بد قسمتی اور سوئے اتفاق کہ جو نئی قاضی مجیر الدین سلطان جلال الدین کا پیغام لیکر بغداد میں داخل ہوا خلیفہ بغداد مر گیا اور اسکی جگہ بغداد کا نیا خلیفہ بنا جس نے سلطان کیساتھ تعلقات بڑھانے میں کوئی دلچسپی نہ لی جسکی وجہ سے قاضی مجیر الدین ناکام اور بے نیل و مران سلطان جلال الدین کے پاس آگیا اس موقع پر اگر نیا خلیفہ بغداد بھی سلطان جلال الدین کی طرف دوستی اور برادرانہ تعلقات کے لئے پیش قدمی کرتا تو یقیناً ”منگولوں کیساتھ نپٹنے میں سلطان کو آسانی رہتی اور چنگیز خان کا بیٹا چغتائی جو دریائے جیہوں کے اس پار کے سارے علاقے پر قبضہ کر کے جو تک کی طرح اس سارے علاقے کا خون چوس رہا تھا وہ ان علاقوں سے بھاگ کر صحرائے گوبی کی طرف جانے پر مجبور ہو جاتا۔

جن دنوں سلطان جلال الدین نے اپنے سارے لشکر کیساتھ آذر بائیجان میں قیام کر رکھا تھا۔ سلطان کو تین بری خبریں ملیں۔ پہلی خبر گرجستان کے متعلق تھی اور وہ یہ کہ سلطان نے اپنے ایک سردار کاک خان کو اپنے لشکر کے لئے رسد اور خوراک کا سامان جمع کرنے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ کاک خان اپنے دستوں کے ساتھ رات کے وقت گرجستان میں بحر خزر کے قریب واقع جھیل تیاخ کے کنارے پڑاؤ کیا ہوئے تھا۔ کہ گرجستان کے باغیوں نے اس پر شب خون مارا ان میں سے اکثر کا قتل کر دیا باقی کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

دوسری بری خبر یہ تھی کی ایک باغی گرجستان سردار جکا نام بہرام تھا۔ سلطان کی گذشتہ مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر شہر گنجه کے قرب و جوار میں لوٹ مار برپا کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ لوگ اس سے تنگ اور تاللاں تھے اور سلطان کے پاس وند پر وند بہرام کی شکایات لے کر آرہے تھے۔

تیسری خبر جو سلطان کو ملی وہ یہ تھی کہ شہر اخلاط اور اسکے نواحی علاقوں کے حاکم

جنگ کے دوران وہ بری طرح زخمی ہو چکی ہے لہذا طیان تو میرے ساتھ چل اپنے خیمے میں لا اور اسکی تیار داری کر، اس پر طیان بھاگتی ہوئی اس طرف گئی اسکا گھوڑا بندھا ہوا تھا گھوڑے کو اس نے لگام چڑھائی زین کسی پھر ایک جست اٹھ وہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور اورخان کے قریب آکر وہ کہنے لگی چلے۔ وہ اس کہاں ہے اس پر اورخان کہنے لگا بس تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ اس کے ساتھ ہی نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی تھی۔ طیان بھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر پیچھے جاری تھی۔

اورخان اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا ایک ایسی جگہ رکا جہاں سلطان جلال الدین ہانوں کا سپہ سالار دونوں کھڑے تھے۔ اور ان کے سامنے زخمی حالت میں پاسبانوں کا سپہ سالار کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس موقع پر سلطان جلال الدین نیچے بھٹکے اور پیار میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگے۔ میری کر تم زیادہ زخمی ہو تو تمہیں لے جانے کے لئے کبھی کا بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ اس موقع پر نا اور طیان دونوں میاں بیوی اپنے گھوڑوں سے اترے پھر طیان سلطان جلال کو مخاطب کرتے ہوئی کہنے لگی۔

سلطان محترم! جب میں ہوں تو میرے ہوتے ہوئے کبھی لانے کی کیا ضرورت میں اپنی بہن کو خود اپنے کندھوں پر اٹھا کے لے جاسکتی ہوں۔ طیان کے اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار اور سلطان جلال الدین دونوں نے تحسین آمیز انداز ان کی طرف دیکھا پھر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا طیان میری بہن میں ماری بہن کے زخموں کی مرہم پٹی کر دی ہے اسکی دونوں ٹانگوں پر تیر لگے ہیں جو لر زخموں پر مرہم پٹی عارضی طور پر کر دی گئی ہے۔ میں تو اسے اپنے خیمے میں لے لگا تھا لیکن اورخان نے مجھے روک دیا تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ اسے طیان ہی لے گی۔ اس پر طیان نے کہا اورخان کا فیصلہ بالکل درست ہے۔ یہ میری بہن ر اپنی بہن کو میں خود ہی سنبھالوں گی اس کے ساتھ ہی طیان آگے بڑھی بڑی آسانی ر اس نے پاسبان کی بیوی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا پھر خاموشی سے اس کے کان میں

اور اندھیروں کی دیوار کے سرد سینے پر ہر محاذ پر جبر سے ٹکرا جانے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ جبکہ جھیل کے مغربی کنارے کے باغیوں پر پاسبانوں کا سپہ سالار دل کے افق سے اٹھ کر سانوں میں دکھ کی پکار بھر دینے والی صداؤں، ہواؤں میں اڑتے موت کے ہیولوں اور آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندے میں رقصاں غصیل روحوں کی طرح نرزدل کر گیا تھا۔

سلطان جلال الدین اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس شب خون نے لمحوں کے اندر باغیوں کی حالت پر بریدہ مسافر فاختاؤں، بے آب چشمے کی اداسی، تفرہ دہن، ٹوٹے خوابوں کی دھیموں، جسم پر کوڑے برساتی تیز ہواؤں میں آنسوؤں کی بارش جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ جلد ہی جنوب کی طرف سے خود سلطان جلال الدین مشرق کی طرف سے اورخان اور مغرب کی طرف سے پاسبانوں کے سپہ سالار نے باغیوں کو بری طرح پیستے ہوئی انکا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا۔



جس وقت گرجستان کے باغی لشکر کا جھیل تیارخ کے تینوں کناروں پر مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا تو اورخان اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں اس کے لشکر میں شامل عورتوں کے خیمے نصب تھے۔ اورخان جب طیان کے خیمہ میں آیا تو شاید طیان اسے دور سے ہی آتا ہوا دیکھ چکی تھی لہذا

جونہی اورخان خیمہ کے قریب آیا۔ طیان بھاگتی ہوئی خیمہ سے نکلی اور جب اس نے دیکھا کہ اورخان کا لباس بری طرح خون آلود ہو رہا ہے تو وہ بڑی فکر مند ہوئی بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اورخان کا بازو پکڑے ہوئے اس نے بڑے تجسس، بڑے پیار بڑی پریشانی میں پوچھا آپ خیریت سے تو ہیں آپکا لباس اس قدر خون آلود کیوں ہو رہا اس پر اورخان مسکراتے ہوتے بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان جنگ میں ایسا تو ہوتا ہی ہے مجھے کچھ نہیں ہوا میں خیریت سے ہوں تو ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چل دیکھ پاسبانوں کے سالار نے اپنی بیوی کو جنگ میں حصہ لینے سے منع کیا تھا لیکن اس نے اس جنگ میں اس کے پہلو بہ پہلو حصہ لیا اور

ہوئے۔ اور خان کو دیکھتے ہی الجائی پھر اپنے چہرے کو سرخ نقاب سے ڈھانپنا چاہا۔ موقعہ پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
دیکھ الجائی اب تمہیں اور خان سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح میری بہن ہے اسی طرح تو اور خان کی بہن ہے اب تو وہ وقت بھی عنقریب آنے ہے جب میں بھی اور خان کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دوں گا اور اسے کہ میں کون ہوں۔ زندگی کا سفر میں نے کہاں سے شروع کیا اور منگولوں کے حرکت میں آنے کے لئے میں نے کیا کیا جتن کیے ہیں۔ اس پر الجائی بیچاری نے تے مسکراتے ہوئے اپنا نقاب ایک طرف رکھ دیا۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ رہی ان دونوں کے قریب آکر بیٹھ گئے پھر چاروں خوشگوار ماحول میں خشک پھل لوٹ کھانے لگے تھے۔



باغیوں کو جھیل تیاخ کے کنارے بدترین شکست دینے اور پھر انکا مکمل طور پر کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے چند روز تک جھیل کے کنارے اپنے لشکر اتھ پڑاؤ کیے رکھا اس دوران پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی الجائی کے زخم ٹھیک لئے تھے اسکے بعد سلطان جلال الدین نے جھیل تیاخ کے قریب ہی گرجستانوں ایک بہت بڑے شہر لوری کا رخ کیا۔

کیونکہ باغی اکثر و بیشتر اس لوری شہر کو ہی اپنا حصار بنا کر سلطان جلال الدین خلاف بغاوت کھڑی کرتے رہے تھے۔ لہذا سلطان نے فیصلہ کیا کہ لوری پر قبضہ کیا جائے اور لوگوں نے اگر محصور ہو کر سلطان کا مقابلہ کیا تو شہر کو فتح کرنے کے بعد اسکی لیں گرا دی جائیں گی۔

سلطان جلال الدین جو غنی اپنے لشکر کیساتھ لوری شہر کے قریب آیا تو اہل شہر کو لے ہی سلطان جلال الدین کے ہاتھوں جھیل تیاخ کے کنارے گرجستانی باغیوں کی مت اور انکے قتل عام کا علم ہو چکا تھا لہذا جو غنی سلطان جلال الدین شہر کے سامنے دار ہوا۔ شہر کے حکمران اور معززین نے شہر کے دروازے کھول دیے۔ سلطان کی

سرکوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔ الجائی میری بہن تم بڑی بہادر، بڑی دلیر، بڑی شجاع اور ہو۔ حوصلہ رکھو۔ اسکے ساتھ ہی طیان نے الجائی کو اٹھا کر اپنے گھوڑے پر بٹھایا پھر خود بھی اپنے گھوڑے پر الجائی کے پیچھے بیٹھی اور گھوڑے کو اس نے ایڑ لگا دی تھی۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے طیان اپنے خیمے کے پاس آئی گھوڑے کو اس نے باہر باندھا۔ الجائی کو زین سے اتار کر وہ خیمہ میں لائی پھر اس کے کان پر بڑے پیار سے سرکوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔ الجائی میری بہن اس وقت تو اپنی بہر طیان کے خیمہ میں ہے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے۔ اس پر الجائی فوراً حرکت پر آئی اور اپنے چہرے پر ڈالا ہوا سرخ رنگ کا نقاب اس نے ہٹا دیا تھا۔ الجائی نام پاسبانوں کے سپہ سالار کی وہ بیوی انتہا درجہ کی خوبصورت انتہا درجہ کی پرکشش پر جمال اور بہترین شخصیت کی مالک تھی۔

الجائی نے جب اپنے چہرے سے سرخ رنگ کا نقاب ہٹا دیا تو طیان نے ایک پیالہ مشروب کا پینے کو دیا۔ پھر وہ خشک پھل اور میوے اور بھنا ہوا گوشت ایک ٹھنڈے میں سجا کے لائی اور الجائی کے سامنے رکھتی ہوئی کہنے لگی۔ الجائی تم یہ کھاؤ تمہارے زخم دیکھ کر انکی صحیح مرہم پٹی کرتی ہوں۔ اس پر الجائی طیان کی طرف دیکھ ہوئے مسکرائی اور کہنے لگی۔

دیکھ طیان میری بہن تو میرے زخموں کی مرہم پٹی سے فارغ ہو پھر دونوں ہاتھ اکٹھے بیٹھ کر کھائیں گی۔ اس پر طیان حرکت میں آئی جلدی جلدی مرہم پٹی کا سامان اس نے الجائی کے پاس رکھا پھر جو پٹیاں الجائی کے اسکے شوہر نے باندھی تھیں وہ اتاریں زخموں کو اچھی طرح پانی میں سفوف ڈال کر صاف کیا پھر اس نے دلجمعی کیساتھ الجائی کے دونوں زخموں پر پٹی باندھ دی اس کے بعد الجائی کا ہتھکڑیا ہٹے کہنے لگی الجائی میری بہن زخم کوئی خاص گہرے نہیں میرے خیال دو تین دن تک بالکل ٹھیک ہو جائیگے فکر مند ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اب تو میرے ساتھ بیٹھ کے کچھ کھاؤ۔ منہ بند رکھ کے تو گزارا نہیں ہو گا۔ اور الجائی مسکرائی اور وہ طشت میں رکھے ہوئے میووں اور خشک گوشت کی طرف بڑھانے ہی لگی تھی کہ اس وقت خیمہ میں اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار

شروع میں ہی سلطان جلال الدین کو مختلف حادثات اور واقعات پیش آئے۔ پہلا ذہ الجبل کے حکام امفید کی طرف سے تھا۔ جن دنوں سلطان جلال الدین نے اخلاط محاصرہ شروع کیا تھا حاکم الجبل امفید کا برادر نسبتی اتر خان سلطان جلال الدین کی مت میں حاضر ہو اور سلطان پر اس نے یہ انکشاف کیا کہ اسکا برادر نسبتی جو الجبل کا لم ہے وہ بھی درپردہ سلطان جلال الدین کے بدترین دشمن قتل خان کیساتھ ملا ہوا

حقیقت ایسی نہ تھی حاکم الجبل امفید قتل خان کے ساتھ ملا ہوا نہیں تھا بلکہ خان خود بڑا تنگ دل حاسد اور کدوھی تھا اور وہ اپنے بہنوئی امفید کو دل سے برا تا تھا اسلئے اس نے اپنے عزیز کے خلاف کان بھرنا شروع کیے۔ اتر خان کی گفتگو سلطان بدگمان ہو گیا لہذا اپنے لشکر کا ایک حصہ سلطان جلال الدین نے حاکم الجبل امفید کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ لشکر کے اس حصہ نے امفید کو گرفتار کر لیا اور سلطان نے اسے قید میں ڈال دیا۔

امفید کو سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اور اسکو الجبل میں ہی گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا تھا لہذا سلطان لال الدین کی طرف امفید نے پیغام بھیجا کہ آپ کسی قابل اعتماد درباری کو روانہ کریں کہ مجھے آپ سے کچھ گزارشات کرنا ہیں۔ سلطان نے اپنے کاتب ابن احمد کو لایا کہ وہ امفید سے قید خانے میں جا کر ملے۔

سلطان کا کاتب ابن احمد جب امفید سے ملا تو امفید نے ابن احمد کو بتایا کہ ان نے جو کچھ میرے خلاف سلطان کو بتایا ہے وہ سراسر غلط ہے یہ شخص خود بڑا نٹ اور بدنیت ہے۔ جس نے خواہ مخواہ سلطان سے غلط بیانی کر کے سلطان کو مجھ بدگمان کر دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس اتر خان نے مجھ سے سلطان کے نام پر کئی مرتبہ بڑی بڑی اہتیاہیں اور مجھ سے کہا کہ وہ سلطان جلال الدین کی مدد کرنا چاہتا ہے کیونکہ ان منگولوں کیخلاف برسرپیکار ہے لیکن وہ رقم اس نے سلطان کو نہیں دی بلکہ خود اکرمیا چونکہ اتر خان ڈرتا ہے کہ اسکی غداری اور بددیانتی کا راز افشاں ہو جائے

خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ اپنے شر کو ان باغیوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیں گے جو سلطان سے سرتابی کرنے کی کوشش کریں۔ سلطان جلال الدین نے لوری شرمیں ہی قیام کیا اسکے بعد وہ مگر جستان کے نواح میں لوٹ مار کرنے والے باغی بہرام کی سرکوبی کے لئے کوچ کر گئے تھے۔



دوسری طرف بہرام نام کے اس باغی کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین اسکی سرکوبی کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے تو وہ اپنے اس قلعہ میں محصور ہو گیا جسکا نام بھی اس نے بہرام رکھا ہوا تھا۔ سلطان جلال الدین بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا شکین، شکین سے علیا آباد پھر کاک اور کوارین کے قلعہ جات کو سر کرتے ہوتے بہرام نام کے قلعہ کے سامنے جانمودار ہوا۔

قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے جب قلعہ پر جان لیوا حملے کرنے شروع کئے تو قلعہ کے اندر محصور باغی بہرام گھبرا اٹھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ اگر دو ایک روز تک اسی طرح سلطان جلال الدین قلعہ پر حملہ آور ہوتا رہا تو وہ اور اسکے لشکری ضرور قلعہ کی فسیل پر چڑھنے کے بعد قلعہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائینگے لہذا قلعہ کا دروازہ کھول کر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان سے معافی مانگی اور بھاری تاوان ادا کر کے جان بخشی طلب کی۔ سلطان نے رحمی سے کام لیتے ہوئے۔ بہرام کو معاف کر دیا۔ سلطان نے چند روز تک قلعہ بہرام میں قیام کیا اسکے بعد نجوان سے ہوتا ہوا اخلاط کی طرف بڑھا تھا کیونکہ اخلاط کا حاکم ملک الاشرف درپردہ سلطان جلال الدین کے بدترین دشمن قتل خان سے ملا ہوا تھا۔ لہذا سلطان جلال الدین ہر حال میں حاکم اخلاط کی سرکوبی کرنا چاہتا تھا تاکہ آنے والے دنوں میں اخلاط کا حاکم ملک الاشرف قتل خان سے ملکر سلطان کے لئے کسی قسم کا خطرہ ثابت نہ ہو لہذا سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر اخلاط شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس محاصرہ

اسلئے اس نے میرے خلاف سلطان کو بدگمان کر دیا ہے۔

سلطان جلال الدین کے کاتب نے واپس آکر اصفید کے کسے ہوئے یہ سارے واقعات سلطان کی خدمت میں بیان کر دیئے سلطان نے جب یہ حالات سنے تو اسے اصفید کی حالت پر بڑا دکھ اور افسوس ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ تاہم سلطان جب اترخان کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہی تو اترخان سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان کے قدموں پر گر پڑا معافی مانگی اور گزارش کی کہ سلطان اسے اپنے لشکر میں شامل کر لے لہذا سلطان نے اترخان کو معاف کرتے ہوئے اسے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔

اخلاط کے محاصرہ کے شروع میں ہی سلطان کو جو دوسرا واقعہ پیش آیا وہ کچھ یوں تھا کہ سلطان جلال الدین کے والد سلطان علاؤ الدین کی زندگی میں ہی چنگیز خان نے قلعہ قارون پر حملہ آور ہو کر تمام خوارزمی شہزادوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ سلطان کی بہن اور اورخان کی منگیتر جسکا نام خان سلطان تھا اسکی شادی چنگیز خان کے عزیز دوشی خان سے ہو گئی تھی۔ جس وقت سلطان جلال الدین نے اخلاط شہر کا محاصرہ کیا دردمند بہن نے اپنے جانباز بھائی کو کہلا بھیجا کہ میرا خاوند دوشی خان آپکی بہادری اور عسکری مہارت کا بڑا قدردان ہے وہ اکثر آپکے کارناموں کو سراہتا رہتا ہے۔ اور اس حد تک آمادہ ہے اگر آپ خواہش مند ہوں تو دریائے جیہوں کو سرحد قرار دیکر ادھر کے سارے علاقے واگزار کرا دے اگر آپکو اس تجویز سے اتفاق ہو تو آپ مجھے پیغام بھجوائیں تاکہ میں اپنے خاوند کے ذریعہ منگولوں سے اس کی منظوری حاصل کر لوں گی لیکن اگر عسکری لحاظ سے آپ اتنے مضبوط ہوں کہ سلطان مرحوم کی رسوائی کا انتقام منگولوں سے لے سکیں تو پھر ایسی درخواست کرنا یقیناً ”رسوائی کا باعث ہو گا۔ اس قاصد نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی بتایا کہ دوشی خان کو اپنی بیوی خان سلطان کی اتنی خاطر مدارت منظور ہے کہ اس نے اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھا سکتی ہے اور اسلامی تعلیم دے سکتی ہے۔ تاکہ وہ بڑے ہو کر اپنی والدہ کے دین سے نا بلند نہ رہیں۔ ہر چند سلطان کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا لیکن سلطان اخلاط کی مہم میں کچھ ایسا مصروف تھا کہ وہ اسکے عواقب اور انجام

کر سکا اور اسطرح یہ ذریں موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔

تیسرا واقعہ جو محاصرہ کے شروع میں پیش آیا وہ شام کے ایک حصہ کے حکمران الدین کی طرف سے تھا۔ رکن الدین ماضی میں اخلاط کے حاکم ملک الاشرف کا دوست اور سلطان کا بدترین حریف و دشمن تھا جب اس نے دیکھا کہ سلطان کا عروج پر ہے۔ ہر میدان میں وہ فتح یاب ہو رہا ہے روز بروز اسکا حلقہ اثر وسیع وسیع تر ہوتا جا رہا ہے تو اس نے چاہا کہ ملک الاشرف سے تعلقات منقطع کر کے ان سے رشتہ قائم کر لینا چاہیے۔

چنانچہ رکن الدین نے اپنے ایک درباری طبیب جسکا نام شرف الدین تھا۔ کو کرنے کے لئے سلطان کی طرف روانہ کیا۔ جب طبیب شرف الدین سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے باکشادہ پیشانی اسے خوش آمدید کہا اور رکن الدین جذبہ دوستی اور خیر خواہی کو بنظر احسان دیکھا اسکے بعد سلطان جلال الدین نے رکن الدین کی اطاعت کو قبول کرتے ہوئے اسکے طبیب شرف الدین کو تحائف دیکر دست کیا۔

طبیب شرف الدین کی واپسی پر رکن الدین نے سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہونے کا پروگرام بنایا تاکہ ذاتی ملاقات کر کے ان تعلقات میں مزید یگانگت کا بھروسہ اور نیز ان کو تاہیوں کی تلافی کر سکے جو الاشرف کی ہمنوائی کی وجہ سے اہو گئی تھی۔ لہذا سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے رکن الدین شام سے روانہ ہوا۔

رکن الدین جب سلطان جلال الدین کے لشکر میں پہنچا تو اس وقت سلطان اخلاط شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور جنگ اپنے عروج پر تھی سلطان نے بڑی گرجوئی سے رکن الدین کو اپنے لشکر میں خوش آمدید کہا رکن الدین سے سلطان گلے لگا کر چند یوم تک رکن الدین نے سلطان کے لشکر میں قیام کیا اور جتنا عرصہ رکن الدین سلطان کے پاس ٹھہرا رہا سلطان اس سے احترام، عزت اور شفقت سے پیش آتا رہا۔ جب رکن الدین واپس ہوا تو سلطان نے اسے بیش قیمت خلعت سے نوازا کیونکہ سلطان اخلاط کا محاصرہ کیے ہوئے اور اسے اس مہم کے سر کرنے کے لئے ہر قسم کی

امداد کی ضرورت تھی اسلئے رکن الدین نے اس موقع پر سلطان جلال الدین کو سامان رسد اور ہتھیاروں کے علاوہ منجھتیس بھی فراہم کی تھیں۔

چوتھا واقعہ جو محاصرہ اخلاط کے شروع ہی میں پیش آیا وہ یہ کہ سلطان کا ایک بیٹا جسکی عمر تین برس کی تھی۔ جسکا نام تقام شاہ تھا اور جو لشکر ہی میں سلطان کے ساتھ تھا اچانک فوت ہو گیا۔ سلطان کو اس بچے سے بڑی محبت تھی اسے اسکی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اس خلاء کو پر کرنے کے لئے سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سردار اخش ملک کے بیٹے دوش خان کو اپنا متبنا بنا لیا تھا۔

پانچواں واقعہ جو محاصرہ اخلاط کے دوران پیش آیا وہ یہ کہ دربار خلافت سے ایک وفد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلیفہ بغداد کا یہ پیغام سنایا کہ بدر الدین حاکم موصل، مظفر الدین حاکم ارتیل، شہاب الدین سلطان شاہ سردار بویہ اور عماد الدین پهلوان حکام ہزار اسپ کو متوسلین خلافت میں شمار کیا جائے چونکہ ماضی میں یہ لوگ سلطان جلال الدین کے باپ سلطان علاؤ الدین کے ماتحت خیال کیے جاتے تھے اور انکے علاقوں میں سلطان علاؤ الدین ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا لہذا خلیفہ بغداد نے سلطان جلال الدین کو یہ پیغام سنایا تھا کہ ان لوگوں کے علاقے میں خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا جانا چاہیے۔ سلطان جلال الدین نے خلیفہ بغداد کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور توثیق معاہدہ کے لئے اپنے حاحب خاص بدر الدین کو بغداد روانہ کیا۔

خلیفہ بغداد نے سلطان کے اچلی بدر الدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور جب وہ واپس ہو تو تین عدد خلحیں جن میں سے ایک سلطان کے لئے اور دو اسکے سرداروں کے لئے تھیں۔ ایک وفد کی معیت میں سلطان کے پاس روانہ کیں۔ سلطان نے خلیفہ بغداد کی دی ہوئی ایک خلعت اپنے پاس رکھی دوسری اور خان کو اور تیسری پاسباؤں کے سپہ سالار کو عنایت کی۔

چونکہ ابھی تک خلیفہ بغداد کو عالم اسلام کا روحانی پیشوا سمجھا جاتا تھا اسلئے اس عطاء خلعت سے سلطان کو حد درجہ مسرت ہوئی جب اس نے اپنے سارے لشکریوں کے سامنے اس خلعت کو زیب تن کیا تو تمام حاضرین نے سلطان کو ہدیہ تحریک پیش کیا۔ حق یہ ہے کہ سلطان ان دنوں جن حالات سے گزر رہا تھا ان کے پیش نظر دربار

خلافت سے عطاء خلعت سے سلطان کے احترام میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور بہت سے رقیب حکمرانوں کی جو سلطان کو دربار خلافت کی ناپسندیدگی کا طعنہ دیتے تھے زبانیں بند ہو گئیں تھیں۔

پانچواں واقعہ جو محاصرہ اخلاط کے دوران نمودار ہوا وہ یہ کہ سلطان جلال الدین کے باپ سلطان علاؤ الدین نے بحر خزر کے ایک چھوٹے سے جزیرے میں وفات پائی فی اور وہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ محاصرہ اخلاط کے دوران سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سردار مقرب الدین کو لشکر کے چند دستوں کیساتھ اس جزیرے کی طرف روانہ لیا اور حکم دیا کہ سلطان علاؤ الدین کی میت کو نکال کر لائے اور اصفہان میں لا کر فن کرے۔ مقرب الدین کو سلطان علاؤ الدین کی میت لانے کے لئے روانہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے حاکم اصفہان کو پیغام بھجوایا۔

کہ سلطان علاؤ الدین مرحوم کی میت کی پزیرائی اور تدفین کا مناسب اور شایان شان بندوبست کیا جائے۔ چنانچہ جب سلطان علاؤ الدین کی میت لائی گئی تو اسے درے اعزاز و احترام کیساتھ دفن کیا گیا اور مقبرے کے قریب ہی سلطان کی یادگار ل ایک مدرسہ قائم کر دیا گیا۔

بہر حال یہ واقعات اس وقت رونما ہوئے جب سلطان جلال الدین نے بڑے ورشور سے اخلاط شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ شہر میں کھانے پینے کی چیزوں سخت قحط پڑ گیا لوگ بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ ڈور ڈنگر جانور موسیٰ سبھی بیٹ کے دوزخ کا اندھن بن چکے تھے اور کتوں بلیوں اور چوہوں تک فوت پہنچ گئی تھی۔ قرب و جوار کے تمام مسلمان حکمرانوں سے اہل اخلاط نے باری باری اپیل کی فی اور ان کے لئے سلطان سے معافی اور درگزر کی درخواست کریں۔

بعض لوگوں نے اس معاملہ میں کچھ سلسلہ جنبانی بھی کی تھی۔ لیکن سلطان کے ہاں کسی کو بھی پزیرائی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ دربار خلافت سے جو وفد سلطان کے لیے خلعت لے کے آیا تھا اس نے بھی رحم کی اپیل کی لیکن سلطان نے کسی کی بھی ت کی پرواہ نہ کی۔ اسلئے کہ قتل خان سلطان کا بدترین دشمن تھا۔ اور یہ کہ اس نے صرف سلطان کو ولی عہدی سے محروم کیا بلکہ جب سلطان علاؤ الدین نے جلال

ہوں نے سلطان کو چڑھانے کے لئے سلطان کو گالیاں دینی شروع کیں اور بد زبانی کی لی وجہ سے سلطان نے شہر کے محاصرہ میں اور زیادہ سختی پیدا کر دی تھی۔

اخلاط شہر کے محاصرہ کے دوران ایک رات ایک بڑھیا سلطان کی خدمت میں ضرر ہو کے کہنے لگی کہ اسے اخلاط شہر کے حاکم ملک الاشرف کے کاتب ذکی عجمی نے لئے روانہ کیا ہے کہ اگر سلطان جلال الدین پانچ ہزار دینار بطور حق الخدمت کے ادا کرنے پر آمادہ ہوں تو وہ ملک الاشرف کی سپاہ کو اس امر پر آمادہ کر سکے گا کہ ملک اشرف کا ساتھ چھوڑ دیں اور شہر کے دروازے کھول دیں۔

جس وقت یہ بڑھیا سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت سلطان جلال الدین کے پاس اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالاروں کے علاوہ سلطان کا یہ شرف الملک کاتب ابن احمد اور جب حاجب بدر الدین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس واقعہ پر سلطان جلال الدین کے کاتب ابن احمد نے سلطان جلال الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم بڑھیا کی یہ بات قطعاً غلط ہے چونکہ ایک شہر کی آزادی کے لئے چھ ہزار دینار کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس بڑھیا کو کوئی رقم نہ دی جائے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ساتھ دھوکہ کر رہی ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے کہا۔ اس بڑھیا کو ایک ہزار دینار پیشگی دینے میں کوئی رنج نہیں اگر یہ جھوٹ بول رہی ہے تو ایک ہزار دینار سے اسکی مدد ہو جائیگی۔ شاید اس سے یہ اپنا کوئی رکاوٹ نکال لے اور اگر اس نے یہ کام کر دکھایا تو باقی رقم سے بعد میں دیدی جائیگی۔ بہر حال سلطان جلال الدین نے رحمہ سے کام لیتے ہوئے اس بڑھیا کو ایک دینار ادا کر دیا لیکن بڑھیا نے دھوکہ دہی سے کام لیا۔ اسے حاکم اخلاط ملک الاشرف کے کاتب ذکی عجمی نے روانہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنے ہی طور پر رقم لینے آئی تھی۔ بہر حال سلطان نے بڑھیا کی اس غلطی کو درگزر کیا۔

سلطان جلال الدین نے اخلاط شہر کا محاصرہ جاری رکھا ہوا تھا کہ اسے دو انتہائی نئی خبریں ملیں۔ پہلی خبر یہ کہ منگولوں کا سپہ سالار چارمغان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے جیہوں کو عبور کرنے کے بعد آذربائیجان کی طرف بڑھا تھا شاید اسکا

الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو تھلخ خان نے جلال الدین کو ولی عہد ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ لہذا ہر وہ شخص جو تھلخ خان سے رابطہ یا تعلقات رکھے ہوئے تھا اسے سلطان کسی بھی صورت معاف کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اخلاط شہر کے محاصرہ کے دوران میں جب شہر کے لوگ درجہ مایوس اور تنگ آ گئے تو ایک دن اخلاط شہر کا ایک بہترین جنگجو اور پہلوان جسکا نام مجیر الدین تھا وہ فیصل شہر پر نمودار ہو اور سلطان کو مخاطب کیا اور کہا آپ نے خواہ مخواہ جھوٹے وقار کی خاطر ہزاروں بندگان خدا کی جان مصیبت میں مبتلا کر رکھی ہے۔ اگر کسی شخص نے آپ کے خلاف کوئی غیر دانشمندانہ جسارت کی بھی ہے تو آپ اسکی پاداش میں عوام کو کیوں دکھ پہنچا رہے ہیں۔ چونکہ آپ نے ہماری کسی بھی التجا کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور اپنی ضد پر اڑے رہے ہیں تو میری رائے یہ ہے کہ آپ بجائے بے گناہوں کو دکھ دینے اور بھوکوں مارنے سے بہتر ہو گا کہ میں اور آپ دونوں لشکروں کے سامنے انفرادی جنگ لڑیں۔ اگر آپ مقابلہ جیت گئے تو شہر پر آپکا قبضہ تسلیم کر لیا جائیگا۔ اگر میں مقابلہ جیت گیا تو آپ اپنے لشکر کیساتھ محاصرہ اٹھا کر چلے جائیے گا۔

سلطان جلال الدین بھلا کب چوکنے والا تھا فوراً آمادہ ہو گیا اور طے پایا کہ کل صبح فیصل شہر سے باہر دو دو ہاتھ ہونگے۔ دوسرے دن صبح جب سلطان مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے روانہ ہونے لگا تو اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے علاوہ لشکر میں شامل دیگر امراء اور سالاروں نے راستہ روک کر سلطان سے گزارش کی کہ ایسے گناہ آدمی سے مقابلہ کرنا ہم لوگ کیسے گوارا کر سکتے ہیں جو کسی لحاظ سے سلطان کا مد مقابل نہیں ہے۔

ہر چند سالاروں اور امراء نے زور مارا کہ سلطان کو اس گناہ شخص کیساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نہیں جانا چاہئے لیکن سلطان نے ان میں سے کسی کی بات پر کا نہ دھرا اور چند سپاہیوں کو لیکر فیصل پر جا پہنچے۔ مجیر الدین جس نے گذشتہ دن سلطان جلال الدین کو مقابلہ کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سلطان جلال الدین بلا جراتمند دلیر اور ایک بے مثل تیغ زن ہے لہذا وہ حوصلہ ہار بیٹھا۔ مقابلہ کے لئے تو سامنے نہ آتا چند سپاہی فیصل پر متعین کر دیے۔ جب سلطان مقررہ مقام پر پہنچا

بعد اندرون شہر لے جایگا اور شہر کے دروازے انکے ذریعہ سے کھلوانے کی کوشش کریگا۔ سلطان اس پر رضامند ہو گیا لہذا اسماعیل ایوانی سلطان کے کچھ دستوں اپنے ساتھ لے کے گیا اور رسیوں کے ذریعہ اس نے سلطان کے اس حصہ کے گوشہ کی فصیل پر چڑھا کر شہر میں اتار دیا جو لشکر شہر میں اترا تھا اسکی کمانداری ان جلال الدین کا ایک سالار اتر خان کر رہا تھا۔

جس وقت اتر خان کی کمانداری میں کام کرنے والے سلطان جلال الدین کے دل کو اسماعیل ایوانی لیکر اخلاط شہر میں داخل ہو گیا تب سلطان جلال الدین کے پر اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی حرکت آئے اور رسی کی جن میڑھیوں کے بہ سے اسماعیل ایوانی سلطان کے دستوں کو فصیل پر چڑھا کر شہر میں لے گیا تھا انہی دن کے ذریعہ سے اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی اپنے اپنے لشکر کو لیکر شہر کی فصیل پر چڑھ گئے اور رات ہی رات انہوں نے بڑی رازداری کیساتھ شہر کی فصیل کے اوپر حاکم شہر کے جس قدر لشکر پہرہ دے رہے تھے ان سب کو قتل کر اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شہر کی فصیل اور اسکے تمام برجوں پر قبضہ لیا تھا۔

دوسرے روز شہر کے محافظ دستے کو جب پتا چلا کہ سلطان جلال الدین کے کچھ بی کسی نہ کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو انہوں نے ان جلال الدین کے ان دستوں پر حملہ کر دیا تھا جو اتر خان کی سرکردگی میں شہر میں داخل ہوئے تھے۔ اخلاط شہر کے اندر جو لشکر شہر کی حفاظت پر مامور تھا اسکی تعداد ان کے متحدہ لشکر سے کافی زیادہ تھی۔ لہذا اس لشکر نے لمحوں کے اندر شہر میں داخل ہونے والے سلطان کے لشکریوں کا گھیراؤ کر لیا۔

اس صورتحال میں سلطان کے ان لشکریوں کی جان پر بن گئی اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ اتر خان کے تحت کام کرنے والے سلطان کے ان دستوں کی حالت اتنی ناگوار ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ ان تمام دستوں کو شہر کا محافظ لشکر موت کے گھاٹ دیتا کہ حسن اتفاق سے اسی وقت شہر کے محافظ لشکر کی نگاہ فصیل کے اوپر پڑی اور انہوں نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے دو بہترین جرنیلوں یعنی اور خان اور

ارادہ تمیز پر قبضہ کرنے کا تھا دوسری بری خبر یہ تھی کہ سلطان جلال الدین کا بدترین دشمن قتل خان بھی ایک بہت بڑے لشکر کیساتھ ولیم کے دشوار گزار کو بہستانی سلسلوں سے نکلا تھا یہ وہی کو بہستانی سلسلے تھے جن کے اندر قتل خان نے اپنے لئے پناہ گاہیں بنائی تھیں اور اب وہ ان پناہ گاہوں سے نکل کر اس شاہرہ پر چڑھا تھا جو اصفہان کو جاتی تھیں کیونکہ سلطان جلال الدین اکثر بیشتر اصفہان شہر کو ہی اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنائے رہے تھا لہذا شاید قتل خان اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اسے اپنے سامنے کمزور اور نہتا کر دینا چاہتا تھا۔

یہ دونوں خبریں یقیناً سلطان جلال الدین اور خان پاسبانوں کے سپہ سالار سلطان کے دیگر امراء کے لئے انتہائی روح فرسا تھیں۔ دوسری طرف اخلاط شہر کا محاصرہ جو طول پکڑتا جا رہا تھا سلطان اسے بہت جلد سمیٹ دینا چاہتا تھا۔ لہذا سلطان پہلے کی نسبت زیادہ تندہی اور تیزی کیساتھ اخلاط شہر پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ اس موقع پر شاید قدرت بھی سلطان جلال الدین کا ساتھ دینے پر آمادہ تھی۔ لہذا کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے جسکی وجہ سے سلطان اخلاط شہر کو جلد فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ہوا یوں کہ جب اخلاط شہر کا محاصرہ زیادہ طول پکڑ گیا تو شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کا قحط پڑ گیا اور اہل شہر کو جان کے لالے پڑنے لگے۔ اس موقع پر اخلاط کے حاکم ملک الاشرف کے ایک سالار جسکا نام اسماعیل ایوانی تھا اور جو اس محاصرہ سے سخت تنگ آیا ہوا تھا۔ سلطان جلال الدین سے خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔

اپنے نامہ و پیام پیام میں اسماعیل ایوانی نے لکھا کہ اگر سلطان اسے آذربائیجان میں جاگیر عطا کرنے کا وعدہ کریں تو وہ اخلاط شہر کی فتح میں سلطان کی مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔ چونکہ سلطان اخلاط شہر کا زیادہ دیر محاصرہ نہیں کرنا چاہتا تھا اسلئے کہ دو بڑی قوتیں منگول اور قتل خان پیش قدمی کر رہے تھے لہذا سلطان بہت جلد اخلاط کے محاصرہ سے فارغ ہو جانا چاہتا تھا۔ اسکے علاوہ سلطان اس غیر یقینی صورتحال سے تنگ بھی آچکا تھا اسلئے سلطان نے اسماعیل ایوانی کیساتھ عطاے جاگیر کا وعدہ کر لیا۔

اسماعیل ایوانی نے رات کے اندھیرے میں سلطان سے ملاقات کی اور یہ تجویز پیش کی کہ سلطان اپنے لشکر کا کچھ حصہ اسکے ساتھ کر دے جسے وہ فصیل پر چڑھائے

ہاتھ کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے شہر کا حاکم شہر کا حکمران ملک الاشرف شہر کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔

اب سلطان جلال الدین اور اسکے لشکریوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو گئے تھے کہ انہوں نے بہت جلد شہر کے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ شہر کا حاکم ملک الاشرف سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اس قدر زحمت اٹھانے کے وجود سلطان جلال الدین نے فراخ دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک الاشرف کو معاف کر دیا اس طرح اخلاط شہر پر سلطان جلال الدین کا قبضہ ہو گیا تھا۔

اخلاط شہر کے محاصرہ کے دوران ہی سلطان جلال الدین بری طرح بیمار ہو گیا تھا۔ اسی بیماری کے دوران اسے ایک اور بری خبر ملی اور وہ یہ کہ شام کا حکمران رکن الدین جو محاصرہ اخلاط کے ایام میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سلطان سے اس نے اپنے پچھلے معاملات درست کرتے ہوئے اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا اور رسد اور کمک کا بہت سا سامان بھی سلطان کو فراہم کیا تھا۔ اس نے اپنے ایک قاصد کے ذریعہ سلطان جلال الدین کو خبر کی کہ سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور عزت کو دیکھتے ہوئے حلب کے حکمران عزیزی الدین عمر بن علی نے اپنے اطراف کے چھوٹے موٹے حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے اور اس لشکر کے ذریعہ وہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ تاکہ ان علاقوں میں سلطان جلال الدین کی طاقت اور قوت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

شام کے حکمران رکن الدین نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ قس کے حلب کا حکمران عزیزی الدین آپ پر حملہ آور ہونے میں پہل کرے اور آپ کو نقصان پہنچائے آپ کو چاہیے کہ اچانک اسے آئیں اور اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کریں اور اسکے متحدہ لشکر کو منتشر ہونے مجبور کر دیں۔ یہ خبر ملنے پر سلطان نے فوراً اپنا جنگی اجلاس طلب کیا۔ یہ اجلاس سلطان نے اپنے خیمہ میں طلب کیا۔ اس اجلاس میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے علاوہ نیا سالار اترخان سلطان کا وزیر شرف الملک، کاتب ابن احمد، حاجب بدر الدین اور قاضی مجیر الدین شامل ہوئے تھے۔ جب یہ سب لوگ سلطان کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو سلطان جلال الدین بولا اور

پاسبانوں کے سپہ سالار نے تفصیل شہر پر قبضہ کر لیا تھا یہ صورت حال دیکھتے ہوئے شہر کا محافظ دستہ جہاں کسی قدر بد دل ہوا تھا وہاں شہر کے اندر داخل ہونے والے سلطان کے دستوں کو گھیرنے کا عمل انہوں نے بند کر دیا تھا۔

عین اس موقع پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی اپنے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ شہر کے شرقی حصہ پر اورخان اپنے لشکر کیساتھ تفصیل سے اتر کر بلند قامت صنوبروں سے ٹکراتی ہوئی جنوں خیز ہواؤں - خون گھلا دینے والی دہکتی آگ، جسم پر کوڑے برساتی آندھیوں، پر اسرار بے نام خوابوں میں اڑتے مرگ کے خوفناک ہیولوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار غزلی حصہ سے تفصیل سے نیچے اترتا پھر وہ بدن کی تہوں تک اتر جانے والی خون آشام روحوں ہر خود اعتمادی کو منہدم کرتی دہکتی آگ جسم کی خوشحالی روح کی ہریالی کو آنسوؤں کی بارش حسرتوں اور نوحوں کے نفوٹ سانسوں آہوں اور اعصابوں پر طاری ہو جانے والے قضا کے پیغام کی طرح نزول کیا۔

عین اس موقع پر سلطان جلال الدین کے دستوں کو لیکر پہلے شہر میں اترنے والے اترخان نے ایک دانشمندی کا کام کیا اس نے جب دیکھا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بری طرح شہر کے محافظ لشکر کیساتھ الجھ گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے شہر کے محافظ دستوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہوئے اترخان نے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ شہر کا دروازہ کھول دیا۔

شہر پناہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ سلطان جلال الدین بھی اپنے لشکر کیساتھ شہر میں داخل ہوا پھر وہ شہر کے محافظ لشکر پر داستانوں کے رنگین ابواب میں ایسے خوفناک مراحل، تاریکی کی طرح اندھا مٹی کی طرح مطیع کر دینے والی ضرب اور دکھ درد کو زندگی کا بوجھ بنا دینے والی جلیلوں کے لشکاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب اخلاط شہر کے محافظ لشکر پر سامنے کی طرف سے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ضرب لگا رہے تھے جبکہ پشت کی طرف سے سلطان جلال الدین نے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے انکی تعداد بڑی تیزی کیساتھ کم کرنا شروع کر دی تھی۔ آخر سلطان جلال الدین، اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شہر کے محافظ لشکر کا مکمل طور

اوروں سے نبھائی نمٹ سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد اور خان جب خاموش ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میرے بھائی اور خان نے جو تجویز پیش کی ہے۔ میں اس سے ملل طور پر اتفاق کرتا ہوں میرے خیال میں آپ منگولوں اور قتل خان کو ہم دونوں مائیوں کے لئے چھوڑ دیجئے جبکہ اتر خان کو حلب کے حاکم عزى الدین کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیجئے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

سنو میرے بھائیوں میں تم دونوں کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن اتر خان جنگ اتنا تجربہ نہیں رکھتا اسلئے اسے حکمران عزى الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے اکیلا روانہ نہیں کیا جاسکتا۔ سنو میرے بھائی یہ معاملہ تو طے ہے کہ تم دونوں ملکر منگولوں اور قتل خان کا مقابلہ کرو گے لیکن میں تبدیلی یہ کر رہا ہوں کہ خود میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ اتر خان کے ساتھ حلب کے حکمران عزى الدین کے خلاف نکلوں مجھے امید ہے کہ اس پیش قدمی کے دوران میرا بخار اتر جائیگا۔ میں ٹھیک ہو جاؤنگا۔ ہاں اس سلسلہ میں اتر خان میری پوری معاونت کرتا رہیگا میرے متعلق تم دونوں فکر مند نہ ہونا۔ یہ آخری فیصلہ ہے کہ تم دونوں منگولوں اور قتل خان سے ٹکرانے کے لئے یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اتر خان میرے ساتھ کام کریگا۔ اسکے ساتھ ہی وہ جنگی مجلس ختم ہو گئی تھی۔ اور ہر کوئی سلطان کے خیمہ سے نکل گیا تھا۔



اور خان، پاسبانوں کے سپہ سالار کیساتھ جب اپنے خیمہ میں داخل ہو تو خیمہ کے وسط میں بچھے ہوئے گدے کے اوپر طیان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی الجائی دن دونوں بیٹھی نئے لباس سی رہی تھیں۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں ران دونوں کے سامنے بیٹھ گئے تھے پھر اور خان طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ طیان تم دونوں ہمیش اب اٹھ کھڑی ہو یہ سینے دینے کا کام بند کر دو اسلئے کہ دونوں اپنے لشکروں کیساتھ تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اس پر ان نے غور سے اور خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ کوچ کس سمت ہو گا۔ اس

کہنے لگا۔

میرے صاحبو! میرے ساتھیو میرے رفیقو! خدا کا بڑا شکر اور احسان ہے کہ ہم نے اغلاط جیسے شر کو فتح کیا ہے جسکی فیصل ناقابل تسخیر خیال کی جاتی ہے۔ سنو میرے بھائی اس وقت مزید تین مہینے ہمارے سر پر منڈلا رہی ہیں منگولوں کا ایک لشکر دریائے جیسوں عبور کرنے کے بعد تہریز کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ قتل خان اپنے لشکر کیساتھ اپنے ولیم کے کوستانی مستقر سے نکل کر اصفہان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ایک نئی خبر یہ آئی ہے کہ حلب کا حکمران عزى الدین اپنے ہمسایہ حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہمارے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کیا ہے۔ اب ہمیں اپنے سے لشکر کیساتھ ان تینوں قوتوں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس موقع پر اور خان بولا اور جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ بیمار ہیں میں آپ کو مشورہ دوںگا کہ آپ مکمل طور پر آرام کریں جہاں تک منگولوں اور قتل خان کا تعلق ہے تو آپ انہیں میرے اور میرے پاسبان بھائی کے حوالے کر دیں میری تجویز یہ ہے کہ میں اور پاسبان دونوں اپنے لشکروں کو لیکر پہلے منگولوں کی طرف جائیں گے۔ ہمارے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ قتل خان بڑی سست روی سے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے پیش قدمی کر رہا ہے۔ اسلئے کہ اسے خطرہ ہے کہ کہیں سلطان اچانک نمودار ہو کر اس پر شب خون نہ مار دے۔

سلطان محترم مجھے امید ہے کہ میں اور میرا پاسبان بھائی دونوں منگولوں کے سپہ سالار چارمغان کو بدترین شکست دیں گے اور اسے شکست دینے کے بعد ہم قتل خان کا رخ کریں گے اور اسے اصفہان پہنچنے سے پہلے ہی جالیں گے اور اسے بھی مار بھگانے کی کوشش کریں گے۔ اس دوران آپ اپنے لشکر کا کچھ حصہ اتر خان کو دیکر حلب کے حاکم عزى الدین کی طرف روانہ کیجئے۔ یہ اچانک اس پر حملہ آور ہو کر ایسا شب خون مارے کہ اسکے پاؤں تلے سے زمین نکال کر رکھ دے اور اسے ہماری طرف پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ میرے خیال میں اس طرح ہم ان تینوں حملہ

پر اور خان مسکراتے ہوتے کہنے لگا یہاں سے ہم سیدھا دریائے ارس کا رخ کریں گے اسلئے کہ منگولوں کا سردار چارمغان دریائے جیسوں کو عبور کرنے کے بعد تہریز کی طرف بڑھ رہا ہے تاکہ تہریز پر قبضہ کرے پہلے ہم چارمغان سے نمٹیں گے پھر واپس لوٹیں گے اور اس شاہرہ کی طرف آئیں گے جو ولیم سے اصفہان کی طرف جاتی ہے اس شاہراہ پر قتل خان پیش قدمی کر رہا ہے اسکا ارادہ اصفہان پر قبضہ کرنے کا ہے۔ منگولوں سے نمٹنے کے بعد ہم قتل خان کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ میرے خیال میں اب تم دونوں ہمیں فوراً اٹھ جاؤ۔ تیاری کرو تاکہ یہاں سے کوچ کریں۔

اور خان کے اس انکشاف پر طیان اور الجائی خاتون دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔ الجائی اپنے شوہر پاسابانوں کے سپہ سالار کیساتھ چلی گئی تھی تاکہ اپنے خیمہ کا سامان جا کے سمیٹے جبکہ اور خان اور طیان دونوں میاں بیوی بھی اپنا ضروری سامان سمیٹنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اور خان اور پاسابانوں کا سپہ سالار اپنے لشکروں کے ساتھ اخلاط شہر کے نواح سے کوچ کر گئے تھے۔



منگولوں کا سپہ سالار چارمغان جب اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا ایجان کے دریائے ارس کے کنارے کوستانی سلسلوں سے گھری ہوئی وادی میں نماں کچھ عرصہ پہلے اور خان اور پاسابانوں کے سپہ سالار کو چغتائی اور چارمغان کے شکست ہوئی تھی تو اور خان اور پاسابانوں کا سپہ سالار چارمغان کے لشکر کی راہ کھڑے ہوئے۔ شاید اور خان اور پاسابانوں کے سپہ سالار نے ایسا جان بوجھ کر کیا۔ رجن وادیوں میں انہیں ایک پار منگولوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وادیوں کے اندر وہ چارمغان کو شکست دے کر اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لینا نہ تھے۔

جونہی منگول سپہ سالار چارمغان اپنے لشکر کے ساتھ اور خان اور پاسابانوں کے سالار کے سامنے آیا ان دونوں نے جنگ کے لئے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر تھیں چارمغان نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے بھی فوراً پڑاؤ کر کے اپنے لشکر کی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔

جب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تب منگولوں کا سپہ سالار چارمغان میں آیا اور حملہ کی اس نے ابتداء کی۔ اس کی طرف سے حملہ کا حکم ملتے ہی اور خونخوار منگول ریچھ کی کمروہ خرخراہٹ کی طرح نعرے بلند کرتے ہوئے ناں اور پاسابانوں کے سپہ سالار کے لشکر پر مہیب پر پھیلاتی رات آنکھوں میں ماسورج اور انگارہ بن کر عکس ریز ہو جانے والے دکھ درد کے بوجھ اور صدیوں جکڑے ہوئے پرندوں کے ہر بن مو کو لہو لہو کر دینے والے زخم دل کی طرح حملہ ہو گئے تھے۔

چارمغان اور اس کے ماتحت کام کرنے والے منگولوں کے حوصلے بڑے بلند تھے

اس لئے کہ جس جگہ جنگ شروع ہوئی تھی اسی جگہ اس سے پہلے چارمغان اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دے کر پسا ہونے پر مجبور کر چکا تھا اور وہیں پر اور خان اور طیان کو گرفتار کیا گیا تھا۔ چارمغان جب اپنے منگول لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا تو تھوڑی دیر تک اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کے لشکر کو روکتے رہے پھر پہلے اور خان جارحیت پر اترے۔

اور خان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ منگولوں کے خلاف دنیا کی نبض پر ہاتھ رکھنے والے کسی کارکن کی طرح دفاع سے جارحیت پر اترے۔ صدیوں کے الفاظ کے معانی بدل دینے والے حادثوں، راہوں کا آشوب کھڑا کرنے والے عناصر کی طرح وہ اپنے لشکر کو ذرا سا دائیں طرف پھیلاتا ہوا تاریخ کو گنگ کر دینے والی جرات مندی کی آندھی، گمراہی سے گم لا کر چلنے والی کڑی راتوں میں فتح مندی کی بازگشت بھر دیے والی قضا اور آتے جاتے لمحوں کو روپ کا سناٹا پن دے جانے والے سپنوں کے دھند لکھوں کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

اور خان کے یوں دفاع سے جارحیت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی پاسبانوں کا سپہ سالار بھی کسی بھولے بسرے خیال من کی طرح حرکت میں آیا تاریک کونوں سے اچانک جھج اٹھنے والے پھیلتے چروں کی طرح اس نے بکیریں بلند کیں۔ جھرتی لمحوں کی طرح آگے بڑھا اور اندھیروں کی گپھاؤں میں چار کھونٹ اجالا کر دینے والے نور وجود اور ہر شوق تن آسانی کو لوہو کر دینے والے دار و رسن سے مسلح کسی وحشی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے یوں خونخواری کے ساتھ حملہ آور ہونے کے بعد میدان جنگ سنگدل سیاہ رات میں سمندر کی سر پینٹی لہروں، صدیوں کی گمراہی میں اندھیروں کے پیرے، لہد میں اترتی شب کی عفریت اور لوٹے ہوئے نگر کی ادا جیسا ہو کے رہ گیا تھا۔

وحشی خونخوار منگول دلاسون کی دھلیز پر فعل رائیگاں کی طرح ضرب لگاتے پراکھنڈروں میں شور کرتی کالی بھیانک رات کی طرح آگے بڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے تھے جبکہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر بھی بکیر کے گرم نغروں سے

دخوش میں منگولوں کو اپنے ایمان کی ضد اپنے طرز مسلمانی کی نفی سمجھتے ہوئے قوت اس زور سے حملہ آور ہو رہے تھے جیسے کسی نے اپنے ذوق خود آرائی کو س کے لفظوں میں سموتے ہوئے اپنے مد مقابل پر صبح کی زرفشانی اور چاہتوں اور ن سے بھری قبائے شب کی طرح چھا جانے کا عزم کر لیا ہو۔

دریائے ارس کے کنارے میدان جنگ میں ہر سو ہر طرف سورنگ کے خونی لہرے، رعد و برق کی طوفانی ہوس رقص کر اٹھی تھی۔ ہر جنگجو بلندی و پستی کو فراموش ہوا اولوالعزمی و حوصلہ مندی کی گرد میں اپنی بہادری اپنی جرات مندی اپنے لال کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

کافی دیر تک آذربائیجان کے دریائے ارس کے کنارے منگولوں اور مسلمانوں کے ان جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ لمحہ بھی آگیا کہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ نے اپنے لشکر کو خوب پھیلاتے ہوئے منگولوں کے لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل کر دیا۔ پھر وہ منگولوں کے لشکر کے وسطی حصوں کے علاوہ پہلوؤں پر بھی ضرب لگے تھے۔ جنگ کا پہلہ اور کامیابی اب لگتا تھا گویا اور خان اور پاسبانوں کے سپہ دونوں کی مٹھی میں بند ہو کر رہ گیا ہو۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا کہ منگولوں کی اگلی صفوں کا صفایا کر دیا گیا ہے اور یہ کہ اب ان کے لشکر کی ن کے وسطی حصہ کے علاوہ پہلوؤں پر بھی ضرب لگانے لگے ہیں تو انہوں نے لشکر کو اپنے حملوں میں اور زیادہ زور پیدا کرنے کا اشارہ دیدیا تھا۔

یہ اشارہ ملتا تھا کہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر کی بلند آوازوں نے غمیریں بلند کرتے ہوئے موت اور قضا کی پرواہ کئے بغیر عجیب سے ایک جذبہ میں لہر پر ٹوٹ پڑے تھے یہاں تک کہ منگولوں کے وسطی حصہ کے علاوہ پہلوؤں کی ٹی صفوں کو انہوں نے اوھڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے چارمغان بن ہو گیا تھا کہ دریائے ارس کے کنارے اس جنگ میں اس کی شکست یقینی ہے اپنے بچے کچے لشکر کو لیکر وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ دریائے ارس کے کنارے کنارے تک اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے چارمغان کا تعاقب کرتے ہوئے اس لڑکے کو، تھکا، مزید کم کی پھر وہ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ منگولوں کے

ک کھڑے ہوئے تھے۔ بیاس جان کے مقام پر سلطان جلال الدین اور دشمنوں کے مابین ہولناک جنگ ہوئی۔ سلطان کے دائیں بازو نے دشمن کے بائیں بازو پر حملہ کر کے اسے پیچھے دھکیل دیا تھا جس سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان جلال الدین لشکر کا ایک حصہ ٹیلے پر کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ دشمن کو بھاگتے دیکھا تو وہ تعاقب میں دوڑ پڑے۔

تھوڑی دیر دشمن کی فوج ایک نشیب میں داخل ہو گئی۔ سلطان جلال الدین اور لشکر بھی سائے کی طرح ان کے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ حلب کے سلطان الدین اور شام کے حکمران علاء الدین نے اس وادی کے کنارے پر کچھ چوکیاں بٹھا لی تھیں۔ جب سلطان جلال الدین کا لشکر زد میں آیا تو چوکیوں کے اندر جو انہوں نے سپاہی اور لشکر کی گھات میں بٹھا رکھے تھے وہ شکاری پرندوں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اس کے علاوہ جنگ میں شکست کھانے کے بعد ب کے سلطان عز الدین اور علاء الدین کے جو لشکر بھاگ رہے تھے وہ بھی مڑے حملہ آور ہو گئے۔

اب سلطان جلال الدین کے لشکر کی یہ حالت تھی کہ نا جائے ماندن نا پائے تن۔ اب دو طرفہ حملہ سے سلطان جلال الدین کا لشکر پنے لگا تھا۔ اس حملے میں سلطان جلال الدین کے لشکر کے کئی چھوٹے سردار اور سالار مارے گئے رکن الدین شام کے ایک حصہ کا حکمران تھا۔ اور سلطان کی مدد کے لئے آیا تھا۔ وہ بھی اس حملے میں مارا گیا تھا۔

بہتر حال اس جنگ میں سلطان جلال الدین کو بدترین شکست ہوئی اور وہ شکست کر پیچھے ہٹ گیا۔ حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاء الدین نے سلطان جلال الدین کا تعاقب کیا اور نہ ہی دوبارہ حملہ آور ہونے کی کوشش کی اس کے انہیں خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے سلطان جلال الدین کا تعاقب کیا تو کہیں ایسا وہ کسی مناسب جگہ سلطان جلال الدین مڑ کر ان پر ایسا حملہ کرے کہ ان کی فتح شکست میں بدل کر رکھ دے۔

سلطان جلال الدین کی شکست کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ وہ بیمار تھا اور گھوڑے پر

پڑاؤ کا سارا سامان انہوں نے سمیٹا پھر وہ اس شاہراہ کی طرف بڑھے جو امنمان سے ولیم کی طرف جاتی تھی۔



سلطان جلال الدین اپنے چھوٹے سالار اترخان کو ساتھ لے کر اپنے ہدف کی طرف بڑھا تھا۔ شام کے حکمران علاء الدین اور حلب کے سلطان عز الدین کو جب سلطان جلال الدین کی اس پیش قدمی کا علم ہوا تو ان کے درمیان یہ طے پایا کہ شام کے ایک حصہ کا حکمران علاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے سلطان عز الدین سے آملے اس کے علاوہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ جس وقت شام کے ایک حصہ کا حکمران علاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے سلطان عز الدین سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔ سلطان جلال الدین نے اس پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی۔ گو اس وقت سلطان جلال الدین سخت بخار میں مبتلا تھا اور اس کی حالت یہ تھی کہ وہ گھوڑے پر آرام سے بیٹھ نہ سکتا تھا تاہم اس موقع پر شام کے حکمران رکن الدین جو محاصرہ اخلاط کے دوران سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اپنی فرمانبرداری کا اظہار کیا تھا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ سلطان نے رکن الدین اور اپنے سالار اترخان کو علاء الدین پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا جو اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے سلطان عز الدین سے جا ملنا چاہتا تھا۔

اترخان اور رکن الدین دونوں نے بڑی تیزی سے علاء الدین کو جالیا اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ علاء الدین زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکا اور حمیدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ اس کے کتنے لشکر کی جنگ میں کام آئے ہیں۔ بس وہ ایسا بھاگا کہ اپنے لشکر کو لیکر وہ حلب کے سلطان عز الدین سے جا ملا۔ سلطان کی صحت ابھی تک ٹھیک نہ تھی اور وہ بیمار تھا تاہم اپنے لشکر کے ساتھ وہ جب بیاسجان کے مقام پر پہنچا تو وہاں پر حلب کا سلطان عز الدین علاء الدین اور دوسرے چھوٹے بڑے حکمران اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کی راہ

انوں کے سپہ سالار کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی تعداد قتلخ خان کے لشکر کے بلے میں نہ ہونے کے برابر ہے تو قتلخ خان بڑا خوش بڑا مکبر ہوا اسی تکبر اسی تکبر اپنی اسی منفی سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے قتلخ خان نے پہلے حملہ آور ہونے کا وہ کیا۔

پھر اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دیتے ہوئے قتلخ خان طوفان اقوال، طل ارادوں، سنائوں کی طرح چھاؤں میں مایوسیوں کے نقاب کی طرح آگے بڑھا اور ب کی ریگ سے بھرے زخم زخم اسباب ہلاکت کی طرح وہ پاسانوں کے سپہ سالار، لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف پاسانوں کا سپہ سالار بھی سینے میں اٹھتی چنگاریوں، طوفان شامت، ن میں جنم لیتی نئے قہر کی بارش اور شوق رزم آرائی کے گرم لو کی طرح پیش قدمی بنا ہوا ابدیت کی راہوں پر پھیلے موت و مرگ کے شکنجوں ماتم کرتے الفاظ دلچے اور ہیر کے ناقابل تسخیر فولاد کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

ولیم اور طہران کے درمیان کھلے میدانوں میں قتلخ خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کے درمیان تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ قتلخ خان کو پختہ امید تھی کہ وہ ل جنگ میں ہر صورت پاسانوں کے سپہ سالار کو شکست دے کر مار بھگائے گا پر ن اس وقت جبکہ جنگ کی دیوی کا رقص اپنے عروج اپنے جون پر آگیا تھا۔ قتلخ خان کے لشکر کی پشت کی طرف سے اور خان اپنے لشکر کے ساتھ اپنی قوم کی تقدیر، ملت کا بخت، بے گناہوں اور مظلوموں کے آنسوؤں کا سمندر، بہنوں کی دعاؤں کا رُخ، بیٹیوں کے دوپٹوں کے سایوں کا محافظ بن کر نمودار ہوا۔ صداقتوں اور سطوتوں کی ماعوں کے مادرائی سفر اور تائید ایزدی کے سرخ عنوان کی طرح وہ قتلخ خان کے لشکر کے پشتی حصہ کی طرف آیا پھر قتلخ خان کے لشکر کے عقب پر اس نے تیزی سے ہلچلتے بھرپور، منعکس ہوتی سورج کی کرنوں، کرب کے آخری لمحوں میں شعلوں کے رقص اور ریزہ ریزہ کر دینے والے عذاب کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

قتلخ خان کے لشکر کی تعداد چونکہ اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کے متحدہ لشکر سے کم، گنا زیادہ تھی لہذا اور خان کے عقب سے حملہ آور ہونے سے قتلخ خان

سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میدان جنگ کے لمحہ بالمحہ بدلنے والے حالات کا اندازہ نہ کر سکا۔ گویا فوج بغیر کماندار کے لڑی تھی جو شکست کا باعث بنی۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ سلطان کو اپنی ذاتی شجاعت پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ فوری طور پر سخت سے سخت مہم میں بھی کودنے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ اس لئے ناکافی تیاری کی وجہ سے اسے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا۔

مزید برآں سلطان جلال الدین کے مزاج میں بے صبری کا مادہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جب کبھی ایسا موقع آتا بغیر پس و پیش کے میدان میں کود پڑتا اور اس کے دوست اور چاہنے والے سرپیٹ کر رہ جاتے۔ اس موقع پر بھی اگر سلطان جلال الدین نے کہیں رک کر اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کی واپسی کا انتظار کیا ہوتا اور پھر متحدہ لشکر کے ساتھ وہ حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے ساتھ جنگ کرتا تو یقیناً ”وہ اپنے ان دونوں دشمنوں کو بدترین شکست دیتا۔ لیکن انا اس جنگ میں سلطان جلال الدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔“



منگولوں کو بدترین شکست دینے کے بعد اور خان اور پاسانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ کی طرف آئے جو ولیم سے طہران قم اور کاشان سے ہوتی ہوئی اصفہان شہر کی طرف جاتی ہے۔ اسی شاہراہ پر سلطان جلال الدین کا بدترین دشمن قتلخ خان اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کر رہا تھا۔ طہران اور ولیم کے درمیان کھلے میدانوں میں اچانک پاسانوں کا سپہ سالار گلی گلی مگر مگر اور آسمانوں کی گردشوں میں لہراتی ہوئی تیغ شمشیر، اور عالم ہجر سے اچانک اٹھنے والے غم انجام کے ابر کی طرح قتلخ خان کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

پاسانوں کے سپہ سالار کے یوں سامنے آنے پر قتلخ خان بھی سمجھا تھا کہ سلطان جلال الدین اور اور خان دونوں حلب کے سلطان غز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے ہیں جبکہ سلطان جلال الدین نے پاسانوں کے سپہ سالار کو اس کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ قتلخ خان نے جب یہ دیکھا کہ

قہوں بھرے بھگڑوں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔ اور خان کے لشکریوں کی اس نئی جہد کو دیکھتے ہوئے پاسانوں کا سپہ سالار اور اس کے لشکری بھی قتلخ خان کے لشکر پر لحوں کی اڑتی گرد میں لہو کے بادلوں اور وقت کی تیز رفتاری سے آگے چلنے والی قہرائیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ اس نئے حملہ سے میدان جنگ لحد میں اترتی شب کی عفریت اور لاشیں ایل پڑنے کے عمل کا سامنا پیش کرنے لگا تھا۔ اس زور دار حملے کے نتیجہ میں قتلخ خان کے لشکر کی حالت بھی پھٹی قیضوں پر گرتے آنسوؤں، زنجیروں میں جکڑے ہوئے فیل، تاریک ویران شام اور ان راہوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی جو کہیں نہ جاتی ہوں۔

اس موقع پر جب قتلخ خان نے دیکھا کہ اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار بڑی تیزی سے اس کے لشکر پر چھاتے جا رہے ہیں تو اس نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو لکارا انہیں اپنا حوصلہ بلند رکھتے ہوئے دشمن پر ضرب لگانے کی تاکید کی لیکن تاخیر ہو چکی تھی اس لئے کہ پشت کی طرف اور خان اور سامنے کی طرف سے پاسانوں کا سپہ سالار وقت کے اڑتے غبار میں لہو بھرے گرد بار کی طرح چھانا شروع ہو چکے تھے۔ جبکہ قتلخ خان کے لشکری اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر مینے اور ہٹنے لگے تھے۔

یہ صورتحال کچھ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی اس لئے کہ قتلخ خان کے سپاہی ب پوری طرح بد دلی کا اظہار کر رہے تھے اور پاسانوں کے سپہ سالار اور اور خان ہٹنے اور پشت کی طرف سے ان کا بری طرح قتل عام کر رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے قتلخ خان کو یقین ہو گیا تھا کہ طہران اور ولیم کے درمیان پھیلے دئے ان میدانوں میں شکست اس کا مقدر بن چکی ہے۔ لہذا اس نے اپنے لشکر کو بیٹا اور ایک طرف سے ہٹا ہوا وہ ولیم کے کوستانی سلسلہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار نے کچھ دور تک بھاگتے ہوئے قتلخ خان اور ان کے لشکریوں کا تعاقب کر کے ان کی تعداد مزید کم کی پھر وہ میدان جنگ میں لوٹ گئے تھے وہاں سے انہوں نے ہر چیز کو سمیٹا اور سلطان جلال الدین کی طرف انہوں

نے کچھ زیادہ تفکر اور پریشانی کا اظہار نہیں کیا تاہم اپنے لشکر میں بڑی تیزی کے ساتھ وہ حرکت میں آیا۔ پورے لشکر کو فوراً اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو اس نے پاسانوں کے سپہ سالار کے خلاف ہی برسرِ پیکار رہنے دیا جبکہ دوسرے حصے کو اس نے چلا چلا کر حکم دیا کہ وہ اور خان پر عذاب بن کر ٹوٹیں اور اس کا اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیں۔ اس طرح طہران اور ولیم کے درمیان میدانوں میں قتلخ خان، اور خان اور پاسانوں کے سپہ سالار کے درمیان ہولناک اور مہیب جنگ کی ابتداء ہو گئی تھی۔

اس موقع پر اور خان اپنے لشکر کے درمیان ایک بلند جگہ آیا پھر وہ پوری قوت سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
”سنو میری ملت کے سرفروشا! آخری رسول کے ماننے والو! اتفاق کہہ کے پاسانوا! اپنے خیالوں میں زمین و آسمان کے رب کو یاد کرو جو سارے جہانوں کا مالک ہے اپنی دعاؤں میں اپنی صداؤں میں اس خداوند کی تکبیریں پڑھو جس کی زمین پر ہم خلیفہ ہیں اپنی تلواریں لہراتے ڈھالیں اٹھائے آگے بڑھو دشمن پر اس طرح برسو جیسے مکہ کے نواح میں ابابلیں چونچوں میں کنکر لئے ابرہہ کے لشکر پر برق بن کر لپکیں تھیں۔
سنو میری ملت کی آنکھ کے تارو! میری قوم کی امیدوں کے سارو! دشمن کی صفوں اور قطاروں کے درمیان فتح کے ترانے آزادی کے گیت بن کر پھیل جاؤ۔ سنو آدمیت کی اوج، انسانیت کی بلندی رکھنے والے میرے بھائیو! تاریخ کا قرض چکانے کی خاطر امید کے مظہر بنی شمشیر برہنہ زندگی کی آخری شب اور صرف ایک رات، کا قصہ بن کر اپنے دشمن پر چھا جائیں اور اسے پسپا کر کے ثابت کر دیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جو اپنی ملت اپنی قوم کی خاطر خون بہانے اور سر کٹوانے کی ہمت اور جرات رکھتے ہیں۔“

اور خان کی اس تقریر اور اس کے الفاظ نے اس کے لشکریوں میں گویا ایک آگ اور ایک برق بھر کر رکھ دی تھی۔ اور خان کے ان الفاظ پر اس کے لشکری صف در صف جسموں کے چھتھرے اڑاتے طوفانوں، قطار در قطار صدیوں کا حساب چکاتی آندھیوں، وقت کے ماتھے پر چھاتی قیامت کی رات اور اندھیروں کی بکلیں میں چھپے

نے رحمہ سے کام لیتے ہوئے۔ اخلاط کی سابق حکمرانی ملک الاشرف کو عطا کر دی تھی۔

حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جب سلطان جلال الدین پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عز الدین اور علاؤ الدین نے سلطان کا تعاقب نہیں کیا انہیں خدشہ تھا کہ اگر سلطان پھر کہیں پلٹ پڑا اور انہیں شکست ہو گئی تو پھر سلطان انہیں کہیں بھی نکلنے نہ دے گا۔ لہذا اس شکست کے بعد سلطان جلال الدین کئی میل پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذربائیجان کے شہر سکند آباد کی طرف روانہ کیا کیونکہ وہاں کچھ بغاوت کے آثار اٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ لشکر کا آدھا حصہ بھی سلطان جلال الدین نے شرف الملک کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ باقی آدھے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین آرام کرنے کی خاطر خوی شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جہاں ان کی اس بیوی نے قیام کر رکھا تھا جو کبھی تہیز کی ملکہ تھی۔

شرف الملک جب آذربائیجان میں شرف الملک سے مل کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنا چاہے۔ وہ آذربائیجان میں شرف الملک سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ اگر اس کی وساطت سے اس کے تعلقات سلطان جلال الدین کے ساتھ بہتر ہو جائیں تو اس کی اس نوازش کا اظہار ممنون ہوں گا۔ نیز اس نے کھلے دل کے ساتھ اس امر کا اقرار بھی کیا کہ سلطان کا وجود عالم اسلام کئے ازیں غنیمت ہے کیونکہ سوائے سلطان کے کسی مسلمان حکمران میں منگولوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور جرات نہیں ہے۔

سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے یہ سارے واقعات و حالات ایک قاصد کے ذریعہ سلطان جلال الدین کے گوش گزار کئے اور گزارش کی کہ اخلاط کے سابق حکمران الملک الاشرف کو اخلاط کا حاکم مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ باقی ماندہ زندگی کے دن آرام اور چین سے گزار سکے ساتھ ہی شرف الملک نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی ضمانت دی کہ ملک الاشرف اب انتہا درجہ کا سلطان جلال الدین کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ قاصد نے جب یہ ساری باتیں سلطان کے گوش گزار کیں تو سلطان

بعد میں جب ناموافق حالات کا دباؤ کم ہو گیا تو سلطان کو اپنی جلد بازی کا احساس ہوا چنانچہ ابن احمد کو روانہ کرنے کا دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ خفیہ طور پر موصل اور عراق کے حکمرانوں کو ہدایت کرے کہ وہ سلطان کے ساتھ اپنے پہلے تعلقات برقرار رکھیں اور اگر خلیفہ بغداد ان سے کوئی تقاضا کرے تو اس کی بجا آوری سے صاف انکار کر دیں۔

اس مہم کو سلطان جلال الدین اس قدر مخفی رکھنا چاہتا تھا کہ اس نے ابن احمد کو سیدھا موصل روانہ کرنے کے بجائے قزوین کے راستے روانہ کیا تاکہ علاؤ الدین کے ساتھ معاملات درست کرتے ہوئے وہ موصل کا رخ کرے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکے



حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد سلطان جلال الدین پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عز الدین اور علاؤ الدین نے سلطان کا تعاقب نہیں کیا انہیں خدشہ تھا کہ اگر سلطان پھر کہیں پلٹ پڑا اور انہیں شکست ہو گئی تو پھر سلطان انہیں کہیں بھی نکلنے نہ دے گا۔ لہذا اس شکست کے بعد سلطان جلال الدین کئی میل پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذربائیجان کے شہر سکند آباد کی طرف روانہ کیا کیونکہ وہاں کچھ بغاوت کے آثار اٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ لشکر کا آدھا حصہ بھی سلطان جلال الدین نے شرف الملک کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ باقی آدھے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین آرام کرنے کی خاطر خوی شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جہاں ان کی اس بیوی نے قیام کر رکھا تھا جو کبھی تہیز کی ملکہ تھی۔

شرف الملک جب آذربائیجان میں شرف الملک سے مل کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنا چاہے۔ وہ آذربائیجان میں شرف الملک سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ اگر اس کی وساطت سے اس کے تعلقات سلطان جلال الدین کے ساتھ بہتر ہو جائیں تو اس کی اس نوازش کا اظہار ممنون ہوں گا۔ نیز اس نے کھلے دل کے ساتھ اس امر کا اقرار بھی کیا کہ سلطان کا وجود عالم اسلام کئے ازیں غنیمت ہے کیونکہ سوائے سلطان کے کسی مسلمان حکمران میں منگولوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور جرات نہیں ہے۔

سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے یہ سارے واقعات و حالات ایک قاصد کے ذریعہ سلطان جلال الدین کے گوش گزار کئے اور گزارش کی کہ اخلاط کے سابق حکمران الملک الاشرف کو اخلاط کا حاکم مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ باقی ماندہ زندگی کے دن آرام اور چین سے گزار سکے ساتھ ہی شرف الملک نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی ضمانت دی کہ ملک الاشرف اب انتہا درجہ کا سلطان جلال الدین کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ قاصد نے جب یہ ساری باتیں سلطان کے گوش گزار کیں تو سلطان

سلطان کی ہدایت پر عمل کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری مہم کی ناکامی یقینی ہے کیونکہ اسماعیلیوں کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ جب تک ان کا حاکم بالغ نہ ہو جائے وہ کسی کے رسی اور غیر رسی استقبال کا مجاز نہیں ہوتا کیونکہ اسماعیلیوں کا امام اور جبل الشیخ علاؤ الدین ابھی نابالغ ہے اس لئے وہ ہرگز تمہارا استقبال نہیں کرے گا اور اگر تم نے اس پر اصرار کیا تو تمہاری اس سفارت کی ناکامی یقینی ہے۔

بہر حال ابن احمد جب قلعہ الموت پہنچا تو شیخ الجبل علاؤ الدین کے ایک معتمد نائب اور سردار عماد الدین محتشم نے علاؤ الدین کی طرف سے اس کا استقبال کیا اور تین دن گزرنے کے بعد ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ملاقات کا بندوبست کیا گیا۔

اس ملاقات کے دوران ابن احمد نے سلطان جلال الدین کا مراسلہ شیخ الجبل علاؤ الدین کو دیا اور تمام معاملات پر یکے بعد دیگر گفتگو شروع ہوئی سب سے پہلے یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اسماعیلی قلم رو میں سلطان جلال الدین کے نام کا خطبہ ہر صورت میں جاری ہونا چاہئے۔ علاؤ الدین نے اس سلسلہ میں معذرت کی اور گزارش کی کہ چونکہ ماضی میں ایسا نہیں ہوا لہذا حال اور مستقبل میں بھی انہیں ایسا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

حاکم الموت اور شیخ الجبل پر دوسرا الزام یہ تھا کہ اسماعیلی متکولوں کو سلطان کے خلاف اکساتے چلے آ رہے ہیں حالانکہ وہ سلطان کے با بگوار ہیں۔ علاؤ الدین نے جواب دیا کہ یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے حقیقت صرف اتنی ہے کہ متکول ہمارے ہمسائے ہیں اور طلاق اور قوت میں ہم ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے ہمیں اپنے بچاؤ اور بقا کے لئے ان کی دلجوئی کئے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم سلطان کے خلاف ہیں یا متکولوں کو سلطان کے خلاف اکسانے کے مجرم ہیں۔ علاؤ الدین نے یہ بھی کہا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جب سلطان جلال الدین ہندوستان سے لوٹے تو ہم نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ بہر حال علاؤ الدین نے گول مول کر کے اس مسئلہ کو بھی ختم کر دیا۔

جب صوبہ دامنغان کے خراج کا مسئلہ چھیڑا گیا تو علاؤ الدین نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ ایک موقع پر سلطان نے بلاوجہ مشتعل ہو کر پانچ بے گناہ

کہ سب کچھ سلطان کی ایماء پر ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ابن احمد سے پہلے بھی سلطان نے اپنے چند سفارتکار امراء کو خفیہ طور پر موصل اور عراق کے حکمرانوں کے پاس اس غرض کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ لوگ ابھی لوٹ کر نہیں آئے تھے اور سلطان جلال الدین کو کوئی جواب تک نہ ملا تھا۔

ابن احمد جس وقت قزوین کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں اس کی ملاقات ان سفیروں سے بھی ہو گئی جنہیں سلطان جلال الدین نے اس سے پہلے موصل اور عراق کی طرف بھجویا تھا۔ انہوں نے سارے حالات ابن احمد کو بتائے اور یہ انکشاف کیا کہ موصل اور عراق کے حکمرانوں نے اپنے سیاسی تعلقات کی بحالی کو خوش آمدید کہا ہے اور وہ خلیفہ بغداد کے بجائے سلطان جلال الدین کے تحت رہ کر کام کرنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس طرح عراق اور موصل کے حکمرانوں نے خلیفہ بغداد کی قیادت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آپ کو سلطان جلال الدین کا مطیع اور فرمانبردار رکھنے کا عہد کر لیا تھا۔ ان حالات سے مطمئن ہو کر ابن احمد نے بڑی تیزی سے قلعہ الموت کے حکمران علاؤ الدین کا رخ کیا تھا۔

سلطان جلال الدین کو خراج نہ وصول ہونے کے علاوہ حاکم الموت کے علاؤ الدین کے خلاف یہ شکایت بھی تھی کہ وہ قریب و جوار کے چھوٹے موٹے حاکموں کو سلطان کے خلاف اکساتا رہتا ہے۔ حالانکہ با بگوار ہونے کی حیثیت سے اطاعت اور فرمانبرداری اس پر فرض بنتا ہے اس کے علاوہ قلعہ الموت کے حاکم پر یہ بھی الزام تھا کہ وہ خفیہ طور پر متکولوں کے ساتھ سلطان جلال الدین کے خلاف ساز باز کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں سلطان جلال الدین نے ایک خط بھی حاکم الموت علاؤ الدین کے نام ابن احمد کو دیا تھا اس خط میں نہ صرف درشت، سخت اور ناملائم الفاظ استعمال کئے گئے تھے بلکہ ابن احمد کو واضح طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ اگر علاؤ الدین بذات خود اس کا استقبال نہ کرے تو وہ ہرگز اس کے دربار میں نہ جائے اور نیز دوران گفتگو ملائمت اور نرم گفتاری کو کام میں ہرگز نہ لائے۔

سلطان جلال الدین کا کاتب ابن احمد جب وارد عراق ہوا اور اپنی مہم کے سلسلہ میں حاکم عراق شرف الدین سے مشورہ کیا تو شرف الدین نے کہا کہ اگر لفظ بالفظ

کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذر بایجان کی طرف روانہ کیا تھا۔ تاکہ وہاں اٹھنے والی بغاوت کو سر کر سکے۔ سلطان کی اس شکست سے شرف الملک نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اب سلطان کا انجام قریب ہے اور حالات اس کے باپ سے نکلنے جا رہے ہیں اس وقت تک شرف الملک کو منگولوں کے مقابلہ میں ورخان اور پاسبانوں کے سپہ قتلغ سالار کی کوئی خبر نہ پہنچی تھی لہذا اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف سے جو کوئی خبر نہیں مل رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کو بھی منگولوں کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

ان حالات میں سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے سلطان سے بے خی برتی شروع کر دی تھی اور قرب و جوار کے چھوٹے موٹے حکمرانوں سے سلسلہ طو کتابت کا آغاز کر دیا تھا۔ تاکہ بوقت ضرورت ان کی ہمدردی سے فائدہ اٹھا سکے۔ اب اس کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ اپنی محفل میں وہ سلطان کو برا بھلا کہنے سے می دریغ نہیں کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض خطوط بھی سلطان جلال الدین کے مخبروں نے سلطان کے سامنے پیش کئے جن میں اس نے سلطان کو ظالم اور جابر کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

ہر چند سلطان کو اپنے وزیر شرف الملک کی یہ حرکات بہت ناگوار گزر رہی تھیں لیکن وہ خلاف توقع اس لئے برداشت کئے جا رہا تھا کہ اندرونی اور بیرونی ہردو محاذوں پر لڑنا اس کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ اس لئے وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد خاموش تھا۔ اور وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

شرف الملک کا سب سے بڑا عیب جسے سلطان از بس ناپسند کرتا تھا وہ شرف الملک کی فضول خرچی تھی۔ شرف الملک سلطان جلال الدین کی اجازت کے بغیر رازوں لاکھوں کی رقوم بلا ضرورت صرف کر دیتا اور جب کوئی اشد ضرورت پڑتی تو زانہ خالی دکھاتا اس سے سلطان کے لئے رسد کی فراہمی، اسلحہ کی خریداری اور نئے لکڑیوں کی بھرتی جیسے کام بری طرح متاثر ہوتے تھے۔

ان حالات سے مجبور ہو کر سلطان جلال الدین نے حکم دیا کہ آئندہ اس کی

فدائیوں کو زندہ جلا دیا تھا۔ ہم نے اس سلسلہ میں سلطان کے وزیر شرف الملک کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا۔ اور پانچ ہزار دینار بطور زر فدیہ کے طلب کئے تھے چنانچہ شرف الملک نے ہمارے احتجاج کو درست تسلیم کرتے ہوئے ہمیں اختیار دے دیا تھا کہ ہم خون بہا کی یہ رقم بلا قسط دس ہزار دینار سالانہ صوبہ دامغان کے خراج کی رقم سے وضع کرنے کے مجاز ہیں۔

اس موقع پر ابن احمد نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کسی بھی موقع پر سلطان جلال الدین نے یہ اجازت نہیں دی کہ مرنے والے ان پانچ فداائین کا زر فدیہ صوبہ دامغان کے خراج سے ادا کر دیا جائے۔ اس موقع پر شیخ الجبل علاؤ الدین نے شرف الملک کا وہ خط بھی ابن احمد کے سامنے رکھ دیا جس خط کے ذریعہ سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے صوبہ دامغان کے خراج سے مرنے والے فداائیوں کے فدیہ کی رقم کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بہر حال شیخ الجبل علاؤ الدین چونکہ سلطان جلال الدین سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا لہذا اس نے گزشتہ سالوں میں جو فدیہ ادا نہیں کیا تھا وہ ساری رقم سلطان جلال الدین کے کاتب ابن احمد کے حوالے کر دی تھی اس طرح ابن احمد تقریباً "سارے ہی معاملات شیخ الجبل علاؤ الدین کے ساتھ طے کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ پھر وہ خراج کی رقم لے کر الموت سے روانہ ہوا۔

ابن احمد قلعہ الموت سے روانہ ہو کر قزوین پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر شمال کی طرف کہیں پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور اس لشکر کے چھوٹے چھوٹے دستے اصفہان شہر کے گرد و نواح میں لوٹ مار کے کام میں مصروف ہیں ابن احمد کے پاس اس وقت چونکہ قلعہ الموت کے شیخ الجبل سے ملنے والی خراج کی خاصی بڑی رقم تھی لہذا ابن احمد بڑا فکر مند ہوا کہ کس طرح وہ یہ رقم لے کر منگولوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گا لیکن اس کی خوش قسمتی کہ حسن اتفاق سے مازندران کا حکمران لغریہ الدین اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ سلطان جلال الدین سے ملنے جا رہا تھا لہذا ابن احمد اس کے ساتھ ہو لیا اور بحفاظت سلطان کے پاس پہنچ گیا۔



حلب کے سلطان عزى الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین سے شکست کھانے

اجازت کے بغیر ہرگز کوئی رقم خرچ نہ کی جائے۔ اس سے وزیر شرف الملک اور زیادہ برہم ہوا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جہاں کہیں بھی سلطان کے آدمی ہاتھ لگیں انہیں پکڑ لائیں چنانچہ بد قسمتی سے جب کبھی کوئی ایسا شخص پکڑا جاتا یہ احسان یا آشتی ذلیل اسے بھاری جرمانوں کی سزائیں دیتا تاکہ اس طرح اپنے ذوق فضول خربچی کی تسکین کر سکے۔

یہ وزیر شرف الملک کی طرف سے سلطان جلال الدین کے خلاف ایک طرح کی کھلی بغاوت تھی جس کا کوئی اور قطعاً "اخلاقی جواز نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شرف الملک نے حسام الدین قلعہ ارسلان کو جس کی حفاظت میں تیز کے مقام پر سلطان جلال الدین کا حرم تھا۔ حکم دیا کہ سلطانی حرم کے بارے میں سوائے اس کے ذاتی احکام کے اور کسی حکم کی ہرگز تعمیل نہ کی جائے۔

ان حالات میں سلطان جلال الدین نے اپنے چھوٹے لشکر کے ساتھ آذر بایجان کا رخ کیا جہاں سلطان کا وزیر شرف الملک قیام کئے ہوئے تھا۔ جب شرف الملک کو علم ہوا کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ آذر بایجان کا رخ کر رہا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور جو کچھ اس نے اس وقت تک سلطان جلال الدین کے خلاف کاروائی کی تھی اس پر بہت نادم ہوا اب صاف اسے نظر آ رہا تھا کہ سلطان کے عذاب سے بچنے کے لئے سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ گڑگڑا کر سلطان سے معافی مانگے۔ چنانچہ جب سلطان جلال الدین آذر بایجان پہنچا تو شرف الملک اپنے سر پر کفن باندھ کر سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا پاؤں پر گرا اور سلطان جلال الدین سے معافی مانگی۔

لیکن سلطان نے معمم ارادہ کر لیا تھا کہ جس قدر جلد ہو سکے اس غدار وزیر سے پیچھا چھڑایا جائے۔ ایک دن سلطان جبر کے قلعہ کے معائنہ کے لئے گیا جو اران شہ کے مضافات میں تھا۔ اور اس قلعہ کا حاکم ایک شخص سلیمان بیگ تھا۔ سلطان جلال الدین نے حاکم قلعہ سلیمان بیگ کو حکم دیا کہ وہ شرف الملک کو نظر بند کر کے اس کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھے۔

سلطان جلال الدین کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے سلیمان بیگ نے فوراً "سلطان

ال الدین کے وزیر شرف الملک کو نظر بند کر دیا۔

سلیمان بیگ بڑا سنگدل اور بڑا ناخدا ترس تھا۔ سلطان ان دنوں چونکہ منگولوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں بری طرح مصروف تھا اور اورخان اور پاسانوں کے سالار کی طرف سے بھی اسے کوئی خبر نہ مل رہی تھی لہذا سلطان کی اس مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلیمان بیگ نے اپنے قلعہ کی اطراف میں دور دور تک لوگوں کو لٹا مارا اور بے حد تنگ کیا یہاں تک کہ خدا کی بے بس مخلوق چلا اٹھی۔

سلطان بھی ان حالات سے غافل نہ تھا لیکن اس کی اپنی مصروفیات اتنی تھیں کہ سے سر کھانے کی بھی فرصت نہ تھی نیز کچھ اس وجہ سے بھی خاموش تھا کہ شرف الملک کی حفاظت کی ذمہ داری سلیمان بیگ کے سپرد کی گئی ہے۔

دوسری طرف سلیمان بیگ کے بھی دل میں خوف پیدا ہوا کہ اس کی حرکات تکہ حد سے گزر گئی ہیں لہذا سلطان ضرور اس کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ لیکن بیگ کو یقین تھا کہ سلطان اس کی اس لوٹ مار کی باز پرس اس سے ضرور لرے گا اور جب ایسا کوئی موقع آیا تو اس کا حشر قابل دید ہو گا چنانچہ اس خدشہ کے پیش نظر اس نے سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک کے ساتھ مل کر سلطان کے خلاف بغاوت کی ساز باز شروع کر دی تھی۔

اپنے وزیر شرف الملک کو نظر بند کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اس کی ماری ذمہ داریاں اپنے سالار اترخان کو سونپ دی تھیں۔ ایک دن ایک چھوٹا سالار نس کا نام قشتمو تھا۔ اترخان کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے پاس ایک انگوٹھی تھی جو اسے شرف الملک نے روانہ کی تھی اور ایک خط تھا جو سلیمان بیگ کی طرف تھا نس میں تحریر تھا کہ سلطان نے بلا وجہ شرف الملک کو نظر بند کر رکھا ہے اور اسے نا کردہ گناہ میں مصائب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اب سلطان کا ارادہ اسے قتل کرا دینے کا ہے۔ اس لئے آپ کو اگر اپنے پرانے وزیر سے ہمدردی ہے تو جزییر کے قلعہ میں آ کر اس سے ملیں تاکہ ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں کہ شرف الملک کو اس نظر بندی سے نجات مل جائے نیز آپ لوگوں کو چاہئے کہ جیوں سے مل کر سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے، کہ اس طرح آپ کے آقا کی جان بچ جائے۔ سلیمان بیگ نے

اترخان کو یہ خط اس لئے لکھا تھا کہ اترخان کے ساتھ ماضی میں شرف الملک نے بڑے احسانات کئے تھے۔

لیکن اترخان کو یہ حرکت سخت ناگوار گزری چنانچہ وہ شرف الملک کی انگوٹھی اور سلیمان بیگ کا خط لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور تمام واقعات گوش گزار کر دیئے۔ سلطان کو سخت غصہ آیا اور اسی وقت سلیمان بیگ کے بیٹے کو جو سلطان کی فوج میں شامل تھا طلب کیا اور وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا وہ باپ کی اس حماقت پر از حد نادم ہوا اور سلطان سے اجازت لے کر باپ کو سمجھانے کے لئے چلا گیا۔

جب بیٹے کے ذریعہ سلیمان بیگ کو اپنی اس حرکت کے عواقب کا صحیح اندازہ ہوا تو بہت پچھتایا اور بیٹے کی وساطت سے سلطان جلال الدین سے معافی مانگی سلطان نے سلیمان بیگ کے بیٹے سے کہا کہ میں تمہارے باپ کے وعدے کی صداقت پر اس وقت اعتبار کروں گا جب وہ شرف الملک کا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کر دے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے سلطان جلال الدین نے پانچ آدمی سلیمان بیگ کے پاس اس کی امداد کے لئے روانہ کر دیئے۔

جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو سلیمان بیگ نے انہیں مناسب ہدایات دے کر شرف الملک کی طرف روانہ کیا۔ شرف الملک اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ پانچوں آدمی اندر داخل ہوئے اسے معلوم ہو گیا کہ موت دستک دے رہی ہے چنانچہ اٹھا اور جلادوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تمہیں اپنی خواہش کی تکمیل کی اجازت ہے۔ جلادوں نے دریافت کیا کہ تمہارا گلا گھونٹ کر مارا جائے یا تلوار سے سزا دیا جائے۔ کہنے لگا تلوار سے سزا دینا کم تکلیف وہ ہے اس لئے یہ طریقہ بہتر رہے گا۔ لیکن جلادوں نے کہہ کر یہ تجویز مسترد کر دی کہ بڑے لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارا جانا چاہئے۔ تلوار سے سزا ڈاکوؤں اور قاتلوں کے لئے مخصوص کی جاتی ہے۔

چنانچہ انہوں نے پھندہ گلے میں ڈال کر رسی کو اتنا کھینچا کہ شرف الملک تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اسے چھوڑ کر خود باہر چلے گئے تاکہ لاش ٹھنڈی ہو جائے تو

سر کاٹ کر سلطان کے پاس لے جائیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شرف الملک بھلا چنگا باطمینان بیٹھا جلادوں کا انتظار کر رہا تھا۔ اب صرف دوسرا طریقہ رہ گیا تھا۔ چنانچہ تلوار کے ایک ہی وار سے سر دھڑ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ جسے وہ اٹھا کے سلطان کے پاس لے گئے۔

شرف الملک بڑا شائستہ، مہذب اور سخی، فیاض اور علماء و فضلاء کا سچا قدر دان تھا۔ عربی اور فارسی کے علاوہ جو اس کی مادری زبانیں تھیں۔ ترکی میں بھی روانی رکھتا تھا۔ کاروبار سلطنت اور امور سیاست میں بڑا ماہر تھا لیکن حد درجہ متکون مزاج نا قابل اعتبار اور فضول خرچ تھا۔ کچھ عرصہ تک تو سلطان اس کی کارگزاری سے خوش رہا لیکن بعد میں تا صرف یہ کہ سلطان جلال الدین کے حزم کو بھی ناجائز تنگ کیا بلکہ سلطان جلال الدین کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی جس کے صلے میں اس کی گردن کاٹ دی گئی۔ شرف الملک کے مارے جانے سے سلطان کے دشمنوں میں اضافہ ہوا اور وہ لوگ جو شرف الملک کے حامی تھے وہ سلطان جلال الدین کے مخالف ہو گئے تھے۔

طیان کا لشکر میں ہمارے ساتھ جگہ جگہ کوچ و قیام کرنا درست نہیں ہے اور خان میرے بھائی تم جانتے ہو طیان تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے اس لئے اسے اب مکمل آرام اور سکون کی ضرورت ہے اور یہ کوچ و قیام اس کے آرام کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا میں آپ سے یہ کہوں گی کہ اس کے قیام اس کے آرام کا کوئی بندوبست کیجئے۔ اور خان نے کچھ سوچا پھر وہ الجائی خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

الجائی میری بہن سلطان جلال الدین کا حرم ان دنوں تیز شہر میں قیام کئے ہوئے ہے اس سلسلہ میں میں سلطان سے بات کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ طیان بھی تیز میں وہیں قیام کرے جہاں سلطان جلال الدین کے حرم نے قیام کر رکھا ہے کیونکہ وہاں عمدہ سے عمدہ طبیب بھی ہیں اور وہاں طیان کی بہترین طور پر دیکھ بھال کی جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے اور خان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی پشت کی طرف سے کسی نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا اور خان نے جب چونک کر پیچھے دیکھا تو سلطان جلال الدین اس کے پیچھے کھڑا تھا پھر قبل اس کے کہ اور خان کچھ کہتا سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ اور خان میں تیری ساری گفتگو سن چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ طیان ابھی اور اسی وقت یہاں سے تیز کی طرف کوچ کر جائے جس حویلی میں میرے حرم نے قیام کر رکھا ہے اسی میں طیان بھی قیام کرے گی اس لئے کہ میں تم لوگوں کے لئے چند بری خبریں لے کے آیا ہوں اور ان بری خبروں کا حقیقت بننے سے پہلے ہی میں چاہتا ہوں کہ طیان ہی نہیں بلکہ پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی اور میری بہن الجائی خاتون بھی محفوظ مقام پر چلی جائے اس پر الجائی بولی اور کہنے لگی۔

سلطان محترم طیان میری بہن ہے اگر اس کو تیز بھیجا گیا تو میں اس کے ساتھ رہوں گی بچہ کی پیدائش کے سلسلہ میں وہ میری ضرورت محسوس کر سکتی ہے اور میں اپنی بہن کی ہر ضرورت کے موقع پر اس کے کام آنا پسند کروں گی۔ اور خان فوراً بولا اور سلطان جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم وہ بری خبریں کیا ہیں جو آپ ہم سے کہنا چاہتے ہیں طیان کا معاملہ تو

شرف الملک کی جب گردن کاٹ دی گئی تو اس کے حامی سلطان جلال الدین کے ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ جس سے سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد گھٹ کر تیرا حصہ رہ گئی تھی اس کی کو پورا کرنے کے لئے سلطان جلال الدین نے موقان شہر کے نواح میں شیرکوت نام کے قلعہ میں قیام کیا اور اس نے بھرتی کا کام شروع کیا تاکہ اپنے لشکر کی تعداد بڑھا کر نئے لشکریوں کی تربیت کا کام شروع کر سکے۔

اسی قلعہ میں قیام کے دوران سلطان جلال الدین کو منگولوں اور قتلخ خان کے خلاف اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شاندار فتوحات کا علم ہوا۔ یہ خبر لائے والے مجبوروں نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی بتایا کہ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں اور قتلخ خان کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بعد اصفہان شہر کا رخ کر رہے ہیں۔ سلطان جلال الدین کے پاس اس وقت لشکر نہ ہونے کے برابر تھا اور ہمہ وقت اسے منگولوں کی طرف سے حملہ کا بھی خطرہ تھا لہذا سلطان جلال الدین نے قلعہ شیرکوت سے کوچ کیا اور بڑی تیزی سے وہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے ملنے کے لئے اصفہان شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان جلال الدین اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے پہلے اصفہان پہنچا اور جب اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ اصفہان آئے اور سلطان جلال الدین نے بڑی گرم جوشی سے ان دونوں کا اصفہان سے باہر استقبال کیا پھر متحدہ لشکر کے لئے اصفہان شہر سے باہر خیمے نصب کر دیئے گئے تھے۔

خیمے نصب ہونے کے بعد اور خان جب اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تو راستے میں پاسبانوں کا سپہ سالار اور اس کی بیوی الجائی خاتون دونوں اس کی راہ روک کھڑے ہوئے پھر الجائی بولی اور اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ اور خان میرے بھائی

ابھی صرف دو برس کا ہے۔ الجائی خاتون یہ پروگرام بنا رہی تھی کہ وہ اب اپنے بیٹوں سے ملنے اپنے مستقر کی طرف جائیں گی۔ لیکن جب اسے یہ خبر ہوئی کہ میرے ہاں بچہ کی ولادت قریب ہے تو اس نے اپنے مستقر کی طرف جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور یہ ارادہ کیا کہ میرے بچہ کی پیدائش تک وہ میرے ساتھ رہے گی۔ اور خان میرے حبیب یہ الجائی خاتون انتہائی نیک انتہائی مہربان عورت ہے۔ اس کا میرے ساتھ تہیز جانا اور میرے ساتھ رہنا ایک نعمت عظمیٰ سے کسی بھی صورت کم نہیں اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان تو اب اٹھ میں تیرے ساتھ تیری تیاری کا کام مکمل کرتا ہوں جو جو چیز تجھے چاہئے وہ مجھے بتا میں لپیٹ اور باندھ دیتا ہوں۔ اس لئے کہ تو ابھی اور اسی وقت یہاں سے تہیز کی طرف کوچ کرے گی۔ الجائی خاتون بھی تمہارے ساتھ ہو گی اور تم دونوں کے لئے لشکر کا ایک حصہ بھی تم دونوں کو چھوڑنے تہیز جائے گا۔

طیان بیچاری اور خان سے علیحدگی کے خیال سے انتہائی پریشان اور افسردہ ہو گئی تھی تاہم بیچاری مجبوراً "اور خان کے ساتھ مل کر اپنی تیاری کرنے لگی تھی۔ اسی روز شام سے پہلے طیان اور الجائی خاتون چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ تہیز کی طرف روانہ ہو گئی تھیں اپنے حرم کے محافظوں کے سپہ سالار کے نام سلطان جلال الدین نے ایک خط بھی طیان کے حوالے کر دیا تھا۔ تاکہ طیان اور الجائی خاتون کو وہاں کسی قسم کی تکلیف و دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

طیان اور الجائی خاتون کی روانگی کے بعد مغرب کی نماز پڑھنے اور پھر شام کا کھانا کھانے کے بعد اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں سلطان جلال الدین کے خیمہ میں داخل ہوئے اس وقت خیمے میں سلطان جلال الدین کا کاتب ابن احمد، قاضی مجیر الدین اور چھوٹا سالار اترخان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی سلطان جلال الدین کے سامنے بیٹھ گئے پھر اور خان نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

سلطان محترم وہ بری خبریں کیا ہیں جن کے سنانے کا وعدہ آپ نے طیان اور الجائی خاتون کے جانے کے بعد کیا تھا۔ اور خان کے اس سوال پر سلطان جلال الدین کے

طے ہوا اسے یہاں سے تہیز روانہ کر دیا جائے گا۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا نہیں طیان اور الجائی خاتون کی یہاں سے روانگی کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا۔ پہلے تم دونوں مل کے طیان اور الجائی کی روانگی اور کوچ کا بندوبست کرو۔ ان کی حفاظت کے لئے چند دستے ان کے ساتھ تہیز تک جائیں گے۔ اور خان میرے بھائی تم بھی اپنے خیمے میں جاؤ اور طیان کی تیاری مکمل کراؤ۔ پاسبانوں کے سپہ سالار بھائی تم بھی اپنے خیمہ کی طرف جاؤ اور میری بہن الجائی خاتون کی روانگی کا انتظام کرو۔ اس پر اور خان اپنے خیمہ کی طرف جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار اور اس کی بیوی اپنے خیمہ کی طرف جا رہے تھے۔

اور خان جب اپنے خیمہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا طیان خیمہ کے وسط میں نرم گدے پر بیٹھی تھی اور اور خان کے بندر کو اپنی گود میں بٹھا کر کچھ کھلا رہی تھی۔ اور خان جب آگے بڑھا تو اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے طیان نے اور خان کو اپنے قریب بیٹھنے کو کہا۔ جب اور خان وہاں بیٹھ گیا تو تھوڑی دیر تک طیان بڑے شوق بڑے غور سے اور خان کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اور خان نے بولنے میں پہل کی پھر وہ کہہ رہا تھا۔ دیکھ طیان تو ابھی اور اسی وقت یہاں سے تہیز کی طرف کوچ کرے گی سلطان جلال الدین کے حرم نے بھی وہاں قیام کر رکھا ہے اور ان کے حرم کی حفاظت کے لئے چھوٹا سا ایک لشکر بھی تہیز میں متعین ہے بچہ کی پیدائش اور اس کے کچھ عرصہ بعد تک تم وہیں رہو گی اس لئے کہ تمہیں آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی الجائی خاتون بھی تمہارے ساتھ جانے پر رضامند ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی بہن طیان کے ساتھ رہے گی اس لئے پیدائش کے سلسلہ میں طیان کو اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اس پر طیان بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگی۔

آپ نے اچھا کیا جو سلطانی حرم کے ساتھ میری رہائش کا بندوبست کر دیا جہاں تک الجائی خاتون کا میرے ساتھ جانے کا تعلق ہے تو الجائی خاتون جیسی رحمدل الجائی خاتون جیسی مہربان عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اور خان میرے حبیب دیکھو اس الجائی خاتون اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے تین بیٹے ہیں دو تو بڑے ہیں تیسرا بیٹا

کہ ہم اس کے خلاف حرکت میں نہیں آسکتے۔

ان دو خبروں کے علاوہ قلعہ شیرکوت سے اصفہان کی طرف آتے ہوئے جو مجھے انتہائی بری خبریں ملیں وہ یہ تھیں کہ جرماغون کے لشکر کے علاوہ کچھ مزید لشکری بھی دریائے جیوں کو عبور کرنے کے بعد ہماری طرف بڑھے ہیں میرے مخبروں کے مطابق اس وقت چنگیز خان کا بیٹا چغتائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نیشاپور شہر کی طرف بڑھ رہا ہے اور نیشاپور شہر کے حاکم فخرالدین نے اس کے مقابلہ کے لئے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔

سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا تو اورخان بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میں جانتا ہوں ہمارے لشکر کی تعداد پہلے سے گھٹ کر کافی کم ہو چکی ہے ان حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم نئی بھرتی کر کے اپنے لشکر میں اضافہ کریں سلطان محترم جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اس میں سے آپ چند دستے لے کر واپس قلعہ شیرکوت کی طرف چلے جائیں اور وہاں قیام کر کے نئی بھرتی کا کام شروع کریں اور نئے لشکریوں کو عسکری تربیت بھی دیں۔ اب لشکر میں اضافہ کرنا اتنا درجہ کا ناگزیر ہو گیا ہے آپ کے بعد میں اور پاسانوں کا سپہ سالار رہائی ماندہ لشکر کے ساتھ نیشاپور کا رخ کرتے ہیں مجھے امید ہے کہ ہم دونوں بھائی چغتائی کے لشکر سے ٹھنڈے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اگر خدا ناخواستہ ہمیں شکست بھی ہوئی تو ہم پسا ہو کر قلعہ شیرکوت کی طرف آئیں گے اور مجھے امید ہے کہ یہ چغتائی قلعہ شیرکوت تک ہمارا تعاقب کرنے کی حماقت نہیں ے گا۔ اور اس نے اگر ایسا کیا تو ہم جگہ جگہ اس کے لشکر پر شب خون مارنے کا شروع کر دیں گے اور اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین نے استفسار سے انداز میں پاسانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا اس پر پاسان بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میں بھی یہی تجویز پیش کروں گا کہ آپ چند دستوں کے ساتھ قلعہ شیرکوت کی طرف چلے جائیں اور نئی بھرتی کا کام شروع کر دیں میں اور اورخان اپنی پوری کوشش کریں گے کہ چغتائی کو نیشاپور میں داخل نہ ہونے دیں اور یہ بھی کوشش کریں گے کہ اسے ایک بار پھر دریائے جیوں کے اس پار مار بھگائیں۔

چہرے پر کچھ افسردہ سے رنگ بکھر گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

سنو میرے دنوں بھائیوں! جن دونوں میں حلب کے سلطان عزالدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے خلاف برسرِ پیکار تھا اور تم دونوں بھائی منگولوں اور قتلخ خان کے خلاف جنگ میں پھنسے ہوئے تھے۔ منگولوں کا ایک سردار کہ جس کا نام جرماغون ہے اس نے نیشاپور شہر کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا اس جرماغون نے قاصد نیشاپور کے حاکم فخرالدین حمزہ کی طرف روانہ کیا اور فخرالدین کو یہ پیغام دیا کہ اگر تمہیں اپنی خیریت چاہئے تو سلطان جلال الدین سے تعلقات قطع کر کے ہمارا ساتھ دو تاکہ سلطان کو ان سرزمینوں سے دھکیل کر باہر نکال دیا جائے۔

فخرالدین انتہائی جانثار انتہائی ایماندار اور محب وطن انسان ہے اس نے اس منگول قاصد کو گرفتار کر کے میری طرف روانہ کر دیا جس وقت میں قلعہ شیرکوت سے کوچ کر کے اصفہان کی طرف آ رہا تھا تو راستے میں اس منگول قاصد کو میرے سامنے پیش کیا گیا جب میں نے اس منگول قاصد سے جرماغون کی فوجوں کے تعداد سے متعلق دریافت کیا تو اس قاصد نے انکشاف کیا کہ جرماغون کے ساتھ ہمارے متحدہ لشکر سے بھی زیادہ بڑا لشکر ہے اور اس کے علاوہ اور کئی لشکری بھی ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے لئے دریائے جیوں کو عبور کر چکے ہیں۔

قلعہ شیرکوت سے اصفہان کی طرف آتے ہوئے دو سرا حادثہ جو پیش آیا وہ یہ کہ میرے کچھ خیر خواہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ ایک خط میری طرف روانہ کیا جس میں مرقوم تھا کہ انہوں نے ایک اسماعیلی جاسوس کو گرفتار کیا ہے جس کے پاس منگولوں کے نام علاؤ الدین کا ایک خط تھا جس میں اس نے میرے خلاف منگولوں کو اکسایا تھا۔ میرے ان خیر خواہوں نے اس اسماعیلی سے خط چھین کر میری طرف روانہ کر دیا اور اسماعیلی جاسوس کو قتل کر دیا۔ مجھے حیرت ہے کہ اسماعیلیوں کا امام جلال الشیخ علاؤ الدین وطن پروری اور ملت کی یکجہتی کی باتیں تو بہت کرتا ہے لیکن اندر اندر یہ مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے میرے بھائیو میرے عزیزو! قلعہ الموت کے شیخ الجبل کی منافقت یقیناً قابل سزا ہے۔ لیکن ان دنوں حالات ایسے؟

ری ملیس نصب کرتے پھریں گے۔ اپنے ظلم کے سامنے ہماری بے بسی کی داستانوں اپنی خوشیوں اپنی مسرتوں کی روداد لکھیں گے۔ یہ منگول اپنی انا کے بت کی تسکین خاطر دشت کے بھیڑیوں کی وحشت بن کر ہمارے جسوں پر تلخ حقیقتوں کے زخم تے رہیں گے۔ کاش ہمارے چاروں طرف پھیلے مسلمان حکمرانوں کی آنکھیں کھلتیں روہ اپنے سارے اختلافات بھلا کر منگولوں کے سامنے ہمارے ساتھ دیوار بنتے تو میں نا پر ثابت کر دکھاتا کہ ہم منگولوں کا ان کے صحرائے گوبی تک تعاقب کر سکتے ہیں۔" یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین خاموش ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک اس گردن جھکی رہی پھر وہ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے نے لگا۔ سنو میرے عزیز بھائیو! میں چھوٹے سالار اترخان کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں تمہاری تجویز کے مطابق میں قلعہ شیرکوت میں قیام کروں گا۔ تم دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور شہر کی طرف کوچ کر جاؤ اور چنگیز خان کے بیٹے چغتائی کے اف اپنے نیشاپور کے بھائیوں کی مدد کرو۔ سلطان کے اس فیصلہ کے بعد اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار لشکر کو لے کر نیشاپور کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ جبکہ سلطان ال الدین کچھ محافظ دستوں کے ساتھ قلعہ شیرکوت کی طرف روانہ ہو گیا تھا

اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے نیشاپور کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ چغتائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نیشاپور سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ شاید وہ نیشاپور پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا نیشاپور شہر سے باہر ان کے سامنے ایک نگاہ کام کرتی تھی منگولوں کے چہرے کے خیمے نصب تھے۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اس موقع پر اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ہی بیٹھے بڑے تفکر آمیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اور خان بولا اور کہنے لگا پاسبان میرے بھائی دلوں کے لشکر کا اندازہ لگاتے ہوئے میں یہ کہتا ہوں کہ نیشاپور شہر سے باہر ہمیں دلوں کے خلاف زندگی اور موت کا کھیل کھیلنا ہو گا چغتائی کے ساتھ جس قدر لشکر ہے اس کے سامنے ہمارے متحدہ لشکر کی کوئی حقیقت نہیں پھر بھی ہمیں ہر صورت میں ناسے نکرانا ہو گا اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے چھاتی تانتے ہوئے ایک عزم

اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس گفتگو کے جواب میں سلطان جلال الدین تھوڑی دیر تک بڑی بے بسی سے اپنی گردن کو جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ انتہائی دکھی اور پریشان آواز میں کہنے لگا۔

"سنو عالم اسلام کے حکمران اس وقت عزت و غرور کے قلعہ میں آنکھوں کے اندھے اور کانوں کے سرے بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے اطراف میں حلب کا سلطان عز الدین بہت بڑی طاقت رکھتا ہے۔ شام کا حاکم علاؤ الدین ملک مسعود حاکم آمد اور کزستان کا حکمران ملک المنظر خاصی بڑی قوت کے مالک ہیں لیکن یہ سب منگولوں کے مقابلہ میں قدیم بوڑھے کی طرح خاموش، صدیوں کے جکڑے پرندوں جیسے بے بس، چیتھڑے لگے برہنہ پا چرواہے جیسے لاچار اور سوکھے بیڑ اور پت جھڑکی ماری ہوئی پتیوں جیسے خستہ و ماندہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ ایسے حکمران ہیں جو اپنا وجود اپنا مقام عہد اور خالق تک کو فراموش کر چکے ہوں۔

سنو میرے بھائیو میرے رفیقو عالم اسلام اس وقت ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کی جڑوں کو دیمک لگ گئی ہو۔ عالم اسلام ان دنوں اس مردہ پھول کی طرح ہے جس میں ہنسی رہی ہو نہ خوشبو۔ عالم اسلام کی طاقت اور قوت کو اس وقت حلق میں پھندہ لگے مجرم جیسا بنا کر رکھ دیا ہے کاش کوئی ایسا رجل عظیم اٹھتا جو عالم اسلام کے خالی چراغوں میں روغن بھرتا، مسلمانوں کو بے ضمیری کے خواب سے بیدار کرتا اور ان کی دستار فضیلت منگولوں کے سامنے نہ گونے دیتا۔

کاش کوئی ایسا سالار مسلم قوم کا کوئی ایسا حکیم کوئی کیسا مگر کوئی ایسا مصلح اٹھتا جو مسلمانوں کو مغموں و حسرت زدہ مٹی کے گھروندوں سے نکال کر اقوام عالم کی تاریخ میں مقام رفعت عطا کرتا۔ ظلم کی رات سے آزادی کی نعر نکالنا ماتم کرتے الفاظ و لہجہ سے فروزاں و درخشاں امیدیں نکال کر دکھاتا۔ کاش عالم اسلام کا کوئی ایسا سپوت سامنے آئے جو ضمیر بریدہ اور شعور مہربان مسلمانوں کو صداقت شرافت، دیانت و امانت کے آسمان سے روشناس کرتا۔

سنو میرے بھائیو میرے چاہنے والو! منگول ہمارے خون کی بو سوکھ چکے ہیں اب وہ ضلالت و ظلم کے دیوتا جبر و خون ریزی کی عنقریب بن کر جگہ جگہ ہمارے لئے خون

چغتائی کو امید تھی کہ وہ اپنے لشکر کی عددی برتری کی بناء پر اورخان اور پاسبانوں کے ساتھ ساتھ جلد پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن معاملہ اس کے الٹ اس لئے کہ اپنے تیز اور جان لیوا حملوں میں بلند آواز کے ساتھ تکبیریں بلند کرتے رہے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار اپنے جانبازوں کے ساتھ منگولوں کے اندر سے ان کا قتل عام کرنے لگے تھے۔ اور لمحوں کی جنگ کے بعد ہی انہوں نے لولوں کی اگلی صفوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ چغتائی کے لشکر کے اگلے حصہ کی حالت اب بے نشین و شکست طیور، ویران شاہراہ گلی کوچوں اور جل بجھے دل کی اکھ جیسا ہونا شروع ہو گئی تھی۔ قریب تھا کہ چغتائی کو نیشاپور کے نواح میں بدترین ست ہوتی لیکن لگتا تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے منہنے کے لئے تائی کے بہترین منصوبہ بندی کر رکھی تھی اس لئے کہ جب منگولوں کے اندر شکست لے آتار نمودار ہوتا شروع ہوئے تھے اسی وقت اورخان کی پشت کی جانب سے رمخان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اورخان کے لشکر کے پچھلے حصہ پر وہ شہروں کو عریاں کرتے عذابوں، صلیب کے بھنور اور درد بھری نفرت سے رپور دکھ کی لہر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا عین اسی موقع پر منگول سردار جرماغون بھی بے بہت بڑے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی پشت کی طرف سے وہ مرگ خلعت اور سحرنا آشنا رات میں زندان کی تاریکیوں میں چھپنے لانے کے انداز میں ٹوٹ پڑا تھا۔

اب صورتحال بڑی تیزی سے پلٹا کھانے لگی تھی۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار چغتائی کے بہت بڑے اور جبار لشکر کو شکست اور پسپائی دینے کے درپے تھے وہاں اب ان کی اپنی حالت دگرگوں ہو کر رہ گئی تھی منگول سامنے در پشت دونوں طرف سے دونوں کو پیٹنے لگے تھے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس صورتحال میں وہ زیادہ دیر تک منگولوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہذا دونوں نے اپنے لشکروں کو یکجا کر لیا پھر آپس میں کوئی فیصلہ کرنے کے بعد وہ دائیں جانب اپنے لشکر کو لے کر بھاگ نکلے۔ چغتائی، چارمغان اور جرماغون نے بڑی شدت اور قوت کے ساتھ ان کا تعاقب کیا لیکن اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں کے بھاگنے کی رفتار

سے کہا دیکھ اورخان میرے بھائی زندگی اور موت کا کھیل تو ہم ایک عرصہ سے کھیلتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم اب اس کے عادی ہو چکے ہیں اور اس کے لئے ہم تعداد کی کثرت اور قلت کو خاطر میں لانے والے نہیں۔ دیکھ میرے بھائی آؤ اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیتے ہی پھر جب چغتائی ہم سے نکرانا چاہے تو ہم بھی اللہ کا نام لے کر اس پر چڑھ دوڑ پڑیں گے۔ جواب میں اورخان نے کچھ نہ کہا پھر ان دونوں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔



وہ دن اور رات خیر و عافیت سے گزر گئے دوسرے روز صبح ہی صبح چغتائی نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے۔ جواب میں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی اپنے لشکر کی صف آرائی کرنے لگے تھے۔ جنگ کی ابتداء چغتائی نے کی تھی اور وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر اندھے صبر کی علامت، بہرے ستم کے نشان، سمندر کے تلاطم، گندی تہذیب و ثقافت لپکتے شعلوں، مرگ کے تہوار جیسی ہولناک تباہی اور نمود کے انگاروں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

چغتائی کا مقابلہ کرنے کے لئے اورخان نے اپنے لشکر کو دائیں طرف جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ بائیں جانب تھا۔ چغتائی کے حملہ آور ہونے کے بعد اورخان تھوڑی دیر تک سچائی کے پرچم لہراتے انصاف کے قاصد کی طرح منگولوں کے حملوں کو روکتا رہا پھر اس نے دفاع کا جامہ اتار پھینکا اور وہ زہر آلود تشدد کے نشان، اندھیروں کے بھنور، شہر بدر حقیقتوں کی طرح فتح کے گیت گاتا ہوا منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اتنی دیر تک پاسبانوں کا سپہ سالار بھی تباہی کے قاصد اور شہروں کے ظلم کی طرح حرکت میں آ چکا تھا اور وہ بھی منزل کے آخری نوے، بے کراں آسمان کی پنہائیوں میں ہزاروں برس کی سزا جھیل کر نکلنے والے کرب آمیز عذاب کی طرح منگولوں پر نزول کرنے لگا تھا۔

ایسی تیز تھی کہ کچھ دور تک منگولوں نے ان کا تعاقب کیا پھر وہ لوٹ کر میدان جنگ کی طرف چلے گئے تھے۔



ادھر سلطان جلال الدین جس وقت منگولوں کے خلاف پورے شد و مد سے تیاریوں کے علاوہ نئے لشکریوں کی بھرتی اور ان کی تربیت کے کام میں بری طرح مصروف تھے۔ گنجنہ شہر کے چند مسند پردازوں نے منگولوں کی شہ پر بغاوت کردی اور تمام خوارزمی سپاہی جو اس وقت گنجنہ شہر اور اس کے نواح میں قیام کئے ہوئے تھے۔ انہیں قتل کر دیا۔

ان امن ناپسند عناصر کا سرغنہ پندار نام کا ایک شخص تھا۔ سلطان جلال الدین نے جو ان دنوں قلعہ شیرکوت میں قیام کئے ہوئے تھے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے کاتب ابن احمد کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔ گویا ایک چھوٹا سا لشکر تھا لیکن سلطان جلال الدین کو امید تھی کہ ابن احمد گنجنہ کی بغاوت اور سرکشی کو فرو کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ابن احمد مختصر سے لشکر کے ساتھ گنجنہ شہر پہنچا اور نامہ و پیام کے ذریعہ فسادوں کو سمجھانے اور ناشائستہ حرکات سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ بعض ایسے لوگ جو اندر ہی اندر منگولوں کے ہم راز تھے اور ان کی شہ پر کام کر رہے تھے وہ باغیوں کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے اس لئے ابن احمد کے سمجھانے اور خط و کتابت کا کچھ بھی اثر ان پر نہ ہوا اور باغی افراد کے تہذیب اور سرکشی میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

ان سارے حالات کا علم سلطان کو بھی ہو گیا لہذا سلطان جلال الدین اپنے باقی ماندہ بچے کچھ لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قلعہ شیرکوت سے گنجنہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا

ایک رات اچانک سلطان جلال الدین گنجنہ شہر کے باہر آنمودار ہوا باغیوں کے سردار پندار اور اس کے ساتھیوں کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ سلطان جلال الدین بذات خود گنجنہ شہر پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ جس وقت سلطان ابن احمد کے لشکر کے ایک کے ایک

طرف خیمہ زن ہو رہا تھا پندار نے اچانک شہر سے نکل کر سلطان کے خیمہ زن ہونے والے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ باغی عناصر کا ایک بہت بڑا گروہ اس خیمہ کی طرف چڑھ دوڑا جہاں جس میں سلطان جلال الدین مقیم تھا اور اس خیمہ پر انہوں نے تیروں کی بارش کردی تھی۔

خوش قسمتی سے سلطان دشمن کے تیروں سے بچ نکلا اگرچہ سلطان کے ساتھ سپاہ کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن پھر بھی اس نے ابن احمد کو اپنے ساتھ لیا تلوار سونت کر وہ باہر نکلا اور اس شدت کا حملہ اس نے دشمن پر کیا کہ پندار اور اس کے ساتھیوں کے پاؤں اکٹڑ گئے اور وہ شہر کو بھاگے۔ سلطان جلال الدین بھی تعاقب میں تھا۔

اگرچہ اہل شہر نے بہت کوشش کی کہ سلطان کے پیچھے سے پہلے دروازے بند کر لیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور سلطان جلال الدین اور اس کا کاتب ابن احمد دونوں اپنے لشکر کے ساتھ باغیوں کے پیچھے گنجنہ شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

ہر چند اہل شہر جرم بغاوت میں برابر کے شریک تھے مگر سلطان جلال الدین نے مزید خونریزی سے بچنے کے لئے معززین شہر کو بلا کر حکم دیا کہ اگر وہ جاں بخشی کے خواہش مند ہیں تو انہیں چاہئے کہ تمام باغیوں کو گرفتار کر کے سلطان کے حوالے کر دیں تاکہ انہیں کیفر و کراہت تک پہنچایا جائے۔ اہل شہر نے سلطان جلال الدین کے ان احکامات کی تعمیل کی اور تمام شریکینوں کو سلطان کے حوالے کر دیا۔ ایسے عناصر کو سلطان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح سلطان جلال الدین نے سترہ دن تک گنجنہ شہر میں قیام کیا اس کے بعد وہ واپس قلعہ شیرکوت کی طرف چلا گیا تھا۔

جس وقت گنجنہ کی بغاوت فرو کرنے کے بعد سلطان جلال الدین واپس قلعہ شیرکوت پہنچا تو اسے منگولوں کے ہاتھوں اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شکست کی خبر مل چکی تھی سلطان کو اب چونکہ خدشہ ہو گیا تھا کہ روز بروز ان کے لئے منگولوں کا دباؤ بڑھتا رہے گا اس موقع پر چونکہ قرب و جوار کے تمام مسلمان حکمران اس سے مس نہیں ہو رہے تھے اس لئے سلطان نے سوچا کہ اغلاط شہر کے حکمران ملک الاشرف سے امداد طلب کی جائے جس کے پاس اس وقت ایک بہت بڑا لشکر تھا

کا معاہدہ کر لیا جائے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہو گا کہ میرے سپاہیوں کو دو مختلف محاذوں پر ایک دوسرے کے خلاف فیرو آزما ہونا پڑے گا اس لئے کہ ان دونوں سلطان جلال الدین اور دمشق کا حکمران علاؤ الدین ایک دوسرے کے بدترین دشمن خیال کئے جاتے ہیں اور ایسی صورت حال کو میں خود پسند نہیں کروں گا۔

اس کے علاوہ کردستان کے حکمران ملک المظفر نے یہ بھی کہا کہ اس صورت حال کے علاوہ یہ امر حد درجہ افسوسناک ہے کہ سلطان جلال الدین کے باپ علاؤ الدین کا ماضی کچھ ایسے ناخوشگوار واقعات سے داغدار ہے کہ اس نے کبھی بھی اپنے ساتھیوں کی پرواہ نہ کی ضرورت پڑنے پر چکار لیا ضرورت ختم ہو گئی تو دھتکار دیا۔ صرف خلیفہ بغداد نہیں بلکہ اطراف و اکناف کا ہر حکمران سلطان جلال کے باپ علاؤ الدین سے شاکی رہا ہے اور جہاں تک سلطان جلال الدین کا تعلق ہے ابھی کل کی بات ہے کہ سلطان کے کچھ سرحدی محافظ جن کی تعداد پانچ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے حاکم دمشق علاؤ الدین کے سرحدی محافظوں پر ٹوٹ پڑے اور علاؤ الدین کی قلم رو میں گھس کر اس کے علاقوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خاص کر انہوں نے کرخار اور زنجان اور عطیہ کے شہروں میں وہ لوٹ مار اور قیامت مچائی کہ الامان الحفیظ اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ جو کچھ آج علاؤ الدین کو پیش آیا ہو کل مجھے پیش نہیں آئے گا۔ لہذا اس صورت حال میں میں سلطان جلال الدین کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ جواب سن کر ابن احمد بیچارہ کردستان کے حکمران ملک المظفر کی طرف سے ناکام و نامراد سلطان جلال الدین کی طرف لوٹ گیا تھا۔

○

اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار نیشاپور شہر سے باہر چغتائی کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بڑی تیزی سے اپنے لشکریوں کے ساتھ بھاگے جا رہے تھے۔ کہ ان کا ایک مخبر ان کے سامنے نمودار ہوا اور جھنڈی لہرا کر اس نے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ جھنڈی کا اشارہ ملتے ہی ان دونوں نے اپنے لشکروں کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ جو نئی لشکر کے اور ان کے سامنے اور خان

اس مقصد کے لئے سلطان جلال الدین بذات خود اخلاط شہر کو چل دیا۔ دوسری طرف جب حاکم اخلاط الملک الاشرف کو سلطان کی آمد اور اس کی غرض و غایت کا علم ہوا وہ اخلاط سے دمشق کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان نے اس کے پیچھے ایک وفد امداد کے لئے روانہ کیا جب سلطان کا وہ وارد دمشق ہوا تو الملک الاشرف دمشق سے نکل کر مصر کی طرف بھاگ گیا۔ جبکہ سلطان کی طرف سے اسے متواتر امداد کے لئے خطوط موصول ہو رہے تھے لیکن برابر ٹال مٹول کرتا جا رہا تھا۔ آخر سلطان کو اس کے مشیروں کی طرف سے خفیہ خط کہ آپ ملک الاشرف کے وعدوں پر قطعاً اعتبار نہ کریں کیونکہ اس کی نیت میں تو ہے لہذا سلطان جلال الدین نے ملک الاشرف کی طرف سے امداد حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔

ملک الاشرف کی طرف سے مایوس ہو کر سلطان جلال الدین نے اپنا قاصد کردستان کے حکمران ملک المظفر کی طرف روانہ کیا اور اس سے منگولوں کے خلاف امداد طلب کی نیز ابن احمد کی وساطت سے سلطان جلال الدین نے کردستان کے حکمران ملک المظفر سے یہ بھی درخواست کی کہ وہ اپنے طور پر حاکم آمد اور معاذ دین کے حکمرانوں کو بھی سلطان کی امداد کے لئے ترغیب دے۔

سوئے اتفاق سے اسی موقع پر سلطان جلال الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے سرحدی محافظوں میں کچھ غلط فہمیوں کی بناء پر جھڑپ ہو گئی اس جھڑپ میں سلطان جلال الدین کے لشکریوں نے دمشق کے سلطان علاؤ الدین کے سرحدی محافظوں کو بدترین شکست دی اور وہ دور تک علاؤ الدین کے علاقوں میں گھس گئے تھے۔ ان علاقوں میں جو کچھ مال و اسباب ڈور ڈمگر بھیڑ بکریاں انہیں ملیں وہ سمیٹ کر وہ سلطان جلال الدین کے پاس لے آئے تھے۔

دوسری طرف جب ابن احمد کردستان کے حکمران ملک المظفر کے دربار میں پہنچا اور سلطان کا خط امداد کے لئے پیش کیا تو اس نے جواب میں کہا جس قسم کے معاہدہ کے لئے آپ حاضر ہوئے ہیں ہم اس نوع کے ایک معاہدہ کی رو سے دمشق کے حکمران علاؤ الدین کی امداد کے پابند ہیں اگر سلطان جلال الدین کے ساتھ بھی اسی قسم

دیکھ میرے پاسبان میرے بھائی میں جانتا ہوں ہمارے لشکری تھکے ہوئے ہیں لیکن اگر ہم اپنی پیش قدمی اور آگے بڑھنے کی رفتار کو تیز کر دیں اور تیریز شہر کا محاصرہ کرنے والے منگولوں پر شب کی تاریکی میں ٹوٹ پڑیں تو مجھے امید ہے کہ ہم قراچار برلاس کو بدترین شکست دیں گے اس شکست سے جہاں منگولوں کی تعداد میں کمی ہو گی وہاں ہمارے اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے اور نیشا پور کے نواح میں شکست کھانے کے بعد جو وہ دل شکنی کا شکار ہوئے ہیں۔ تیریز شہر سے باہر ہم دونوں بھائی مل کر اپنے لشکریوں کی اس دل شکنی کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں۔

جواب میں پاسبانوں کا سپہ سالار مسکراتے ہوئے کہنے لگا اور خان میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ تم نے پہلے ہی کہہ دیا تمہارے الفاظ یوں جانو کہ میرے دل کی آواز ہیں دیکھ میرے بھائی اپنی رفتار تیز کرنے اور فوراً تیریز پہنچ کر قراچار برلاس پر سب خون مارنے کی کوشش کریں میرا خیال ہے کہ اگر ہم ہمت و جرات سے کام لیں زہم لمحوں کے اندر قراچار برلاس کے لشکر کا خاتمہ کر کے اسے لہو لہو کر کے رکھ سکتے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے لشکروں کو کوچ کا حکم دیا آنے والا جاسوس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر وہ بڑی برق رفتاری کے ساتھ تیریز شہر کی طرف بڑھ رہے تھے۔



منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس نے بڑی سختی کے ساتھ تیریز شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ گزشتہ کئی دنوں میں وہ ان گنت بار کوشش کر چکا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکریوں کو شہر کی فصیل پر چڑھانے میں کامیاب ہو جائے لیکن تیریز شہر میں سلطان جلال الدین کا جو محافظ لشکر تھا انہوں نے قراچار برلاس کی ایک نہ چلنے دی تھی۔ فصیل پر چڑھنا تو بہت دور انہوں نے فصیل کے اوپر سے ایسی تیر اندازی منگولوں کے اوپر کی کہ منگولوں کو انہوں نے فصیل شہر کے نزدیک تک نہ آنے دیا تھا۔ اب قراچار برلاس تیریز کی فصیل پر چڑھنے کے لئے نئے نئے انداز سوچنے لگا تھا شاید وہ چنگیز خان کی طرح لکڑی کے برج تعمیر کر کے ان کے ذریعہ فصیل پر قبضہ کرنے

اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے گھوڑوں کی باکیں کھینچ لیں تب وہ راہ روکنے والا مخبر قریب آیا اور اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

سنو میرے دونوں صاحبو! تم دونوں بھائیوں کو چغتائی کے ہاتھوں نیشا پور کے نواح میں شکست کی خبر سلطان جلال الدین تک پہنچ گئی ہے اور انہیں اس شکست کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ہے اور وہ تم دونوں کی سلامتی کے متعلق زیادہ فکر مند ہیں۔ دوسری خبر جس سے آپ دونوں بھائی فائدہ اٹھا سکتے ہیں وہ یہ کہ منگولوں کا ایک کافی بڑا لشکر جس کی کمانداری منگولوں کا ایک امیر الامراء قراچار برلاس کر رہا ہے اس نے تیریز کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ تیریز میں اس وقت نا صرف سلطان جلال الدین کا حرم ہے بلکہ آپ دونوں کی بیویوں کے علاوہ ہمارے محترم پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی نے اپنے تینوں بچوں کو بھی تیریز ہی میں بلوا لیا ہے۔ لہذا اس وقت تیریز کا دفاع کرنا سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری کام ہے گو تیریز کے اندر اس وقت جو ہمارا لشکر ہے وہ بہترین انداز میں شہر کا دفاع کئے ہوئے ہے لیکن اس وقت اگر آپ دونوں بھائی بھی شہر کا محاصرہ کرنے والے منگول لشکر پر حملہ آور ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں آپ دونوں صاحب مل کر منگولوں کو ادھیڑ کر رکھ سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا وہ مخبر جب خاموش ہوا تو اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایک بار عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اور خان بولا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن پاسبان میرے بھائی قدرت ہمیں سنبھلنے اور منگولوں سے انتقام لینے کا ایک بہترین موقع فراہم کر رہی ہے اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں کہ نیشا پور کے نواح میں چغتائی کے ہاتھوں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس لئے کہ چغتائی کے سامنے آنے سے پہلے ہمیں نیشا پور کے اطراف میں اپنے جاسوسوں کو پھیلاتا چاہئے تھا اور یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ کہیں منگولوں نے وہاں آس پاس کوئی لشکر تو گھات میں نہیں بٹھا رکھا چونکہ ایسا ہم نے نہیں کیا تھا لہذا گھات میں بیٹھے ہوئے منگول ہماری پشت کی طرف سے حملہ آور ہوئے اور ہمارے پاؤں لمحوں کے اندر انہوں نے اکھاڑ کے رکھ دیئے۔

کی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔

منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس کو یقین تھا کہ شہر کے اندر جو محصور لشکر ہے وہ شہر سے نکل کر کسی بھی وقت اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اسے خبر تھی کہ شہر کے اندر ایک مختصر سا لشکر ہے اور وہ شہر سے نکل کر کھلے میدانوں میں منگولوں سے ٹکرانے کی جرات کبھی نہیں کرے گا لہذا ایک رات جبکہ منگول لشکر تیز کے نواح میں چین کی نیند سویا ہوا تھا اور سوئے ہوئے لشکر کی حفاظت کے لئے چند دستے پہرے پر متعین تھے۔ اس وقت اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کے لشکر کے قریب نمودار ہوئے رات اس وقت اپنی انتہا کے قریب پہنچ چکی تھی اور تھوڑی دیر تک تیز شہر کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں ہونے والی تھیں کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار منگول لشکر سے چند فرلانگ دور علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اورخان منگولوں پر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو گا، جبکہ پہلو کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں پر نازل ہونے کی کوشش کرے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد دونوں منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

عین اس وقت جبکہ تیز شہر کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں بلند ہونا شروع ہوئی تھیں اورخان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ طوفانی انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا سامنے کی طرف سے منگولوں پر مایوسی میں لپٹی کرٹیں لیتی رات کے سبز، آخری لمحوں میں سمٹتے موت کے کرب خیز سناٹے اور جس شب میں دل پر وحشی طاری کرتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوتا تھا۔

اورخان کے یوں رات کے وقت حملہ آور ہونے اور شب خون مارنے سے منگول افرا تفری اور وحشت کا شکار ہو گئے تھے وہ ہڑبڑا کر اٹھے ادھر ادھر بھاگتے ہوئے انہوں نے اپنے ہتھیار سنبھالے۔ سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اورخان کی طرف بڑھے تاکہ اس کی راہ روکیں۔ عین اسی موقع پر منگولوں کے ایک پہلو کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار بادلوں میں گر جتے، بجلیوں میں چپکنے والے کارکنان قضا و قدر کی طرح منگولوں پر نازل ہوا وہ جدائی کی راتوں میں غبار شام کی طرح پھیلتے دکھ اور مجبوری، کرٹیں لیتی شب میں لشکروں پر غضب بن کر گرتی اور خیموں کو

زنی آندھیوں کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ یہ حملہ نہ صرف شب خون طرح اچانک اور ہولناک تھا بلکہ یہ منگولوں کی توقع کے عین خلاف تھا اس لئے کہ یوں کو یقین تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ان کے خان چغتائی سے لانے کے لئے نیشاپور کی طرف جا چکا ہے جبکہ انہیں یہ بھی خبر تھی کہ بچے کھجے کے ساتھ قلعہ شیرکوت میں سلطان جلال الدین نے قیام کر رکھا تھا۔ لہذا وہ یقین تھے کہ اہل تیز کی مدد کے لئے اورخان، پاسبانوں کے سپہ سالار اور سلطان جلال الدین کی طرف سے کوئی بھی نہیں آئے گا۔ اور انہیں با آسانی شہر کو فتح کرنے کا نفع مل جائے گا۔

لیکن اس اچانک شب خون نے منگولوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا جب اورخان ان پر آور ہوا تھا تو وہ گرتے پڑتے اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے کسی نہ کسی طرح اس سامنے جھنے کی کوشش کرنے لگے تھے لیکن عین اس وقت جب پہلو پر پاسبانوں کا سالار بھی ضرب لگانے کو نمودار ہوا تو منگولوں پر دوسری مصیبت طاری ہو گئی وہ جی چھوڑ بیٹھے تھے۔ رات کی تاریکی میں اورخان نے سامنے کی طرف سے اور انوں کے سپہ سالار نے منگولوں کے لشکر کے پہلو کی طرف سے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے انہوں نے ایک طرح سے منگولوں کا قتل شروع کر کے رکھ دیا تھا۔

منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس نے اپنے ماتحت کام کرنے والے سالاروں ساتھ مل کر اس دو طرفہ حملہ کو روکنے اور پھر جارحیت پر اترنے کی پوری پوری کوشش کی تھی لیکن اس کی کسی کوشش کو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایب نہ ہونے دیا تھا۔ ایک تو اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار پہلے ہی منگولوں خلاف غضبناک تھے اس لئے کہ انہیں نیشاپور سے باہر چغتائی کے ہاتھوں شکست ماننا کرنا پڑا تھا۔ دوسرے تیز شہر میں خود ان دونوں کی بیویوں کے علاوہ سلطان جلال الدین کے حرم نے بھی قیام کر رکھا تھا۔ لہذا انہوں نے اس خونخواری اور ایسی ہی کے ساتھ آہستہ آہستہ چھٹی تاریکی میں حملہ کیا تھا کہ منگولوں کو مکمل طور پر لانے ہلا کے رکھ دیا تھا۔

تیز شہر کی فسیل کے باہر پہرہ دینے والے سلطان جلال الدین کے لشکر پریشان

تھے کہ منگولوں کے اندر کیسی ہلچل مچ گئی ہے۔ اس لئے کہ رات کی تاریکی میں گھوڑوں اور ڈھالیں نکلنے کی آوازیں نا صرف یہ کہ شرکی فہیل کے برجون ہی میں نہیں بلکہ تیمرز شر کے گھروں میں بھی سنی جاسکتی تھیں۔ تیمرز شر کے مکین اور شرکی فہیل پر پرا دینے والے محافظ پریشان تھے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی جارہی تھیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ منگولوں پر رات کی تاریکی میں سلطان نے شب خون مار دیا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ منگول امیر الامراء قراچار برلاس کو تیمرز شر کی فتح کے لئے مزید کمک مل رہی ہے اور نیا لشکر چونکہ شر سے باہر آکر خیمہ زن ہو رہا ہے اس لئے ایسی آوازیں گونج رہی ہیں تاہم کسی کو یہ خبر نہیں تھی کہ شر سے باہر قراچار برلاس کے لشکر پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شب خون مارا ہے اس لئے ہر کوئی جانتا تھا وہ دونوں چغتائی کا مقابلہ کرنے کے لئے نیشاپور شر جا چکے ہیں۔

فجر کی اذانوں کے کافی دیر بعد جب مشرق سے سورج کے طلوع ہونے کے آثار نمودار ہونے لگے اور فضاؤں کے اندر روشنی پھیلنے لگی تب منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس نے دیکھا کہ اس پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے حملہ کر دیا ہے۔ اس پر منگولوں کے حواس جاتے رہے شاید وہ یہ سمجھے تھے کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار ان کے خان چغتائی کو شکست دینے کے بعد ان کی طرف آئے ہیں جب یہ انکشاف ہوا کہ ان پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شب خون مارا ہے تو منگول لڑنے کے بجائے جی چراتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ اس موقع سے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے حملوں میں انہوں نے تیزی پیدا کر دی جس کے نتیجے میں قراچار برلاس شکست تسلیم کرتے ہوئے تیمرز شر کے نواح میں بھاگ کھڑا ہوا۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دور تک بھاگتے ہوئے منگولوں کا تعاقب کیا۔ تاہم قراچار برلاس بچے کھچھے لشکر کو لے کر نیشاپور شر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ جبکہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں تیمرز شر کے نواح میں جنگ ہوئی تھی پھر وہ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز سینٹے لگے تھے۔

اپنے آگے آگے بھاگتے ہوئے منگول امیر الامراء قراچار برلاس کا تعاقب ترک کرنے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکروں کے ساتھ جب تیمرز شر کے نواح میں منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ رہے تھے اور اس وقت سورج طلوع ہو چکا تھا اور اہل تیمرز یہ جان چکے تھے کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تیمرز شر سے باہر منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس کو بدترین شکست دی ہے۔

یہ خبر آن کی آن میں تیمرز شر اور اس کے گرد و نواح میں پھیل گئی تھی پھر تیمرز شر کے لوگ جوق در جوق شر سے نکل کر قراچار برلاس کے خلاف ان دونوں کی فتح پر انہیں مبارک باد دینے کے لئے جمع ہونے لگے تھے۔ اس طرح اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر کے ارد گرد تیمرز شر کے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہو گیا تھا۔

اس وقت تک اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے اپنے اپنے لشکروں کو خیمے نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا اور آن کی آن میں تیمرز شر کے نواح میں خیموں کا ایک شر آباد ہو گیا تھا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اکٹھے کھڑے منگولوں کے پڑاؤ سے حاصل ہونے والے سامان کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ایک طرف سے طیان اور الجائی خاتون آتی دکھائی دیں۔ الجائی خاتون نے تین بچوں کے ہاتھ تمام رکھے تھے جبکہ طیان نے اپنی گود میں کسی کو اٹھا رکھا تھا۔ جب وہ دونوں اس جگہ آئیں جہاں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار کھڑے تھے تو پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً "آگے بڑھا کر ان تینوں بچوں کو پیار کرنے لگا تھا۔ جن کے ہاتھ الجائی نے تمام رکھے تھے اس موقع پر الجائی خاتون اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اورخان میرے بھائی میں آپ کو دو بار مبارک باد دیتی ہوں اس پر اورخان

مقامی کے ہاتھوں شکست کی خبر پہنچ چکی ہے لیکن سلطان کو ابھی تک یہ اطلاع نہیں کہ آپ دونوں صاحبوں نے تہیز شہر سے باہر منگولوں کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے یہ خبر یقیناً "سلطان جلال الدین کے لئے سکون اور اطمینان کا باعث ہوگی۔ سنو برے دونوں صاحبو! سلطان جلال الدین کا تمہارے نام پیغام یہ ہے کہ تم دونوں اپنے لشکروں کو لے کر قلعہ شیرکوت کی طرف چلو جہاں سلطان جلال الدین نے قیام کر رکھا ہے ساتھ ہی سلطان جلال الدین نے تم دونوں سے یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ تم دونوں اپنے بیوی بچوں اور سلطان کے حرم کو لے کر پہلے مرند شہر پہنچو اس لئے کہ سلطان نے اپنے حرم کے علاوہ تمہارے بیوی بچوں کی رہائش کا وہاں بہترین انتظام کر رکھا ہے سلطان کا ارادہ ہے کہ ان کا حرم اور تمہارے بیوی بچے چند یوم تک مرند شہر میں قیام کریں گے اس کے بعد سلطان کا ارادہ ہے کہ ان کی سلامتی کے لئے انہیں دیار بکر کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان دنوں ہم پر منگولوں کا دور بڑھتا جا رہا ہے لہذا سلطان تم دونوں اور اپنے حرم کو محفوظ مقامات پر پہنچانا چاہتا ہے۔

جب وہ مخبر خاموش ہوا تو اورخان نے استفہامیہ سے انداز میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر پوچھا میرے بھائی تمہارا کیا خیال ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار جواب میں مسکراتے ہوئے کہنے لگا اورخان اس سلسلے میں میرے بھائی تم کیا کہتے ہو اورخان فوراً بولا اور کہنے لگا۔

میرے بھائی میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ سلطان کا پیغام ملنے کے بعد ہمیں فی الفور اپنے بیوی بچوں اور سلطان کے حرم کو مرند شہر میں چھوڑنے کے بعد قلعہ شیرکوت کا رخ کرنا چاہئے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً بولا اور کہنے لگا اور میں تمہاری اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تہیز شہر سے سلطان جلال الدین کے حرم اور ان کے محافظوں کو لے کر اورخان کے بعد دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ حرکت میں آئے اور تہیز شہر سے کوچ کر گئے تھے۔ پہلے وہ سلطان جلال الدین کی طرف سے آنے والے مخبر کی خبر، م، م، م، شہ، ک، طرف گئے۔ سلطان نے وہاں جو اپنے حرم اور اورخان اور

مسکراتے ہوئے کہنے لگا دو بار کاہے کی مبارک اس موقع پر طیان چونکہ الجائی خاتون کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئی تھی لہذا اورخان کچھ سمجھ نہ سکا تھا۔ تاہم الجائی خاتون بولی اور کہنے لگی۔ پہلی مبارک باد میرے بھائی تہیز شہر سے باہر منگولوں کو شکست دینے کی اور دوسری مبارک باد اس بات کی کہ خداوند قدوس نے میرے بھائی! تمہیں اور طیان کو ایک انتہائی خوبصورت بیٹا عطا کیا ہے۔

یہ خبر سن کر اورخان کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ پھر آگے بڑھ کر وہ الجائی خاتون کے چمکے کھڑی طیان کے پاس آیا اس نے دیکھا طیان نے اپنی گود میں ایک خوبصورت بچے کو اٹھا رکھا تھا۔ آگے بڑھ کر اورخان نے اس بچے کی پیشانی اور گالوں پر لگا تار کئی بوسے دیئے پھر وہ بڑے پیارے انداز اور میٹھی نگاہوں میں طیان کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اورخان اپنا منہ طیان کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا طیان میں تمہیں بیٹے کی مبارک باد دیتا ہوں اس پر طیان بھی رازداری سے بولی اور کہنے لگی میں بھی آپ کو بیٹے کی پیدائش پر مبارک باد دیتی ہوں۔ اس موقع پر الجائی خاتون پھر بولی اور کہنے لگی۔

اورخان میرے بھائی اس وقت آپ یہ تین بچے اپنے بھائی پاسبان کے سالار کے پاس دیکھ رہے ہیں یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اس پر اورخان فوراً آگے بڑھ تینوں بچوں کے پاس وہ زمین پر بیٹھ گیا اور انہیں گلے لگا کر وہ پیار کرنے لگا تھا۔

اس موقع پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی آؤ خیمے میں چل کر سب بیٹھتے ہیں اور آج سب مل کے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس تجویز کے جواب میں اورخان کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ایک گھوڑا سوار اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا اورخان اسے پہچان گیا وہ سلطان جلال الدین کا ایک مخبر تھا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے نزدیک آ کر وہ بولا اور کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین کے سالارو! اور میری قوم کے محسنو! میں تم دونوں کے لئے سلطان جلال الدین کا ایک پیغام لے کے آیا ہوں۔ سلطان جلال الدین کو تم دونوں کی

اگلے روز توشہ خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ شیرکوت کے پاس آیا اور سلطان جلال الدین کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ اس کے آتے ہی سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں شاید وہ وقت ضائع کئے بغیر توشہ خان پر ضرب لگا کر اسے بھاگنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے توشہ خان نے بھی جنگ کے لئے اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔

جب دونوں اپنی اپنی صفیں درست کر چکے تو منگولوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ توشہ خان اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے لشکر پر شعلہ شیطانی۔ اندھی سرگرمیوں میں شور قیامت۔ اپنے پورے حربی تجربے۔ ذوق جنگ آوری اور مذہب سنی کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ کمال انقلابی شعور۔ سچائی اور حلم۔ زندگی کی تڑپ بے غم اور بے باک جذبوں کی طرح منگولوں کا مقابلہ کیا اور ان پر جوابی ضربیں لگانے لگا۔ قلعہ شیرکوت کے باہر گھمسان کا رن پڑا کافی دیر تک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ جنگ میں سلطان جلال الدین غالب اور منگول سردار توشہ خان مغلوب ہوتا دکھائی دینے لگا تھا پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ سلطان جلال الدین نے منگولوں کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹ کر رکھ دیا۔ قریب تھا کہ منگول سردار توشہ خان کو بدترین شکست ہوتی کہ قریب ہی گھات میں بیٹھا ہوا دوسرا منگول سردار نکائی خان اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور سلطان جلال الدین کے لشکر کی پشت کی طرف سے وہ ماضی کی بازیافت سے اٹھتی خباثت فطرت، اجتماعی زندگی کی قدروں میں اٹھتے فحش کے مرکز اور جنسی عصیان کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے سلطان جلال الدین کے لئے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں وہ بے چارہ اقوام و مل کے عروج و زوال میں قصص و حکایات اور داستان طرازیوں میں ڈوبے جذبوں کی طرح کبھی آگے کبھی پیچھے اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا نہ صرف پوری طرح جنگ میں حصہ لے رہا تھا بلکہ زور سے پکارتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بھی بلند کرتا جا رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں سلطان جلال الدین کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے بزم دنیا اور نگار خانہ ہستی میں کوئی بے بس انسان اپنی تعمیر پسند طبع کو

پاسبانوں کے سپہ سالار کے بیوی بچوں کے رہنے کا انتظام کیا تھا اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا کہ بہترین اور عمدہ انتظام تھا۔ سلطان کے حرم اور اپنے بیوی بچوں کو اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے مرند شہر میں چھوڑا پھر وہ مرند شہر سے اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ شیرکوت کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دینے کے بعد چغتائی نے دو خاصے بڑے لشکر سلطان جلال الدین سے بچنے کے لئے قلعہ شیرکوت کی طرف روانہ کئے تھے۔ ایک لشکر ایک منگول سردار توشہ خان کی کمانداری میں تھا اور دوسرا لشکر ایک دوسرے منگول سردار ارٹکائی خان کی سپہ سالاری میں کام کر رہا تھا۔

جن دونوں اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تیریز کے نواح میں منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے تھے اسی وقت منگول سردار توشہ خان اور ارٹکائی خان اپنے لشکروں کو لے کر خفیہ راستوں کے ذریعے سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے یا اس کا خاتمہ کرنے کے لئے قلعہ شیرکوت کا رخ کئے ہوئے تھے۔

سلطان جلال الدین کے پاس قلعہ شیرکوت میں چھوٹا سا ایک لشکر تھا۔ تاہم اس نے گرد و نواح سے لشکر میں نئے جوان بھرتی کر کے ان کی تربیت کا کام شروع کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان کو خبر ہوئی کہ ایک منگول سردار توشہ خان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے قلعہ شیرکوت کے نزدیک پہنچ چکا ہے۔

دوسرا منگول سردار توشہ خان کے پیچھے پیچھے قلعہ شیرکوت کا رخ کر رہا تھا اور پھر رات کی تاریکی میں وہ قلعہ شیرکوت کے نواح میں ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ سلطان کے مخبروں کو نکائی خان کے گھات میں بیٹھنے کی کوئی خبر نہ ہوئی تھی لہذا خود سلطان بھی نکائی خان کی اس گھات سے بے خبر ہی رہا۔ سلطان جلال الدین کو توشہ خان کی آمد کی اطلاع ہو چکی تو اس نے قلعہ شیرکوت سے باہر نکل کر توشہ خان سے نہ بچنے، فیصلہ کیا۔ یہاں تک کہ جب سلطان کے مخبروں نے اطلاع کی کہ منگول سردار توشہ خان قلعہ شیرکوت سے صرف چند میل دور رہ گیا ہے تب سلطان کے پاس جس قدر لشکر تھا اسے لے کر سلطان قلعہ شیرکوت سے باہر خیمہ زن ہوا تاکہ توشہ خان آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ نہ کرنے پائے۔

لئے شرق و غرب اور شمال و جنوب کی طرف سرگرداں ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ آخر کار اپنے لشکر کو کسی قدر درست کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے خود توشہ خان کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ جبکہ ٹکائی خان کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے سلطان جلال الدین نے اترخان کی کمانداری میں لشکر کا ایک حصہ دے دیا تھا لیکن منگولوں کے مقابلے میں سلطان جلال الدین کی مزاحمت زیادہ دیر تک کام نہ کر سکی۔ اس لئے کہ منگولوں کے ان دونوں لشکروں کے مقابلے میں سلطان کے لشکر کی تعداد تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور سلطان کے لشکر میں زیادہ تر لشکری ابھی نو آزمودہ تھے۔ اور انہیں جنگ کا وسیع تجربہ نہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ جنگ میں پہلی بار منگولوں کا سامنا کر رہے تھے۔ اس لئے زیادہ دیر وہ جم کر منگولوں سے لڑ نہ سکے۔ اور ان کے اندر شکست و ریزش کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے تھے۔

اس دو طرفہ حملے سے اب سلطان جلال الدین کے لشکر کی حالت اونٹ کٹارے کے کانٹوں جیسی ویران، تیل کی خالی کچی جیسی اداس، لئے ہوئے پاکستان جیسی بے آب۔ سراہوں میں پھنسے بیابانوں اور ویرانوں جیسی قابل رحم ہو کر رہ گئی تھی۔ سلطان نے جب دیکھا کہ ایک طرف توشہ خان اور دوسری طرف سے ٹکائی خان اس کے لشکر کا قتل عام شروع کر چکے ہیں تو پھر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین اور اترخان قلعہ شیرکوت سے مرند شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔



اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار مرند سے قلعہ شیرکوت کی طرف اپنے لشکروں کے ساتھ سرپٹ گھوڑوں کو دوڑاتے چلے جا رہے تھے کہ ایک جگہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے فوراً اپنے گھوڑوں کی لگائیں کھینچتے ہوئے انہیں روک دیا پھر ان دونوں نے اپنے پیچھے اپنے لشکریوں کو بھی رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ اس لئے کہ ان کے سامنے ان کا ایک مخبر ان کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

دونوں لشکروں کو رک جانے پر وہ مخبر نزدیک آیا اور اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے اپنے گھوڑے کو روکتے ہوئے کہنے لگا۔ میں آپ دونوں کے لئے

سلطان کے حوالے سے ایک بری خبر رکھتا ہوں۔ سلطان جنہوں نے قلعہ شیرکوت میں قیام کر رکھا تھا اور وہ نئی بھرتی کر کے لشکریوں کی تربیت دینے کا کام شروع کئے ہوئے تھے ان پر ایک آفت ٹوٹ پڑی۔ پہلے ایک منگول سردار نام جس کا توشہ خان ہے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ شیرکوت کی طرف آیا۔ اس کے آمد کی اطلاع ملتے ہوئے سلطان جلال الدین نے قلعہ شیرکوت سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ قلعہ کے باہر سلطان جلال الدین اور توشہ خان کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ عین اس موقع پر جب سلطان جلال الدین توشہ خان کو بدترین شکست دے کر اسے بھاگ جانے پر مجبور کر چکے تھے اچانک گھات سے ایک منگول لشکر نمودار ہوا اور اپنے ایک سردار ٹکائی خان کی سرکردگی میں سلطان جلال الدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گیا۔ اس دو طرفہ خونخوار حملے کی بناء پر سلطان جلال الدین کو شکست ہوئی لہذا سلطان جلال الدین اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ مرند شہر میں تم دونوں سے آملنے کے لئے سرپٹ دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے دونوں منگول سردار توشہ خان اور اترخان خان سلطان کا تعاقب کرتے چلے آ رہے ہیں۔

یہ خبر سن کر پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان دونوں فکر مند ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد اورخان نے اس مخبر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ سلطان جلال الدین منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے یہاں سے کتنے فاصلے پر ہوں گے۔ اس پر مخبر فوراً بولا اور کہنے لگا۔ میرے خیال میں اگر وہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ پانچ میل کے فاصلے پر ہوں گے۔ اس پر اورخان فوراً بولا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ پاسبان میرے بھائی اب جبکہ سلطان جلال الدین منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ہم کھڑے ہیں یہیں منگولوں سے نپٹنے کا کام شروع کر دینا چاہئے۔ دیکھ میرے بھائی قلعہ شیرکوت کی طرف جانے والی اس شاہراہ کے بائیں جانب میں گھات میں بیٹھ جاتا ہوں جبکہ دائیں طرف تم اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ جاؤ۔ اور جب سلطان جلال الدین یہاں

تعاقب کرنے والے منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان جلال الدین نے جب دیکھا کہ ان کا تعاقب کرنے والے منگولوں پر گھات سے نکل کر پاسبانوں کا سپہ سالار حملہ آور ہوا ہے تو وہ بھی منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے رک گئے وہ اس چوپان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ مڑے جس کے ریوڑ میں بھوکے بھیڑیے گھس آئے ہوں۔ پھر وہ ظلمت و اندھ 'اور تیرگی کو کھدیز دینے والے لوہے کے عصا آفاق کی رفتوں پر محیط کسی خضر راہ اور خاک و خاکستر کر دینے والی خونخوار امنگوں کی طرح مڑ کر منگولوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے منگول سردار توشہ خان اور ٹکائی خان نے فوراً اپنے لشکروں کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ توشہ خان نمود کی آگ، شداد کے جبر، فرعون کے کبر و نحوست اور شیطنیت کے تاریکی کی طرح پاسبانوں کے سپہ سالار پر حملہ آور ہونے لگا جبکہ ٹکائی خان ابتلا کی ساعتوں پر جوش بتے لاوے، وقت کے سینے میں پنہاں سنسناتی پر شور ہواؤں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

منگول سردار توشہ خان اور ٹکائی خان کو پوری امید تھی کہ وہ سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن عین اس وقت جبکہ منگول سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے زندگی اور موت کا کھیل شروع کر چکے تھے شاہراہ کے بائیں جانب سے اور خان اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے سینے پر موجزن شعلہ و خون سامان لہروں از افق تا افق قلزم کے بکھرتے زور اور صحرا کی تپتی ریت کی طرح اپنی گھات سے نکلا پھر وہ زمین کے ذرے ذرے، دریاؤں کے قطرے قطرے، نگاہوں کی وسعتوں، ذہن کی کشادگیوں میں بجلی کی سی کڑک اور زلزلوں کی سی دھمک بھر دینے والی پرجوش تکبیریں بلند کرتا ہوا داستان ہائے ذریں رقم کرنے والے کسی تقدیس کے پاسبان اور نقش باطل سے ابھرنے والے جوہر لا تعف کی طرح ابھرنے والے کسی فرزند جلیل کی طرح آگے بڑھا اور ہر قدم پر موت کا خوف پھیلاتی طغیانوں، آگ کو بھڑکاتی قہر کو خونخوار بناتی شدید قوی عداوتوں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اب سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین دائیں جانب سے پاسبانوں کا سپہ سالار اور بائیں جانب سے اور خان اپنے لشکروں کے ساتھ

سے گزرنے لگیں اور ان کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے منگول یہاں پہنچیں تو پہلے تم میرے بھائی اپنی گھات سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہونا۔ تمہیں حملہ آور ہوتے دیکھ کر سلطان سنبھلیں گے اور وہ پلٹ کر حملہ آور ہو جائیں گے اس کے بعد میں بھی گھات سے نکل کر منگولوں پر ٹوٹ پڑوں گا اس طرح اس سہ طرفہ حملے سے ہم منگولوں کا قتل عام کر کے ان کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا اور خان میرے بھائی تمہاری تجویز بہت عمدہ ہے اور اسی پر ہم عمل کریں گے۔ اس کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اس آنے والے مخبر کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا کہ تم بتا سکتے ہو کہ منگول سردار توشہ خان اور ٹکائی خان کی سرکردگی میں جو لشکر سلطان جلال الدین کا تعاقب کر رہا ہے اس کی تعداد کتنی ہو گی اس پر وہ مخبر بولا اور کہنے لگا میرے ناقص اندازے کے مطابق توشہ خان اور ٹکائی خان کے لشکریوں کی تعداد پچاس ہزار سے کسی صورت کم نہ ہو گی اس کے بعد اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ بھی نہ کہا پھر وہ پہلے سے طے شدہ تجویز کے مطابق اپنے لشکریوں کو لے کر شاہراہ کے دائیں بائیں جانب گھات میں بیٹھ گئے تھے۔



مرند شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر منگول سردار توشہ خان اور ٹکائی خان فنا اور جنم کی کڑی رات، موت کے گرداب، قدموں کی دھمک اور جبر کے دیوتا کے باطل خیالات کی طرح بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ سلطان جلال الدین کا تعاقب کر رہے تھے۔ جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار گھات میں بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک پاسبانوں کا سپہ سالار تغیر رازدار۔ شجاعت کی سوچوں سے کئی سرگوشی کی طرح اپنی گھات سے نمودار ہوا پھر وہ بادلوں سے خالی آسمان سے لے کر زمین کی جڑوں تک پھیل جانے والی سوز و ساز سے بھری تکبیریں بلند کرتا ہوا شہر شہر پکارتی موت، چار سو بھڑکتی آگ، ایک ایک اینٹ، ایک ایک پتھر پر فنا کی تحریریں لکھنے والے عناصر، رگوں میں بولتے لہو اور جسموں کو تار تار کر دینے والے عزم کی طرح

طوفانوں اور قہرانیوں کی طرح منگولوں پر نزول کرنے لگے تھے۔

میدان جنگ میں شور بڑھنے لگا۔ موت لہو کے آنچل میں منہ چھپائے ادھر ادھر بھٹکنے لگی تھی۔ حیوانی جبلت، اعصابی ضعف، صرع کے دورے ہر سو رقص کرنے لگے تھے۔ ہڈیوں میں بے قراری دلوں میں کراہ، روحوں کی شادمانیوں میں آہیں بعید و بلند ہمتوں میں پستی و فرار اور فخر و سرفرازیوں میں قہر شدید بھر دینے والے لمحے اپنا رنگ جمانے لگے تھے۔

قلعہ شیرکوت سے مرند کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر کافی دیر تک گھمسان کا رن پڑا آخر کار سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سہ طرفہ حملوں نے منگول سردار توشہ خان اور ٹکائی خان کے لشکریوں کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ آہستہ آہستہ توشہ خان اور اس کا ساتھی سردار ٹکائی خان محسوس کرنے لگے تھے کہ ان کے ساتھیوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے اور اگر جنگ یوں ہی جاری رہی تو وہ لمحہ زیادہ دور نہ رہے گا کہ سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین، بائیں طرف سے اور خان اور دائیں جانب سے پاسبانوں کا سپہ سالار بری طرح منگولوں کا قتل عام شروع کر چکے ہوں گے۔

اس صورتحال کا اندازہ لگانے کے بعد توشہ خان اور ٹکائی خان دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن اب بھاگنا بھی اتنا آسان نہیں تھا سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔ دور تک انہوں نے منگولوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام کیا یہاں تک کہ اس جنگ میں توشہ خان اور ٹکائی خان کے علاوہ جس قدر منگول تھے ان سب کو سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے لشکریوں کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ منگول لشکروں کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ مرند کی طرف جانے والی شاہراہ پر آیا اور جو چیزیں وہاں منگول چھوڑ کر بھاگے تھے۔ ان پر قبضہ کرنے لگا تھا۔

مرند کی طرف جانے والی شاہراہ پر سلطان جو کچھ منگول چھوڑ کر بھاگے تھے وہ سمیٹنے میں مصروف تھا کہ سلطان کے مجنوں نے اطلاع دی کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی

خان منگولوں کا امیر الامراء قراچار برلاس اور سپہ سالار چارمغان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انہی میدانوں کا رخ کر رہے ہیں جہاں تھوڑی دیر پہلے مرند کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے منگول سپہ سالار توشہ خان اور ٹکائی خان کو بدترین شکست دے کر ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

یہ خبر ملنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد اسی شاہراہ کے کنارے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے کر پڑاؤ کر لیا تھا۔ اسی روز منگول بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

دوسرے روز جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کیں پھر چغتائی نے حملہ آور ہونے کی ابتداء کی۔ چغتائی نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی حصہ اس نے اپنے پاس رکھا تھ دایاں بازو قراچار برلاس کی سرکردگی میں اور بائیں پہلو کو چارمغان کی کمانداری میں رکھا گیا تھا۔ اسی طرح اس کے مقابلہ میں سلطان جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا بائیں جانب پاسبانوں کے سپہ سالار کو اور دائیں جانب اور خان کو رکھا گیا تھا۔ گو منگولوں کے لشکر کے مقابلہ میں سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد کئی گنا کم تھی پھر بھی سلطان نے مرند کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے منگولوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

حملہ کی ابتدا چغتائی نے کی تھی چغتائی، قراچار برلاس اور چارمغان اپنے لشکروں کو آگے بڑھاتے ہوئے گھور اندھیروں کے سمندر، روباہ و لومڑی کی پوری مکاری، آتش مزاجی ترمز و قسادت قلبی، انتقام کی پیاس اور فاعل شر و ظلمت کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی منگولوں کے حملوں کو روکنے کے بعد غضب کی خونخواری، بھیاںک عداوت، اور موت کی خاک کی طرح منگولوں پر جوابی حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے سلطان جلال الدین اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار منگول لشکر کی

منوں میں اس طرح کہتے چلے گئے تھے جیسے قرن در قرن عہد در عہد، نسل در نسل، پھیل جانے والا زہراپنا اثر دکھاتا چلا جاتا ہے۔

مرند کو جانے الی شاہراہ کے کنارے ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں مختصر لشکر ہونے کے باوجود سلطان جلال الدین، اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنی بہترین جراتمندی اور عمدہ جنگی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ عین اس وقت جبکہ سلطان جلال الدین کے ہاتھوں منگولوں کی شکست یقینی ہو چکی تھی اور چغتائی، قرچار برلاس اور چارمغان سلطان جلال الدین کے سامنے سے شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگنے کی فکر میں تھے سلطان جلال الدین کے لشکر کی پشت کی طرف سے قتلخ خان بدی کی دھول، فسی و فجور کے سے حریف مقابلے کھیتیاں، کھلیان جلاتے کسی شیطان مجسم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

لگتا تھا قتلخ خان نے اندر ہی اندر منگولوں کے ساتھ کوئی معاہدہ کر لیا ہو اور عین اس وقت جبکہ منگولوں کو سلطان جلال الدین کے ہاتھوں شکست ہونے ولای تھی اس نے کہیں گھات سے نکل کر سلطان جلال الدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ایک طرح سے اپنی ہی مسلم قوم کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر رکھ دیا تھا۔

اس دو طرفہ حملہ کے سامنے سلطان جلال الدین زیادہ دیر تک اپنا دفاع نہ کر سکا۔ منگولوں نے جب دیکھا کہ پشت کی طرف سے مسلمان سردار قتلخ خان نے سلطان جلال الدین پر حملہ کر دیا ہے تو وہ جہاں تھوڑی دیر پہلے بھاگنے کی فکر میں تھے وہاں اب انہوں نے پوری شدت سے سلطان کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا اس طرح سلطان جلال الدین کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ صرف سلطان ہی کے حصہ کے نہیں بلکہ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان کے لشکر بھی کافی تعداد میں منگولوں کے ہاتھوں کٹ مرے تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو بھاگ نکلنے کا اشارہ کر دیا۔ یہ اشارہ پاتے ہی تینوں اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

سلطان جلال الدین کے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ نکلنے کے بعد منگولوں نے قتلخ خان اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا اس لئے کہ منگولوں کا شروع سے ہی یہ طریقہ

کار تھا کہ ہر وہ شخص جو اپنی قوم سے غداری کرتا تھا اسے وہ پہلے موت کے گھاٹ اتارتے تھے قتلخ خان نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے بھاگ جانے کے بعد منگول اس پر ٹوٹ پڑے ہیں تو اس نے جنگ کرنے کے بجائے پسپائی اختیار کی اور بھاگ کر قریبی کوستانی سلسلہ میں روپوش ہوا اور اس طرح وہ اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچا کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

منگول اب قتلخ خان کو چھوڑ کر سلطان جلال الدین کے پیچھے لگ گئے تھے۔ میدان جنگ سے بھاگنے کے بعد سلطان جلال الدین نے ایک کوستانی سلسلہ کے اندر پناہ لی۔ کچھ ہی دیر بعد سلطان جلال الدین کو ایک خبر نے یہ اطلاع دی کہ منگولوں کا لشکر سلطان جلال الدین کے تعاقب میں اس شاہراہ پر بڑھتا چلا آ رہا ہے جو اس کوستانی سلسلہ کو بیچوں بیچ سے گزرتی ہے جس میں سلطان جلال الدین نے پناہ لے رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں جب سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے مشورہ کیا تو یہ فیصلہ ہوا کہ منگولوں کو کوستانی سلسلہ میں ہو کر گزرنے والی شاہراہ پر آگے بڑھنے دیا جائے جب وہ عین ان کے سامنے آئیں تو وہ گھات سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کا قتل عام کر کے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لے سکیں۔

سلطان جلال الدین کو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی یہ تجویز بے حد پسند آئی لہذا سلطان جلال الدین نے اپنے چھوٹے سالار اترخان کو چار ہزار سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا لشکر دے کر ہدایت دی کہ وہ آگے بڑھ کر شاہراہ پر آتے منگولوں پر حملہ آور ہو اور تھوڑی دیر حملہ آور ہونے کے بعد بھاگ کھڑا ہو منگول جب اس شاہراہ پر اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگے آئیں گے تو اچانک کوستانیوں سے نکل کر سلطان کے علاوہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس طرح اس اچانک حملہ سے منگولوں کی شکست یقینی ہو جائے گی۔

اگر اترخان دیانتداری سے سلطان کی ان ہدایات پر عمل پیرا ہوتا تو یقیناً "سلطان کو اپنے تجویز کردہ لائحہ عمل کی تکمیل میں اس سے بہت مدد ملتی اور اگر سلطان کی یہ تجویز کامیاب ہوتی تو سلطان ایک بار پھر منگولوں کو بدترین شکست دیتا اور اپنے

علاقوں میں کہیں بھی ان کے قدم نہ دیتا۔

لیکن اترخان منگولوں سے کچھ ایسا مرعوب ہو چکا تھا کہ ان کا نام سن کر ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ کوہستانی سلسلہ کے اندر سلطان کے پڑاؤ سے روانہ ہو کر وہ دو چار میل اس سمت کو گیا جہاں سے منگول آرہے تھے۔

اس کے بعد اگلے پاؤں پھرا اور واپس سلطان کے پڑاؤ میں آگیا۔ اور اپنی واپسی کی یہ وجہ بیان کی کہ منگولوں کا لشکر یہ راستہ چھوڑ کر منازجرد کی طرف چلا گیا ہے۔ یہ یقیناً ”سفید جھوٹ“ تھا جو اترخان نے بولا تھا۔ اگر یہ کام چور اور بزدل سردار اپنے فرض کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرتا تو بہت ممکن تھا کہ سلطان جلال الدین کی جدوجہد کا انجام اس سے مختلف ہوتا اور عالم اسلام بعد کے بہت سے مسائل سے بچ جاتا۔

سلطان جلال الدین نے اترخان کے اس جھوٹ پر جی بیان کو تسلیم کر لیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے بچے کچے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف جائے گا اور وہاں پر مزید لشکری بھرتی کر کے ایک بار پھر وہ منگولوں کے سامنے آنے کی جرات کرے گا۔ سلطان جلال الدین نے ابھی کوہستانی سلسلہ میں ہی قیام کئے ہوئے تھا اور اصفہان کی طرف کوچ نہیں کیا تھا کہ آمد کے حکمران الملک المسعود کا ایک سفیر جس کا نام علم الدین سبخر تھا سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

دراصل حاکم آمد الملک المسعود جو کہ آمد کے علاقہ کا حکمران تھا وہ تنہا علاؤ الدین کے خلاف نہیں لڑ سکتا تھا اس لئے اس نے اپنے سفیر علم الدین سبخر کی معرفت سلطان کو کہلا بھیجا کہ اگر سلطان جلال الدین شام کے حکمران علاؤ الدین کے خلاف میری مدد کر کے کھوئے ہوئے قلعہ اسے واپس لے دے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سلطان کی کمان میں منگولوں کے خلاف لڑوں گا۔

سلطان جلال الدین کو ان دنوں چونکہ منگولوں کے مقابلہ میں نئے لشکریوں کی اشد ضرورت تھی لہذا انہوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور اصفہان کا ارادہ ملتوی کر کے اس تجویز کو عملی شکل دینے اور تفصیلات طے کرنے کے لئے آمد شہر کی طرف کوچ کیا۔

جب سلطان جلال الدین الملک المسعود کی حدود میں داخل ہوا تو ایک پل کے قریب پڑاؤ کیا اور اپنا خیمہ نصب کرا کے سو گیا اس لئے کہ گزشتہ کئی دنوں سے وہ سکون کی نیند نہیں سویا تھا۔

آدھی رات کے وقت سلطان جلال الدین کے ایک محافظ سپاہی نے سلطان کو جگا کر کہا کہ اس نے لشکر گاہ کے ارد گرد کچھ ایسے گھوڑ سواروں کو گھومتے دیکھا ہے جن کے گھوڑے سیاہ اور وہ خود قد و قامت میں ہمارے سپاہیوں سے بالکل مختلف ہیں۔

سلطان جلال الدین اس وقت نیند میں بری طرح مدہوش تھا اس لئے خبر کی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکا وہ سمجھا کہ اس کے سپاہی کو دھوکہ ہوا ہے اس لئے اسے رخصت کر کے خود پھر سو گیا۔ حقیقت حال یہ تھی کہ منگولوں کا ایک ہرادل لشکر سلطان کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور چونکہ وہ سلطان کو گرفتار کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے راتوں رات ہی سلطان کے پڑاؤ کے ارد گرد اپنے لشکری پھیلا دیئے تھے۔

در طلوع صبح کے انتظار میں خاموشی سے پڑے رہے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ دن کی روشنی میں اگر سلطان ان کے گھیرے سے بچ نکلے میں کامیاب ہو بھی گیا تو جب بھی وہ آسانی سے اس کا تعاقب کر کے اسے زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ حسن اتفاق سے طلوع آفتاب سے پہلے ہی اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو می منگولوں کے اس منصوبے کا علم ہو گیا اور قبل اس کے کہ منگول اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے اور سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہو کر سلطان جلال الدین و زندہ گرفتار کرتے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لشکر کا گھیراؤ کرنے والے گولوں پر حملہ کر دیا تھا۔ منگول اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے اب جو سلطان نے دیکھا کہ واقعی منگول اس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے ہیں اور یہ کہ رخاں اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے انہیں مار بھگایا ہے تب سلطان جلال الدین کو بن ہوا کہ واقعی منگولوں نے اس کے پڑاؤ کو گھیر لیا تھا اس صورتحال میں سلطان ال الدین نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے لشکر کو فوراً ”وہاں سے پڑاؤ اٹھانے کا حکم دے دیا تھا۔

ابھی سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ اٹھا کر کوچ نہ کیا تھا کہ

قریبی قلعے کی طرف چل دیا جو کافی مضبوط تھا اور ناقابلِ تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ سلطان کا ارادہ تھا کہ اس میں جا کر پناہ لے لیکن سوئے اتفاق کہ قلعہ تک جانے والی سڑک بعض شریپندوں کی وجہ سے غیر محفوظ ہو چکی تھی لہذا سلطان جلال الدین جب اس شاہراہ سے گزرنے لگے تو وہ شریپند جو قاطعِ طریق اور ڈاکہ زنی کا کام کرتے تھے وہ سلطان اور اس کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہو گئے۔ چنانچہ سلطان جلال الدین کے لشکر کے کافی سپاہی ان بدبختوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ اترخان جو سلطان جلال الدین کے ساتھ تھا اپنے لشکریوں کے قتل عام سے مایوس ہو گیا اس نے سلطان جلال الدین کو واپسی کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہمیں فی الفور اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے جا ملنا چاہئے۔

بعد میں سلطان شش و پنج میں پڑ گیا۔ تاہم رات گزارنے کے لئے اس نے معہ رفقاء کے رات گزارنے کے لئے ایک نواحی گاؤں میں جس کا نام بیدر تھا پڑاؤ کیا۔ اسی رات کو تعاقب کرنے والے منگول بھی وہاں پہنچ گئے اور سلطان کی قیام گاہ پر حملہ کر دیا۔ سلطان کے بہت سے لشکری اس حملے میں قتل ہو گئے۔ اور جو بچے وہ گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان جلال الدین بے چارہ تنہا جان بچا کر بھاگا۔

دوسری طرف منگولوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان کے سارے ساتھی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں اور اب سلطان اکیلا ہی بھاگا ہے۔ لہذا اس قصبے کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے چغتائی نے اپنے پندرہ بہترین سوار سلطان جلال الدین کے تعاقب میں لگا دیئے گئے اور انہیں حکم دیا کہ ہر صورت میں سلطان جلال الدین کو زندہ گرفتار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو سلطان کو قتل کر کے سلطان کا سر کاٹ کر چغتائی کے سامنے پیش کریں۔

اب سلطان جلال الدین کو جو اکیلا تھا تعاقب کرنے والے پندرہ منگولوں سے نپٹنا تھا۔ گھوڑے پھوی رفتار سے بھاگے جا رہے تھے یہاں تک کہ دو منگول سوار جن کے گھوڑے کچھ زیادہ ہی تیز رفتار تھے سلطان جلال الدین کے قریب پہنچ گئے۔ چنانچہ موقع پا کر سلطان ایک دم پلٹا اور اپنی تلوار سے ایسی عمدہ مہارت کے ساتھ ان دونوں منگولوں پر حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں اس نے ان دونوں منگولوں کی گردنیں

چغتائی، قراچار برلاس اور چارمغان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان کے لشکریوں نے فوراً اپنی ہر چیز کو سمیٹا اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ منگولوں نے دیکھ لیا تھا کہ سلطان جلال الدین کا لشکر بھاگا جا رہا ہے لہذا وہ تعاقب میں لگ گئے تھے۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد جب سلطان نے اندازہ لگایا کہ ان کے اور منگولوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہو گیا ہے تو اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار سلطان جلال الدین کے پاس آئے اور اورخان سلطان جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ آپ جانتے ہیں کہ منگول ہمارے تعاقب میں لگ گئے ہیں۔ اور وہ سائے کی طرح ہمارا تعاقب کریں گے۔ اس وقت تک جب تک وہ ہمیں موت کے گھاٹ نہیں اتار لیتے۔ میرے خیال میں وہ ہر حال میں آپ کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں گرفتاری اور مزید شکست سے بچنے کے لئے ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ لشکر کا بڑا حصہ آپ میرے اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے پاس رہنے دیجئے۔ اپنے پاس آپ صرف چند محافظ دے رکھئے۔ اور آپ اس کو مستانی سلسلے کے دائیں طرف گنام راستوں کی طرف نکل جائیں ظاہر ہے جب لشکر کا بڑا حصہ ہمارے ساتھ ہو گا تو منگول ہمارے تعاقب میں ہی چل نکلیں گے اس طرح ہم انہیں ادھر ادھر بھکا کر تھکا دیں گے یہاں تک کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

سلطان جلال الدین نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لشکر کا بڑا حصہ اس نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی کمان میں دے دیا۔ اور خود ایک چھوٹا سا دستہ لے کر دوسری طرف بھاگ گیا۔ یہ سب کچھ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ منگول اس خیال سے کہ سلطان فوج کے بڑے حصے کے ہمراہ ہو گا دوسرے دیتے کا تعاقب کرنا چھوڑ دیں گے اور اس طرح سلطان کو بچ نکلنے کا موقع مل جائے گا۔

لیکن منگول سائے کی طرح ساتھ ساتھ تھے۔ کچھ دور جا کر سلطان نے پھر الملک المسعود کے علاقوں کا رخ کیا۔ جب وہ ملک المسعود کے ایک شہر کے قریب پہنچا تو اہل شہر نے اس فیصلے کے ڈر سے کہ خوارزمی سپاہ انہیں لوٹ نہ لے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ اس صورتحال میں سلطان جلال الدین اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ایک

کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

اپنے دو ساتھیوں کو یوں بے دردی سے قتل ہوتے دیکھ کر باقی تعاقب کرنے والے منگولوں پر سلطان کی طرف سے خوف اور وحشت طاری ہو گئی تھی لہذا وہ سلطان جلال الدین کا تعاقب ترک کر کے واپس چلے گئے تھے۔

سلطان چونکہ اکیلا تھا واپس نہیں جا سکتا تھا اس لئے کہ واپسی کے سارے راستے منگولوں نے مسدود کر رکھے تھے۔ لہذا مجبور اور بے بس ہو کر کردستان کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ کردستان کے حکمران ملک المظفر کی حدود میں داخل ہو کر اس سے پناہ حاصل کرے۔ راستے میں اسے کردوں کی ایک جماعت نے پکڑ کر کپڑے اتار لئے اور ہتھیار چھین لئے۔ وہ سلطان جلال الدین کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ سلطان نے ان سے اپنا تعارف کرا دیا اور کہا کہ میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے حکمران الملک المظفر کے پاس لے چلو تو وہ تمہیں انعام سے مالا مال کر دے گا۔

سلطان کو پکڑنے والے کردوں کے سردار نے جب سلطان کی یہ گفتگو سنی تو وہ شش و پنج میں پڑ گیا اور سلطان کو اپنے گھر لے گیا۔ پھر وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا تم اس خوارزمی کا خیال رکھنا تاکہ اسے گزند نہ پہنچے۔ میں اپنے ایک دوست سے اس کے لئے مشورہ کرنے کے لئے جا رہا ہوں کہ مجھے اس معاملے میں کیا کرنا چاہئے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور کرد وہاں آ نکلا اس نے سلطان جلال الدین کو اپنے گھر لانے والے کرد کی بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارے خاوند نے اس خوارزمی کو کیوں ابھی تک قتل نہیں کیا۔ لا تلواریا تاکہ میں اس کا کام تمام کر دوں۔

عورت کہنے لگی چونکہ میرے خاوند نے اسے پناہ دی ہے اور نیز یہ کہ خوارزمی اپنے آپ کو سلطان جلال الدین کہتا ہے اس لئے مجھے ہر صورت میں اپنے شوہر کی واپسی کا انتظار کرنا ہو گا۔ وہ کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ اترار شہر کے محاصرے کے دوران میرا ایک بھائی مارا گیا تھا۔ یقیناً میرا بھائی تمہارے اس خود ساختہ سلطان سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا اور وجہ تھا اور وہ خوارزمیوں ہی کے ہاتھوں قتل ہوا تھا اس لئے میں اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ اس خوارزمی سے ضرور لوں گا یہ سلطان

جلال الدین نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھگوتا خوارزمی ہے اور اپنے آپ کو سلطان جلال الدین ظاہر کر رہا ہے۔ یہ کہہ کر اس بد بخت اور شقی القلب کرد نے اپنی تلوار بے نیام کر کے لہرائی اور سلطان جلال الدین کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

کردستان کے حکمران الملک المظفر کو جب سلطان جلال الدین کی شہادت کی افسوسناک خبر پہنچی تو اس نے سلطان جلال الدین اور اس کے ہتھیار شناخت کے لئے منگوا بھیجے۔ جب تصدیق ہو گئی کہ وہ کپڑے اور ہتھیار واقعی سلطان جلال الدین کے ہیں تو حکم دیا کہ کچھ لوگ جائیں اور سلطان جلال الدین کی لاش کو نکال لے آئیں۔ چنانچہ سلطان جلال الدین کی میت کو وہاں سے نکالا گیا اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ اخلاط شہر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔



روئے لگا تھا بالکل اس بچے کی طرح جس سے کوئی اس کی ماں کو چھین کے لے جا رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک اور خان بچکیوں اور سسکیوں میں روتا رہا۔ اس کے قریب ہی پاسبانوں کے سپہ سالار کی بچکیاں اور سسکیاں بھی سنی جا سکتی تھیں۔ پھر اور خان اپنی ٹوٹی اور بکھرتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

جلال الدین میرے بھائی تو اپنے دشمنوں کے کبر و پندار۔ نمرود و نخوت۔ ان کے قس و فجور۔ رشک و حسد اور ان کی عداوت و رقابت اور حیوانی خواہشوں کے سامنے غضب آلود نگاہ۔ چہرے کی شکن۔ صحرائے محشر اور بے کراں نذر اور جری تھا۔

جلال الدین میرے بھائی اپنوں کے لئے تو ادب و تہذیب کا محزن نہایت شیریں گمرے غبار میں منزل کا نشان اور تو اپنی قوم کا سہاگ۔ ملت کی رگوں کا سلگتا لبو۔ دشمن کی آگ و خون کے آشوب کے سامنے تو اپنی ملت کے لئے چراغ جہاں افروز۔ زان و مکان ارض و سماں میں کوہ شکن فرزند تھا۔ اپنوں کے لئے پو جلال الدین میرے بھائی اندھے اندھیروں اور شب و روز کی زنجیروں میں راہ بھائی ایک مشعل مانند تھا۔ گو ہر شے کو فنا ہو جاتا ہے اور ثبات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے پھر بھی جلال الدین تو مسلم قوم کا قلعہ برج اور چٹان تھا جس سے بے دینی اور ظلم کا سیلاب ٹکرا کر دم توڑتا رہا۔ تیرے بغیر میری قوم کا ارتقائی سفر رک جائے گا۔ داستان طرازیان اور تلاش و جستجو کے جذبے مفقود ہو جائیں گے۔ نقش طرازیان۔ ساری رنگ آمیزیاں۔ دجل و فریب کا شکار ہو کر رہ جائیں گی۔ تیرے بعد فاتح مفتوح اور غالب مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔

جلال الدین میرے عزیز میرے محترم بھائی تو اپنے ظلم بھری زمین میں ناراضگی کو درست کرنے والا عصا اور لاشی تھا۔ تمہارے بعد کامیابیوں کی روشنیاں ڈوب جائیں گی۔ سرفرازیوں کے ستارے راکھ ہو جائیں گے۔ تیرے بعد اس لبو روتی زمین میں میں اور خان دکھ کی مار جیسا رسوا کن مثل بازو اور ٹوٹے برتن جیسا ہو کر رہ جاؤں گا۔ تیرے بعد میرے لئے قلب و جگر کی تہ میں نحیف و کچلے جذبے اور پسائیوں و رسوائیوں کے سوا کچھ نہ بچے گا۔ ایک دھوکے کے بعد دوسرا دھوکہ میرا تعاقب کرے گا۔ کاش تیری موت سے پہلے ہی میں اور خان قبر کرنے والوں کے سامنے فتح مندی کے

چٹائی خان اپنے پورے لشکر کے ساتھ تھوڑی دور تک اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کا تعاقب کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھ آئے والے نہیں ہیں تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ گیا۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار چند روز تک ایک محفوظ کوستانی سلسلے کے اندر چھپ کر منگولوں کے رد عمل کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں خبریں ملیں کہ چٹائی اپنے لشکر کو لے کر لوٹ گیا ہے تب وہ اس کوستانی سلسلے سے نکلے تاکہ سلطان جلال الدین کو تلاش کر سکیں۔

اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار جس وقت سلطان جلال الدین کی تلاش میں ایک شاہراہ پر سفر کر رہے تھے کہ اچانک ان کے کچھ مخبر سامنے آئے اور ہاتھ کے اشارے سے انہیں رکنے کو کہا۔ اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے گھوڑوں کو روکتے ہوئے اپنے لشکر کو رکنے کا اشارہ کر دیا تھا جب لشکر رک گیا تب وہ مخبر قریب آئے پھر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

سنو۔ ذی عزت اور محترم سالارو۔ میں اور میرے ساتھی تمہارے لئے انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں۔ پہلی خبر یہ کہ قتلخ خان نے تیرے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ دوسری خبر اس سے بھی بدترین ہے اور وہ یہ کہ سلطان جلال الدین کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس پر اور خان بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس مخبر سے کہنے لگا یہ تم کیا کہتے ہو۔ کس نے کیسے سلطان کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد اس مخبر نے سلطان جلال الدین کے مارے جانے کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

سلطان جلال الدین کے مرنے کی خبر سن کر اور خان تھوڑی دیر تک پتھر بگر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ لگتا تھا اس کے اندر سے کسی نے روح کھینچ کر نکال لی ہو۔ بالکل بے سکت پڑا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں اور وہ بچکیوں اور سسکیوں میں

نعرے گانے والوں کی آواز، مغلوں کی فریاد کی طرح فضاؤں میں تحلیل ہو کر ختم ہو جاتا۔ جلال الدین کاش تیری جگہ موت مجھ سے بغل گیر ہو چکی ہوتی۔ اس لئے کہ قوم کو میرے بھائی تیری ضرورت تھی۔

اور خان خاموش ہو گیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس موقع پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے گھوڑے کو وہ اور خان کے قریب لایا اور اور خان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اور خان میرے بھائی جو کوئی بھی اس دنیا میں ہے اسے موت کے سایوں کی وادی میں اترنا ہے کہ یہی صداقت کی راہ ہے۔ سن اور خان میرے بھائی ہمیں یہاں زیادہ دیر رک کر وقت نہیں ضائع کرنا چاہئے تو جانتا ہے تیرے اور میرے بیوی بچے ان دنوں تیریز میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ اور تیریز کا ہمارے بدترین دشمن قتلخ خان نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ لہذا ہمیں فوراً قتلخ خان سے نپٹنے کے لئے تیریز شہر کا رخ کرنا چاہئے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے ان الفاظ پر اور خان چونک سا پڑا۔ ایک گہری نگاہ اس نے پاسبانوں کے سپہ سالار پر ڈالی پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی اس کے ساتھ ہی پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا۔ اب وہ بڑی تیزی سے تیریز کے رخ پر اڑے جا رہے تھے۔



راستے میں اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پاسبانوں کا سپہ سالار اور خان کے مزید قریب ہوا ار کہنے لگا دیکھ اور خان تیری میری رفاقت کے لمحے اب اپنی آخری حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہذا اب میں تم پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں میری اصلیت کیا ہے۔ میں کہاں سے آیا ہوں اور کیوں میں نے منگولوں کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کی۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے ان الفاظ پر اور خان چونک سا پڑا اور وہ پوری توجہ کے ساتھ پاسبانوں کے سپہ سالار کو سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ اور خان میری اصلیت یہ ہے کہ میرا نام یوتائی (۱) ہے میری پیدائش صحرائے گوبی میں ہوئی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ میں چنگیز خان کے عہد اور بہترین جرنیلوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ منگولوں کے اندر میں تیج زنی میں اول۔ صوبائی دوئم۔ اور جی نویان تیسرے درجے پر خیال کئے جاتے تھے۔ سن اور خان میرا باپ ایک عرب مسلمان تھا اس نے صحرائے گوبی کی ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ میں نے اپنی زندگی وہیں بسر کی اور بچپن گزارنے کے بعد میں چنگیز خان کے لشکر میں شامل ہوا۔ ہر وہ معرکہ جو مشکل ترین خیال کیا جاتا وہ میرے سپرد کیا جاتا تھا اور میں اسے چنگیز خان کے لئے حل کر دیا کرتا تھا۔

سن اور خان جہاں تک میری بیوی کا تعلق ہے اس کا نام الجائی خاتون نہیں ہے۔ یہ اس کا جعلی نام ہے جو تمہارے سامنے رکھا گیا ہے۔ دیکھ میری اور میری بیوی کی اصلیت سے میری بہن طیان آگاہ ہے یہ اس وقت آگاہ ہوئی جب میں اسے منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مسکن کی طرف لے گیا تھا۔ دیکھ اور خان میری بیوی کا نام الجائی خاتون نہیں بلکہ اس کا نام کوانتی ہے اور وہ چین کے شمشادہ کی بیٹی ہے۔ جس وقت چنگیز خان نے چین پر حملہ کیا تھا تو کوانتی سے میری ملاقات ہوئی تھی وہ مجھے چاہنے لگی میں بھی اسے پسند کرنے لگا پھر ہم دونوں نے شادی کر لی۔

سن اور خان میرے بھائی۔ جس وقت چنگیز خان نے اپنے آس پاس کے قبائل کو مغلوب کرنے کے بعد چین کو بھی فتح کر لیا تو اس کی نگاہیں مغرب کی طرف اٹھ گئیں تھیں۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ چنگیز خان اب مسلم علاقوں کو ضرور اپنا ہدف بنائے گا۔ لہذا میں اپنی بیوی کوانتی کے ساتھ منگولوں کے مسکن سے نکل بھاگا اور پہلے میں سرقد آیا۔ میری ماں نے بھی ان دنوں سرقد میں قیام کر رکھا تھا پھر بد قسمتی سے جلد ہی میری ماں مر گئی تب میں نے سوچا کہ آنے والے دنوں میں جب منگول سرقد اور بخارہ جیسی تہذیب یافتہ شہروں پر حملہ آور ہوں گے تو چاروں طرف خون ہی خون نظر آئے گا۔ لہذا منگولوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے میں نے دریائے جیوں کے کنارے کو ہستانی سلسلوں کے اندر اپنا ایک مسکن بنایا۔

اس کو ہستانی سلسلے کے اندر ایک بہت بڑا غار تھا اتنا بڑا کہ اس کے اندر کئی ہزار

بہترین کردار ادا کیا ہے تمہاری جفا کشی۔ تمہاری سرفروشی ہمیشہ میری نگاہوں میں تمہارے لئے عزت اور وقار کا باعث بنی رہے گی۔ اس کے جواب میں یسوتائی نے مسکراتے ہوئے اور خان کا شانہ بھینچا یا اس کی پیشانی چومی اس کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر بھاگا دیا تھا۔

اپنے مختصر سے لشکریوں کے ساتھ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اس وقت تہیز شہر کے نواح میں پہنچے جس وقت شہر اور اس کے گرد و نواح میں فجر کی اذانیں ہونا شروع ہو چکی تھیں۔ شاید دونوں جان بوجھ کر اس رفتار سے سفر کرتے آئے تھے کہ وہ عین صبح کے وقت تہیز پہنچیں اور قلعہ خان پر شب خون ماریں۔ تہیز شہر اور اس کے گرد و نواح میں بلند ہوتی اذانوں کی صداؤں میں اور خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا قلعہ خان نے اپنے لشکر کے ساتھ تہیز شہر کے شمال اور مشرق میں پڑاؤ کر کے شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار یسوتائی نے آپس میں بڑی رازداری کے ساتھ سرگوشیوں میں مشورہ کیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے اپنے لشکروں کو لے کر علیحدہ ہو گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد تہیز شہر کے شمال کی طرف سے اور خان اپنے لشکر کے ساتھ خون کی ندیوں میں اٹھنے والے بغاوت کے ان شعلوں کی طرح نمودار ہوا جو دبائے نہ دیتے ہیں اور روکنے سے رکتے نہیں۔ پھر وہ فوق العادت لا۔ غلبہ تحریک اور بلند آدش پاسبان کی طرح قلعہ خان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف لمحہ لمحہ ختم ہوتی تاریکی میں یسوتائی تہیز شہر کی مشرقی سمت سے خونیں مدوجزر، درخشاں ایام کی یادوں کی طرح ظاہر ہوا پھر وہ اچانک پھٹنے والے آتش فشاں، سمندر کی لہروں اور ہواؤں کی سنناہٹوں کی طرح مشرقی سمت سے قلعہ خان کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

قلعہ خان کو سلطان جلال الدین کے شہید ہونے کی خبر مل چکی تھی اسے یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ اور خان اور یسوتائی کا بھی منگولوں نے خاتمہ کر دیا ہے لہذا وہ بڑی بے فکری سے تہیز شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اسے یقین تھا کہ وہ ہر صورت میں تہیز شہر کو فتح کر کے رہے گا۔ اس لئے کہ کوئی ایسی قوت اسے اپنے سامنے دکھائی نہ دی

لوگ ساکتے ہیں۔ میں نے اسی غار کو اپنا مسکن بنایا۔ اس غار کے اندر داخل ہونے کے لئے کئی کئی راستے تھے ان راستوں پر میں سرقد کے مناہوں کو حرکت میں لاتے ہوئے پتھروں کے بنے ہوئے دروازے کچھ اس طرح لگوائے کہ وہ کوستانی سلسلے کا حصہ ہی لگتے تھے۔ اور پہچانے نہ جاسکتے تھے کہ وہ کسی غار کا دروازہ ہے۔ ان بھاری بھرکم دروازوں کو غار کے اندر سے لکڑی کی چڑیوں کے ذریعے کھولا جاسکتا تھا۔

اگر کوئی میرا تعاقب کرتا ہوا اس کو کوستانی سلسلے تک آتا تو پہلے میرے محافظ اس پر تیر اندازی کر کے اسے روکتے۔ اتنی دیر تک میں اپنے لشکریوں کے ساتھ ان دروازوں کے ذریعے غار میں داخل ہو جاتا اور پھر مزید یہ کہ اس غار کے اوپر کچھ چھوٹے چھوٹے سوراخ رکھے گئے تھے جن کے ذریعے سے ایک شخص بخوبی نیچے اتر سکتا تھا اور ان ڈھکنوں کو بھی نیچے سے بند کر دیا جاتا تھا کہ جو لشکری تیر اندازی کر کے تعاقب کرنے والوں کو روکتے تھے انہیں ڈھکنوں کو اٹھا کر غار میں اتر جاتے تھے۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا تھا اس لئے کہ وہ ڈھکن بھی پتھر کے تھے اور پھر وہ گہری گھنی جھاڑیوں کے اندر چھپا دیئے گئے تھے۔

اور خان میرے بھائی یہ تو میرے مسکن کی تفصیل ہے۔ اب شاید تم یہ جاننا چاہو گے کہ میں نے اپنی بہن طیان کو منگولوں کے لشکر سے کیسے نکالا۔ میں تم سے یہ کہہ چکا ہوں کہ پہلے میں چنگیز خان کے لشکر کا ایک بہترین اور سب سے اعلیٰ بہترین جرنیل خیال کیا جاتا تھا اس لئے منگولوں کے لشکر میں میرے بہت سے عقیدت مند اور مخلص ساتھی تھے۔ بس ان ہی کی مدد سے میں طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مسکن میں لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی پاسبانوں کا سپہ سالار حرکت میں آیا اور اپنے چہرے سے اس نے سرخ رنگ کا نقاب ہٹا دیا تھا۔ اور خان نے چونک کر دیکھا کہ وہ ایک انتہائی خوبصورت اور جاذب نگاہ رکھنے والا نوجوان تھا۔ اور خان نے فوراً اپنے گھوڑے کو روک لیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے یسوتائی پھر اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا۔ پھر اور خان گھوڑے پر بیٹھا ہی بیٹھا یسوتائی سے لپٹ گیا تھا اور کہنے لگا تھا یسوتائی میرے عظیم بھائی تم نے پاسبانوں کے سپہ سالار کے روپ میں اپنی قوم اپنی ملت کے لئے

تھی جو اس کے ارادوں میں حائل ہو سکے۔

جب اس کے لشکر کی شمالی طرف سے اور خان اور مشرقی سمت سے یوتائی نے ہولناک انداز میں شب خون مارا تب قلعہ خان کی آنکھیں کھلیں اس کے لشکری افراتفری اور بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔ اسی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور خان اور یوتائی نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں یوتائی اور اور خان کے حملہ آور ہونے کے انداز میں دل آویز مناظر جیسی کشش، دلکش داستان جیسی فرحت، سردی خوابوں کی جنتوں جیسی شادابی تھی اور انہوں نے لمحوں کے اندر قلعہ خان کے لشکر کی حالت گھٹاؤ نے مقاصد، مکروہ انتشار، متروکہ داشتہ، تسادت قلبی اور شقاوت ذہنی جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ جس وقت تیز شہر کے لوگ مسجدوں سے نماز پڑھ کر لوٹ رہے تھے۔ اس وقت قلعہ خان کا لشکر اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور خان اور یوتائی کے لشکریوں نے بھاگتے ہوئے قلعہ خان کے لشکر کا بھرپور اور خونخوار تعاقب کیا۔ یہ تعاقب دو میل تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ قلعہ خان کے لشکر کا تقریباً خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ اور خان نے قلعہ خان کو بہت تلاش کیا لیکن وہ اسے ملا نہیں سجانے وہ جنگ میں کام آچکا تھا یا کہیں فرار ہو چکا تھا اس طرح قلعہ خان کے بچے کچے لشکریوں کا تعاقب ترک کر کے اور خان جب واپس ہوا تو اس کا ایک لشکری اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اور خان کے قریب آیا اور بڑی فکر مندی اور پریشانی میں کہنے لگا۔

اے امیر آپ جلدی سے اس جگہ چلے جہاں تھوڑی دیر پہلے جنگ ہوئی ہے اس لئے کہ وہاں پاسبانوں کا سپہ سالار یوتائی خون میں لت پت پڑا ہے وہ بری طرح زخمی ہے اور آپ کو یاد کر رہا ہے۔ یہ خبر سن کر اور خان بیچارے کا چہرہ ہلدی ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں سے پریشانی اور تفکرات ٹپکنے لگے تھے۔ وہ اس لشکری سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ لشکری پھر بولا اور کہنے لگا۔

اے امیر دراصل یوتائی زندگی اور موت کو فراموش کرتے ہوئے اپنے محافظ دستوں کو بھی پیچھے چھوڑ کر قلعہ خان پر حملہ آور ہوا تھا۔ قلعہ خان کے محافظ دستوں نے اسے روکا اتنی دیر تک یوتائی کے محافظ دستے بھی پہنچ گئے لیکن اس وقت تک

یوتائی قلعہ خان کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے سے خاصا زخمی ہو چکا تھا اس کے باوجود بڑی جرات مندی کا اظہار کرتے ہوئے یوتائی اپنے سامنے آنے والے قلعہ خان کے لشکریوں کو کاٹتا ہوا قلعہ خان کے سر پر جا پہنچا اور اپنے پہلے ہی وار میں اس نے قلعہ خان کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ ایسا کرنے کے بعد یوتائی اپنے گھوڑے سے زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑا تھا۔ جبکہ دوسری طرف قلعہ خان کے قتل ہوتے ہی اس کے لشکری بھاگ کھڑے ہوئے یوتائی کو اس کے کچھ لشکری سنبھالنے لگے۔ اور خان بیچارہ اس سے آگے کچھ نہ سن سکا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت ایڑ لگائی اور پھر اس نے گھوڑے کو اس سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے جنگ کا خاتمہ ہوا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اور خان اس جگہ آیا جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان کے قریب جا کر اور خان اپنے گھوڑے سے اترا پھر بھاگتا ہوا آگے بڑھا اس نے دیکھا کہ لوگوں کے اس ہجوم کے قریب ہی یوتائی زمین پر بے سدھ سا پڑا ہوا تھا۔ اس کی پیوی کوانتی اور تینوں بچے اس سے لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے۔ اور قریب ہی طیان بیچاری بیٹی سکیوں اور آہوں میں رو رہی تھی۔ اپنے بچے کو طیان نے کمر پر کپڑے میں باندھ رکھا تھا۔

یوتائی کے قریب اور خان زمین پر بیٹھ گیا پھر اس کی خون آلود پیشانی کو طویل بوسہ دیا پھر کہنے لگا یوتائی میرے بھائی میری طرف دیکھو میں اور خان ہوں جواب میں یوتائی نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں پھر وہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اور خان اچھا ہوا تم آگے لگتا ہے میری روح کو پرواز کے لئے تیرا ہی انتظار تھا۔

دیکھ اور خان میرے لشکریوں کو یہاں سے رخصت کرنے کے بعد انہیں کمانا کہ اپنے مسکن کو ختم کر کے اپنے اپنے گھروں میں چلے جائیں ورنہ یہ منگول ان کا جینا حرام کر دیں گے۔ دیکھ اور خان میرے بعد میری پیوی کوانتی اور میرے بچوں کا خیال رکھنا تو جانتا ہے اس دنیا میں نہ تو میرا کوئی بھائی تھا نہ بسن بس گھر کا میں اکیلا فرد تھا۔ یہی حالت کوانتی کی ہے۔ اس کا بھی اب اس دنیا میں کوئی نہیں رہا۔ اسے میں تیرے حوالے کر کے رخصت ہونے والا ہوں۔ دیکھ اور خان میرے جسم پر اس وقت ان

بارش کی طرح دھاروں دھاروں رونے لگے تھے جبکہ قریب بیٹھی ہوئی طیان بھی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی تھی اور آہیں اور سسکیاں بھرتی ہوئی رو رہی تھی اور خان بھی یوتائی کے قریب بیٹھ کر بڑی بے بسی سے آنسو بہاتا رہا پھر وہ بولا اور انتہائی کرب اور بے بسی میں کہنے لگا۔

یوتائی میرے بھائی تو اپنی قوم اپنی ملت کے لئے حرم کے چراغوں کا روغن، روئے سحر کی شفق، جلتے صحراؤں میں سایوں بھرا صحاب تھا۔ یوتائی میرے بھائی تو ایسا مجاہد تھا جو دیار پر چڑھ کر تکبیر پکارنے والا اور آندھیوں میں چراغ جلا ڈالنے والا تھا۔ یوتائی میرے بھائی اپنی بیوی اپنے بچوں کے لئے تو اک جہاں سحر، مستقبل کی روشنی، آورش کا سورج، حوصلوں کی رفعت اور بے نشان راستوں پر ایک رہبر تھا۔ سن میرے نجیب و شجاع بھائی، میرے ذہین و فطین رفیق تو اپنی ذات میں اسلامی احیاء کی لہر اور سرفروشن کی زریں جدوجہد تھا۔

سن میرے بھائی تو میرے لئے رات کی دلدل میں روشنی کا مغنی، کرن کرن کا سفیر تھا تو وہ بھائی تھا جو طاق مزار کو لوح جان میں، خاک زاروں کو قصر خواب میں، خشک پتوں کو برگ سرسبز میں تبدیل کر دینے والا تھا۔ یوتائی کاش میں پیڑوں کا سایہ ہوتا، بادل ہوتا اور برس کر تیرے ساتھ ہی رخصت ہو جاتا۔

تیرے بعد میرے مقدر میں مسلسل تلاش، اندھے کنوؤں کی اسیری، راہوں کے آشوب کی عداوت، قبروں جیسی خاموشی، بوسیدہ کفن جیسی ویرانی اور بنجر زمینوں کے سیم کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔ یوتائی میرے جراتوں کے دل افروز بھائی تیرے بعد میری جھولی میں دلوں کے نوحوں، آنکھوں کے آنسوؤں، ہونٹوں کی آہوں اور چاک گریباں کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔

اور خان کے ان الفاظ نے اس سے کو اور زیادہ بھیا تک بنا دیا تھا۔ طیان بیچاری جو غم سے نڈھال ہو رہی تھی اسے اور خان کے ان الفاظ نے گویا پین کے رکھ دیا تھا۔ طیان بیچاری آگے بڑھی اور اور خان کے شانے پر سر رکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ اور خان نے تسلی دے کر پہلے طیان کو چپ کرایا پھر وہ آگے بڑھتا کہ یوتائی کی لاش سے کوانتی اور اس کے دونوں بچوں کو علیحدہ کرے جب اس نے

گنت زخم ہیں جو کسی بھی لمحہ میرے کوچ کا طبل بجا سکتے ہیں۔

سن اور خان تیری آمد سے پہلے میں اپنی بہن طیان اور کوانتی کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں اور خان کوانتی کی عدت پوری ہونے کے بعد تو اس سے بیاہ کر لیتا اس طرح یہ تیرے ساتھ خوش اور پرسکون زندگی بسر کر سکے گی۔ دیکھ اور خان اس سلسلہ میں میں نے کوانتی اور اپنی بہن طیان سے بات کر لی ہے اور یہ دونوں میری بات ماننے پر رضا مند ہو گئی ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد یوتائی کی سانس اکھڑ گئی اور وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یوتائی پھر منبھلا اور دوبارہ اور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ اور خان اب تو اس تمیز شریا اس کے نواح میں قیام کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں منگولوں کی فطرت اور ان کی عادت کا بڑا پرانا شناسا اور جاننے والا ہوں تو نے گزشتہ جنگوں میں منگولوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے لہذا تجھے گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لئے وہ سائے کی طرح تیرا تعاقب کریں گے۔ تو فی الفور یہاں سے کوانتی بچوں اور طیان کو لے کر دیار بکر کی طرف کوچ کر جانا۔ طیان اور کوانتی نے مجھے بتایا ہے کہ سلطان جلال الدین کا حرم جو تمیز شہر میں ٹھہرا ہوا تھا اسے بھی تلخ خان کے محاصرے سے قبل ہی ان کے محافظ یہاں سے نکال کر دیار بکر کی طرف لے گئے ہیں دیکھ میرے بھائی تو بھی کوانتی، طیان اور بچوں کو لے کر دیار بکر کی طرف چلے جاؤ اور وہاں پرسکون زندگی کی ابتداء کرنا۔ دیکھ اور خان میری ساری زندگی جنگوں میں گزرا گئی پہلے چنگیز خان کے ساتھ صحرائے گوبی کے اطراف میں پھیلنے وحشی قبائل کے خلاف جنگ کرتا رہا پھر چین کی آخری حدود تک چنگیز خان کے حق میں لڑا اس کے بعد میں اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے منگولوں کے خلاف سینہ سپر ہوا مجھے فخر ہے کہ میں اپنی زندگی کا مقصد پورا کر کے جا رہا ہوں اور۔۔۔۔۔

اس سے آگے یوتائی کچھ نہ کہہ سکا اس کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں اور خان نے گھبرا کر نبض پر ہاتھ رکھا یوتائی ختم ہو چکا تھا۔ اور خان نے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور سر پر آہنی خود کے اوپر باندھا ہوا اپنا عمامہ اتار کر اس نے یوتائی کے اوپر ڈال دیا تھا۔ یہ منظر دیکھتے ہوئے کوانتی اور اس کے بچے یوتائی کی لاش سے لپٹ کر

کوانتی کو شانوں سے پکڑ کر اٹھانا چاہا تو کوانتی کا جسم یسوتائی کی لاش پر لٹک گیا۔ کوانتی
بیچاری روتی روتی یسوتائی کی لاش کے اوپر ہی دم توڑ چکی تھی۔

کوانتی کو یوں رخصت ہوتے دیکھ کر طیان بیچاری کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ
گئیں تھیں پھر وہ پہلے سے بھی زیادہ شور و داد مچا کرنے لگی تھی۔ اور خان نے ایک
بار پھر آگے بڑھ کر طیان کو مخاطب کر کے کہا۔

طیان اپنے آپ کو سنبھالو دیکھ یسوتائی کے ساتھ کوانتی بھی ختم ہو چکی ہے اگر
تو اسی طرح روتی بین کرتی رہی تو پھر یسوتائی اور کوانتی کے بچوں کا کیا بنے گا۔ طیان
اپنے آپ کو سنبھال اپنے بچے کو جو تو نے پیٹھ پر باندھ رکھا ہے وہ ابھی جاگ اٹھا ہے
اگر تیری یہی حالت رہی تو وہ بھی رونے لگے گا۔

دیکھ طیان اٹھ میں یسوتائی اور کوانتی کی تجیز و تکفین کا سامان کرتا ہوں اتنی دیر
تک تو بچوں کو سنبھال انہیں ڈھارس دے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کرنے کی
کوشش کر اب تو یسوتائی اور کوانتی کے دونوں بچوں کی بھی ماں اور میں ان دونوں کا
باپ ہوں دیکھ انہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دینا۔ اور خان کی اس گفتگو سے
طیان بیچاری سنبھل گئی آگے بڑھی اور یسوتائی اور کوانتی کے بچوں کو اس نے اپنے
ساتھ لپٹا لیا اور انہیں والمانہ پیار کرنے لگی تھی۔

اور خان نے حرکت میں آتے ہوئے پہلے تیز شہر کے نواح میں یسوتائی اور
کوانتی کے تجیز و تکفین کا بندوبست کیا۔ قلع خان کو شکست دینے کے بعد جس قدر
سامان اس کے پڑاؤ سے ہاتھ لگا تھا وہ سارے کا سارا اس نے یسوتائی اور اپنے
لشکریوں میں بانٹ دیا اور انہیں اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی
تھی۔ یسوتائی کے کچھ سپاہیوں کو اس نے ان کے مسکن کی طرف روانہ کیا تاکہ مسکن
کے رہنے والوں سے بھی کہیں کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو کوچ کر جائیں۔ یہ سارے
انتظام کرنے کے بعد اور خان طیان اور بچوں کو لے کر ایک ایسے مسافر کی طرح تیز
شہر سے دیار بکر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جس کے سامنے کوئی منزل نہ ہو اور وہ بیچارہ
اجنبی اور نا آشنا راستوں پر سفر کرنے کے لئے مجبور کر دیا گیا ہو۔